

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

﴿جملہ حقوق بحق مُصنّف محفوظ ہیں﴾

- نام کتاب : اسرارِ معرفت المعروف بہ
تذکرۃ الاولیاء خانپور قاضیاں شریف
- مُصنّف : فقیر قاضی محمد ناصر چشتی نظامی (ایم اے اسلامیات، بی۔ ایڈ)
ترتیب و تحقیق : صاحبزادہ قاضی محمد طارق شفیع، پرنسپل امریکن انسٹیٹیوٹ
ڈیرہ غازیخان
- نظر ثانی : حضرت علامہ قاضی غلام مصطفیٰ چشتی نظامی (دستارِ فضیلت)
تدوین : حضرت خواجہ پیر قاضی غلام صدیق چشتی نظامی (دستارِ فضیلت)
معاون تدوین : (i) حضرت خواجہ قاضی پیر محمد اسلم چشتی نظامی
(ii) صاحبزادہ قاضی غلام معین الدین چشتی نظامی
- نگرانِ طباعت : (i) حضرت خواجہ پیر قاضی محمد اختر چشتی نظامی
(ii) صاحبزادہ قاضی غلام سیف الدین چشتی نظامی
- کمپوزنگ : ذوالفقار علی چشتی قادری، منہاج گراس، ڈیرہ غازیخان ¹⁰⁸⁵³⁶⁶⁴⁰⁸⁰
- معاون کمپوزنگ : صاحبزادہ قاضی محمد عارف چشتی نظامی، BCS- MBA
- فوٹو گرافی : صاحبزادہ قاضی غلام فرید الدین قریشی ہاشمی
- پرنٹنگ زیر اہتمام : صاحبزادہ قاضی محمد رفیق قریشی ہاشمی
- اشاعت بار اول : فروری 2007ء
- پرنٹنگ : جوگیانی پرنٹنگ پریس بلاک نمبر 16 ڈیرہ غازیخان

انتساب

(شہنشاہِ ولایتِ ملتان حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانی)

بفیضانِ نظر

☆ سید المشائخ حضرت خواجہ پیر قاضی میاں محمد خدا بخش چشتی نظامی

مدظلہ (سجادہ نشین دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف)

☆ مصباح السالکین حضرت خواجہ پیر قاضی محمد حسن چشتی نظامی مدظلہ

☆ کانِ فقر حضرت خواجہ پیر قاضی محمد اقبال حسین چشتی نظامی مدظلہ

☆ سرانج الصالحین حضرت خواجہ پیر محمد نور حسن چشتی نظامی مدظلہ

☆ فقیر بے مثل حضرت خواجہ پیر فقیر محمد اکبر چشتی نظامی مدظلہ

☆ عاشقِ رسول حضرت خواجہ پیر قاضی میاں محمد بخش چشتی نظامی مدظلہ

☆ محبِ اہلبیت حضرت خواجہ پیر میاں سجاد حسین چشتی نظامی مدظلہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
 عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
 مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالْثَّقَلَيْنِ
 وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَمِنْ عَجَمٍ

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَارْحَمَهُمْ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

اللَّهُ جَلَّالَهُ مُحَمَّدٌ ﷺ چار یارِ

حاجی، خواجہ، قطب، فرید

نَصْرُ مَنْ اللَّهِ وَفَتْحُ قَرِيبٍ

مدد کن خواجہ خدا یار پیر

فریاد بحضور خواجہ خدا یارؒ

یا خواجہ خدا یار پیر! آپؒ ہو بڑے غریب نواز،
اپنا کر کے رکھو کی در پڑوں کی لاج، در پڑوں کی دستگیری کی
جیو دوجہاں میں آبرورکھ لی جیو، لچال پریت تون توڑ دے نہی، جیندی
بانہ پڑھ لیندے انوں چھوڑ دے نہی، خالی در آیاں تون موڑ دے نہی،
جھولی خیر خزانوں پادیندے، یا خواجہ خدا یار پیر! در تیتھ دے دی میں باندی
ہاں، باندی گھول گھماندی ہاں، میں اک تیں تون صدقہ جاندی ہاں،
میں نام تیتھ دے دے پڑھاں وظائف روز باراتاں لاہندیاں نی، حوراں
رہن مشتاق ہمیشہ پریاں وی لکھ باندیاں نی، خواجہ پیرا، دستگیرا، بے نظیرا،
پیشوا، میں بچاری کرماں ماری کیوں وساری پھیرا پا!

حق موجود

"بندگی" حضرت خواجہ خدایا رحمۃ اللہ علیہ

مریدوں کی ہیں جان خواجہ خدا یارؒ
 غلاموں کا ایمان خواجہ خدایارؒ
 رب کے دُلا رہے، محمد ﷺ کے پیارے
 ولیوں کے سلطان خواجہ خدایارؒ
 نبیوں کا معجزہ نبوت کے وارث
 علیؑ کا ہیں فیضان خواجہ خدایارؒ
 مُعین الدینؒ قطب الدینؒ بابا فرید الدینؒ
 ہیں سب کی دل جان خواجہ خدایارؒ
 حافظ جمال اللہؒ خواجہ خدا بخشؒ
 دونوں کی ہیں جان خواجہ خدایارؒ
 جاؤ جدھر بھی جلوہ فگن ہیں
 خیرپور کیا ملتان خواجہ خدایارؒ

مصیبت میں جب بے کسوں نے پکارا
ہوئی مشکل آسان خواجهِ خدایارؒ

خبر گیری رکھتے ہیں دیوانوں کی یہ

ہر پل اور ہر آن خواجهِ خدایارؒ

اپنا تو مولیٰ قبلہ و کعبہ

ہے تیرا آستان خواجهِ خدایارؒ

تُو داتا ہمارا ہیں ہم لینے والے

کرو خود ہی کچھ دان خواجهِ خدایارؒ

اُسے دو جہانوں کی پرواہ نہیں ہے

جو ہے تیرا مہمان خواجهِ خدایارؒ

قبر میں جو پوچھا لیا نام تیرا

نکیرین حیران خواجهِ خدایارؒ

تیرے نام سے ہی سبھی جانتے ہیں

نظامی کی پہچان ، خواجهِ خدایارؒ

" (عارضی) "

بندہ خدایارؒ فقیر محمد اکبر نظامی

فہرست

نمبر شمار	عنوان / مضامین	صفحہ نمبر
☆	پیش لفظ	32
☆	سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ فخریہ بہارویہ جمالیہ اُسعدیہ	36
<p>باب نمبر 1</p> <p>فانی فی اللہ، باقی باللہ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ</p>		
1	مختصر حالاتِ زندگی	43
2	تعلیم و تربیت	44
3	حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کا خواب	45
4	عہدہ قضا	45
5	علمی خدمات	46
6	بیعت و خرقہ خلافت	47
7	واقعہ خلافت	48
8	خدمتِ شیخؒ	49
9	شور کوٹ سے لا تعلقی	50
10	سلسلہ طریقت و ارادت	51
11	مُرشدِ کریمؒ کا تعارف	52

53	حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کے مجاہدات و ریاضات	12
54	خانقاہ چشتیہ نظامیہ کا قیام	13
55	حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ اور اشاعتِ دین	14
56	حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ اور اتباعِ شریعت	15
57	حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کا مقام فناء و بقاء	16
58	حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کا فناء و بقاء کے بارے میں استدلال	17
61	مسئلہ نور و بشر کا شاندار حل	18
63	خانپور ماتماں والا	19
63	حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ اور دیوان ساون مل	20
64	حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ اور سکندر آباد کی جامع مسجد قاضی والی	21
65	حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ اور حضرت شیر شاہ صاحبؒ	22
67	اولادِ امجاد اور برادرِ محترم	23
67	حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ اور نواب محمد مظفر خان شہیدؒ	24
68	حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ اور حضرت پیر شاہ جمالؒ	25
70	حضرت چھتتن لعل شاہ صاحبؒ	26
71	حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ کی قبلہ قاضی صاحبؒ پر تظہیر کرم	27
73	حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کی حضرت خواجہ نور محمد نارووالہ کریمؒ کے دربار پر حاضری	28

74	حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ کا بارگاہِ کرم	29
75	حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ اور جوازِ سماع	30
82	خُلاصہ بحث	31
82	حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ اور شرائط و آدابِ سماع	32
83	آدابِ سماع	33
86	تحفِ سماع کے دوران ترتیبِ کلام	34
88	منقبت اولیاء	35
88-104	حضرت قبلہ خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خاں پوریؒ کے بیان کردہ اسرار و معارف	36
104	خُلفائے کرام	37
106	وصالِ مبارک	38
109	عظیم الشان اور مشہور زمانہ کرامت	39
111	عُرسِ مبارک	40
<p>باب نمبر 2</p> <p>خاتمِ ولایت، قطب الاقطاب حضرت خواجہ محمد خدایارؒ</p>		
113	تعارف	1
115	حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ اور خواجہ خدایارؒ کے مابین تعلق کی کیفیت	2
118	حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ کا خصوصی فیضان	3

120	حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ کا فرمانِ مبارک	4
122	خلافتِ گبرئی	5
123	حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ کی خانپور قاضیان شریف میں آمد اور دعوت	6
124	حضرت خواجہ خدایار پیرؒ بحیثیت خاتمِ ولایت	7
126	حضرت خواجہ خدایارؒ کے ایک خلیفہ کی انوکھی کرامت	8
127	شریعت کی پابندی	9
129	فلسفہ وحدت الوجود اور خواجہ خدایارؒ	10
133	وحدت الوجود قرآن کریم کی روشنی میں	11
135	وحدت الوجود احادیث مبارکہ کی روشنی میں	12
137	تمتِ لاتِ سبتہ	13
141	عقیدہ وحدت الوجود کا فائدہ	14
143	حضرت خواجہ خدایارؒ کا عقیدہ وحدت الوجود	15
147-170	حضرت خواجہ محمد خدایارؒ کے بیان کردہ اسرارِ الہیہ	16
148	سورۃ زلزال میں باطنی اسرار اور سلطان الازکار کی حقیقت	17
154	مسلک ملامتیہ اور مشرب قلندری ورنندی	18
155	سورۃ التازعات کی ابتدائی پانچ آیات کے عارفانہ معانی	19
158	گلاہ چہارتر کی	20
167	مراتبِ فناء	21

170	ذکر تجلیِ اناجیت	22
171	حضرت خواجہ خدایارؒ کی خواجہ غلام فریدؒ آف کوٹ مٹھن شریف پر نظرِ کرم	23
172	حضرت خواجہ خدایارؒ کے ایک صاحب و جد خلیفہ کا حال	24
173	حضرت خواجہ خدایارؒ کے ایک خلیفہ کا مقام	25
175	حضرت خواجہ خدایارؒ کا فرمانِ عالی شان	26
175	کراماتِ حضرت خواجہ خدایارؒ پیرؒ	27
179	خانقاہِ چشتیہ نظامیہ کا انتظام و انصرام	28
180	خلیفہ محمد جلالؒ کی خام خیالی	29
181	حضرت خواجہ خدایارؒ کا قطبِ زمان کے بارے میں ارشاد	30
181	حضرت خواجہ خدایارؒ کا بیعت کے بارے میں حکم	31
182	اولاد	32
182	خلفائے کرام	33
184	حضرت خواجہ نور فقیرؒ اور حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحبؒ	34
184	حضرت خواجہ نور فقیرؒ کا حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ صاحبؒ پر خصوصی فیضان	35
188	وصال اور عرس مبارک	36
<p>باب نمبر 3</p> <p>شمسُ الفقراء، سراجُ الاتقیاء حضرت خواجہ محمد خدا بخش خانپوریؒ</p>		

189	تعارُف	1
190	حضرت خواجہ محمد امینؒ	2
191-208	حضرت خواجہ محمد خدا بخش خانپوریؒ کے علمی و عرفانی جواہر پارے	3
191	حضرت خواجہ محمد خدا بخش خانپوریؒ اور شریعت کی نماز	4
192	حضرت خواجہ محمد خدا بخش خانپوریؒ اور طریقت کی نماز	8
195	حضرت خواجہ خدا بخش خانپوریؒ اور فلسفہٴ زکوٰۃ	6
197	حضرت خواجہ خدا بخش خانپوریؒ اور روزہ کی حقیقت	7
199	حضرت خواجہ خدا بخش خانپوریؒ اور فلسفہٴ حج کے اسرار و معارف	8
205	حضرت خواجہ خدا بخش خانپوریؒ اور عالم تجرید میں معرفت کی طہارت	9

باب نمبر 4

جُتِ الاتقیاء، کانِ صفا حضرت خواجہ محمد کلیم اللہ خانپوریؒ

209	تعارُف	1
210	حضرت خواجہ محمد کلیم اللہؒ کا معرفتِ الہی کے بارے میں بیان	2
217	حضرت خواجہ محمد کلیم اللہؒ اور بیانِ توحید	3
220	حضرت خواجہ محمد کلیم اللہؒ اور بیانِ ایمان	4

221	حضرت خواجہ محمد کلیم اللہؒ اور طہارت کا بیان	5
223	حضرت خواجہ محمد کلیم اللہؒ کا توبہ اور توبہ کے متعلقات کے بارے میں بیان	6
228	حضرت خواجہ محمد کلیم اللہؒ اور محبت الہی	7
<p>باب نمبر 5</p> <p>سُلطانُ المشائخ، فرد الحقیقت حضرت خواجہ محمد سیف الدین خانپوریؒ</p>		
234	تعارُف	1
236	علماء و مشائخ کیلئے درس	2
237	نواب آف بہاولپور کی دعوت	3
238	مریدین اور خلفاء کی دعوتوں کا حال	4
239	حضرت خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن شریف والی سرکار کی طرف سے دعوت	5
241	سجادہ نشین اوّل	6
242	لباس	7
242-291	حضرت خواجہ محمد سیف الدین کے حقیقت و معرفت کے بارے میں اشارات و نکات	8
242	العلم بحجاب الاکبر	9
244	حضرت خواجہ محمد سیف الدین اور سلوک الی اللہ یعنی طریق حصول مقصد حیات	10

244	تصوف	11
247	تصوف اور حدیث جبرائیلؑ	12
250	حضرت علیؑ کا قول	13
250	حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت	14
251	سلوک الی اللہ کیلئے بنیادی شرائط	15
253	ضرورتِ شیخِ کامل	16
257	غیر مقلدین کو سلوک الی اللہ کی دعوت	17
258	علاماتِ شیخِ کامل	18
260	پیرِ کامل کی تلاش	19
261	اولیاء اللہ کی اقسام	20
263	اہلِ مزارات بصورتِ مُرشدِ کامل	21
264	حضرت خدایاؑ کے نام کی بیعت	22
265	سلوک الی اللہ میں عشق کا مقام	23
266	سلوک الی اللہ کا عملی طریق	24
267	لطائفِ ربّہ	25
268	اوراد، وظائف، اذکار، مشاغل اور مراقبات	26
273	منازلِ سلوک	27
275	مراتبِ وجود اور لطائفِ ربّہ	28

278	حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کا خانقاہی نظام کے بارے میں بیان	29
279	خانقاہی نظام کی حقیقت اور اہمیت	29
281	خانقاہی نظام کے بنیادی امتیازات	30
290	خانقاہی نظام کی متفرق رسومات	31
291	مزارات کا بوسہ لینا سجدہ تعظیمی نہیں	32
291	حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کی دوسری شادی	33
292	وصال اور عرس مبارک	34
292	حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کا عرس منانا برائے فراخی رزق اور قضائے حاجات	35
<p>باب نمبر 6</p> <p>قلندرِ زمان، قلندرِ دوران حضرت خواجہ محمد رحیم بخشؒ</p>		
294	تعارف	1
295	حضرت خواجہ محمد رحیم بخشؒ کی کرامات	2
296	سرخیل قافلہ عشق و سالارِ سلسلہ قلندر یہ و گروہ ملامتیہ	3
297	حضرت خواجہ محمد رحیم بخشؒ کا علم لدنی	4
297	حضرت خواجہ محمد رحیم بخشؒ کا مقام فناء الفناء	5
298-304	حضرت خواجہ محمد رحیم بخشؒ کے بیان کردہ اسرار و رموز	6
298	ملامت کا بیان	7

301	تبغ برہنہ	8
304	حضرت خواجہ محمد رحیم بخشؒ کا سلسلہ طریقت	9
305	مشہور زمانہ کرامت	10
307	وصال اور عرس مبارک	11
<p>باب نمبر 7</p> <p>سید الاولیاء، مجموعۃ الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ</p>		
308	تعارف	1
309	سلسلہ طریقت	2
309	اولادِ پاک	3
311	خلافتِ گمیری	4
312	حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ کا فیضانِ خصوصی	5
313	حضرت خواجہ محمد خدا بخش خیر پوریؒ کی نظرِ کرم	6
314	حضرت خواجہ بابا فرید الدین گنج شکرؒ کا لطف و کرم	7
315	حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری سرکارؒ کا فیض و کرم	8
316	حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کا روحانی مقام	9
317	حضرت خواجہ فیض محمد شاہجمائیؒ پر حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کا کرمِ خاص	10
318	حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کے تبلیغی دورہ جات	11
319	حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کا طرزِ زندگی	12

320-338	حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کے شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کے متعلق اسرار و رموز	13
327	مقامِ انا کی تشریح	14
330	تجلی کی اقسام	15
335	ققنس پرندہ اور ذکرِ الہی	16
338	حضرت خواجہ محمد اسعدؒ اور نلکا والی سرکارؒ	17
338	وصال اور عرس مبارک	18

باب نمبر 8

جمالُ الاولیاء، سلطانُ العُرفاء، حضرت خواجہ محمد اجملؒ

341	تعارُف	1
342	حضرت خواجہ محمد اجملؒ کا روحانی مقام	2
343-353	حضرت خواجہ محمد اجملؒ کے بیان کردہ حقائق و معارف	3
349	حضرت خواجہ محمد اجملؒ کا مقامِ جامعیت	4
350	چہار اقطاب	5
353	وصال اور عرس مبارک	6

باب نمبر 9

سُلطانُ الصّالحین، بُرہانُ الواصلین حضرت خواجہ محمد صالحؒ

354	تعارُف	1
-----	--------	---

355	حضرت خواجہ محمد صالحؒ کا روحانی مقام	2
357-368	حضرت خواجہ محمد صالحؒ کا اولیاء اللہ کے تذکرہ کے بارے میں مؤقف	3
360	اولیاء اللہ کا ذکر اور نزول رحمت	4
360	حدیث شریف (رحمت الہی کے بارے میں)	5
361	حضرت جنید بغدادیؒ کا قول	6
362	صحبت اولیاء	7
362	صحبت کی اقسام	8
364	دعویٰ کی دلیل (صحبت اولیاء کا فائدہ)	9
364	لفظ قطب سے استدلال	10
365	حضرت بشرحانیؒ کی محبت نجات کا سبب	11
366	اولیاء اللہ کی عبادت کی برکت	12
367	اولیاء کرام کی نسبت کا قرآنی فیصلہ	13
367	امام شعرانیؒ کا حوالہ	14
368	حضرت خواجہ محمد صالحؒ کا مزار اقدس	15
<p>باب نمبر 10</p> <p>مرد قلندر، سراج الکاملین حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ</p>		
369	تعارف	1
371	حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ کا روحانی مقام	2

372-381	حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ کے ذکر و اذکار اور علم کے بارے میں فرمودات	3
374	شرائط ذکر	4
376	علوم کی تعداد	5
381	حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ کا مزار اقدس اور عرس مبارک	6
<p>باب نمبر 11</p> <p>فخرُ الاولیاء، علامۃ العصر حضرت خواجہ احمد بخشؒ</p>		
383	تعارُف	1
384	حضرت خواجہ احمد بخشؒ کیلئے میرنشی کا خطاب	2
385	حضرت احمد بخشؒ اور حقیقتِ انسان	3
385	حدیثِ قدسی کا بیان	4
392	حضرت خواجہ احمد بخشؒ کا روحانی مقام	5
392	وصال اور عرس مبارک	6
<p>باب نمبر 12</p> <p>سُلطانُ الاسخياء، سُلطانُ المتوکلین حضرت خواجہ محمد حضور بخشؒ</p>		
395	تعارُف	1
396	حضرت خواجہ حضور بخشؒ کی سخاوت کا بیان	2
398	حضرت خواجہ حضور بخشؒ کا حسنِ اخلاق	3

400	ایک مشہور زمانہ کرامت	4
401	حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ سے عقیدت اور انکے عرس کیلئے لنگر کا سامان	5
403	حضرت خواجہ حضور بخشؒ اور علم کی سیاگری	6
404	حضرت خواجہ حضور بخشؒ کا روحانی مقام	7
405-419	حضرت خواجہ حضور بخشؒ کے بیان کردہ اسرار طریقت	8
406	دیدارِ الہی	9
410	ظلمانی اور نورانی حجابات	10
412	سعادت و شقاوت	11
419	وصال اور عرس مبارک	12
<p>باب نمبر 13</p> <p>امام الاولیاء، امام الاصفیاء حضرت خواجہ حاجی محمدؒ</p>		
420	تعارُف	1
423	حضرت خواجہ حاجی محمدؒ کا روحانی مقام	2
425-435	حضرت خواجہ حاجی محمدؒ کے بیان کردہ اسرار و رموز	3
426	عارف کون ہے	4
428	تزکیہ نفس اور مقامِ قلب و روح	5
429	مُراقبہ	6
430	مقامِ فنا فی الشیخ و مقامِ فناء فی الرسولؐ کی شناخت	7

431	نفس و قلب کے مقامات	8
431	فقیری علم کے بغیر مذموم ہے	9
432	اسم ذات اللہ کے تصور کی تاثیر	10
432	قلب سے خود بخود ذکر کا جاری ہونا	11
432	ذکر قلبی کی شناخت	12
433	انسان کے وجود میں اربعہ عناصر کی تمثیل	13
433	نفس کی جائے پیدائش	14
434	روح پاک و روح ناپاک	15
435	مرشد کامل اور مرشد ناقص	16
435	اہل تصوف کے بارہ فرقے	17
440	شاہان وقت کی آمد	18
441	خانپور قاضیاں شریف کی بھٹی قوم کی شاندار تاریخ	19
454	وصال اور عرس مبارک	20
<p>باب نمبر 14</p> <p>تاریخ العارفین، عارف اکمل حضرت خواجہ خیر محمدؒ</p>		
455	تعارف	1
457	صالح اولاد کا تذکرہ	2
460-472	حضرت خواجہ خیر محمدؒ کے فرمودات	3
461	ذکر الہی سے قلب کا زندہ ہو جانا	4

461	لفظ قلب کے تین حروف کے معانی	5
461	حضور ﷺ کی حضرت علیؓ کو تلقین ذکر	6
462	لفظ طالب کے چار حروف کے معانی	7
462	لفظ مُرشد کے چار حروف کے معانی	8
463	لذاتِ نفس	9
464	خاموشی کی اقسام	10
470	حدیث قدسی اخلاصِ نیت کے بارے میں	11
471	علم حقیقی ایک نکتہ ہے	12
472	وصالِ اوغرس مبارک	13
<p>باب نمبر 15</p> <p>مثلاً خواں خواجہ خدایارؒ، پیر کامل حضرت خواجہ عبدالرزاقؒ</p>		
474	تعارُف	1
475-484	حضرت خواجہ عبدالرزاقؒ کے فرمودات	2
475	توبہ اور تلقین	3
479	دیدارِ الہی	4
480	انبیاء اور اولیاء میں فرق	5
481	علمِ باطن	6
482	علوم کی اقسام	7
484	قرب و معیت	8

485	حضرت خواجہ حافظ محمد نظام بخشؒ کا فرمان مبارک	9
485	وصال اور عرس مبارک	10
<p>باب نمبر 16</p> <p>سُلطانُ العارفین، سلطانُ الکاملین حضرت خواجہ حافظ محمد نظام بخشؒ</p>		
488	تعارُف	1
490	حضرت خواجہ محمد نظام بخشؒ کی علمی کتب کے ذخیرہ کے بارے میں روایت	2
491	حضرت خواجہ نظام بخشؒ بحیثیت راوی روایات و واقعات	3
493	مُحفلِ سماع کے دوران کیفیات وجد	4
495-510	حضرت خواجہ نظام بخشؒ کے بیان کردہ اسرارِ معرفت	5
495	انسان کی وطنِ اصلی کی طرف واپسی	6
499	انسان کا پست ترین حالت یعنی اسفل السافلین کی طرف لوٹنا	7
501	اجساد میں رُوحوں کی دکانیں	8
507	وَجَد اور صَفَا	9
510	وَجَد، وجود اور تَوَاجُد	10
511	وصال اور عرس	11
512	اجمیر شریف کے سجادہ نشین کی آمد	12

باب نمبر 17

قُدْوَةُ السَّالِكِينَ، زُبْدَةُ الْوَاصِلِينَ، قَلَنْدَرِ رِوَقْتِ حَضْرَتِ خَوَاجَةِ مُحَمَّدِ فَضْلِ حَقِّ

513	تَعَارُف	1
515	حضرت خواجہ محمد فضل حق کا روحانی مقام	2
516-534	حضرت خواجہ محمد فضل حق کے بیان کردہ اسرارِ معرفت	3
516	تَصَوُّف	4
519	مراتب وجود	5
524	طِفْلِ مَعَانِي	6
528	مُكَاشَفَة	7
529	عِلْم	8
530	حَقِيقَتِ مُحَمَّدِيہ ﷺ	9
531	وَطَنِ اصْلٰی	10
534	علم ظاہر اور علم باطن	11
537	وصال اور عرس مبارک	12

باب نمبر 18

سُلْطَانُ الْاَوْلِيَاءِ، وَلِيٌّ كَامِلٌ حَضْرَتِ خَوَاجَةِ نُوْرٍ مُحَمَّدِ پیرؒ

539	تَعَارُف	1
544	حضرت خواجہ فقیر محمد اکبر نظامی مدظلہ	2
545-554	حضرت خواجہ نور محمد پیرؒ کے فرمودات	3

545	اہل تصوف کی پہچان	4
554	راقم فقیر پر نظرِ کرم	5
555	حضرت خواجہ نور محمد پیر بحیثیت چیرمین	6
556	حضرت خواجہ نور محمد پیر گارو حافی مقام	7
558	وصال اور عرس مبارک	8

باب نمبر 19

میرنشی خواجہ خدایارؒ، کامل فقیر دُرُوش حضرت خواجہ محمد وارثؒ

560	تعارُف	1
561	ایک مشہور کرامت	2
563	حضرت خواجہ محمد وارثؒ اور خلوت نشینی	3
563	ظاہری خلوت	4
565	باطنی خلوت	5
568	اورادِ خلوت	6
570	نکاح اور اولاد	7
571	وصال اور عرس مبارک	8

باب نمبر 20

شمسُ الاولیاءؒ، شمسُ الصالحین حضرت خواجہ پیر قاضی محمد امینؒ

572	تعارُف	1
576	مشہور کرامات	2

577	دربار عالیہ حاجی پور شریف کی حاضری	3
578	اکابرین کے اُعراس مبارک	4
578-584	حضرت خواجہ قاضی محمد امینؒ کے فرموداتِ طریقت	5
580	قلبِ مومن کی وسعت	6
581	صوفیاء کا لباس	7
584	وصال اور عرس	8

باب نمبر 21

عارف ربّانی، شہیدِ محبت حضرت خواجہ پیر حاجی عبدالحمیدؒ

585	تعارف	1
586	حضرت خواجہ حاجی صاحبؒ کا روحانی مقام	2
588	حضرت خواجہ حاجی صاحبؒ کی مشہور کرامات	3
589	نکاح اور اولاد	4
591	اکابر مشائخ کے اُعراس مبارک	5
592	حضرت خواجہ حاجی صاحبؒ اور غریب پروری	6
592	حضرت خواجہ حاجی صاحبؒ کا طلبِ حاجات کے بارے میں بیان	7
593-609	حضرت خواجہ حاجی عبدالحمیدؒ کے فرمودات	8
595	خواب کی قسمیں	9
599	اخلاقِ ذمہ سے تعلق رکھنے والا خواب	10

601	حالتِ نزاع	11
603	طہارت کا بیان	12
609	وصال اور عرس مبارک	13
<p>باب نمبر 22</p> <p>فناء فی الشیخ، عارف حق حضرت خواجہ پیر قاضی محمد شفیعؒ</p>		
610	تعارف	1
610	مختصر حالاتِ زندگی	2
612	نکاح اور اولاد	3
614	ریٹائرمنٹ کے بعد کی مصروفیات	4
615-628	حضرت خواجہ پیر قاضی محمد شفیعؒ کے بیان کردہ تھاقلق ومعارف	5
619	پرائز بانڈز کا مسئلہ	6
620	قسطوں پر سامان لینا دینا	7
621	حکومت سے قرض لیکر کاروبار کرنا	8
621	کمپنیوں کے حصص خریدنا	9
622	بینکوں کے PLS کھاتہ جائز ہیں	10
622	بینک میں ملازمت	11
623	قومی بچت سکیم میں رقم جمع کروانا	12
623	بینکوں میں ماہانہ آمدنی سکیم	13
624	ملازمین کا گریجویٹی کی رقم پر ماہانہ نفع لینا	14

624	بولی والی کمیٹی	15
624	بیمہ پالیسی	16
625	پراویڈنٹ فنڈ یعنی GPF	17
626	دم درود اور تعویذ کی شرعی حیثیت	18
628	اہل ایمان کے مزارات پر پھول چڑھانا اور چراغاں کرنا	19
629	حضرت خواجہ پیر قاضی محمد شفیعؒ کا روحانی مقام	20
631	خانقاہ چشتیہ نظامیہ کا قیام	21
634	وصال اور عرس مبارک	22
<p>باب نمبر 23 مادر زاد ولی، سالک مجذوب حضرت خواجہ پیر بخشؒ</p>		
635	تعارف و اجمالی حالاتِ زندگی	1
640	وصال اور عرس مبارک	2
<p>باب نمبر 24 سلوک و تصوف کا عملی دستور</p>		
642	سلسلہ چشتیہ کے اوراد و وظائف، اذکار، اشغال و مراقبات	1
642	آدابِ ذکر	2
644	ذکر کے فوائد	3
645	اقسامِ ذکر	4
647	ذکر نفی و اثبات کی اقسام	5

648	اسم ذات کا تصور	6
648	ذکر پاس انفاس	7
649	شیطان کے شر کو مٹانے کا طریقہ	8
650	مُراقبات	9
652	اشغال	10
654	دیگر مُراقبات	11
657	ذکرِ قلب	12
661	رنگوں یعنی انوار کی پہچان	13
662	چلتے پھرتے ذکر کرنا	14
663	نماز کی سُنن میں سورتوں کی ترتیب	15
663	نمازِ اشراق	16
664	نمازِ چاشت	17
664	ملاقات حضرت خضر علیہ السلام کیلئے نماز	18
665	نمازِ اَوّائین	19
665	نفل نماز نیاز سیدنا حضرت اویس قرنیؓ	20
665	نماز حفظ الایمان	21
665	نماز روشنائی چشم	22
666	نماز تہجد	23
667	متفرق وظائف	24

672	نمازِ استخارہ	25
674	حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کیلئے وظیفہ	26
675	ذکر برائے شفاۓ مریض	27
675	مقاصد کے حصول اور آئندہ کے حالات سے واقفیت	28
675	کشفِ قبور	29
676	حضور ﷺ کی زیارت کیلئے دوسرا وظیفہ	30
676	حاجت براری کا ذکر	31
677	مشائخ کے تصرفات کرنے اور توجہ دینے کا طریقہ	32
677	زندہ اور مردہ اہل اللہ کی نسبت معلوم کرنے کا طریقہ	33
678	کسی کے دل کے خطرات معلوم کرنے کا طریقہ	34
678	آئندہ کے واقعات معلوم کرنے کا طریقہ	35
678	مرض سلب کرنے کا پہلا طریقہ	36
679	مرض سلب کرنے اور گناہ گار سے گناہ دور کرنے کا دوسرا طریقہ	37
679	بلادِ دفع کرنے کا طریقہ	38
680	ذکر کشف الروح	39
680	دعا کی قبولیت کا طریقہ	40
680	سالمک کا طرزِ زندگی	41
682	نمازِ قضاۓ حاجت	42
683	صلوۃ التبیح	43

683	برائے دفع لاعلاج بیماری	44
684	برائے کفایت مہمات	45
684	برائے حفظ قرآن مجید	46
684	برائے فراخی رزق	47
684	گم شدہ چیز کی واپسی کا طریقہ	48
685	قید سے رہائی کیلئے	49
685	سانپ اور بچہ کے ڈنک	50
685	برائے روشنی چشم	51
686	برائے دفع شرّ انس و جن	52
686	برائے فراخی رزق	53
686	کاروبار و تجارت میں ترقی کیلئے	54
686	ماہِ صفر کے آخری بدھ میں خوشی منانا	55
687	بروز بدھ سفر کرنا منع ہے	56
687	مخالف و دشمن پر غلبہ پانے کا طریقہ	57
687	برائے محبت	58
688	برائے دفع نظرِ بد	59
688	دلائل الخیرات کا وظیفہ	60
689	شجرہ نسب	61
690	کتابیات	62

﴿ پیش لفظ ﴾

تاریخ اسلام میں دین کے احیاء اور غلبہ و تمکُن میں صوفیاء کرام کا اخلاق و کردار کلیدی حیثیت کا رہا ہے۔ ہر دور میں اول تا آخر صوفیہ حضرات ہی نے دین اسلام کے جملہ ظاہری و باطنی پہلوؤں کی حفاظت کی ہے۔ اصل میں یہی نفوسِ قدسیہ ہی وارثانِ علم و فقرِ نبوت ہیں۔ تصوف کے چاروں بڑے سلاسلِ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ کے بزرگان نے پورے عالمِ عرب و عجم میں نوعِ انسانی کے اخلاق و کردار کو سنوارنے میں اپنی زندگیاں صرف کر دیں اور شریعت و طریقت پر سختی سے کاربند رہنے کی ایسی ایسی نادر مثالیں چھوڑی ہیں جنہیں مد نظر رکھتے ہوئے آج کا مسلمان سنتِ نبوی ﷺ کی اتباع کو ترک کر کے محض روحانی ترقی و تکمیل کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ مذکورہ بالا سلاسل میں سلسلہ چشتیہ کی حیثیت میزبان سلسلہ کی ہے جبکہ دیگر سلاسل مہمان کی حیثیت سے سلسلہ چشتیہ سے چلے ہیں۔ مشائخ سلسلہ چشتیہ نے پوری نسلِ انسانی کیلئے امتِ دعوت کی حیثیت سے بالعموم اور اہل اسلام کیلئے بالخصوص ہر دور میں اور ہر علاقہ و ملک میں تبلیغ و اشاعتِ دین، تعلیم و تربیت، تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب و باطن کا سامان فراہم کیا ہے۔ برصغیر میں حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری سرکار، حضرت خواجہ قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکی اوشی چشتی، حضرت خواجہ بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت

خواجہ نظام الدین اولیاء اور حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ کا کردار اصلاح احوال اُمت اور غلبہ دین حق کی بحالی کے سلسلہ میں تاریخ ساز رہا ہے۔ جبکہ آخری دور میں یعنی 18 ویں اور 19 ویں صدی عیسوی بمطابق 12 ویں اور 13 ویں صدی ہجری میں حضرت شاہ کلیم اللہ شاہ جہان آبادیؒ، حضرت شاہ نظام الدین اولیاء اورنگ آبادیؒ، حضرت مولانا محمد فخر الدین فخر جہاں دہلویؒ، حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ، حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ، حضرت خواجہ قاضی محمد عاقلؒ، حضرت خواجہ نور محمد ناروالہؒ، حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ، حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ اور حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ نے ایک بار پھر شمع دین مصطفوی کو پوری آب و تاب سے روشن و منور کر دیا اور اصلاح احوال اُمت، احیائے اسلام اور غلبہ دین حق کیلئے ایک بار پھر پورے برصغیر میں دین کی تبلیغ و اشاعت کا ایک ایسا نظام وضع کر دیا جس کے ثمرات آج بھی قائم و دائم ہیں کیونکہ ہر دور میں دین و ایمان کی حفاظت کا کام ان اولیائے کرام کے ذمہ ہے۔

مؤخر الذکر بزرگ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ اور آپ کے خاندان کے بزرگان کی دین متین کی سر بلندی کیلئے تبلیغ و اشاعت اور خدمات کا تذکرہ اس کتاب کا اصل موضوع ہے۔ اسکے علاوہ روحانیت کی پیاسی دنیا کو اسلامی روحانیت کا درس اور جامِ محبت و عشق بھی اس کتاب

میں میسر آئیگا۔ سائنس کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ غیر مادی اور رُوحانی مسائل (Meta Physical Problems) کو مادی ذرائع یعنی (Physical Means) سے حل کرنے کی کوشش کر رہی ہے جس میں وہ بُری طرح ناکام ہوئی ہے۔ دنیا میں موجودہ بے چینی، بد امنی، انتشار اور جنگ و جدل کی وجہ یہی ہے کہ سائنس نے جہاں کائنات کے ذرّہ ذرّہ کی چھان بین کا ذمہ لے لیا وہاں اُس نے خالق کائنات کے متعلق اہم ترین سوالات کا جواب تلاش کرنے میں کوتاہی برت رکھی ہے، ساری دنیا یہ معلوم کرنا چاہتی ہے کہ کائنات کی اصلیت کیا ہے، کس طرح اور کب وجود میں آئی، خالق کائنات کون ہے، اسکی حقیقت کیا ہے، وہ کہاں ہے، کائنات کا خالق کائنات کے ساتھ کیا تعلق ہے، انسان کی حقیقت کیا ہے، اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے اور وہ مقصد کس طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ ایسے سوالات ہیں کہ جن کا جواب معلوم کرنے کیلئے دُنیا سرگرداں ہے مگر سائنسدان ان کا جواب دینے سے معذور ہیں۔ ان تمام سوالات کے جوابات اسلامی سائنسدانوں یعنی صوفیاء کرام کے پاس ہیں اور موجودہ دُنیا کی اس المناک حالت کا علاج اسلامی تصوف میں ہے جسکے ذریعے مذکورہ اشکالات کے جوابات سے نہ صرف معرفتِ علمی حاصل ہوتی ہے بلکہ مجاہدات و ریاضات کے ذریعے ان کے مشاہدات بھی کروادیئے جاتے ہیں۔ لہذا اس کتاب میں سلوک و تصوف کا عملی

دستور بھی دیا گیا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر سالک یعنی طالبِ ذاتِ حق اپنی ہستی، مومنہ کی نفی کر کے واصل باللہ ہو سکتا ہے مگر اس کیلئے بنیادی شرط مرشدِ کامل کے ساتھ ساتھ صحتِ عقیدہ، صحتِ عمل، ایثار و قربانی کا جذبہ، سہل پسندی کو چھوڑ کر مشکل پسندی کو اختیار کرنا اور سب سے اہم چیز درد و عشق کی دولت سے مالا مال ہونا بھی ضروری ہے تب جا کر مقصودِ حقیقی حاصل ہوگا جو کہ معرفتِ ذاتِ حق ہے۔

أَحْقَرُ الْعِبَادِ

فقیر قاضی محمد ناصر چشتی نظامی

خادم دربارِ عالیہ خانپور قاضیاں شریف

تحصیل شجاع آباد، ضلع ملتان (پاکستان)

2. الْجَنَّتْ هُومَز

گلگشت کالونی، ملتان

061-6523397/064-2472123

18 مارچ 2006

سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ فخریہ مہارویہ جمالیہ اسعدیہ

1- سرکارِ مدینہ، نورِ مجسم، سید المرسلین، حبیبِ ربِّ العلمین، محبوب

ذاتِ مُطلق، سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، حضرت رسالت پناہ سیدنا محمد
مُصطفیٰ ﷺ و سیدنا احمد مجتبیٰ علیہ السلام۔

2- مقاتل در راہِ خدا، حاملِ اسرارِ مُصطفیٰ، رہبرِ زمرہء صوفیہ

باصفاء، چشیدہ لذتِ عشق و فنا، قبلہٗ حاجات و مطالب، صوفیانِ اہل صفاء
کے پیشوا، جمیلُ الصفات، سلطانُ الاولیاء، مُقتدِ اُءِ الاتقیاء، امامُ المشارِقِ و
المغرب، مظهرُ العجائب والغرائب اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی ابن
ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

3- پروردہ گہوارہٗ نبوت، ماہتابِ آسمانِ حقیقت و صفوت، مصدر

جمعِ سلاسل، مُصقّی از قیودِ آب و گل، مستور در قبائے صفاتِ بشری، بحر
ورع و علم، گنجِ عمل و حلم، امامُ المتقین، امامُ المؤمنین ابو سعید شیخ المشائخ
حضرت خواجہ امام حسن بصریؒ۔

4- فائز بہ مُکاشفاتِ توحید وجود، شہبازِ قضائے تجرید، ہمائے

آشیانہٗ تفرید، صیدِ محبت، فردِ حقیقت، رئیسِ افراد، پیشوائے اوتاد، واصل
حق شیخ المشائخ حضرت خواجہ ابوالفضل عبدالواحد بن زیدؒ۔

5- مجذوبِ عشقِ رحمن و مخمورِ شرابِ عرفان، بسملِ تنغِ تسلیم و رضا،

قُطبِ حقیقت، مقدمہٗ متابعاں، مُعظَّمِ نائبان، آفتابِ کرم و احسان، دُرِّ

دریائے ورع و عرفان، شیخ المشائخ حضرت خواجہ ابوالفیض فضیل بن عیاضؒ۔

6- سلطان التارکین، مقرب حضرت رب العلمین، تارک مملکت دنیا، صاحب سلطنت عقلی، ملتبس بہ لباسِ پارسائی، امان الارض، شیخ المشائخ حضرت خواجہ سلطان ابراہیم بن ادھم بلخیؒ۔

7- قمری شاخسارِ احدیت، بلبلِ مرغزارِ صمدیت، ہمد نسیم وصال، قطبِ وقت، امام الفقراء شیخ المشائخ حضرت خواجہ سدید الدین خذیفہ مرثیؒ۔

8- دلیل سالکانِ بادیہ وجود، حجتِ واصلانِ ناصیہ مقصود، فانزِ کمالاتِ الفقرِ فخری، غوثِ دوراں، امامِ اہلِ طریقت، سرِ حلقہٗ واصلانِ حقیقت، تاجِ العارفین، مقتدائے دین، قطبِ وقت، شیخ المشائخ حضرت خواجہ امین الدین ابی ہبیرۃ البصریؒ۔

9- شمس الفقراء، بدرِ النقباء، قطبِ ابدال، پیشوائے رجالِ الغیب، موصوفِ بصفاتِ سرمدی، شیخ المشائخ حضرت خواجہ مُمشاد علّو دیکو ریؒ۔

10- تاجِ اولیاء، سراجِ اصفیاء، قطبِ ابدالِ باستحقاق، مقتدائے وقت، گم گشتہ در حضورِ معبود، قطبِ اوتاد، شیخ المشائخ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ ابواسحاق شامی چشتیؒ۔

11- عمدہ ابرار، قدوہ اخیار، رئیس اولیاء، پیشوائے اصفیاء، لسان

غیب و ترجمان اسرار، سیرغ کوه قاف قربت، عھقائے بلند پرواز از وحدت شیخ المشائخ حضرت خواجہ قطب الحق والدین ابوالاحمد ابدال چشتیؒ۔

12- قطب المشائخ والفقراء، بزرگ ترین اہل صفاء، بلجاء اوتاد،

از قید زمان و مکان آزاد، مادرزاد ولی، شیخ المشائخ حضرت خواجہ ناصر الحق والدین ابو محمد بن احمد ابدال چشتیؒ۔

13- عالم علوم مشاہدہ، سیدزمرہ اولیاء، موصوف بہ کمالات

استقامت و دوستی، قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت خواجہ ناصر الحق والدین خواجہ ابو یوسف چشتیؒ۔

14- سر حلقہ مشائخ کبار، پیشوائے اولیاء، قطب ارشاد، از غلبات

شوق و محبت مست، شیفۃ روز الست، ولی مادرزاد، شیخ المشائخ حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ۔

15- زائر روضہ مصطفیٰ ﷺ، منزہ از رسوم ہستی، قطب افراد، محب

و محقق، صاحب اسرار شیخ المشائخ حضرت خواجہ مخدوم حاجی محمد شریف الدین زہدنیؒ۔

16- امام ارباب طریقت، پیشوائے اولیائے حقیقت، قطب ارشاد،

مقتدائے اہل العرفان شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد عثمان ہارونیؒ۔

17- پیشوائے اصحاب حقیقت، مستغرق در ذات ذوالجلال، ناطق

بہ لسانِ احوال، قطبِ وحدت، ماحی ظلماتِ شرکِ خفی و جلی، مالکِ تصرفاتِ ممالک، ناصبِ خیامِ وحدتِ واحدیت، دائرہ پرکارِ وجود، محیط تجلیاتِ وانوارِ شہود، قطبِ الوجدت، قطبِ العارفین، سند الموحّدین، خواجہ بزرگِ غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیریؒ۔

18- صدر نشینِ محفلِ مشاہداتِ غیبی، طائرِ ہوائِ لامکانی، ذبیحِ نجرِ تسلیم و رضا، محبوبِ حق، مُستغرقِ در ذاتِ حق، قطبِ الاقطاب، شہیدِ محبتِ شیخ المشائخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی چشتیؒ۔

19- آفتابِ انوارِ ولایت، پیشوائِ عالمِ ہدایت، گنجینہِ ذوقِ واسرار، بمشاہدہِ احدیتِ بیدار، صاحبِ رازدارِ حضرتِ معبود، قطبِ اکبر، زہدُ الانبیاء، غریقِ المحبت، شیخ المشائخ حضرت خواجہ بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ۔

20- امامِ اربابِ مشاہدہ، سلطانِ اصحابِ مجاہدہ، بیدارِ در عالمِ عشق و اذواق، محبوبِ حق باستحقاق، وارثِ الانبیاء والمرسلین، سلطانِ العارفین، محبوبِ الہی سرکار، سلطانُ المشائخ، شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ نظام الدین اولیاء دہلویؒ۔

21- آفتابِ عشقِ ولایت، گنجینہِ نورِ ہدایت، پیشوائِ مشائخِ کبار، مستغرقِ در بحرِ اسرار، مقربِ حضرتِ معبود، قطبِ ارشاد، ابراہیم ثانی، شیخ المشائخ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ۔

- 22- شیخ المشائخ حضرت خواجہ کمال الحق والدین علامہ۔
- 23- شیخ المشائخ حضرت خواجہ سراج الحق والدین۔
- 24- شیخ المشائخ حضرت خواجہ علم الحق والدین۔
- 25- شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ محمود المعروف شیخ راجن۔
- 26- شیخ المشائخ حضرت خواجہ جمال الحق والدین المعروف شیخ جمن۔
- 27- شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ حسن محمد۔
- 28- شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ محمد۔
- 29- فرد الحقیقت، قطب مدینہ شریف، شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ یحییٰ مدنی۔
- 30- فانی فی اللہ، باقی باللہ، مجدد سلسلہ چشتیہ، پیشوائے اولیائے متاخرین قطب الاقطاب حضرت خواجہ شاہ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی۔
- 31- سراج الواصلین، فخر العاشقین، قطب وقت، شیخ المشائخ حضرت خواجہ نظام الحق والدین اولیاء اورنگ آبادی۔
- 32- فخر الاولین والآخرین، محب النبی، غریب نواز، قطب وقت، شیخ المشائخ حضرت خواجہ مولانا مولوی محمد فخر الحق والدین فخر جہاں دہلوی۔
- 33- محب الصمد، قطب الاقطاب، محبوب الاحد، خواجہ خواجگان، شیخ المشائخ حضرت خواجہ قبلہ عالم و عالمیان نور محمد مہاروی۔
- 34- مقرب الحضرت الاحدیّت، غواص فی بحر ہویّت، حاجی شریعت،

ہادیٰ طریقت، کشاف اسرار الحقیقت، خلیل الرحمن، دلیلیں العرفان،
قطب الاقطاب، شہنشاہ ولایت ملتان، خواجہ خواجگان شینا و مولانا شیخ
المنشخ حضرت خواجہ جمال الحق والدین المعروف حضرت حافظ محمد جمال
اللہ ملتانوی۔

35۔ بارگاہِ احدیت میں مستغرق، مستغرق در بحر الشہود، ختم الموحّدین،
سراج العارفین، فانی الرسول، قطب وقت، محبوب اللہ، معشوق اللہ، شیخ
المنشخ حضرت خواجہ المولوی المعنوی، الصوفی الصافی محمد خدابخش
نیرپوری۔

36۔ فانی فانی اللہ، باقی باللہ، شیخ المنشخ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ
خانپوری۔

37۔ خاتم ولایت، محبوبِ کردگار، قطب الاقطاب، شیخ المنشخ
حضرت خواجہ محمد خدایار۔

38۔ علامۃ الدہر، منظر جمال و جلال الہی، کان فقر، سلطان المنشخ
فرد الحقیقت، شیخ المنشخ حضرت خواجہ محمد سیف الدین۔

39۔ مجموعۃ الاولیاء، پیشوائے اولیائے متاخرین، سید الاولیاء، شیخ
المنشخ حضرت خواجہ محمد اسعد۔

40۔ قطب زمان، شیخ المنشخ حضرت خواجہ پیر قاضی نور محمد۔

41۔ احقر العباد (راقم الحروف فقیر) فقیر قاضی محمد ناصر چشتی نظامی،

فقیر پر تقصیر عاصی (مصنف کتاب ہذا) کا سلسلہ طریقت 39 واسطوں سے نبی آخر الزمان حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ تک جا پہنچتا ہے اور تین واسطوں سے حضرت خواجہ محمد خدایا ربیر تک جا پہنچتا ہے، جبکہ چار واسطوں سے حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ اور پانچ واسطوں سے حضرت خواجہ محمد خدابخش خیر پوریؒ سے ملتا ہے اور چھ واسطوں سے سیدنا حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ تک جا پہنچتا ہے۔ مذکورہ بالا سلسلہ چشتیہ نظامیہ ترتیب نزولی کے لحاظ سے لکھا گیا ہے۔

باب نمبر 1

فانی فی اللہ، باقی باللہ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ

(1160 ہجری تا 1263 ہجری ----- عمر 103 سال ----- 1739 تا 1842ء)

آن امام العالم، صاحب البرہان، مصباح القلوب، حبیب الرحمن،
 فرد الجامع، صاحب السلطان، سر الواصل، سید الابرار، سید الاختیار، جامع
 الفضل، عالم الشہود، وحید الشہید، عالم بالحق، ناطق بالحق، امام المتقین،
 معدن اسرار الہی، بحر انوار الہی، عیسیٰ ع زمان، عیسیٰ ع دوران، شہید محبت،
 صاحب مقام تسلیم و رضا، مستغرق در بحر احدیت، قاضی الحاجات،
 پیشوائے کاملین، غریق بحر عرفان، آشنائے قلوب مدہوشی، فانی فی اللہ، باقی
 اللہ، شیخ المشائخ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی
 12 ویں اور 13 ویں صدی ہجری کی ایک عظیم ترین علمی و روحانی شخصیت
 ہیں۔ آپ کا مزار اقدس ضلع ملتان کی تحصیل شجاعباد کے نواحی موضع خانپور
 قاضیاں شریف میں دریائے چناب کے مشرقی کنارے پر زیارت گاہ
 خلاق ہے۔ آپ کا عظیم خاندان عرب شریف سے تبلیغ و اشاعت اسلام
 اور غلبہ دین حق کی بحالی کیلئے ہجرت کر کے بغداد شریف، اصفہان
 (ایران)، بخارہ و ثمرقند کے راستہ غزنی (افغانستان) سے ہوتا ہوا حضرت
 داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے ہمراہ ہندوستان میں وارد ہوا اور شور کوٹ ضلع
 جھنگ کو اپنے مستقل قیام کیلئے منتخب کیا، آپ صحیح النسب قریشی ہاشمی تھے اور

سلسلہ نسب حضور پاک ﷺ کے سگے چچا سیدنا حضرت عباسؓ تک جا پہنچتا ہے۔ آپؐ تقریباً 12 ویں صدی ہجری کے وسط میں ایک عظیم علمی و روحانی خاندان میں متولد ہوئے۔ آپؐ کے والد محترم کا نام حضرت خواجہ قاضی محمد سیف الدینؒ، دادا کا نام حضرت خواجہ قاضی محمد خدایارؒ اور پردادا کا نام حضرت خواجہ قاضی محمد سیف الدینؒ تھا۔ یہ نام اوپر کی سات پشتوں تک مختلف ادوار میں ایسے ہی چلتے رہے جبکہ شور کوٹ کے سب سے بڑے بزرگ اور مشہور ہستی حضرت خواجہ قاضی محمد سعد الدینؒ تھے، یہ تینوں اسمائے گرامی (قاضی محمد عیسیٰؒ، قاضی محمد خدایارؒ، قاضی محمد سیف الدینؒ) پورے عالم میں ہر دور میں آپؐ کے عظیم علمی و روحانی خاندان کی شناخت تھے۔

تعلیم و تربیت!

آپؐ کے والد محترم حضرت خواجہ قاضی محمد سیف الدینؒ اپنے دور کی ایک عظیم علمی و روحانی شخصیت تھے اور قاضی ء وقت تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی، بعد ازاں بخارہ و ثمرقند اور برصغیر کے جید علمائے کرام سے تقریباً ہر صنفِ علم میں مہارت حاصل کی۔ آپؐ جامع المنقول و المعقول تھے، اپنے وقت کے علامۃ الدہر تھے۔ عالمِ عرب و عجم کے اکثر اکابر علماء و مشائخ کو جب بھی کوئی دقیق علمی مسئلہ درپیش ہوتا تھا وہ آپؐ ہی سے رجوع فرماتے تھے۔

حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ کا خواب:-

سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے آخری دور کی عظیم روحانی شخصیت حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسویؒ نے ایک بار خواب میں دیکھا کہ اُنکے دونوں قدم مبارک جوتیوں سمیت قرآن پاک پر رکھے ہوئے ہیں۔ بیدار ہونے کے بعد آپؒ کافی پریشان ہوئے مگر اس وقت کے تمام علماء و فضلاء اپنی اپنی تعبیرات سے آپؒ سرکارؒ کو مطمئن نہ کر سکے، آخر کار حضرت صاحبؒ نے حضرت قبلہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ کو تونسہ شریف آنے کی دعوت دی، آتے ہی خواب سن کر حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ مسکرا دیئے اور فرمایا حضرت! آپؒ کو مبارک ہو! آپؒ کا ہر قدم قرآن و سنت کے مطابق ہے۔ خواب میں آپؒ کو اللہ تعالیٰ نے دکھا دیا ہے کہ آپؒ کا ہر قول و فعل قرآن و سنت کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ حضرت قبلہ تونسوی سرکارؒ بہت خوش ہوئے اور حضرت قاضی صاحبؒ کے علم و فضل کی بہت تعریف کی اور بہت باطنی فیض عطا فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ آپؒ عیسائے زمان اور عیسائے دوران ہیں۔

عہدہ قضاء:

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کے خاندان کے افراد ہر دور میں علمی و روحانی لحاظ سے صاحبِ ولایت اور صاحبِ اقتدار رہے ہیں۔ چنانچہ آپؒ بھی تحصیل علم کے بعد والد محترمؒ کے حکم و مشورہ پر احمد پور سیال

(جھنگ) کے قاضی مقرر ہوئے۔ آپؒ اپنے فیصلوں میں بڑے بے باک تھے۔ اور شریعت کے اصولوں کی پاسداری کا ہر لمحہ خاص خیال رکھتے تھے۔ آپؒ کے عادلانہ فیصلوں کی شہرت پورے برصغیر میں پھیلی ہوئی تھی۔ آپؒ کا خاندان ہر دور میں عدل و انصاف کیلئے مشہور رہا ہے۔ آپؒ کے خاندان کے ایک جد امجد جن کا نام بھی قاضی محمد عیسیٰؒ تھا انہوں نے بادشاہ وقت کو بھی انصاف کے کٹہر میں کھڑا کر دیا تھا کیونکہ اس بادشاہ نے ایک محل تیار کروایا تھا اور معمار کے ہاتھ کٹوا دیئے تھے کہ کہیں ایسا محل کوئی اور نہ تعمیر کروا سکے اُس وقت کے تمام قاضی حضرات نے بادشاہ وقت کا مقدمہ لینے اور سننے سے انکار کر دیا تھا مگر اُس وقت کے قاضی محمد عیسیٰؒ نے بادشاہ وقت کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا مگر معمار نے بادشاہ کو معاف کر دیا۔ اس عظیم فیصلہ سے آپؒ کے خاندان کی شہرت پورے برصغیر میں پھیل گئی تھی۔ حضرت قبلہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ کے عہدہ قضا کی مہر آج بھی موجودہ سجادہ نشین شیخ المشائخ حضرت خواجہ قاضی محمد خدا بخش صاحب مدظلہ کے پاس موجود ہے جس پر یہ الفاظ کندہ ہیں "التوکل علی اللہ، خادم شرع قاضی محمد عیسیٰؒ"۔

علمی خدمات:

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ نے نحو کی مشہور کتاب شرح جامی کا سرائیکی زبان میں ترجمہ فرمایا اور کئی عربی کتب کے تراجم و شروح بھی

تحریر فرمائے۔ آپؐ کے عہدہ قضاء کے دور کے تمام اہم فیصلہ جات بحق سرکار محفوظ ہیں۔ آپؐ کی تحریر کردہ تمام کتب کا ریکارڈ اور خاندانی شجرہ نسب ملتان شریف کے کچہری آفس، انڈین آفس لائبریری لندن اور پنجاب لائبریری و عجائب گھر لاہور میں موجود ہے۔

بیعت و خرقہ خلافت:

عہدہ قضاء کے دوران آپؐ کے دل میں طلب حق کی زبردست خواہش پیدا ہوئی اور نگاہیں مُرشدِ کامل کی تلاش میں لگ گئیں، آخر کار ایک رات خواب میں حضور پاک ﷺ نے سیدنا حضرت حافظ محمد جمال الحق والدینؒ ملتائیؒ کی شبیہ مبارک آپؐ کو دکھائی اور حکم دیا کہ جاؤ ان سے بیعت ہو جاؤ۔ چنانچہ بیدار ہوتے ہی آپؐ اپنے والدِ محترمؒ سے اجازت لیکر ملتان شریف روانہ ہو کر حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کی خدمت میں پہنچ گئے، حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ نے فرمایا آپؐ تو بہت بڑے عالم فاضل اور قاضی وقت ہیں، ہم درویش فقیر لوگ ہیں آپؐ کیلئے یہ راہ مشکل ہے اور اسمیں بہت زیادہ مجاہدات و ریاضات کرنا ہونگے۔ مگر قاضی صاحبؒ نے فرمایا مجھے ہر شرط منظور ہے بس مجھے اپنا بیعت فرمائیں۔ چنانچہ شہنشاہِ ولایت ملتان حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتائیؒ نے آپؐ کو اپنا بیعت کر لیا اور بعض روایات کے مطابق 7 سال، 14 سال یا 21 سال کی خدمت کے بعد خلافت نامہ عطا فرمایا اور شجاعباد کے علاقہ کا

صاحبِ ولایت بنا کر خانپور قاضیاں شریف میں تعینات کر دیا، شجاع آباد کی باطنی حدود میں جلاپور پیر والا، مظفر گڑھ، شیر شاہ ملتان اور ضلع لودھراں تک کے علاقے شامل تھے اور ہیں۔ آپؒ کے حلقہء ولایت میں دعوتِ اسلامی کا سالانہ اجتماع ہوتا ہے اور آپؒ کی خصوصی توجہ اور کرم سے اس میں ہر سال اضافہ ہو رہا ہے۔

واقعہٗ خلافت:

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ نے اپنے مرشد کریمؒ کی خدمت اقدس میں رہ کر اپنی ہستی موہومہ کو مٹانے کیلئے مختلف مجاہدات و ریاضات شروع کر دیئے، سفر و حضر میں ساتھ رہتے تھے، جب سفر ہوتا تو آپؒ اپنے مرشد پاک کی گھوڑی کے آگے پایادہ اُلٹے پاؤں دوڑتے تھے یعنی چہرہ پیر کی طرف ہوتا تھا سر پر ضرورت کا سامان لدا ہوا ہوتا اور دامن میں ہاتھ سے مرشد کیلئے ریت تھا مے ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ایک جنگل سے گزر ہوا تو حضرت حافظ صاحبؒ نے فرمایا کہ قاضی صاحبؒ ذرا جنگل میں جائیں اور سواری کو چلانے کیلئے ایک لکڑی تو توڑ کر لائیں، چنانچہ قاضی صاحبؒ نے بحکم مرشد کریمؒ لکڑی کی تلاش شروع کر دی مگر آپؒ جس شاخ یا ٹہنی پر ہاھر رکھتے تھے اسمیں سے "اللہ ہو" کی آواز آتی تھی۔ سارا جنگل چھان مارا ہر درخت و شاخ پر اسی صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر کار خالی ہاتھ پیرؒ کے سامنے حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا۔ حضرت حافظ صاحبؒ وجد میں آگئے

اور اپنے سینہ سے لگا کر کامل و اکمل بنادیا اور فرمایا کہ تم آج اپنی مُراد کو پہنچ گئے ہو اب میرے آگے مت دوڑا کرو، اُسی وقت اپنے پیچھے گھوڑی پر بٹھالیا اور سفر سے واپسی پر ایک گھوڑا عنایت فرمایا اور خرقة خلافت عطا کر کے شجاعباد کا صاحبِ ولایت بنادیا اور فرمایا کہ اگر یہ گھوڑا چلتا رہا تو خوشحالی ہی خوشحالی رہیگی بصورت دیگر تنگدستی کا سامنا کرنا پڑیگا، مراد یہ تھی کہ تم اور تمہاری نسل اپنی زندگی تبلیغ و اشاعتِ دین میں گزارے گی تو فقیر بھی قیامت تک ذمہ دار ہوگا۔ چنانچہ حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کے خاندان میں موجودہ 7 ویں پشت تک یہی سنت ابھی تک جاری ہے اور مشائخِ عظام رات دن تبلیغِ اسلام کیلئے سفر میں رہتے ہیں اور گم گشتگانِ راہ کی ہدایت کا سامان فراہم کر رہے ہیں۔

خدمتِ شیخؒ:

چونکہ حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ نے قاضی صاحبؒ سے فرمایا تھا کہ عہدہٴ قضاء کی وجہ سے ابھی آپؒ میں اپنی ہستی کے وجود کا احساس بہت زیادہ موجود ہے، پہلے اسے مٹائیں، چنانچہ حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ اپنے وجودِ اعتباری، موہومی، اضافی اور ظلی کو مٹانے کیلئے خدمتِ شیخؒ میں رات دن مصروف ہو گئے۔ آپؒ مُرشدِ کریمؒ کے لنگر خانہ کیلئے لکڑیاں اکٹھی کیا کرتے تھے، گھڑوں میں پانی بھرتے اور انہیں سر پر رکھ کر لاتے تھے جس سے سرِ اقدس میں نشان پڑ گیا تھا، لنگر خانہ کے جانوروں کیلئے گھاس

چارہ وغیرہ کاٹتے تھے۔ چار پائی پر نہیں سوتے تھے، پایادہ رہتے تھے، سفر و حضر میں ادب و احترام کا کامل نمونہ بن کر رہتے تھے۔ سفر کے دوران مُرشد کریمؒ کیلئے قضائے حاجت کے وقت کچی مٹی کے ڈھیلے اپنے رُخسار مبارک پر رگڑ کر پیش کرتے تھے کہ کہیں مرشد پاکؒ کو تکلیف نہ ہو اور مقام قضائے حاجت پر ریت بچھا دیتے تھے کہ پیشاب کے قطروں سے محفوظ رہیں۔ غرضیکہ 7 سال، 14 سال یا بعض روایات کے مطابق 21 سال رات دن خدمتِ شیخؒ میں رہ کر خدمت کا حق ادا کر دیا اور اس خدمت کے صلہ میں نہ صرف خود مقامِ بقاء باللہ پر فائز ہوئے بلکہ سالکین و طالبین ذاتِ حق کو بھی ولایت کے اِن اعلیٰ مقامات پر پہنچانے کیلئے مامور ہوئے۔

شور کوٹ سے لالعلقی:

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کے والد صاحب حضرت خواجہ قاضی محمد سیف الدینؒ نے قاضی صاحبؒ کو حکم دیا تھا کہ مُرشد کریمؒ جو حکم دیں اس پر عمل کرنا۔ چنانچہ حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ نے حکم دیا کہ اگر میری بیعت ہونا چاہتے ہو تو عہدہ قضاء کے چھوڑنے کے ساتھ ساتھ اپنا علاقہ جائیدادیں اور سب جاہ و حشمت بھی چھوڑنا ہوگی۔ چنانچہ حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ نے اپنے مُرشد کریمؒ کے حکم پر شور کوٹ کا علاقہ چھوڑ دیا اور قیامت تک کیلئے اپنی اولاد کو بھی وہاں جانے سے منع کر دیا۔ اپنے اعزہ

اقارب کو چھوڑا، عہدہ قضاء چھوڑا، جائیدادیں چھوڑ دیں صرف اپنی فیملی کے ہمراہ حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ملتان شریف میں مقیم ہو گئے۔ آپؒ کے اس فعل سے پتہ چلتا ہے کہ باطنی علم یا معرفت حق جیسی کوئی چیز ضرور موجود ہے کیونکہ آپؒ ظاہری لحاظ سے علم و عمل کی بلندیوں پر فائز تھے اور دنیوی لحاظ سے بھی کسی چیز کی کمی نہ تھی اور پورے عالم میں شہرت بھی تھی ان تمام باتوں کے باوجود آپؒ نے ایک عظیم مقصد کی خاطر یعنی عرفان ذات حق کیلئے یہ سب کچھ قربان کر دیا۔ اسمیں علمائے ظواہر بین اور ہمارے لیے ایک بہت بڑا درس ہے کہ ظاہر کے ساتھ باطنی تعلیم و تربیت بھی ضروری ہے اور یہی اس کتاب لکھنے کا اصلی مقصد ہے۔

سلسلہ طریقت و ارادت:

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کا سلسلہ ارادت و طریقت 34 واسطوں سے بذریعہ حضرت خواجہ محمد خدا بخش خیر پوریؒ، حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتائیؒ، قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ، حضرت مولانا محمد فخر الدین فخر جہان دہلویؒ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت خواجہ ابواسحاق شامی چشتیؒ، حضرت خواجہ سلطان ابراہیم بن ادھمؒ، حضرت فضیل بن عیاضؒ اور

حضرت خواجہ امام حسن بصریؒ سے ہوتا ہوا حضرت سیدنا مولا علیؑ شیر خدا، مشکل کشا کے واسطہ سے حضور فخر موجودات سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ و سیدنا احمد مجتبیٰ ﷺ تک جا پہنچتا ہے۔

مرشد کریمؒ کا تعارف:

مُقَرَّبُ الْحَضْرَتِ الْأَحَدِيَّتِ، غَوَاصٌ فِي بَحْرِ هُؤْيَتِ، حَاجِي شَرِيعَتِ، هَادِي طَرِيقَتِ، كَشَافُ اسرارِ الْحَقِيقَتِ، خَلِيلُ الرَّحْمَنِ، دَلِيلُ الْعُرْفَانِ، قُطْبُ الْأَقْطَابِ حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ کو ان کے پیر حضور قبلہ عالم و عالمیان حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ نے اپنے مرشد کریم حضور مولا نا مَحْبِبِ النَّبِيِّ مُحَمَّدِ فَرْدِ الدِّينِ فُخْرِ جِهَانِ دہلوی کے حکم پر ملتان شریف مدینۃ الاولیاء کا شہنشاہِ ولایت بنایا تھا۔ صدیوں سے ملتان سلسلہ سہروردیہ کی عظیم شخصیت سیدنا حضرت خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے باطنی تصرف میں تھا کسی اور ولی کا تصرف یہاں پر کام نہیں کرتا تھا مگر جب سے یعنی 1196ھ ہجری میں حضرت قبلہ حافظ صاحبِ ولایت ملتان، والی ملتان، مالک ملتان اور مُتَصَرِّفِ ملتان بن کر آئے تو آپؒ نے خانقاہ بہاء الحقؒ میں اُن کے مزارِ اقدس کے قریب بیٹھ کر خلقِ خدا کو سلسلہ چشتیہ میں داخل کرنا شروع کر دیا۔ سب سے پہلی مرید ہونے والی ہستی حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ کی تھی۔ حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ بھی 1196ھ ہجری کے بعد حاضر خدمت ہو کر بیعت ہوئے۔ اُس وقت ملتان

شریف کی حیثیت ایک صوبہ کی تھی جس کی حدود لاہور، سکھر، لیہ اور ڈیرہ غازیخان تک جالمتی تھیں۔ 1196 ہجری تا حال ملتان شریف اپنی پُرانی حدود سمیت حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کے باطنی تصرف میں ہے۔ حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کے بے شمار خلفاء ہیں جن میں سے 18 خلفاء صاحب دربار ہیں اور اُن کا سلسلہ آگے تک چل رہا ہے جو کہ اہل روحانیت سے پوشیدہ نہیں ہے۔ حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کے تفصیلی حالات پر راقم الحروف کی کتاب "شہنشاہِ ولایتِ ملتان" اور "تذکرہٴ جمال" تصنیف حضرت علامہ اللہ بخش رضامدظلہ کا مطالعہ فرمائیں۔

قبلہ قاضی صاحبؒ کے مجاہدات و ریاضات:

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ نے اپنے تعین اعتباری اور ہستی مہومہ کے احساس کو مٹانے کیلئے اور عرفانِ ذاتِ حق کیلئے بے شمار مجاہدات و ریاضات بحکم اپنے مُرشد کریمؒ کئے اور اپنی مراد کو پہنچے۔ حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ نے اپنے مُرشد کریمؒ کے حکم پر سلسلہ چشتیہ کے استحکام اور غلبہ کی خاطر دریائے چناب کے عین وسط میں ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر 12 سال تک بعد از نمازِ عشاء تا نمازِ تہجد مجاہدہ کیا، مچھلیاں آپ کی پنڈلی کا گوشت کھا جاتی تھیں مگر جو نہی آپؒ دریا سے نکلتے تھے اپنی مسجد تک پہنچتے پہنچتے قدرتِ خداوندی سے پنڈلی پر گوشت از سر نو چڑھ جاتا تھا۔ دوسرا مجاہدہ طریقت و حقیقت کے مقامِ جامعیت میں استقامت

اور احدیت کے بحر پیکراں میں استغراقِ تامہ کے حصول اور جامِ ہائے عرفان کو زیادہ سے زیادہ نوش کرنے کیلئے اپنے حجرہٴ خاص میں 41 روز تک بغیر کھائے پینے دوزانوں مگر پیروں کے بچوں پر بیٹھ کر ایک خاص وظیفہ پڑھا بحکم اپنے مُرشد کریمؑ کے، یہ ایک ایسا بے مثل وظیفہ و مجاہدہ تھا جسمیں نمازیں بھی خود بخود ادا ہوتی تھیں، اسکے علاوہ اور بے شمار آپؑ نے چھوٹے بڑے مجاہدات و ریاضات کیئے جو کہ سالکین کیلئے قابلِ تقلید ہیں۔

خانقاہِ چشتیہ نظامیہ کا قیام:

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ نے خانقاہِ چشتیہ نظامیہ کے نام سے خانپور قاضیاں شریف میں ایک عظیم الشان تعلیمی و تربیتی مرکز قائم کیا۔ جسمیں ظاہری علوم کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب و باطن کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا اور آپؒ نے سلوک و تصوف کی عملی تربیت کیلئے ایک کورس بنایا ہوا تھا جس پر سالکین راہِ حق عمل پیرا ہو کر تھوڑے ہی عرصہ میں ذاتِ حق کے عرفان سے سرشار ہو جاتے تھے۔ آپؒ کی قائم کردہ خانقاہ میں رہ کر اُس وقت کے اکابرین علماء و مشائخ نے کسبِ فیض کیا۔ اہیائے اسلام اور اشاعتِ دین میں خانقاہی نظام کو تاریخِ اسلام میں ایک اہم مقام حاصل رہا ہے۔ جب سے اسکی بنیادیں متزلزل ہوئی ہیں تب سے عالمِ اسلام گہی طور پر زوال کا شکار ہے۔ ہمارے دور کے مروجہ

اسلامی مدارس اور یونیورسٹیاں اسلامی ادوار میں علیحدہ علیحدہ نہیں ہوتے تھے بلکہ ایک ہی ادارہ ہوتا تھا جس میں تمام علوم و فنون یعنی دینی و دنیوی تعلیم اکٹھی ایک ساتھ دی جاتی تھی اور معاشرہ میں ایک اعتدال کی فضا تھی۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ علماء کی اکثریت جدید علوم سے بے بہرہ ہے اور جدید فکر کے حامی حضرات دین کے بنیادی علم سے بھی ناواقف ہیں مگر استثنائی صورتِ حال ہر دور میں رہی ہے اور اب بھی ہے اور انہی کی وجہ سے شمع اسلام روشن ہے۔ راقم الحروف فقیر اپنے بزرگان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خانقاہی نظام کو از سر نو اصل حالت میں نہ صحیح مگر اصل کے قریب تر کرنے کیلئے دوبارہ شروع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقہ استقامت و توفیق دے امین۔ ثم امین۔

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ اور اشاعتِ دین:

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ نے اسلام کے اس گلی زوال کے دور میں شمع اسلام کو کھنی الامکان حد تک روشن رکھا۔ چونکہ 18 ویں اور 19 ویں صدی عیسوی ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے ایک طویل غم و اندوہ، سیاسی، مذہبی، اقتصادی، معاشی اور علمی لحاظ سے مکمل زوال کا زمانہ ہے۔ آپؒ نے احیائے اسلام اور غلبہٴ دین حق کی بحالی کی خاطر پورے ہندوستان کے کونے کونے میں اپنی خانقاہ سے تیار شدہ علماء و مشائخ کو بھیجا

اور خود بھی تبلیغی دورہ جات کئے خصوصاً رُوہی، چولستان، جیسلمیر اور
 بیکانیر میں آپؐ کی کوششوں سے ہزار ہا گم گشتگانِ راہ کو ہدایتِ حق نصیب
 ہوئی اور وہ راہِ راست پر آئے۔ اصل میں دین کا ایک ظاہری پہلو ہے اور
 دوسرا باطنی پہلو ہے دونوں کے امتزاج ہی سے دین اسلام کی سر بلندی اور
 غلبہ کی ضمانت ہے جس کا آج کل فقدان ہے۔ اس دورِ آخر میں مذکورہ
 مشائخِ چشت نے ان دونوں پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے کام کو
 جاری رکھا جسکی برکت سے آج بھی دین اسلام قائم و دائم ہے اور ہمیشہ
 قائم رہیگا۔ خطرہ باطل کے نظام سے ہمیں ہے اسلام کو نہیں ہے۔ لہذا
 ہمیں اپنے حال پر غور کرنا ہوگا اور آج بھی جدید سائنسی و علمی و فکری
 رجحانات کو اپنا کر احیائے اسلام اور غلبہٴ دینِ حق کا خواب شرمندہ تعبیر ہو
 سکتا ہے اور انشاء اللہ یہ 21 صدی عیسوی اسلام کے عروج کی صدی
 ثابت ہوگی۔

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ اور اتباعِ شریعت:

حضور قاضی صاحبؒ کا فرمانِ مبارک ہے کہ دلی ولایت کے
 جتنے بھی درجات طے کر لے اور انتہائی بلند سے بلند مقامات عالیہ پر
 فائز کیوں نہ ہو جائے، شریعت کی پابندی اس سے ساقط نہیں ہو سکتی اور وہ
 بندہ ہی رہتا ہے خدا نہیں بن جاتا، البتہ اولیائے کرام کے نفوسِ قدسیہ نفسِ
 مطمئنہ سے ترقی کر کے نفسِ راضیہ و نفسِ مرضیہ کے راستے نفسِ صافیہ کے

مقام پر پہنچ جاتے ہیں لہذا اتباعِ شریعت میں جو تکالیف اور محنت و مشقت عوام کو برداشت کرنا پڑتی ہیں نفسِ امارہ اور نفسِ لوامہ کے درمیان کشمکش کی وجہ سے وہ اولیائے کرام پر راحت بن جاتی ہیں جسکی وجہ سے یہ بزرگ ہستیاں ساری ساری رات عبادتِ خداوندی میں نوافل ادا کرتے ہوئے اور 40، 40 سال نمازِ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرماتے ہوئے زندگیاں گزار دیتی ہیں اور مسلسل روزے رکھنا بھی ان کی زندگی کا معمول بن جاتا ہے۔ اور یہی حالت حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کی تھی، آپؒ بھی ساری ساری رات عبادت و ریاضت میں گزار دیتے تھے۔ خصوصاً حضور قاضی صاحبؒ نمازِ مغرب کے بعد ہی سے نوافل کی ادائیگی میں مصروف ہو جاتے تھے۔ اصل میں آپؒ احادیث کے بحرِ بیکراں میں اس قدر مُستغرق رہتے تھے کہ دنیا و مافیہا کی طرف آپؒ متوجہ ہی نہ ہوتے تھے مگر اس بلند مقام پر فائز ہونے کے باوجود شرعی رسوم و قیود بھی پوری پابندی سے ادا فرماتے تھے اور پھر عالمِ تحیرؒ میں چلے جاتے تھے۔ طریقت کے ان بلند مقامات پر فائز ہونے کے باوجود آپؒ کا فرمانِ ذیشان تھا کہ دین و ایمان کی حفاظت اور درستی اتباعِ شریعت میں مضمر ہے۔

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کا مقام فناء و بقاء۔

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ فنا فی الشیخ سے ترقی کر کے فناء فی

الرَّسول ہو چکے تھے۔ بعد ازاں فناء فی اللہ اور بقاء باللہ کے مقام پر فائز

ہو کر مرتبہ فردانیت سے گزر کر مقام محبوبیت پر پہنچ چکے تھے۔ ولایت کے جملہ مراتب و مقامات آپؐ کو حاصل تھے، آپؐ کو کامل طور پر مقام جامعیت حاصل تھا یعنی ذاتِ حق میں آپؐ کا عروج جتنا کامل تھا اتنا ہی نزول بھی خلقِ خدا کی ہدایت کیلئے کامل تھا۔ ایسی ہستیاں تاریخِ اسلام میں بہت ہی کم ہوئی ہیں جو مقامِ سکر سے نکل کر پھر کاملاً مقامِ صحو میں آجائیں اور خلقِ خدا کی ہدایت کا کام کریں یہ خیراتِ محمدیؐ المشرّب بزرگوں کو کامل اتباعِ رسول ﷺ جو کہ ظاہری و باطنی تقاضوں پر مشتمل ہوتی ہے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کا فناء و بقاء کے بارے میں استدلال:

جب اسلامی عبادات یعنی فرائض، سنن، نوافل، وظائف، اذکار، مشاغل اور مراقبات کے ذریعہ سالک راہِ حق کو تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور تجلیہ روح نصیب ہوتا ہے تو اس کی نفسانیت میں کمی اور روحانیت میں قوت پیدا ہوتی ہے جس سے وہ عالمِ قدس کی جانب پرواز کرتا ہے، یہ عروجی سفر ہے۔ کیونکہ ذاتِ حق لامتناہی ہے لہذا اس عروجی سفر کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔ مرتبہ اُحدیت پر پہنچ کر سالک کو ذاتِ حق میں فنایت حاصل ہو جاتی ہے، جب سالک ذاتِ اُحدیت میں زیادہ ترقی کرتا ہے اور کلی طور پر محو اور فانی ہو جاتا ہے تو اُس پر اس قدر لاشعوری

کی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ فناء کو بھی بھول جاتا ہے یعنی یہ احساس کہ میں فناء ہو چکا ہوں بھی جاتا رہتا ہے اس مقام کو فناء الفناء کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے لیکن اسلام میں فنا فی اللہ آخری مقام نہیں ہے جہاں پہلی امتوں میں مقام فناء منزل مقصود تھا اسلام نے "الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي" [المائدہ: 3] کا اعلان کر کے آنحضرت ﷺ کی جامعیت سے بنی نوع انسان کو حصہ دیا اور فناء فی اللہ کے بعد بقا باللہ کو آخری منزل قرار دیا۔ اس لئے اسلامی تعلیمات کا خاصہ یہ ہے کہ جب سالک بمصداق حدیث شریف تَخَلَّفُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ اور حدیث شریف بسی یسمع وبسی یبصر صفات باری تعالیٰ سے متصف ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اسکی آنکھیں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے دیکھتا ہے میں اُسکے کان بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے سنتا ہے، میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے پکڑتا ہے، میں اُس کے پاؤں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے چلتا ہے۔ میں اسکی زبان بن جاتا ہوں جس کے ذریعہ وہ بات کرتا ہے، حدیث شریف "الْحَقُّ يَنْطِقُ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ" سے یہی مراد ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات میں فناء حاصل کرنے کے بعد وہ اس منصبِ خلافتِ الہیہ کے فرائض سرانجام دینے کے قابل ہو جاتا ہے جس کا آیہ کریمہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً میں اشارہ ہے۔ حق تعالیٰ کی جانب سے یہ اختیارات لے کر اب

وہ اپنے اصلی مقامِ عبدیت پر واپس آجاتا ہے اس سفر کو تصوّف کی اصطلاح میں سفرِ نزولی یا سیرِ من اللہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ سیرِ من اللہ کے دوران سالک کو سیرِ مع اللہ اور سیرِ باللہ بھی حاصل ہوتی ہے جو کہ تکمیل کے لوازمات میں سے ہے۔ سالک اپنا سفر شروع کرتے وقت ناقص تھا مگر کامل بن کر آیا ہے، پہلے وہ نفسِ امارہ کے ہاتھوں میں کھیلتا تھا اب اس کا نفسِ امارہ مطمئن ہو چکا ہے، پہلے اس کی باطنی آنکھ نابینا تھی اب بینا ہے اب وہ حق تعالیٰ کی بصیرت سے دیکھتا ہے اور حق تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو کر منصبِ خلافتِ الہیہ کی انجام دہی کیلئے جملہ اختیارات لے کر آیا ہے، اس مقامِ عبدیت کو بقا باللہ کے نام سے اس لئے موسوم کیا جاتا ہے کہ یہاں پہنچ کر سالک اپنی ذات سے فانی اور ذات و صفاتِ حق سے باقی ہوتا ہے، اس مقام کو مقامِ عبدیت، دُؤی، کثرت، فرق بعد الجمع، مقامِ صحو اور مقامِ تمکین سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ جہاں مقامِ فناء کا خاصا سکر، استغراق، محویت، اور مستی ہے، مقامِ بقاء کا خاصہ صحو یعنی ہوشیاری، اور تمکین ہے، یہی وجہ ہے کہ اصحابِ فناء کو اہلِ تلوین اور اربابِ بقاء کو اہلِ تمکین کہا جاتا ہے، فانی کو ابنِ الحال اور باقی کو ابو الحال کہتے ہیں۔ مقامِ فناء پر سالک کا تعین گم ہو جاتا ہے جبکہ مقامِ عبدیت پر وہ اپنے تعین میں کامل بن کر منصبِ خلافتِ الہیہ کے فرائض انجام دیتا ہے، لوگوں کی رشد و ہدایت پر مامور ہوتا ہے، شادی بیاہ کرتا ہے اور دیگر فرائض

زندگی انجام دیتا ہے۔ لہذا اکابر عرفاء کے نزدیک حصول فناء فی اللہ کمال نہیں ہے بلکہ بقا باللہ کمال ہے جہاں پر پہنچ کر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کائنات پر حکمرانی کرتا ہے، وہ غوث اور قطب مدار وغیرہ کے بلند ترین عہدوں پر فائز ہوتا ہے اور دنیا میں ہر کام اسکی وساطت سے ہوتا ہے، اس باطنی حکومت کو نظامِ باطن کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ قیام کائنات کا دار و مدار اولیاء اللہ پر ہے، عبد اور رب کے درمیان یہ حضرات فیض رسانی کا ذریعہ ہوتے ہیں، امور تکوینی کے انصرام سے حق تعالیٰ اُن کو مُشرف فرماتا ہے، اُن کی برکات سے نزولِ باراں، سرسبزی نباتات اور بقائے انواعِ حیوانی اور آبادیِ قصبات ہے، اُن کی وساطت سے واقعاتِ دُنیا رونما ہوتے ہیں، اُن کے ہاتھوں سے بادشاہ بنتے اور تخت سے اترتے رہتے ہیں، لوگوں کی ترقی اور تنزل ہوتا ہے۔ فوجیں لڑتی ہیں، رفعِ بلاء اور دفعِ وبا ہوتا ہے۔ حضرت قبلہ قاضی صاحب کا مقام مقامِ جامعیت تھا۔ اس مقام پر فناء اور بقاء دونوں کا اجتماع ہوتا ہے، اس مقام کا سالک بیک وقت فانی فی اللہ بھی ہوتا ہے اور باقی باللہ بھی، وہ بیک وقت قُرب اور وصال کے مزے بھی اڑاتا ہے اور ہجر و فراق کے بھی۔

مسئلہ نور و بشر کا شاندار حل:

مندرجہ بالا استدلال سے مسئلہ نور و بشر بھی آسانی سے حل ہو جاتا ہے، مقاماتِ فناء و بقاء اور عروج و زوال کو اچھی طرح سمجھ لینے کے

بعد یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ راہِ حقیقت میں دونوں حالتیں یعنی عروج و نزول یا نور اور بشریت اپنے اپنے مقام پر محمود اور مُستحسن ہیں۔ تمام مقربین، عارفین، واصلین حالتِ فناء میں نور ہوتے ہیں اور حالتِ بقاء یا عبدیت میں بشر، صرف حقیقت و مجاز کا فرق ہے، عالمِ حقیقت میں نور ہوتے ہیں اور عالمِ مجاز میں بشر کہلاتے ہیں۔ اب چونکہ رسول خدا ﷺ تمام اولیاء کے سردار، مقربین کے آقا اور واصلین کے راہنما اور عارفین کے مقتداء ہیں، آپ ﷺ تمام اولیاء، عارفین، اور واصلین سے بڑھ چڑھ کر بدرجہ اتم بیک وقت فانی فی اللہ بھی تھے اور باقی باللہ بھی تھے، جس طرح آپ ﷺ کو فنایت و عروج میں کمال حاصل تھا اسی طرح آپ ﷺ کو نزول و بشریت میں بھی کمال حاصل تھا، نہ آپ ﷺ کے عروج کو کوئی پہنچ سکا ہے نہ آپ ﷺ کے نزول کو، نہ آپ ﷺ جیسا مکمل پیکرِ نور کوئی ہو سکا ہے اور نہ آپ ﷺ جیسا کوئی عبد بن سکا۔ لہذا اس حقیقتِ حال کو سمجھنے سے نور و بشر کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ حضور ﷺ کی حقیقت نور و بشر سے کہیں بلند تر ہے۔ کیونکہ از روئے حدیث : لِي مَعَ اللَّهِ وَقْتُ لَا يَسْعُنِي فِيهِ مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ۔ (امام قشیریؒ "رسالہ قشیریہ: ص 70)۔ ترجمہ! یعنی مجھے اللہ کے ساتھ قرب و حضور کا وہ مقام حاصل ہے کہ جہاں نہ کسی نبی کی رسائی ہو سکتی ہے نہ فرشتہ کی۔ ہمارے دین میں فقہی اختلاف کی تو گنجائش

ہے مگر موجودہ فرقہ واریت کی بالکل نہ اجازت ہے اور نہ ہی گنجائش ہے۔

خانپور ماتماں والا:-

حضور قبلہ قاضی صاحبؒ کے ورود سے پہلے خانپور شریف قاضیاں والا کا پرانا نام خانپور ماتماں والا تھا جسے آپ نے بدل دیا۔ حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ نے خانپور شریف میں آتے ہی مسجد کی بنیاد ڈالی جو کہ کچھور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی، اُس وقت یہ علاقہ گُلفار کا گڑھ تھا یہاں ایک بھی مسلمان نہیں تھا، آپ سرکارؒ اپنے مریدین و مصاحبین کے ہمراہ تشریف لائے تو آپؒ کو تنگ کرنے کیلئے کافروں نے تمام حربے آزمائے، سرِ انور پر کوڑا کرکٹ پھینکتے، راستے میں کانٹے بچھاتے اور گالیاں دیتے تھے لیکن آپؒ نے حضور ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے یہ سب تکالیف خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ اور دیوان ساون مل:

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کے دور میں ملتان کا حاکم دیوان ساون مل ہندو تھا، خانپور کے لوگوں نے اُس کے پاس جا کر شکایت کی کہ قاضی صاحبؒ ہمارے مذہب میں دخل اندازی کر رہے ہیں، ہمارے خداؤں کو نہیں مانتے اور انہیں غلط کہتے ہیں۔ چنانچہ اس نے آپؒ کو پھانسی دینے کا ارادہ کر لیا اور اپنے تمام درباریوں سے کہہ دیا کہ جب قاضی

صاحبؒ میرے دربار میں آئیں تو کوئی شخص نہ اٹھے اور جو نہی میں اشارہ کروں ان کا سر قلم کر دیا جائے۔ لیکن جب حضور قاضی صاحبؒ دربار میں پہنچے تو وہ خود کھڑا ہو گیا، اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اور عرض کی حضور کوئی ضرورت ہو تو فرمائیں، آپؒ نے فرمایا آئندہ مجھے دربار میں نہ بلانا۔ جب آپؒ واپس ہوئے تو اُس کے مصاحبین نے پوچھا یہ تم نے کیا کیا، اس نے کہا کہ قاضی صاحبؒ کے پہلو میں ایک بہت بڑا اثر دھا تھا اس نے مجھ سے کہا کہ قاضی صاحبؒ کی تعظیم کرو ورنہ تمہیں تخت سمیت کھا جاؤں گا۔ چنانچہ جب یہ خبر خانپور پہنچی کہ ہندوؤں کا سردار بادشاہ قاضی صاحبؒ کا مطیع ہو گیا ہے تو بے شمار ہندو مسلمان ہوئے اور آپؒ نے بھی کھلے عام تبلیغ اسلام شروع کر دی اور پوری آبادی کو مسلمان کر دیا۔

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ اور سکندر آباد کی جامع مسجد قاضی والی:

تمام اہالیانِ شجاعباد نے (حضور قبلہ حافظ صاحبؒ) شہنشاہ ولایتِ ملتان حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ کی خدمت میں گزارش کی کہ قاضی صاحبؒ سے کہیں کی وہ ہمارے فیصلے شرعی اصولوں کے مطابق کریں، کیونکہ اُس وقت ہندوستان کا قانون نافذ العمل تھا۔ بہر حال قاضی صاحبؒ نے اپنے مرشد کریمؒ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے شرعی اصولوں کے مطابق لوگوں میں فیصلے کرنا شروع کر دیئے اور حدیں

جاری فرمائیں، اس سے آپؐ کی شہرت میں مزید اضافہ ہوا اور شجاعباد کا بیشتر علاقہ آپؐ کی کوششوں سے حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ اور وہ مسجد جس میں آپؐ شریعت اسلامی کے مطابق فیصلے صادر فرماتے تھے آج تک سکندر آباد میں جامع مسجد قاضی والی کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ اور حضرت قبلہ شیر شاہ صاحبؒ:

جب حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ شجاعباد جس کی حدود میں، مظفر گڑھ، لودھراں، ملتان، اور جلالپور پیر والا تک کے علاقے شامل تھے کے صاحب ولایت بن کر آئے تو آپؒ سے کافی عرصہ پہلے حضرت قبلہ شیر شاہ صاحبؒ کی دربار شریف موضع شیر شاہ، شیر شاہ روڈ، ملتان میں واقع تھی اور مذکورہ شجاعباد کے علاقوں پر آپؒ صاحب ولایت تھے، جبکہ حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کی طرف سے آپؒ کو یہ علاقہ ملک ہو چکا تھا۔ ادھر شیر شاہ صاحبؒ نے باطنی طور پر آپؒ سے یہ کہا کہ میرے لاکھوں جن و انس مریدوں کی دعوت کریں جو کہ اس علاقہ میں پھیلے ہوئے ہیں تو آپؒ کو امن سے رہنے دیا جائیگا۔ چنانچہ آپؒ نے یہ بات مان لی اور حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کی خدمت عالیہ میں ایک عریضہ بھیجا جس میں صرف یہ لکھا ہوا تھا "یک نظر فرماؤ کہ مُستغنی شوم زابنائے جنس" واپسی جواب میں حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ نے صرف یہ لکھ کر بھیج دیا "اے میرے عیسائے زمان حافظ تیرا اللہ ہے اک تیرے پاؤں کی ٹھوکر سے

قم باذن اللہ ہے "بس مرشد کریمؒ کا یہ فرمان پہنچنے کی دیر تھی کہ بے شمار مخلوق آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوتی چلی گئی اور کھانے پینے کا سامان اور غلہ وغیرہ بھی اپنے ساتھ لاتی رہی۔ بہر حال وقت مقررہ پر حضرت قبلہ شیر شاہ صاحبؒ کے اس وقت کے سجادہ نشین بمعہ ہزاروں جن و انس تشریف لائے، جنکے لشکر میں تمام جانوروں اور گھوڑوں کا بھی جم غفیر تھا۔ ادھر آپؐ نے سات قسم کے کھانے تیار کروائے، یہ ساری مخلوق کھانا شروع ہو گئی، جانور گھاس کھانا شروع ہو گئے۔ اس ساری مخلوق نے جتنا بھی زور لگایا انواع و اقسام کے کھانوں کو ختم نہ کر سکے وہ ویسے کے ویسے ہی رہ گئے۔ آخر کار حضرت قبلہ شیر شاہ صاحبؒ نے باطنی طور پر حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ سے رابطہ فرمایا اور انہیں اپنی طرف سے بھی اس پورے شجاعباد کے علاقہ کا صاحبِ ولایت و متصرف بنادیا۔ اس واقعہ کے بعد ایک جہاں آپؐ کا مرید ہوا، اور تب سے آج تک اس علاقہ کے صاحبِ ولایت حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ ہی ہیں، یہاں پر باطنی حکومت آپؐ سرکارؒ ہی کی چلتی ہے اور قیامت تک چلتی رہے گی۔ حضرت قبلہ شیر شاہ صاحبؒ کی اولاد کئی پشتوں سے ایک ایک ہی چلی آرہی تھی، حضرت قبلہ شیر شاہ صاحبؒ کے سجادہ نشینؒ لے خانپور قاضیان شریف میں آکر حضرت خواجہ خدایار پیرؒ سے درخواست کی کہ دعا کریں ایک اولاد والی بات ختم ہو جائے، چنانچہ آپؐ کی دعا سے اب تک ایک ایک کی کئی کئی

اولادیں ہیں۔

اولاد امجاد اور برادرِ محترم:

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کے تین صاحبزادے ایک صاحبزادی اور ایک بھائی حضرت قاضی محمد صالحؒ تھے۔ حضرت قاضی محمد صالحؒ کا مزارِ اقدس حضرت پیر شاہ جمالؒ کے آستانہ عالیہ کے احاطہ میں ہے، حضرت قاضی محمد صالحؒ کی اولاد میں آج تک ہر نسل اور پشت میں ایک ولی اللہ، صالح بزرگ چلا آ رہا ہے، آجکل یہ ہستی صوفی باصفا، عالم باعمل، محبِ خدایار حضرت علامہ قاضی غلام محبوب صاحب مدظلہ ہیں۔ حضرت قبلہ قاضی محمد صالحؒ کے دو فرزند ارجمند تھے: حضرت خواجہ قاضی غلام محمدؒ اور حضرت خواجہ قاضی نور احمدؒ، حضرت خواجہ قاضی غلام محمدؒ حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کے داماد بھی تھے اور حضرت خواجہ پیر قاضی محمد خدایارؒ کے مرید و خلیفہ بھی تھے اور خدایار ثانیؒ کے لقب سے مشہور تھے۔ حضرت قاضی محمد صالحؒ کی اولاد حضرت قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ کے خاندان میں کئی پشتوں تک مرید ہوتی رہی۔ حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کی والدہ محترمہ جو کہ اپنے وقت کی بی بی رابعہ بصریہ تھیں بھی شور کوٹ سے آپ کے ہمراہ تشریف لائی تھیں آپ کا مزارِ اقدس خانپور قاضیاں شریف کی جامع مسجد کے پاس ہے۔

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ اور نواب محمد مظفر خان شہیدؒ:-

نواب محمد مظفر خانؒ افغان سدّ وزنی حضور حضرت حافظ محمد جمال اللہ ملتائی کے دور میں والئی ملتان تھا اور آپؒ کا مرید اور عقیدت مند بھی تھا اور حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ سے بھی دوستی تھی اور عقیدت بھی رکھتا تھا۔ جب خان صاحبؒ کا وصال ہوا تو حضرت قاضی صاحبؒ نے اس پر ایک منقبت بھی لکھی تھی۔ خانپور شریف قاضی والا میں جب قاضی صاحبؒ تشریف لائے تو نواب صاحبؒ نے 200 مربع اراضی حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کو لنگر کے اخراجات کیلئے نذرانہ کے طور پر پیش کی، حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ نے اسمیں سے 100 مربع اراضی اپنے چھوٹے بھائی حضرت قاضی محمد صالحؒ کو عطا کر دی اور وہی زمین آج تک ان کی اولاد میں چلی آرہی ہے۔ جبکہ حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ والی 100 مربع زمین لنگر خانہ کے اخراجات اور اپنے پیر خانہ کے اعراس پر صرف ہو گئی۔ اور آپؒ کی اولاد کے پاس آج جو تھوڑی بہت زمینیں موجود ہیں وہ بعد ازاں مختلف عقیدت مندوں نے نذرانہ کے طور پر دی تھیں۔

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ اور حضرت پیر شاہ جمالؒ:

حضرت پیر شاہ جمالؒ کا مزار اقدس گڑھ مہاراجہ جھنگ میں تھا وہ علاقہ دریابڑ دھونے کے بعد آپؒ کی میت والا صندوق دریائے چناب میں بہتا ہوا خانپور شریف قاضیاں والا کے قریب درختوں میں اٹک کر ٹھہر گیا۔ حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کا دور تھا، حضرت پیر شاہ جمالؒ نے خواب

میں حضرت قاضی صاحبؒ سے فرمایا کہ میری میت والا صندوق آپؒ کے علاقہ میں پہنچ چکا ہے اپنے علاقہ میں جگہ دیں۔ چنانچہ حضرت قاضی صاحبؒ بیدار ہوتے ہی نشان شدہ جگہ پر تشریف لے گئے اور حضرت پیر شاہ جمالؒ کو خانپور شریف کی بستی کے شمال میں موجودہ جگہ پر دفن کر دیا۔ دفن کرنے سے پہلے جب آپؒ کا صندوق زائرین کی زیارت کیلئے کھولا گیا تو آپؒ بالکل تروتازہ حالت میں تھے جیسا کی ابھی فوت ہوئے ہوں۔ حالانکہ آپؒ کے وصال کو صدیاں بیت گئی تھیں۔ کیونکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ آپؒ حضرت خواجہ لعل شہباز قلندرؒ سہون شریف والی سرکارؒ کے "پیر صحبت" ہیں۔ ایک بار پیر شاہ جمالؒ نے تیل کا کڑاھا تپایا اور اپنے مریدوں سے کہا کہ اس میں کود جاؤ، سب پیچھے ہٹ گئے مگر حضرت محمد عثمان مروندیؒ عرف لعل شہباز قلندرؒ نے اُبلتے ہوئے تیل کے کڑاھا میں چھلانگ لگا دی جو کہ آپؒ کیلئے گل و گلزار بن گیا، اور اس جانثاری پر حضرت پیر شاہ جمالؒ نے آپؒ کو مقام قلندری عطا کر دیا۔ اس روایت کی معتبر ذرائع سے تصدیق نہیں ہو سکی، سینہ بہ سینہ یہ روایت چلی آرہی ہے واللہ اعلم ورسولہ۔ حضرت پیر شاہ جمالؒ خود بھی قلندرانہ مشرب رکھتے تھے اور صاحبِ جلال بزرگ تھے جو زبان سے نکلتا تھا ویسا ہی ہوتا تھا۔ آپؒ کے جلال کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ خانپور شریف قاضیاں والا میں جب موجودہ جگہ پر آپؒ کو دفن کر دیا گیا تو آپؒ کے مزار اقدس

کے اوپر سے کوئی پرندہ نہیں گزر سکتا تھا فوراً مرکز گرجاتا تھا، اور جو بھی آپؐ کے قبرستان سے کوئی لکڑی توڑتا یا جانور گھاس وغیرہ کھا لیتے سب وہیں پر مر جاتے تھے۔ حضرت خواجہ پیر محمد خدایارؒ کے صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کا زمانہ تھا، آپؒ یہ صورت حال دیکھ کر خود سخت جلال میں آگئے اور حضرت پیر شاہ جمالؒ سے باطنی رابطہ کر کے ان سے کہا کہ آپؒ اپنا جلال جمال میں تبدیل کریں ورنہ دوبارہ دریائے چناب کے حوالہ کر دیا جائیگا، دریائے چناب حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کے دور میں خانپور شریف کے بالکل قریب سے بہتا تھا۔ چنانچہ تب سے آج تک حضرت پیر جتئی شاہ جمالؒ کا جلال جمال میں بدل گیا ہے۔ آپؒ کے خانپور شریف میں ورود سے اس علاقہ کی قدر و قیمت میں اور اضافہ ہو گیا۔

حضرت پیر چھتن لعل شاہ صاحبؒ:

حضرت قبلہ پیر چھتن لعل شاہ صاحبؒ کا مزار اقدس خانپور قاضیاں شریف کی بستی کے قریب جنوب مغرب میں ہے۔ آپؒ بچپن میں سیر کرتے ہوئے اس بستی میں تشریف لائے اور حضرت خواجہ پیر محمد خدایارؒ کے مرید محمد عظیم موچی صاحبؒ سے دوستی ہو گئی، اُن کے گھر میں رہنے لگے اور اکٹھے جانور چراتے تھے، بعض اوقات جانور لوگوں کی فصیلیں بھی خراب کر دیتے تھے، لوگ انہیں سمجھاتے رہتے تھے۔ آخر کار کسانوں نے فیصلہ کر لیا کہ جب یہ دونوں سو جائیں انہیں قتل کر دیں گے، جب وہ لوگ پہنچے

تو آپ دونوں دوڑ پڑے، حضرت چھٹن لعل شاہ صاحبؒ نے اپنے دوست کا ہاتھ پکڑا اور جب موجودہ مزارِ اقدس والی جگہ کے ٹیلے پر پہنچے تو کسان قریب آ گئے، حضور شاہ صاحبؒ نے زمین کو حکم دیا کہ ہم دونوں کو نگل لے، ہاتھ میں ہاتھ دیے ہوئے دونوں حضرات زیرِ زمین چلے گئے اور پھر آج تک نہیں نکلے۔ بعد ازاں آپؒ کا دربار شریف بنایا گیا جو کہ ابھی تک زیارت گاہِ خلائق ہے۔

مذکورہ بالا دونوں بزرگ مہمان بن کر قاضی صاحبؒ کی بستی میں اشارہ غیبی کے تحت تشریف لائے تھے اور اپنی آمد سے اس علاقہ کو صالحین کا علاقہ بنا دیا۔

حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ کی قبلہ قاضی صاحبؒ پر نظرِ کرم:-

معشوق اللہ، محبوب اللہ سرکار حضرت خواجہ محمد خدا بخش خیر پوریؒ حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ کے خلیفہ اکبر تھے۔ آپؒ کا سایہ وصال سے 12 سال پہلے گم ہو گیا تھا، آپؒ لطافت کے ایسے مقام پر پہنچ چکے تھے کہ کسی کمرہ یا حجرہ کی دیواریں آپؒ کا راستہ نہیں روک سکتی تھیں، آپؒ کا آخری دور ذاتِ احدیت کے بحرِ بیکراں میں مکمل استغراق کا دور تھا اور آپؒ دنیا و مافیہا سے لائق رہتے تھے، نمازوں کے اوقات میں بڑی مشکل سے آپؒ کو مقامِ صحو میں لایا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ آپؒ ایک ایسی

ہی حالت اور مقام میں تھے کہ آپؐ نے حضرت خواجہ گل محمد احمد پوریؒ، احمد پور شرقیہ والے سے کہا کہ میری بیعت ہو جاؤ، جبکہ وہ بھی حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتائیؒ کے مرید و خلیفہ تھے لیکن انہوں نے بیعت ہونے سے انکار کر دیا۔ جب حضرت قبلہ قاضی محمد عیسیٰ خان پوریؒ سے فرمایا کہ تم میری بیعت ہو جاؤ تو آپؐ نے فوراً اپنا ہاتھ بڑھایا اور مرید ہو گئے۔ بعد ازاں جب خواجہ صاحبؒ مقامِ صحو میں واپس آئے تو قبلہ قاضی صاحبؒ سے پوچھا کہ تم نے میری بیعت کیوں کی ہے جبکہ ہم دونوں کا پیر و مرشد تو ایک ہے، قاضی صاحبؒ نے عرض کی حضور میں آپؐ کے اور حضرت حافظ صاحبؒ کے ہاتھ میں فرق نہیں سمجھتا میرے لئے دونوں ہاتھ ایک ہی ہاتھ کا درجہ رکھتے ہیں، اس پر خواجہ صاحبؒ بہت خوش ہوئے اور حضرت قاضی صاحبؒ کو بے پایاں فیوضاتِ باطنی عطا فرمائے اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص کسی حاجت کیلئے خانپور شریف جاتا ہے اس کو خیر پور شریف آنے کی ضرورت نہیں ہے اس کا مسئلہ خانپور شریف میں ہی حل ہو جائیگا۔ جبکہ خواجہ گل محمد احمد پوریؒ کی ولایت سلب ہو گئی اور آخر میں ان پر بہت ہی بُرا حال طاری ہوا، آپؐ طوائف خانہ میں حاضریاں دیا کرتے تھے اور رقص و سرود میں مشغول ہو گئے۔ سچ ہے کہ صوفیائے کرام کے ادب و احترام اور خدمت ہی سے اعلیٰ و ارفع مقام ملتے ہیں جبکہ بے ادبی اور گستاخی سے ایمان جانے کا بھی خطرہ ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے! امین

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کی حضرت خواجہ نور محمد نارووالا کریمؒ کے دربار پر حاضری:-

سرخیل قافلہء مشائخ چشتیہ پاکستان قبلہ عالم و عالمیان حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ نے اپنے وصال سے چند روز پہلے اپنے تمام خلفاء سے فرمایا تھا کہ میرے محبوب اور خلیفہ اعظم حضرت خواجہ نور محمد نارووالا جن کا مزار اقدس حاجی پور شریف، فاضل پور، ضلع راجپور میں ہے کے مزار پر جا کر چلہ کشی کرو، جس پر سب نے عمل کیا۔ حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ نے بھی حضرت قبلہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ جو کہ قبلہ عالم سرکارؒ کے محبوب خلیفہ تھے کے حکم پر حاجی پور شریف حضور نارووالہ کریمؒ کے آستانہ عالیہ پر چلہ کشی کی اور جس "جال" کے درخت کے نیچے آپؒ نے چلہ فرمایا تھا وہ ابھی تک مزار پاک کے احاطہ میں مسجد کے سامنے موجود ہے۔ اس کے علاوہ سندھ کے تبلیغی دورہ جات کے دوران آپؒ اکثر حاجی پور شریف نارووالہ کریمؒ کی بارگاہ میں حاضری دیتے تھے اور فیوضات باطنی حاصل کرتے تھے۔ ایک بار جب حاضر ہوئے تو صاحبزادگان اور علاقہ کے لوگوں نے غریبی، تنگدستی اور مفلسی کا ذکر کیا تو آپؒ وجد میں آ گئے اور نارووالہ کریمؒ کے مزار اقدس کے دروازہ پر بیٹھ گئے اور فرمایا جسے جتنی رقم ضرورت ہو طلب کرے فقیر اللہ کے حکم سے عطا کریگا، چنانچہ مخلوق کا ایک ہجوم اکٹھا ہو گیا جو بھی

شخص جتنی بھی رقم طلب کرتا تھا آپؐ اپنی جیب میں ہاتھ لے جاتے تھے اور اتنی رقم نکال کر سائل کو عطا کر دیتے تھے۔ یہ 19 ویں صدی عیسوی کا دور تھا اور انگریز برصغیر میں آچکے تھے ایک انگریز پہاڑوں کی اور اس علاقہ کی سیر کرتے ہوئے جب یہاں سے گزرا تو اس نے ہجوم دیکھ کر حال پوچھا تو اس انگریز نے قاضی صاحبؒ کو آزمانے کیلئے 10 ہزار ڈالر مانگے حضرت قاضی صاحبؒ مُسکرائے اور جیب میں حسب معمول ہاتھ لے گئے اور جب ہاتھ باہر نکالا تو 10 ہزار ڈالر آپؐ کے ہاتھ میں تھے وہ انگریز اپنی اہلیہ سمیت اُسی وقت مُسلماں ہوا اور مرید بھی بن گیا۔

حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ کا بارِ دگر کرم:

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ ایک دفعہ سندھ کے علاقہ میں تبلیغی دورہ جات پر تھے کہ ہندوؤں نے آپؒ کو گرفتار کر لیا تبلیغ اسلام کے جرم پر، باقاعدہ مقدمہ چلایا گیا اور آپؒ کو پھانسی کی سزا کا حکم سنا کر زندان میں قید کر دیا گیا، رات کو حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ قید خانے میں پہنچ گئے، حضرت قاضی صاحبؒ نے باہر جانے سے انکار کر دیا کہ اسلام کی تبلیغ کے دوران میری یہ موت شہادت کی موت ہوگی لہذا مجھے یہ مقام حاصل کرنے دیں مگر خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ قاضی صاحبؒ آپؒ "شہیدِ محبت" ہیں آپؒ کو اس سے بھی اعلیٰ موت نصیب ہوگی، لہذا خواجہ صاحبؒ نے قاضی صاحبؒ کا ہاتھ پکڑا اور خانپور شریف قاضیاں میں پہنچا دیا۔ یہ

حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ کی کرامت تھی اور ایسی کرامات آپؒ سے اکثر صادر ہوتی رہتی تھیں کیونکہ حضرت خواجہ خیر پوری سرکارؒ بیک وقت مختلف علاقوں اور ملکوں میں اسلامی تبلیغی سرگرمیاں سرانجام دیتے تھے، آپؒ فرماتے تھے درویش فقیر بیک وقت 70 جگہوں پر موجود ہو سکتا ہے اور آپؒ خود بھی اس مقام پر فائز تھے۔

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ اور جوازِ سماع:

چونکہ حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کا وصال دورانِ سماع ہوا تھا اور آپ سرکارؒ کو سماع سے بے حد رغبت تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ یقیناً سماع رُوح کی غذا اور عاشقانِ خستہ دِلان کے حق میں اُن کے زخم کی دوا ہے، جو شخص ذوق و شوق رکھتا ہے اور اُس کے دِل میں درِ محبت موجود ہے سماع کے وقت اور خوش آواز سننے کے وقت وہ دُور چند ہو جاتا ہے بشرطیکہ اخلاص ہو یا اور دکھلاوانہ ہو۔ حضرت زبدۃ العارفین فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت شیخ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادیؒ فرمایا کرتے تھے کہ بیشک سماع خدا کی سُلگائی ہوئی آگ ہے کوئی شخص ایسا نہیں جس میں اُس آگ کی تاثیر نہ ہو، پس جس شخص میں ملاؤ اور کھوٹا پن ہوتا ہے آگ میں جلنے سے اس کی کثافت دور ہو جاتی ہے اور وہ جید ہو جاتا ہے اور جو خود جید ہے اس میں جلنے سے ایک قسم کی لطافت پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہر شخص کے قلب میں

حق تعالیٰ کا عشق و دلایت کیا گیا ہے اور مختلف قلوب کے اندر جذبہٴ عشق کم و بیش ضرور ہے۔ جو شخص سب سے بڑا مومن ہے وہی سب سے بڑا عاشق خُدا ہوتا ہے، اسکے علاوہ ذوق ایسی چیز ہے کہ انسان تو انسان جانور بھی اس سے محروم نہیں ہیں۔ سانپ کا مُرلی کی آواز پر عاشق ہونا، اونٹ کا بانگِ جرس سے مست ہونا، اور گائے بھینسوں کا بانسری کی آواز سے مسحور ہونا ضرب المثل ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام جب نغمے الاپتے تھے تو آپ کی مجلسِ سماع میں بھیڑ بکری، شیر، چیتے، وحش و طیور اور انسان موجود ہوتے تھے لیکن کسی کو یہ ہوش نہیں ہوتا تھا کہ ایک دوسرے پر حملہ کریں جب مجلس ختم ہو جاتی تو کئی لوگ بلکہ وحش و طیور تک مردہ پائے جاتے تھے، ایک دفعہ کثیر تعداد میں عورتیں آپ کی مجلسِ سماع میں مردہ پائی گئیں۔ اگر بقول شخصے سماع حرام ہوتا تو اللہ تعالیٰ ایک جلیل القدر پیغمبر کو یہ معجزہ عطا فرما کر کیوں خواہ مخواہ لوگوں کو فعلِ حرام کا مرتکب کرتا۔

حضرت قاضی صاحبؒ مزید فرماتے ہیں کہ صُورِ اسرافیل بھی سماع ہے جسمیں وہ اثر ہوگا کہ لوگ سُن کر جان دے دیں گے، اُس کے بعد اس کا دوسرا نغمہ اس قدر جان افروز اور رُوح پرور ہوگا کہ سُننے ہی ہزاروں برس کے مُردے بھی زندہ ہو جائیں گے اور رقص کرتے ہوئے قبروں سے باہر نکلیں گے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام کے یہ دونوں نغمے بالمزامیر یعنی باجوں کے ساتھ ہونگے۔ حقیقت سماع کے متعلق ایک اور

نکتہ بھی زہن نشین رہے جہاں حُسن کی تشریف آوری ہوتی ہے حضرت
عشق بھی وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ دنیا میں چار قسم کے حُسن ہیں۔

۱۔ حُسنِ صورت ۲۔ حُسنِ صوت ۳۔ حُسنِ کلام
۴۔ حُسنِ حرکات

حُسنِ صورت محبوب کا رُخ انور ہے، حُسنِ صوت موسیقی ہے،
حُسنِ کلام شاعری ہے، حُسنِ حرکات رقص ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شخص کے
دل میں حُسنِ صورت، موسیقی، شاعری اور رقص کی محبت موجود ہے، یہ
ایک فطری امر ہے جس کے روکنے سے فساد پیدا ہوتا ہے اور قانون
قدرت میں دخل در معقولات کے مترادف ہے۔ سماع ایک دوائی ہے
جس کے اندر تمام رُوحانی بیماریوں سے شفا کا راز مضمر ہے۔ پورے
قرآن میں کسی بھی جگہ سماع بالمرزا میر یا بلا مرزا میر کو حرام قرار نہیں دیا گیا
بلکہ کلامِ پاک میں تو جا بجا سماع کی تاکید آتی ہے اسکے برکات بیان کیے
گئے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ راستے میں جا رہے تھے ایک طرف کسی نے
قرآن کریم کی ایک آیت پڑھی جسے سن کر آپؐ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔
بعض حضرات کا سماع قرآن سے جان کا ٹکنا بھی روایات میں مذکور ہے۔
سماع قرآن کا مقصد عشق و محبتِ الہی کو پیدا کرنا ہے اور یہی صوفیاء کا مقصد
ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں کثرت سے سماع کی حِلّت یعنی جائز ہونے
کا ثبوت موجود ہے، نیز بعض احادیث میں اس کی مذمت بھی آئی ہے لیکن

محدثین کے نزدیک یہ احادیث غیر معتبر اور موضوع یعنی جعلی ہیں۔ صرف صحاح ستہ میں ۱۳ ایسی احادیث موجود ہیں جن کے صحیح ہونے میں کسی مذہبی فرقہ کے لوگوں کو اعتراض نہیں ہے جو کہ سماع کی مشروعیت پر دال ہیں۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے سماع کے بارے میں قرآنی آیات اور یہ احادیث اپنی کتاب عوارف المعارف میں درج کی ہیں۔ اور جن احادیث سے بعض فقہاء کرام نے سماع کو حرام قرار دیا ہے اُن کے متعلق امام نوویؒ کا فتویٰ یہ ہے کہ یہ تمام روایات بے بنیاد ہیں اور امام سخاویؒ اپنی کتاب مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں کہ جن احادیث سے بعض فقہاء سماع کو حرام کہتے ہیں ان کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ جبکہ امام ابن حجر عسقلانیؒ شارح بخاری شریف اپنی کتاب فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ سماع کے حرام ہونے میں جو احادیث متاخرین نے بیان کی ہیں وہ محض گپیں ہیں، اگر اس بارے میں کوئی صحیح حدیث ہوتی تو ضرور مجتہدین عظام اس کو اپنا دستور العمل بناتے، لہذا اثابت ہوا کہ حرمت سماع کے بارے میں نہ تو کوئی آیت قرآن ہے اور نہ ہی کوئی مستند حدیث ہے۔

محدثین کے علاوہ ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے بھی ان حرمت سماع والی احادیث کو معتبر نہیں مانا۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ یہ احادیث بعض متاخرین نے بیان کی ہیں

جن کو صحیح اور سقیم میں تمیز کا ملکہ نہیں تھا، ان احادیث کی تردید میں ابن عربی مالکیؒ نے لکھا ہے کہ حرمتِ سماع کے بارے میں ایک بھی حدیث صحیح نہیں ہے اس بارے میں جو احادیث منقول ہیں وہ سب کی سب موضوع یعنی جعلی ہیں، ابن طاہرؒ کا بھی یہی قول ہے، بعض اجل علمائے شافعیہ کا یہ قول ہے کہ اس قسم کی احادیث صرف منکرین کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ بات لمبی ہو گئی ہے اصل میں سماع کے مسئلہ پر کافی بحث و مباحثے ہوتے ہیں اس لیے راقم نے حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کا استدلال ذرا تفصیلاً بیان کر دیا ہے۔ اب ذیل میں جن بڑی بڑی ہستیوں نے سماع سن کر اس مسئلہ پر جائز ہونے کی مہرِ ثبوت کی ہے ان کا اجمالی تذکرہ کیا جاتا ہے:-

1۔ استاذ الائمۃ والمحدثین حضرت امام ابراہیم بن سعدؒ جو کہ امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ کے استاد ہیں اپنے شاگردوں کو مخطوط اور ان کے قلوب کو نرم کرنے کیلئے حدیث سنانے سے پہلے سماع بالمرزا میر سنایا کرتے تھے جسمیں دف بجایا جاتا تھا۔

2۔ حضرت ابوطالبؒ کی اپنی کتاب قوت القلوب میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام شعبہؒ نے جو بڑے محدث تھے اپنے تنہیال کے گھر پر تنبور کے ساتھ سماع خود سنایا۔

3۔ ابوالفرح اصفہانیؒ روایت کرتے ہیں کہ مشہور صحابی حضرت حسان بن ثابتؒ مزامیر کے ساتھ سماع سنتے تھے، ابوالعاصؒ مبردؒ نے بھی

حضرت حسان بن ثابتؓ کے متعلق یہی روایت بیان کی ہے۔

4۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت جبرائیلؑ نے امت کے مساکین کے متعلق حضور ﷺ کو بشارت دی تو آپ ﷺ نے فرط مسرت میں سماع سنا جس سے آپ ﷺ پر وجد طاری ہوا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے کندھے سے چادر مبارک گر گئی، آپ ﷺ نے اس چادر مبارک کے ٹکڑے کیے اور حاضرین میں تقسیم کر دی، اس پر حضرت امیر معاویہؓ نے کہا کہ "ما اَحْسَنُ لَعِبِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ" ترجمہ: یا رسول اللہ آپ ﷺ کا لہو و لعب کیا ہی اچھا تھا "تو حضور ﷺ نے فرمایا اے معاویہؓ ! جو شخص ذکرِ محبوبِ سن کروجد و حرکت میں نہیں آتا وہ صاحبِ کرامت نہیں۔

5۔ ماوردیؒ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ جو کہ حضرت علیؓ کے بھتیجے تھے کے ساتھ عود پر سماع سنا تھا، عود ایک آلہٴ سماع ہے۔

6۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قادریؒ اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جن صحابہ کرامؓ نے سماع سنا ہے ان میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ، حضرت ابوسعود انصاریؓ، حضرت سعید ابن مسیبؓ، حضرت سعید بن جبیرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت امیر معاویہؓ، حضرت عمرو بن عاصؓ اور

حضرت حسان بن ثابتؓ شامل ہیں، یہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قادریؒ جو کہ بڑے پایہ کے بزرگ اور محدث ہیں کی تحقیق ہے۔

7۔ طریقت کے چاروں سلاسل چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ کے اکثر اکابرین سماع سنتے تھے، جن جن اکابر مشائخ عظام اور صوفیائے کرام نے سماع سنا ہے ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویریؒ، حضرت امام غزالیؒ، حضرت غوث الاعظم سرکارؒ، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، حضرت امام ابو حنیفہؒ، علامہ نابلسیؒ، علامہ ملا علی قاریؒ، علامہ شامی حنفیؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ، مولانا عبدالحق فرنگی محلیؒ، اہل حدیث امام قاضی محمد بن علی شوکانی یمینیؒ، شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردیؒ، حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ، حضرت شیخ قاضی حمید الدین ناگوریؒ، حضرت شیخ فخر الدین عراقیؒ، حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ، حضرت مخدوم جہانیاںؒ، حضرت شاہ نعمت اللہ سہروردیؒ، ملتانیؒ، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ، حضرت خواجہ محمد پارساؒ، مولانا عبدالرحمن جامیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، حضرت حافظ شیر محمد شرقی پوری نقشبندیؒ، حضرت شاہ محمد اسماعیل کرمانوالےؒ، حضرت خواجہ امام حسن بصریؒ، حضرت خواجہ ابواسحاق شامی چشتیؒ، حضرت خواجہ ابوالاحمد ابدال چشتیؒ، حضرت خواجہ ابویوسف چشتیؒ، حضرت خواجہ قطب

الدین مودود چشتی، حضرت خواجہ عثمان ہارونی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی چشتی، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت شیخ نظام الدین اولیاء، حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی، علمائے دیوبند میں مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا محمد حسین الہ آبادی نے بھی سماع سنا۔

خُلاصہ بحث:

حضرت قبلہ قاضی صاحب کے نزدیک آیات قرآنی، احادیث نبوی، عملِ رسول اللہ ﷺ، اور اقوال و عملِ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، آئمہ مجتہدین، محدثین، علماء و مشائخ عظام خواہ سلسلہ چشتیہ کے ہوں یا غیر سلسلہ چشتیہ کے ہوں سب کے اقوال و عمل سے واضح ہے کہ سماع جائز و مباح و حلال ہے اور آپ کا دو ٹوک فیصلہ ہے کہ سماع سے اگر ذاتِ حق کی طرف رغبت ہو تو یہ مباح، حلال اور جائز ہے اور اگر محض تسکینِ نفس اور حظِ نفس کی خاطر سماع سنا جائے تو یہ سراسر قطعی حرام ہے، اب اہل سماع اپنے گریبانوں میں خود جھانکیں کہ سماع کے وقت ان کی کونسی حالت ہوتی ہے۔

حضرت قبلہ قاضی صاحب اور شرائط و آدابِ سماع:

حضرت قبلہ قاضی صاحب نے جوازِ سماع کے بعد جو شرائطِ سماع بیان فرمائی ہیں وہ درج ذیل ہیں، جن کی پابندی کرنے سے نااہل لوگوں

کا داخلہ بند ہو جاتا ہے اور صرف خواص باقی رہ جاتے ہیں۔ آپؐ نے امام غزالیؒ اور دیگر مشائخ کے حوالہ سے تین شرائط بیان فرمائی ہیں:-

1- شرط مکان: مکان جہاں مجلس سماع منعقد ہو رہی ہو ایسا ہونا چاہیے کہ وہاں عوام اور نااہلوں کا گزرنہ ہو، پرسکون مقام ہو، غیر شرع امور کا دخل نہ ہو۔

2- زمان: سماع سننے کیلئے ایسا وقت مقرر کیا جائے کہ جس میں کوئی شرعی ممانعت نہ ہو مثلاً نماز کا وقت نہ ہو، ایسا وقت ہو کہ جب ہر طرف سے فراغت اور سکون میسر ہو اور کسی قسم کی مداخلت کا امکان نہ ہو۔

3- اخوان: مجلس سماع میں ایسے لوگ بلائے جائیں جو اہل سماع ہوں، محرم راز اور اہل حق ہوں، فاسق فاجر اور منکر سماع نہ ہوں اور کلام مجاز کو حقیقت پر محمول کرنے والے ہوں، حق تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں کلام سننا اور اپنی یہ پیاس بجھانا چاہتے ہوں کیونکہ نامحرم کے سماع میں شامل ہونے سے ساری محفل کا فیضان زائل ہو سکتا ہے۔

آداب سماع:

مجلس سماع کیلئے بزرگان نے جو آداب مقرر فرمائے ہیں ان میں سے چند حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ نے حسب ذیل بیان فرمائے ہیں۔

1- مجلس سماع میں با وضو رہنا چاہیے۔

2۔ غیر شرع امور سے پرہیز کرنا چاہئے۔ مثلاً شراب نوشی نہ ہو، مرد اور عورتیں یکجا نہ ہوں، خلاف شرع اور بے ہودہ کلام نہ گایا جانے لگے، ننگے سر نہیں بیٹھنا چاہیے، باادب یعنی دوزانوں یا مریع بیٹھنا چاہیے، پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھنا چاہیے، گاؤں تکیہ لگا کر نہیں بیٹھنا چاہیے، توجہ الی اللہ سب سے بڑی شرط ہے یعنی ہر وقت متوجہ الی اللہ ہونا چاہیے، ادھر ادھر دیکھنے اور ہنسی مذاق سے پرہیز لازم ہے، دوران سماع سگریٹ، بیڑی، پانی، شربت، چائے اور پان منع ہے، البتہ درمیان میں وقفہ دیکر چائے پانی پی سکتے ہیں۔

3۔ مجلس سماع میں چھوٹے بچے یا امر ذنہ ہوں حتیٰ کہ قوالوں میں بھی امر ذنہ ہوں۔

4۔ مجالس سماع میں کلام کی فرمائش منع ہے بلکہ یہ کام میر مجلس کی مرضی پر چھوڑ دینا چاہیے۔

5۔ دوران سماع قوالوں کی غلطی پکڑنا یعنی اُن کے الفاظ صحیح کرنا منع ہے۔ جہاں اگر کوئی بے جا کلام ہو تو میر مجلس اس کی تصحیح کر سکتے ہیں ہر شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا۔

6۔ قوالوں کو جو نذرانے پیش کیے جائیں میر مجلس کے ذریعے پیش کئے جائیں، براہ راست قوالوں کو کوئی چیز دینا یا ان کی طرف پھینکنا منع ہے۔

7- سماع میں اگر کسی شخص پر وجد طاری ہو جائے اور وہ کھڑا ہو جائے تو اس کی تعظیم کیلئے تمام اہل مجلس کو کھڑا ہو جانا چاہیے، ہاں اگر کوئی مسخرہ کھڑا ہو جائے تو اُسے اچھے طریقہ سے مجلس سے باہر لے جانا چاہیے۔

8- حتیٰ الوسع تواجُد اور رقص اور ہاٹھو سے پرہیز کرنا لازم ہے اور مغلوب الحال ہونے کی بجائے غالب الحال رہنا چاہیے کیونکہ تواجُد یعنی اپنی مرضی سے وجد کرنے سے فیضان بند ہو جاتا ہے دوسرے باقی لوگوں کے حال میں خلل پڑتا ہے۔ ضبط و استقلال سے فیضان میں اضافہ ہوتا ہے اور تواجُد سے نقصان ہوتا ہے۔ تواجُد کا مطلب یہ ہے کہ فیضان برداشت نہیں ہو سکا، جو شخص ایک دو پیالے پی کر مست ہو جائے اُسے مزید کون دیگا، اس سے مراد باطنی فیوض و برکات ہیں۔

9- اگر کسی کو حال آجائے تو اُس پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے نہ اُس کا مذاق اڑانا چاہیے بلکہ خاموشی اور ادب سے رہنا چاہیے، تصنع اور عمدہ حال پیدا کرنے سے پرہیز لازم ہے۔

10- اگر تجدید وضو کی ضرورت پیش آئے تو محفل سے باہر چلا جائے اور تجدید کرے۔

11- آج کل چونکہ ان تمام آداب و شرائط کی پابندی مشکل ہو گئی ہے اس لئے اگر علماء و مشائخ عظام ان غلطیوں پر اعتراض کریں تو ان کو برحق

سمجھ کر اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے نہ کہ اُن پر جوابی حملے کرنے چاہئیں۔ آج کل میڈیا کے ذریعہ جو کلام اور گانا پیش کیا جا رہا ہے وہ ایک طوفان بدتمیزی ہے اسکا اہل سماع سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی یہ ناچ گانا محافل سماع پر حرمت کی دلیل بن سکتا ہے۔

12۔ کامل پیر کی موجودگی ضروری ہے۔

13۔ قوالی کے اوّل اور آخر میں تلاوت قرآن بصورت ختم شریف ہو۔

محفل سماع کے دوران ترتیب کلام:-

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ نے محفل سماع کے دوران کلام کی ترتیب جو بیان فرمائی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز کی طرح سماع بھی سلوک الی اللہ کا ذریعہ ہے، سماع میں جس قسم کا کلام گایا جاتا ہے سالکین پر اُن ہی واردات کا نزول ہوتا ہے اس لیے مشائخ عظام نے کلام کی ایسی ترتیب مقرر فرمائی ہے کہ جس سے سلوک الی اللہ کی ابتدائی منازل شروع ہو کر آخری منازل تک رسائی ہو جائے۔ چنانچہ سماع تبرک کے طور پر نعت نبی ﷺ سے شروع کیا جاتا ہے، نعت رسول ﷺ کے بعد عشقیہ کلام آتا ہے تاکہ سامعین کے قلوب میں آتش عشق کے شعلے بلند ہوں اور پرواز میں مدد ملے، چونکہ سیر عروجی میں پرواز کی پہلی منزل فنا فی اللہ ہے۔ عشقیہ کلام کی متعدد غزلیات کے بعد جب زمین تیار ہو جائے تو تو حید یا فنا بیت

کا کلام گایا جائے جس سے سالکین مراقب ہو کر مراقبہ فناء میں چلے جاتے ہیں، فناء کے بعد چونکہ فناء الفناء کا مقام ہے اس کے بعد قوال ایسا کلام شروع کریں جس سے لاتعین اور احدیت کی طرف رجوع ہو، فناء الفناء کے بعد عبودیت یا بقا باللہ کا مقام ہے جس کا خلاصہ عجز و انکسار اور تسلیم و رضا ہے یہاں پہنچ کر تسلیم و رضا اور نیستی اور عجز و انکسار کا کلام گایا جائے تاکہ سالکین مراقبہ ذاتِ محبت اور لاتعین سے نکل کر عبودیت اور دوائی میں آجائیں اور حق تعالیٰ کی الوہیت کے سامنے اپنی نیستی اور عجز کا اقرار کریں۔

دورانِ سماع اس بات کا خیال بہت ضروری ہے کی مندرجہ بالا ترتیب کو بحال رکھا جائے اور اگر فناء کا کلام ہو رہا ہے تو مضمون بدل کر نہ عشقیہ کلام کی طرف جائیں اور نہ نعت و منقبتِ مشائخ شروع کریں ورنہ انقباض طاری ہوگا۔ اسی طرح آخر میں بقاء، عبودیت، نیستی اور تسلیم و رضا کے کلام کے بعد پھر فناء یا نعتیہ کلام شروع نہ کریں بلکہ سالکین کو اپنے منازل و مراحل سلوک میں رہنے دیا جائے۔ نیز اگر کسی کلام پر کسی شخص پر وجد طاری ہو گیا ہے تو تنگ آ کر کلام بند نہیں کرنا چاہیے بلکہ جاری رہنے دینا چاہیے ورنہ یکا یک بندش سے اس کی موت واقع ہو سکتی ہے البتہ مجلس کا وقت ختم ہو رہا ہو تو اُس شخص کو قوالوں کے ساتھ علیحدہ چھوڑ کر درمیان میں حلقہ قائم کیا جاسکتا ہے تاکہ دیگر رسوماتِ مجلس پوری کی جاسکیں، ہاں

جب یہ معلوم ہو جائے کہ وجد کرنے والے کی تسکین ہو چکی ہے اور وہ تھک چکا ہے تو قوالوں کو وہ کلام چھوڑنے اور آگے بڑھنے کا اشارہ کرنا چاہیے۔

منقبتِ اولیاء:

مجلسِ سماع میں مشائخِ عظام کی منقبت کا وقت شروع میں یا نعت کے بعد ہے، جب کسی ولی اللہ کی منقبت ہو رہی ہو تو سالکین کو اس بزرگ کی روحانیت کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اس سے ولی اللہ کی طرف سے سالک پر فیضان جاری ہو جاتا ہے لیکن قوالوں کو چاہیے کہ سب کو خوش کرنے کی خاطر مختلف اولیاء کرام کا نام لیکر منقبت مخلوط نہ کریں ورنہ روحانی فیضان میں خلل واقع ہوگا۔

حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ کے بیان کردہ اسرار و معارف:-

1۔ قرآنِ پاک کے حوالہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ یعنی قلبِ سلیم اور حضرت ہارونؑ یعنی عقلِ مستقیم، فرعونؑ یعنی نفسِ لعین کے پاس تبلیغِ حق کرنے کیلئے پہنچے، موسیٰؑ قلبِ سلیم نے چند آثارِ قدرتِ الہی و معجزات پر متوجہ کرایا اور معجزے دکھائے، فرعونؑ نفسِ امارہ نے چند قوتِ ارادی کے کرتبوں کے ساحروں کو پیش کر دیا، موسیٰؑ قلبِ سلیم کے عصاء کے سامنے وہ کیا ٹھہر سکتے تھے، قوتِ ارادی کے کرتب بھی روحانیت کی جنس سے تھے، لہذا ان

ساحروں نے آثارِ قدرتِ الہی دیکھ کر حق تعالیٰ کے سامنے سر جھکا دئے۔
 فرعون نفس چونکہ روحانیت سے نا آشنا تھا اُس نے نہ سمجھا اور نہ مانا۔ موسیٰؑ
 قلبِ سلیم مع اپنے متبعین یعنی خیالاتِ طیبہ فرعون نفس کے شر سے محفوظ
 رہنے کیلئے دریائے وحدتِ حق میں سے پار نکل گئے اور سر زمینِ بقا باللہ
 میں پہنچ گئے۔ جبکہ فرعون نفس نے اپنے لشکر یعنی خطراتِ واہیہ کے ساتھ
 ان کا تعاقب کیا مگر دریائے وحدتِ حق میں ڈوبنے لگا تو چلا اُٹھا کہ میں
 بھی موسیٰؑ قلبِ سلیم اور ہارون عقلِ مستقیم کے رب پر ایمان لاتا ہوں مگر وہ
 ایمان معتبر نہیں تھا اس لئے فرعون نفس مع اپنے لشکر یعنی خطراتِ نفس کے
 ساتھ دریائے وحدتِ حق میں غرق ہو گیا اور اس کا تعین بھی ہمیشہ کیلئے فناء
 ہو گیا، جبکہ آگے بقا باللہ کی سر زمین میں قلبِ سلیم اور عقلِ مستقیم تو رہتے
 ہیں مگر نفس اور اس کے وساوس و خطرات کا بالکل وہاں وجود ہی نہیں
 ہوتا۔ اسے اعتبار کہتے ہیں صوفیائے کرام اپنے حال اور مقام کے مطابق
 جو اسرار و معارف قرآنِ پاک کی آیات سے اخذ کرتے ہیں وہ اعتبار
 کہلاتے ہیں جن کا تعلق باطن کی دنیا سے ہے۔

2۔ اللہ ایک ہے اُوہیّت میں اس کا کوئی ثانی نہیں، وہ بیوی بچوں
 سے پاک ہے، منزہ ہے، وہ سب کا مالک ہے، وہ بادشاہ ہے اس کا کوئی
 وزیر نہیں، وہ بذاتہ موجود ہے، وہ کسی موجد کا محتاج نہیں۔ وجود بالذات و
 بنفسہ سے صرف وہ موصوف ہے، وہ عرض نہیں ہے، وہ جسم نہیں ہے کہ اس

کیلئے جہت اور مقابلہ ہو، وہ جہات و اقطار سے مقدس و پاک ہے، اس کا دیدار دل سے بھی ہو سکتا ہے اور آنکھوں سے بھی، جب چاہے اپنے عرش پر جلوہ گر ہو، زمانہ اس کو محدود نہیں کر سکتا اور مکان اس کو بلند نہیں کر سکتا، وہ اس وقت بھی تھا جب مکان نہ تھا، وہ جیسا تھا ویسا ہی رہا اور رہیگا، مکان اور متمکن دونوں کو اس نے پیدا فرمایا۔ پہلے اللہ کی ذات کا مرتبہ ہے پھر صفات کا، صفات میں اُمہاتُ الصفات یعنی حیات، علم، ارادہ، قدرت، سمع، بصر اور کلام یہ سب قدیم ہیں، وجود بالذات حق تعالیٰ میں منحصر ہے، ماسوا اللہ کا وجود بالعرض ہے اور حق تعالیٰ کے سوا جتنے وجود ہیں وہ سب انتزاعی ہیں انضمامی نہیں۔ اسمائے الہیہ نیز ممکنات لایعین ولا غیر ہیں یعنی اُن کا منشاء ذاتِ حق ہے اور بعد انتزاع و مفہوم ہونے کے غیر ہیں۔ حقائق اشیاء و علم و معلوماتِ حق تعالیٰ جنہیں اعیانِ ثابتہ کہتے ہیں وہ قدیم ہیں یعنی غیر مخلوق ہیں۔ گُن سے پہلے کے مراتب داخلی والہی ہیں اور گُن کے بعد کے مراتب خارجی و مخلوقات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ قدرتِ الہی جب ملتی ہے تو ان دونوں کے ملنے سے جو چیز نمایاں ہوتی ہے وہ مخلوقات و ممکنات ہیں۔ وجودِ مطلق خیرِ مطلق ہے اور عدمِ محض شرِ محض ہے، وجودِ اضافی کیساتھ عدمِ اضافی لگا رہتا ہے لہذا اس سے کچھ خیر اور کچھ شر ظاہر ہوتا ہے۔ انقلابِ حقائق جائز نہیں پس عدم وجود نہیں ہو سکتا نہ وجود عدم۔ وجودِ علمی کو ثبوت اور وجودِ خارجی کو وجود کہتے ہیں۔ حق

تعالیٰ سے ہر دم و ہر لحظہ امداد وجود ہے اور ممکن و مخلوق ہر لحظہ اس کی طرف محتاج ہے، اللہ تعالیٰ ہی حقیقی و قیوم ہے ہر شے کے دو تعین ہوتے ہیں ایک تعین ذاتی یعنی ذات کے لحاظ سے جو کبھی بھی نہیں بدلتا دوسرا تعین وصفی جو اوصاف کی وجہ سے بدلتا رہتا ہے اس تعین وصفی یا صفاتی کے بدل جانے سے ذات کی جزئیّت و تشخص پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

3۔ یہ پوری کائنات یا تمام عالم بمنزلہ جسد کے ہے اور تجلّیٰ اعظم اور شانِ الوہیت بمنزلہ رُوح کے ہے لہذا تمام عالم کو انسانِ کبیر سے تشبیہ دی جاسکتی ہے اور اس عالم میں جو کچھ ہے وہ اسمائے الہیہ کے مظاہر ہیں۔ انسان جب تک پیدا نہ ہوا تھا تو یہ جسدِ عالم بے جان تھا مگر جب انسان پیدا ہو گیا تو گویا کہ اس عالم کبیر میں جان آگئی اور وہ مکمل انسان ہو گیا، اس طرح انسان میں مختلف قوتوں کے مراکز اور محل ہیں اسی طرح انسان کبیر یعنی عالم میں ملائکہ ہیں جو کہ مختلف قوتوں مثلاً علم، حیات، موت اور خیال وغیرہ کے مراکز ہیں۔

4۔ صوفیاء کرام کے نزدیک ذاتِ حق اللہ ہے جس کے مقابل صرف عدم ہے، ظاہر ہے کہ عدم تو موجود ہے ہی نہیں لہذا اللہ کا کوئی مظہر بھی نہیں ہے۔ اور اللہ سے صفاتِ کمالیہ کا اسم جامع بھی مراد لیتے ہیں یعنی یہ اسم اللہ اجمال ہے تمام اسماء و صفات کی تفصیل کا۔ اللہ کا مظہر اس کا آئینہ اس کا بندہ وہ ہے جس کی بالکل نمائش نہ ہو اور تمام اسماء و صفات الہیہ اس

سے نمایاں و تاباں ہوں۔

5۔ ممکن یعنی بندہ خواہ وہ کتنا ہی عظیم الشان ہو، عالی مرتبہ ہو، صاحب کمالات ہو اور مظہر صفات ہو اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں اُس میں نہیں پائی جاتیں۔ (i)۔ وجوب ذاتی: یعنی موجود بالذات ہونا کہ وہ صرف اللہ کی صفتِ خاصہ ہے۔ (ii) استغنائے ذاتی: کیونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفتِ خاصہ ہے۔ ممکن بندہ اللہ تعالیٰ سے موجود ہوتا ہے اس کا وجوب بالعرض ہے اور بالعرض وجود میں ہمیشہ بالذات وجود کا محتاج رہیگا اور ممکن بندہ حالت وجود میں بھی موجود بالعرض ہی رہیگا اُس کا امکان ذاتی اس کی بندگی کبھی اس سے دور نہ ہوگی ورنہ انقلابِ مہیات و حقائق لازم آئیگا۔ بندہ میں جملہ کمالات وجود واجب تعالیٰ کی وجہ سے نمایاں ہوتے ہیں جبکہ جملہ نقائص عدم اور امکان ذاتی کا تقاضا ہیں، ہم بین العدین ہیں یعنی دو عدم کے درمیاں ہیں پہلے بھی معدوم تھے اور چند روز کے بعد پھر معدوم ہونگے لہذا موجود بالذات اللہ ہی ہے۔

بِقَدْرُ وَسْعِ آئِنِہِ ہوا آئِنِہِ گر نطاہر حسرت

بنا کر آئینہ خانہ وہی مجھ تماشا ہے

6۔ عالم میں انسان ایسا ہے جیسے انگشتی میں نگینہ، یہ معلوم ہے کہ نگینہ پر نقش و علامت شاہی کندہ ہوتی ہے اس نقش و علامت سے بادشاہ اپنے خزانوں پر مہر کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ انسان خلیفۃ اللہ کہلاتا ہے۔

7۔ آدم اور انسان سے مراد انسانِ گُلی یعنی تجلّیِ اعظمِ شانِ الوہیت ہے جس کے مظاہر انسانِ جزئی ہیں، انسانِ ہائے جُزئی میں بھی بعض مظہر ناقص ہیں، ہر زمانے میں صرف ایک ہی مظہر تام ہوتا ہے جس کو غوث یا قطبِ زمان کہتے ہیں پھر اس کے نیچے پوری ایک باطنی حکومت کا نظام ہوتا ہے ہر علاقہ و ملک میں اس کے نمائندے ہوتے ہیں جو کہ اپنے اپنے حلقہٴ ولایت کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

8۔ انسان آنکھ کی پتلی کو کہتے ہیں چونکہ انسان کی خلقت و نشأت تمام اسماء و صفاتِ الہی اور حقائقِ عالم کو حاوی ہے اور وہ حق تعالیٰ کیلئے بلا تشبیہ ایسا ہے جیسے آنکھ کی پتلی، پتلی ہی سے دیکھا جاتا ہے اس لئے خلقت جامع کا نام انسان رکھا گیا، گویا کہ انسان ہی کے توسط سے حق تعالیٰ اپنی مخلوقات کو ملاحظہ فرماتا ہے اور اس پر رحم کرتا ہے اور اس کو وجود عطا کرتا ہے کیونکہ مقصودِ تخلیق انسان ہی ہے۔

9۔ علمِ حق تین طرح پر ہوتا ہے۔

۱۔ علمِ ذاتی :- اس میں حق تعالیٰ خود ہی عالم خود ہی معلوم اور خود ہی علم ہے۔

۲۔ علمِ فعلی :- اس علم سے مراد یہ ہے کہ تمام اشیاء کے حقائق و صور قبلِ خلقِ علمِ الہی میں نمایاں ہوتے ہیں یعنی ہر شے وجود میں آنے سے پہلے علمِ الہی میں ہوتی ہے۔

۳۔ علمِ انفعالی:۔ تمام اشیاء کو پیدا کرنے کے بعد عالم

شہادت میں شہود ہوتا ہے۔ علم ذاتی و فعلی اللہ تعالیٰ سے خاص ہیں۔

10۔ تمہارا اپنے آپ کو دیکھنے کا آئینہ حق تعالیٰ ہے اور حق تعالیٰ کے اپنے اسماء اور ظہور احکام کے دیکھنے کا آئینہ تم ہو۔

11۔ صوفیاء کرام کی چند اصطلاحات:۔ میکدے سے خانقاہ

مراد لیتے ہیں، شراب سے محبت، پیر مغان سے شیخِ کامل، گیسو سے شانِ

احدیّت اور اشارۃ ابروہ سے مراد الہام یا ہاتھِ غیبی ہے۔ بُت سے محبوب

حقیقی، نُحمانہ سے مقامِ عشق و محبت، صاحبِ عقل سے محبوب، مست سے

عاشق، رنگ سے مراد ظہورِ ذات و صفات و افعال، قتل سے مراد فنایت، صبح

سے مراد بصر اور شام سے مراد قبض ہے، صبا سے نفحاتِ رحمانیہ، کیمیا سے

مراد نظر و توجہ شیخِ کامل جبکہ کافر سے غیریتِ محض کا منکر اور نفسِ امارہ مراد

لیتے ہیں۔ لہذا عارفانہ کلامِ سنّت و وقتِ حقیقی و مجازی معنوں کا خیال رکھا

جائے۔

12۔ ہم سب احدیّت سے نکلے تھے فناء ہو کر پھر احدیّت میں جا

چھپیں گے پھر بقاء ملے گی اور دوبارہ پھر نمودار ہوں گے۔

13۔ کافر سے مراد وہ انسان ہیں جنہوں نے اپنی شیطانی انانیّت

سے وجود و صفات و افعالِ حق کو اپنے وجود و صفات و افعال میں چھپا لیا۔

14۔ مراتبِ معینہ میں واحد کے بار بار آنے سے اعداد پیدا ہوئے

ہیں، واحد ہی نے عدد کو موجود کیا ہے اور عدد نے واحد کی تفصیل کی اور عدد کا حکم بغیر معدود اور خارجی شے کے ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ وہ عرض ہے غیر مستقل ہے اور قائم بنفسہ نہیں۔ واضح ہو کہ واحد مثال سے عین واحدہ ذاتِ حقہ مراد ہے اور عدد مثال ہے کثرتِ اسماء کی جو مختلف شانوں میں اور مختلف ذاتی نسبتوں میں نمایاں ہوتے ہیں۔

15۔ ہر چند کہ اُس کا یعنی حق تعالیٰ کا انا ہمارے انا سے قائم نہیں مگر اس کے انا کا مظہر ہمارا انا ہے پس گویا ہم اس کے لئے مثل ظرف کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے مظاہر کی زبان سے حق بات کو ظاہر فرماتا ہے اور فہم و ادراک کے راستے پر بھی وہی لگاتا ہے۔

16۔ عالمِ شہادت کا مرتبہ عالمِ خیال و مثال سے بہت اعلیٰ و ارفع ہے، ایک شخص نے خواب یا مکاشفہ میں حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا دوسرے نے عالمِ شہادت میں حضور ﷺ کو دیکھا، یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہیں، عالمِ شہادت میں جو شخص دیکھے وہ صحابی رسول ﷺ ہے، جو خواب یا کشف میں دیکھے وہ ہرگز صحابی نہیں ہو سکتا وہ صالحین میں سے ہوگا۔

17۔ انسان کا ابتدائی نقطہ جس میں وہ بندہ معتقل رہتا ہے سب سے بدتر ہے، حیوانات اس سے بہتر ہیں پھر ان سے نباتات اور نباتات سے جمادات بہتر ہیں اور اقرب الی اللہ ہیں۔ پھر جب انسان سالک راہِ خدا

ہوتا ہے اور ترقی کرنا شروع کرتا ہے تو وہ حیوان صفت بنتا ہے یعنی احکام الہی کے مقابل اپنی رائے کو دخل نہیں دیتا صرف جزوی طور پر اُس کی عقل کام کرتی ہے، اسکے بعد پھر اس کی عقل جزوی طور پر بھی کام نہیں کرتی بلکہ سالک تحت الہام ہوتا ہے اور وہ سالک نباتات صفت کہلاتا ہے، پھر تمام قُوّائے طبعی، علم، سماعت، بصارت، قوت، ارادہ وغیرہ سب کچھ کھویا جاتا ہے اُس وقت وہ سالک جمادات صفت ہو جاتا ہے اور یہی اسکا کمال ہے۔

18۔ جن لوگوں کی قوت تخیل قوی ہوتی ہے ان پر عالم مثال خوب کھلتا اور منکشف ہوتا ہے اور جن لوگوں کی قوت تعقل اچھی ہوتی ہے ان پر عالم باطن سے خوب اسرار و معارف نازل ہوتے ہیں۔

19۔ اے نفسِ مطمئنہ میری جنت میں داخل ہو یعنی میرے پردے میں داخل ہو میرا پردہ تو ہی تو ہے تو ہی نے تو اپنی ذات سے مجھے چھپا رکھا ہے میری معرفت متعینہ تو تجھ ہی سے ہوتی ہے تو خود کا شناسا تو میرا شناسا ہوگا، جس طرح کہ تو موجود ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ میں موجود نہ ہوں، جس نے تجھے پہچانا اس نے مجھے پہچانا مگر مجھے کوئی نہیں پہچان سکتا تو تجھے بھی کوئی نہیں پہچان سکتا پس جب تو حجاب و پردہ حق میں داخل ہو گیا تو اپنے نفس میں داخل ہو گیا، اب تو نے اپنے نفس کو ایک دوسرے ہی طریقہ سے جانا، یہ ایک جدا ہی معرفت ہے اور وہ جدا معرفت تھی جس میں تو نے اپنے

نفس کو خدا کے پہچاننے کے وقت اپنے نفس کی معرفت سے معرفت حاصل کی تھی، اب بندہ کو دو معرفتیں حاصل ہو گئیں ایک معرفتِ نفس و رب کی باعتبار بندہ کے نفس کے اور دوسری معرفتِ نفس و رب کی باعتبار رب کے اور اسکے مظہر ہونے کے۔

20- تُو بندہ ہے اور تُو رب سے جدا نہیں ہے کس کا بندہ؟ اس کا بندہ جس میں تو فناء ہو گیا ہے تو رب سے وابستہ ہے، احدیت میں تو ایک ہی ذات ہے جو عین وجود ہے جہاں دوئی کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ حق تعالیٰ کے کمالات اس کے مظاہر سے ظاہر ہوئے ہیں، بندہ حق تعالیٰ کے بغیر موجود ہی نہیں ہو سکتا۔ حق تعالیٰ کی تزیہ و تشبیہ کا قائل رہ اور مقامِ صدق میں قائم رہ، چاہے تو مقامِ جمع و وحدت میں رہ، چاہے تو تمام فرق و واحدیت و کثرت میں رہ بشرطیکہ دونوں میں مخالفت نہ سمجھے تو تمام کمالات و مقامات کا محیط ہوگا، نہ تو نیست ہوگا نہ ہست ہوگا، نہ کسی کو نیست جانے گا نہ ہست جانے گا، وہ ذاتِ حق تجھ پر القاء کریگا اور تجھ سے باتیں کرے گا تو اپنا غیر سمجھ کر نہ کریگا اور نہ تو اُس سے دُعا کریگا تو غیر سمجھ کر کریگا۔

21- ارواحِ حادث دہری ہیں۔ حادثِ دہری اُسے کہتے ہیں جو چیز تدریجاً آہستہ آہستہ کمال کو پہنچتی ہے، لہذا عالمِ ارواحِ حادث دہری ہے جبکہ عالمِ شہادت، عالمِ ناسوت یا عالمِ اجسام کو حادثِ زمانی کہتے ہیں، حادثِ زمانی سے مراد وہ چیز جو دفعتاً پیدا ہوتی ہے اور اپنے پورے کمال ہی

کے ساتھ پیدا ہوتی ہے، عالم ارواح و عالم شہادت کے درمیان عالم مثال ہے جو کہ عالم منفصل یا خیالِ مقید ہے اُس کو انسان کے خیال سے ایک تعلق ہے، انسان کے خیال کو خیالِ مُتصل، خیالِ مطلق اور خیالِ انسانی کہتے ہیں۔ جس طرح خیالِ انسان کے دل و دماغ میں ہوتا ہے پھر دنیا میں ظاہر ہوتا ہے اسی طرح عالم شہادت میں جو کچھ پیدا و ظاہر ہوتا ہے وہ پہلے عالم مثال یا خیالِ منفصل یا خیالِ مقید میں آتا ہے پھر عالم شہادت و ناسوت میں نمایاں ہوتا ہے، غیب کی معمولی باتیں معمولی آدمی کو خواب میں نظر آتی ہیں۔

22۔ حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "سب لوگ سُورہ ہیں جب مریں گے تو بیدار ہونگے" اب جو شخص اس خواب میں خواب دیکھے تو وہ خواب در خواب سے خواب ہی میں بیدار ہوا، اب اس کی جو بھی تعبیر دیکھا وہ خواب ہی میں ہوگی کیونکہ انسان کو خبر ہی نہیں کہ وہ حالتِ نیند میں ہے اور ہنوز نیند دور نہیں ہوئی اور جب عالمِ آخرت میں اصل میں جاگے گا تو پھر کہے گا کہ میں نے نیند میں ایسا خواب دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ گویا میں خواب سے جاگ گیا ہوں، لہذا ہماری یہ زندگی خواب کی زندگی ہے حقیقی زندگی موت کے بعد شروع ہوگی۔

23۔ ظل (سایہ) اور ذی ظل (صاحب سایہ) کو دیکھو تو ایک طرح سے دونوں ایک ہی ہیں بالکل غیر نہیں ہیں۔ تم جو کچھ دیکھتے اور ادراک

کرتے ہو وہ حق تعالیٰ ہی کا تو وجود ہے جو اس کائنات میں مختلف مظاہر میں ظاہر ہوا ہے، ہویّت اور ذات و حقیقتِ حقّہ کے لحاظ سے دیکھو تو وہ ظل بھی وجودِ حق ہے یہ عالم ایک محض وہی امر ہے اس کا حقیقی وبالذات وجود نہیں۔ اب تم اپنے آپ کو پہچانو کہ تم کون ہو اور تمہاری ہویّت و حقیقت کیا ہے اور تم کو حق تعالیٰ سے کیا نسبت ہے اور کس جہت سے تم حق ہو اور کس جہت سے تم عالم ہو اور کس اعتبار سے تم اس کے غیر ہو۔ انسان اور حق تعالیٰ کی مثال اس طرح ہے جیسے نور کو گلوب کی نسبت سے دیکھو کہ گلوب کے رنگ سے رنگین معلوم ہوتا ہے اور دراصل اس کا کوئی رنگ نہیں مگر شیشے کے رنگوں کی وجہ سے مختلف رنگوں کا دکھائی دیتا ہے۔

ہر جام کا رنگ گُجدا ہے

پر مے سے ہے کون جام خالی

ایسے ہی عُرفاء میں سے جو حق سے وابستہ ہیں ان میں سے بعض میں صورت و ظہور کمالاتِ حق زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔

24۔ اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کا عین ہے اس حقیقت کو غیرت ہی سے چھپایا، وہ غیرت کیا ہے خود تو ہے۔

25۔ اللہ کے علم اور معلومات کو اعیانِ ثابتہ کہتے ہیں، چنانچہ جب علم الہی یا معلوماتِ الہیہ یعنی اعیانِ ثابتہ حق تعالیٰ سے اپنے آپ کو ظاہر کرنے کیلئے وجود طلب کرتے ہیں اور رحمتِ حق جوش میں آکر ان کو وجود عطا

کرتی ہے اس طرح کہ حق تعالیٰ جب اعیانِ ثابتہ کی طرف توجہ کرتا ہے تو گویا یہ اللہ کی بصر ہے اور ان اعیانِ ثابتہ کی استعداد کو جانتا ہے تو گویا یہ اللہ کی سمع ہے، اعیانِ ثابتہ کو موجود کرنے کیلئے اپنے اسماء و تجلیات کو متوجہ کرتا ہے تو یہ اللہ کی قدرت ہے، پھر اللہ کے ارادے سے متعین وجود کی طرف توجہ ہوتی ہے، پھر کن فرماتا ہے جو کہ اللہ کا کلام ہے بس اس کے ساتھ ہی مخلوق موجود ہو جاتی ہے، اس طرح کن کے بعد جو مخلوق پیدا ہوتی ہے اُس کو کلمۃ اللہ کہتے ہیں، آدمی بات کرتا ہے تو سانس اور دمِ خارج پر سے گزرتا ہے تو بات بنتی اور کلمہ نکلتا ہے، پس توجہ بئوئے تخلیق بمنزلہ نفسِ رحمانی ہے اور اسمائے الہیہ بمنزلہ مخارج کے ہیں اور ہر مخلوق بمنزلہ کلمۃ اللہ کے ہے۔

26۔ جس نے حق کو حق سے حق میں چشمِ حق سے دیکھا وہ عارف ہے۔

27۔ فرد وہ ہے جو دو پر تقسیم نہ ہو اور زوج وہ جو دو پر تقسیم ہو، واحد کو مبدائے اعداد کہتے ہیں اور فرد نہیں کہتے، پہلا فرد تین ہے اور دوسرا فرد پانچ ہے علیٰ ہذا القیاس۔ فردیتِ الہیہ سے مراد عالم، معلوم اور علم ہے، عالم ذاتِ حق ہے، معلوم عینِ ثابتہ ہے اور علم ذاتِ حق اور عینِ ثابتہ میں ارتباط ہے۔ بہر حال اصل تکوین کی بناء اسی تثلیث پر ہے۔ ہر شخص کا جیسا عینِ ثابتہ ہوگا یا جیسی اس کی طبیعت ہوگی ویسا ہی کام وہ کریگا اللہ تعالیٰ

تو اس کی فطرت اور طبیعت کے تقاضوں کو نمایاں اور موجود کرتا ہے اور یہ تمام موجودات اسمائے الہی کے جلوے ہیں کیونکہ موجود بالذات صرف ذاتِ حق ہے۔ لہذا آئینے کی جیسی استعداد ہوگی ویسا ہی اس سے انعکاس ہوگا، وہی شے زیادہ اچھی ہوگی جو اسمائے الہیہ کو زیادہ منعکس کرے گی، لہذا خیر تو وجودِ الہی سے ہوتا ہے اور شر عدم انعکاس اسمائے الہی اور ناقص استعداد سے ہوتا ہے۔

28۔ عارف باللہ کا قلب اللہ کی رحمت سے موجود ہوا ہے، قلب کے معنی اُلٹنے کے ہیں یا بدلنے کے ہیں، دل کو قلب اسلئے کہتے ہیں کہ وہ اُلٹا لٹک رہا ہے، جسم میں قلب مرکزِ حیات ہے۔ کُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (الرَّحْمَنُ: 29) کا مظہر قلبِ انسان ہی ہے، جس انسان کا دل مختلف تجلیات کے ساتھ متغیر نہ ہو وہ صوفیہ کے پاس بمنزلہ حیوان کے ہے۔ قلبِ انسانی تین قسم پر ہے۔

- 1۔ مُنِيب:۔ اس سے توبہ پیدا ہوتی ہے، نیک خطرات ظاہر ہوتے ہیں، تقویٰ، طہارت، ریاضت اور عبادت اس کی صفت ہوتی ہے۔
- 2۔ قلبِ سلیم:۔ یہ حُبِّ غیر اللہ اور طلبِ غیر اللہ سے محفوظ رہتا ہے، طلبِ علم و عرفان اور شوقِ سلوک الی اللہ سے مالا مال رہتا ہے۔
- 3۔ قلبِ شہید:۔ یہ قلبِ نعمتِ سماعت و شہودِ باطنی سے ممتاز ہوتا ہے اور کلام و شہودِ حق سے سرفراز ہوتا ہے، ہمیشہ حضوری میں رہتا ہے

اور قُربِ فرائض میں رہتا ہے اور یہی قلبِ مومن ہے جس میں اللہ تعالیٰ سما جاتا ہے۔

29- ہر شے ترقی کرتی جاتی ہے اس پر ہر لحظہ ہر دم تازہ تَجَلّی ہوتی ہے مگر اس کے خاص دائرے کے اندر یعنی اس کے عینِ ثابتہ یا حقیقت کو نیو و ممکنہ کی استعداد کے موافق۔

30- اسمائے الہیہ اپنے ظہور کو چاہتے ہیں اور وہ ایک مظہر کے محتاج ہیں لہذا باعتبار صفاتِ اضافیہ کے اللہ اپنے آپ پر بھی رحم کرتا ہے، فناۓ ذاتی الگ ہے اور صفتِ اضافی میں مضاف کی طرف احتیاجِ جُدا بات ہے جیسے فقیر بادشاہ کا محتاج ہے اور اظہارِ سخاوت کیلئے بادشاہ بھی فقیر کا محتاج ہے۔

31- اللہ تعالیٰ ہر دم تَجَلّی فرماتا ہے پھر اس کی تجلیات میں تکرار بھی نہیں اور نہ عود ہے۔ قہرِ احدیت کی تجلی جملہ مخلوقات کو فنا کر دیتی ہے اور ہست کو نیست کر دیتی ہے، خلاق و رحمان کی تجلی خلقِ جدید عطا کرتی ہے اور پھر موجود کرتی ہے اور نیست کو ہست کر دیتی ہے جیسے چراغ کا شعلہ قائم معلوم ہوتا ہے حالانکہ شعلے کے دھواں ہونے اور تیل کے شعلہ بننے کا سلسلہ برابر قائم ہے مگر ایک آن کا شعلہ دوسری آن کے شعلہ سے ملتا جاتا ہے لہذا اُن کو ایک سمجھنے میں غلط فہمی ہوتی ہے۔

32- انسانِ کامل مُصَرِّف اور مُصَرِّفِ فیہ کو یعنی تصرف کرنے والے

کو اور اس کو جس میں تصرف ہوتا ہے ایک سمجھتا ہے وہ نہیں سمجھتا کہ اپنی ہمت توجہ کس پر ڈالے اس لئے یہ علم اس کے تصرف سے مانع ہوتا ہے اور جو معرفت میں ناقص ہوتا ہے وہ اپنے ارادہ سے تصرف کر بیٹھتا ہے۔
33۔ کثرت میں وحدت داخل ہوگئی ہے، عالم میں یہ سب حق کے جلوے ہیں ہر جفت میں واحد ہی ہوتا ہے اعداد کا دار و مدار واحد ہی پر ہوتا ہے۔

34۔ ہر عین ثابتہ یعنی معلومات الہیہ پر تجلّی اسمائے الہی ہوتی ہے وہ اس کا رب کہلاتی ہے، ہر ایک شخص دوسرے سے جدا ہے تو اس پر تجلّی بھی جدا ہے اس لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ ہر ایک کا رب جدا ہے یعنی جس شخص میں جس اسم کا زیادہ ظہور ہوتا ہے وہ اس کا عبد کہلاتا ہے مثلاً کسی شخص پر علم کی تجلّی ہے تو اس سے علم خوب نمایاں ہوتا ہے تو وہ عبد العلیم ہے اور علیم اس کا رب ہے یعنی اس کی پرورش کرنے والا ہے۔ چونکہ اسم اللہ جامع جمیع صفات و منبع جمیع کمالات ہے لہذا وہ اصل تجلیات و رب الارباب کہلاتا ہے۔ اس کا مظہر جو عین ثابتہ ہوگا وہ عبد اللہ یعنی عین الاعیان ہوگا اور عبد اللہ اعظم حضور نبی کریم ﷺ ہیں اور رب محمد رب الارباب اور اسم اعظم ہے، ہر زمانے میں ایک شخص قدم محمد مصطفیٰ ﷺ پر رہتا ہے وہ اپنے زمانہ کا عبد اللہ ہوتا ہے اس کو قطب الاقطاب اور غوث الاعظم کہتے ہیں۔
35۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے نبوت عامہ یعنی

عرفان و معرفتِ اسرارِ الہیہ کو باقی رکھا جو کہ لغوی نبوت ہے یہ معرفتِ الہی و نبوتِ لغوی وارثانِ انبیاء کو ملتی ہے جس میں تشریع نہیں ہے اور تشریع بھی نبوتِ احکام میں بطور اجتہاد کے ملی پس تشریع میں سے بھی ایک قسم کی وراثت مل گئی۔

خلفائے کرام:

حضرت قبلہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ کے بے شمار خلفاء تھے جنہیں آپؒ نے خلافتیں عطا کر کے برصغیر کے طول و عرض میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کیلئے بھیجا تھا، آپؒ نے اپنے کچھ خلفاء کو افغانستان، ایران کے علاوہ وسطی ایشیائی ریاستوں میں بھی بھیجا تھا بہر حال آپؒ کے مندرجہ ذیل 14 مشہور و معروف خلفاء ہیں جو کہ صاحبِ دربار ہیں اور ان کا سلسلہ طریقت آگئے چل رہا ہے:-

- 1- خاتمِ ولایت، قطبُ الاقطاب حضرت خواجہ محمد خدایارؒ جن کا مزارِ اقدس خانپور شریف قاضیاں میں ہے۔
- 2- حضرت خواجہ قاضی محمد سعیدؒ جن کا مزارِ اقدس قاضی سعید شریف، تحصیل حاصلپور، ضلع بہاولپور میں ہے۔
- 3- حضرت خواجہ سید محمد عظیم شاہ صاحبؒ جن کا مزارِ اقدس رکن آباد شریف ضلع ملتان میں ہے۔
- 4- حضرت خواجہ سید محمد زمان شاہ صاحبؒ جن کا مزارِ اقدس

(غزنی) افغانستان میں ہے

5- حضرت خواجہ نور محمد کھگہ قریشیؒ جن کا مزار اقدس قصبہ مڑل شریف ضلع ملتان میں ہے۔

6- حضرت خواجہ عبداللہؒ: ان کا مزار اقدس موضع لا بریں شریف ضلع ملتان میں ہے۔

7- حضرت خواجہ نور احمد چشتیؒ: ان کا مزار اقدس علی والا شریف، چک ریلوے اسٹیشن، تحصیل شجاعباد، ضلع ملتان میں ہے۔

8- تاج الاولیاء حضرت خواجہ مخدوم مہر علیؒ جو کہ حضور حافظ محمد جمال اللہ ملتائیؒ کی اہلیہ محترمہ کے برادرِ مکرم تھے، حضور حافظ صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ حضرت قاضی صاحبؒ کی مریدنی تھیں جن کا نکاح قاضی صاحبؒ نے حضرت حافظ صاحبؒ کے ساتھ اولاد کی خاطر کرایا تھا، نکاح کے بعد آپؒ یعنی قاضی صاحبؒ ان کا احترام پیرنی والا کرتے تھے اور ان کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر عرض معروض پیش کرتے تھے۔ موجودہ مخادیم حضرات حضرت قبلہ مخدوم مہر علیؒ کی اولاد ہیں اور خانپور شریف قاضیاں والوں کے ساتھ ان کی آپس میں رشتہ داریاں بھی ہیں اور کئی پشتوں تک قاضی صاحبؒ کے خاندان میں بیعت ہوتے رہے ہیں۔

9- حضرت خواجہ غلام حسن خانؒ: آپؒ کا مزار اقدس قصبہ مڑل شریف ضلع ملتان میں ہے۔

- 10- حضرت خواجہ عبدالحکیمؒ: آپؒ کا مزار اقدس دربار شریف
خانپور قاضیاں شریف میں ہے
 - 11- حضرت خواجہ میاں محمد عیسیٰؒ: آپؒ کا مزار اقدس داخل تحصیل
جامپور، ضلع راجنپور میں ہے۔
 - 12- حضرت خواجہ حافظ محمد حیاتؒ: آپؒ کا مزار اقدس قائم رشید،
بورا منڈی، ضلع وہاڑی میں ہے۔
 - 13- حضرت خواجہ مولوی غلام محمدؒ کا مزار اقدس شجاعباد میں ہے۔
 - 14- حضرت خواجہ محمد حبیب سمراءؒ: آپؒ کا مزار شریف لٹ والا
شریف، ضلع ملتان میں ہے۔
- وصال مبارک:

محبوب اللہ، معشوق اللہ، مستغرق فی بحر الشہو و حضرت خواجہ
محمد خدا بخش خیر پوریؒ، حضرت قاضی صاحبؒ نے ان سے بھی ایک خرقہ
خلافت حاصل کیا تھا کہ عرس مبارک کے موقع پر ختم شریف کی محفل میں
بمقام خیر پور شریف، ٹامیوالی، تحصیل حاصلپور، ضلع بہاولپور یکم
صفر المظفر 1263 ہجری اس عنقائے لامکانی نے حضرت شیخ احمد جامؒ کی
اس غزل کے ایک شعر پر وصال فرما کر شہیدِ محبت کا خطاب حاصل کیا:

ۛ منزلِ عشقِ از مکانے دیگر است
مردایں راہ را نشانے دیگر است

بر سرِ بازارِ صرافانِ عشق
 زیرِ ہر دارِ جوانے دیگر است
 کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را
 ہر زمان از غیبِ جانِ دیگر است
 احمد اتاگم نگر دی ہوشیار
 کیسِ جرس از کاروانے دیگر است
 جب قوالوں نے یہ شعر پڑھا:

م کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را
 ہر زمان از غیبِ جانِ دیگر است

ترجمہ: "جولفوس قدسیہ تسلیم و رضا کے خنجر سے راہِ حق میں
 اپنی جان قربان کر دیتے ہیں انہیں ہر لمحہ غیب یعنی عالمِ باطن سے ایک نئی
 زندگی مل جاتی ہے"

واقعہ یوں ہے کہ اس شعر کے پہلے مصرعہ پر آپؐ راہِ
 حق میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے تھے اور جاں بحق ہو جاتے تھے جبکہ
 دوسرے مصرعہ پر زندہ ہو جاتے تھے اور رقص کرنے لگتے تھے، پہلے جاں
 بحق ہونا اور پھر زندہ ہو جانا والی کیفیت کئی گھنٹوں پر محیط رہی، بالآخر آپؐ
 کی اس کیفیت کو دیکھ کر اس وقت کے میرِ مجلس تھک گئے اور پہلے مصرعہ پر
 قوالی بند کروادی تو آپؐ نے حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ کے

مرقد مبارک کے پہلو میں لیٹ کر اپنی جان راہِ حق میں قربان کر دی یہ کہتے ہوئے کہ فقیر کی ابھی 12 سال کی زندگی باقی تھی مگر 12 دن میں ختم کر دی ہے۔ سلسلہ چشتیہ کی عظیم الشان بزرگ ہستی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی چشتیؒ جو کہ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیریؒ کے خلیفہ اعظم تھے کا وصال بھی اسی شعر پر ہوا تھا اور آپؒ 7 دن اور راتیں اس ایک شعر پر وجد کی کیفیت میں رہے اور جب نماز کا وقت آتا تھا آپؒ محفل سے باہر نکل کر نماز پڑھ لیتے تھے اور پھر وجد کرنے لگتے تھے آخر آپؒ نے قوالوں کو خود اشارہ فرمایا کہ دوسرا مصرعہ نہ پڑھنا، چنانچہ دوسرے مصرعہ پر قوال تو خاموش ہو گئے اور آپؒ ہمیشہ کیلئے واصل باللہ ہو گئے۔ مگر شومی قسمت حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کے وجد کے موقع پر ایسے محرم راز اخوان یعنی اہل سماع موجود نہ تھے حتیٰ کہ آپؒ کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ خدایار بھی موجود نہ تھے ورنہ اگر وہ ہوتے تو قوالی بند نہ کروانے دیتے کیونکہ وہ اس رازِ عشق سے آگاہ تھے اور یوں سلسلہ چشتیہ کی تاریخ ایک بار پھر دہرائی جاتی اور حضرت قاضی صاحبؒ کا وجد بھی کئی دنوں تک جاری رہتا کیونکہ جس مقام حیرت و اُحدیّت اور تسلیم و رضا پر حضرت قطب الاقطابؒ کا وصال ہوا تھا بالکل عین اُسی مقام پر حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ واصل باللہ ہوئے تھے، اس سے حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کے روحانی مقام کا پتہ چلتا ہے کہ آپؒ کس مقام پر فائز تھے

اور ساری زندگی اپنے آپ کو راہِ انخفاء میں رکھا ہوا تھا۔ حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کے وصال کے کافی عرصہ بعد جس ہستی نے آپؒ کے وجد کے دوران قوالی بند کروائی تھی وہ آپؒ کے مزارِ اقدس پر تشریف لائے کہ قاضی صاحبؒ سے معذرت کی جائے مگر انہوں نے فرمایا کہ مجھے جلدی یہاں سے واپس لے جاؤ کیونکہ حضرت قاضی صاحبؒ کا جلال ابھی بھی زوروں پر ہے اور ابھی تک آپؒ حالتِ وجد میں ہیں اور مجھے آتشِ سوزاں ابھی بھی محسوس ہو رہی ہے لہذا مجھے یہاں سے فوراً لے چلو۔ حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کی اولاد میں ہمارے دور کے قُطبِ زماں حضرت خواجہ حافظ محمد نظام بخشؒ اب بھی آپؒ کے مرقدِ انور پر آپؒ کے وصال والا شعر پڑھنے سے منع فرماتے تھے کہ کہیں قاضی صاحبؒ پھر وجد میں آکر مزارِ اقدس سے باہر نہ آجائیں۔

عظیم الشان اور مشہور زمانہ کرامت:

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کا وصال مبارک یکم صفر المظفر 1263 ہجری میں خیر پور شریف ٹامیوالی، ضلع بہاولپور میں ہوا تھا جس کا فاصلہ خانپور قاضیاں شریف سے تقریباً 200 کلومیٹر کا بنتا ہے۔ وصال کے بعد آپؒ کو ہزاروں عقیدت مندوں کی موجودگی میں وہاں غُسل و کفن دیا گیا اور نماز جنازہ بھی ادا کی گئی، چنانچہ غُسل کی جگہ آج بھی حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ کے مزارِ مبارک پر یادگار کے طور پر موجود ہے۔ وصال

سے پہلے حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ میرے خواجہ خدایارؒ کو خبر کر دو اور ادھر خانپور قاضیاں شریف میں حضرت خواجہ خدایارؒ نے باطنی طور پر صورت حال کا ادراک کر لیا تھا اور فوراً ایک ہی جست میں خیرپور شریف پہنچ گئے اور حضرت قاضی صاحبؒ کو خانپور شریف قاضیاں میں دفن کرنے کیلئے حضرت خواجہ خدایارؒ کی معیت میں ہزاروں عقیدت مند اور مریدین آپؒ کی میت پاک کو چارپائی کے ذریعہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر 200 کلومیٹر کا فاصلہ پیدل طے کرنے کیلئے چل پڑے اور 12 صفر المظفر 1263 ہجری کو خانپور شریف قاضیاں میں 12 دنوں کے سفر کے بعد موجودہ روضہ مبارک والی جگہ پر آپؒ کو دفن کر دیا گیا، دفن کرنے سے پہلے آپؒ کی قبر مبارک میں سبز لباس میں ملبوس ایک نورانی مخلوق کافی تعداد میں داخل ہو گئی کافی دیر انتظار کی گئی مگر وہ وہاں سے واپس نہیں نکلی اور وہیں غائب ہو گئی۔

خیرپور شریف ٹامیوالی سے خانپور شریف قاضیاں تک 12 دن کی مسافت کے اس عظیم سفر کے دوران ہزاروں لوگوں کو قبلہ قاضی صاحبؒ نے بیعت فرمایا اور ان حضرات کی اولادیں آج تک آپؒ کے خاندان کے مرید چلے آرہے ہیں۔ حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ خیرپور شریف جاتے ہوئے اس پورے راستے میں موجود عقیدت مندوں سے وعدے فرماتے رہے کہ ابھی جلدی ہے واپسی پر آپؒ لوگوں کو بیعت کرونگا

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کی میتؒ پاک جہاں سے بھی گزرتی تھی اور جن جن حضرات سے آپؒ وعدے فرما چکے تھے وہاں پر آپؒ کی میتؒ خود بخود رُک جاتی تھی یعنی لوگ آپؒ کی چارپائی کو وہاں سے اُٹھا نہیں سکتے تھے، حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کا دست مبارک کفن سے باہر نکل آتا تھا اور آپؒ اونچی آواز سے فرماتے تھے کہ بھائی وعدہ پورا ہو گیا آؤ اور بیعت ہو جاؤ، آپؒ ایمان کی شرطیں بھی پڑھاتے تھے اور اس طرح ہزاروں لوگ آپؒ کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعت ہوتے رہے۔ خانپور شریف تک کے سفر کے دوران اس طرح بعد از وصال آپؒ 12 روز تک زندہ رہے اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ جو راہ حق میں شہید ہوتے ہیں وہ مرتے نہیں بلکہ زندہ رہتے ہیں مگر ہمیں اُن کی زندگیاں کیسی ہوتی ہیں کا شعور نہیں ہے۔ حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کی بعد از وصال اس کرامت کا بہت چرچا ہوا جس کی بناء پر ہزاروں لوگوں نے اسلام قبول کیا اور آپؒ کے مرید بھی ہوئے۔

عُرسُ مبارک:

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کا سالانہ عرس مبارک ہر سال 11، 12 اور 13 صفر المظفر کو آستانہ عالیہ خانپور شریف قاضیاں والا، تحصیل شجاعباد، ضلع ملتان پر شریعت و طریقت کے جملہ آداب و رسوم کے ساتھ بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوتا ہے جس میں ملک اور بیرون ملک سے زائرین کی ایک کثیر تعداد شرکت کرتی ہے۔ حضرت قبلہ قاضی

صاحبؒ کا روضہ مبارک آپؐ کے مریدین میں سے موجودہ لابر قوم کے اکابرین نے تعمیر کروایا تھا جبکہ محفلِ سماع کیلئے ہال، غلام گردش اور جامع مسجد آپؐ کے محبوب مریدین خانپور قاضیاں شریف کے بھٹی صاحبان کے اکابرین نے تعمیر کروائے تھے، اس بھٹی قوم کے اکابرین آپؐ کی شور کوٹ سے ہجرت کے وقت آپؐ کے ہمراہ آئے تھے اور آج تک آپؐ کے خاندان کی خدمت میں مصروف عمل ہیں جبکہ ان کی خدمات کے صلہ میں حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ نے ان تمام حضرات کو اس دنیا میں دنیوی خوشحالی اور ترقی کے ساتھ ساتھ ظاہری و باطنی فیوضات و برکات سے بھی نوازا ہے۔

باب نمبر 2

خاتم ولایت، قطب الاقطاب حضرت خواجہ محمد خدایارؒ

(1192 ہجری تا 1297 ہجری --- 105 سال --- 1771 تا 1876ء)

آن صاحب الحُسن والجمال، حُسنہ جمال اللہ، سید المرشدین، سید المحبوبین، سید المقربین، سید المتأخرین، خاتم ولایت، محبوب کردگار، محبوب الغفار لایزال، شمس الحقیقت، نور بصائر العارفین، سر سرائر الکاملین، محبوب الاولیاء، مظهر جمال الہی، ثانی خدا بخش خیر پوری، سند الموحّدین، مقتدائے اولیائے کاملین، سید العارفین، سید الساترین، سید الاولین والآخرین، مادرزاد ولی، سید الحسینین، قطب الاقطاب حضرت خواجہ محمد خدایارؒ فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ کے فرزند اکبر اور خلیفہ اعظم تھے، آپ سرکارؒ کا سلسلہ طریقت 35 واسطوں سے حضور پاک ﷺ تک جا پہنچتا ہے، آپؒ شورکوٹ میں تقریباً 1192 ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ جب حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتائیؒ کی خدمت میں بیعت کیلئے حاضر ہوئے اور ہمیشہ کیلئے شورکوٹ کو خیر باد کہہ کر حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کی خدمت میں اپنی فیملی سمیت حاضر ہوئے تو باری باری حضرت قاضی صاحبؒ نے اپنے تمام

اہل خانہ کو حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کے سامنے پیش کیا جب حضرت خواجہ محمد خدایارؒ کو پیش کیا تو حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ آپؒ کو دیکھ کر حالت وجد میں چلے گئے اور فرمایا قاضی صاحبؒ اس بچہ کی پیشانی میں ایک ایسا اسم اعظم چمک مار رہا ہے کہ ایک وقت آئیگا کہ یہ بچہ شہبازِ ولایت بنے گا اور پورے عالم میں اس کا نعرہ ہوگا لہذا آپؒ اپنے خاندان کو اپنے ساتھ رکھیں مگر یہ بچہ مجھے دے دیں میں اسے آج سے اپنا بیٹا بنا لیتا ہوں اور اسکی پرورش اور تعلیم و تربیت بھی میں خود کرنگا، اُس وقت حضرت خواجہ خدایارؒ کی عمر تقریباً 6 سال کی تھی، آپؒ تقریباً 1192 ہجری میں شورکوٹ میں پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ نے خواجہ خدایارؒ کو اپنا بیٹا بنا کر بیٹوں کی طرح پرورش شروع کر دی اور رات کو اپنے ساتھ سلاتے تھے جب آپؒ ذرا بڑے ہوئے تو آپؒ سرکارؒ کا بستر الگ کر دیا اور اپنے مدرسہ میں اُنکی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا، حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ نے آپؒ کو جامع المعقول والمنقول بنا دیا تھا۔ خواجہ خدایارؒ حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کے گھرانہ میں حقیقی بیٹوں کی طرح پرورش پا رہے تھے، گھر کے اندرونی و بیرونی کام کاج بھی سرانجام دیتے تھے، حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کے لنگر خانہ میں مریدین اور خلفاء میں لنگر بھی تقسیم کرتے تھے جن میں آپؒ کے والد محترم بھی ہوتے تھے، غرضیکہ کافی عرصہ یعنی کئی سالوں تک حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ اپنے جمال سے خواجہ خدایارؒ کو جمیل بناتے

رہے اور اپنے فکر کا خواجہ خدایارؒ فیض پہنچاتے رہے اپنا بیعت بھی کر لیا اور اپنی طرف سے خلافت بھی عطا کی اور جب جوان ہوئے تو خود آپؒ کی شادی کی اور خود بارات فتح پور کمال شریف، ضلع رحیم یار خان میں اپنے محبوب خلیفہ حضرت خواجہ محمد حامد اللہ فتح پوریؒ کی دختر نیک اختر سے نکاح کیلئے لے کر گئے اور واپسی پر دلہا دلہن کو اپنے گھر ملتان شریف لے آئے اور پھر کافی عرصہ خواجہ خدایارؒ حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کے گھر میں مقیم رہے اور اپنے وصال سے پہلے حضرت خواجہ خدایارؒ کو اپنے خلیفہ اعظم حضرت خواجہ محمد خدا بخش خیر پوریؒ کے حوالہ کیا اور فرمایا کہ میرے پاس جو کچھ تھا میں نے اسے دے دیا ہے اور جو کچھ تمہارے پاس ہے تم بھی اسے دے دینا۔

حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ اور خواجہ خدایارؒ کے مابین تعلق کی کیفیت :-

حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ خدا یارؒ حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ کی خدمت میں رہنے لگے مگر آپؒ کا انداز زندگی بدل گیا تھا حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کے ہاں تو بیٹوں کی طرح رہتے تھے مگر خیر پوری سرکارؒ کی خدمت میں ایک خادم کی حیثیت سے رہنے لگے اور رات دن ان کی خدمت میں مصروف رہتے تھے حالانکہ حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ نے بھی آپؒ کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا کیونکہ

حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ کی بھی اولاد نہیں تھی مگر چونکہ حضرت قبلہ خواجہ صاحبؒ ہر وقت حالتِ استغراق اور عالمِ سُکر میں رہتے تھے اس لئے خواجہ خدایارؒ قدرے محتاط رہتے تھے کیونکہ ایسے حال میں درویشوں کی لسانِ تیغِ برہنہ ہو جاتی ہے اور کسی بھی وقت کسی پر بھی ذرا سی بے ادبی کرنے پر برس جاتی ہے۔ جب حضرت خواجہ خدایارؒ خانپور شریف قاضیاں میں ہوتے تھے اور اچانک اپنے مرشد کریمؒ کی یاد آ جاتی یا آپؒ کی گھوڑی کا رخ جو نہی اچانک خیر پور شریفؒ کی طرف ہو جاتا تو آپؒ فوراً حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تھے یہ آپؒ کی کرامت تھی۔

آپؒ کو اپنے شیخ کریمؒ سے بے پناہ محبت اور عشق تھا اور بالکل اسی طرح حضرت خواجہ صاحبؒ کو بھی حضرت خواجہ خدایارؒ سے بے پناہ عشق تھا اور حضرت خواجہ صاحبؒ اس گھڑی کی انتظار میں تھے جب اپنے مرشد کریمؒ سے کئے ہوئے وعدہ کو پورا کرنے کا وقت مقرر تھا، چنانچہ حضرت خواجہ صاحبؒ ایک بار مکمل طور پر حالتِ استغراق میں تھے یعنی مقامِ حیرت اور تسلیم و رضا میں محو تھے اس وقت آپؒ کو دنیا و مافیہا کی خبر نہیں ہوتی تھی اور آپؒ کا یہ حال دیکھنے کیلئے اس وقت کی بڑی بڑی کامل ہستیاں زیارت کیلئے حاضر ہوتی تھیں اور زیارت کر کے واپس چلی جاتی تھیں، ان ہستیوں میں سلسلہ چشتیہ کی عظیم ہستی حضرت قبلہ عالم سرکارؒ خواجہ نور محمد مہارویؒ کے محبوب خلیفہ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ تو نسویؒ حضرت خواجہ

خدا بخش خیر پوری کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپؐ حسب معمول اس حالت خاص یعنی حالتِ تحیر میں محو تھے وہ آئے اور آپؐ کو خبر تک نہ ہوئی انہوں نے اپنے لئے اور امتِ مصطفیٰ ﷺ کی بخشش کیلئے آپؐ سے دعائیں کرائیں آپؐ نے فرمایا بخش دیا، بہر حال جب حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ واپس تشریف لے گئے بعد ازاں آپؐ حالتِ صحو میں آئے تو صورتِ حال آپؐ کے گوش گزار کی گئی تو آپؐ فوراً اُن سے ملنے کیلئے اُن کے پیچھے روانہ ہو گئے۔ چنانچہ ایک دفعہ خواجہ صاحبؒ ایسی ہی حالتِ خاص میں تھے کہ حضرت خواجہ خدایارؒ سامنے آ گئے تو فرمایا: کہ تو خدا بخشؒ اور میں خدایارؒ میرے سینے میں جو کچھ تھا وہ میں نے تمہارے سینہ میں ڈال دیا۔ بس آپؐ کا یہ فرمانا تھا کہ حضرت خواجہ خدایارؒ پر بھی وہی حالت طاری ہو گئی جو کہ خواجہ صاحبؒ پر طاری تھی۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کا وصال سے 12 سال قبل سایہ گم ہو گیا تھا لہذا اس حالت میں نوازے جانے کے بعد حضرت خواجہ خدایارؒ پیر کا سایہ بھی گم ہو گیا اور آپؐ سرکارؒ اپنی اسی کرامت کو چھپانے کی خاطر اپنے ایک مرید نور احمدؒ کے گھر احمد پور شرقیہ میں گوشہ نشین ہو گئے تاکہ لوگوں کو اس کرامت کا علم نہ ہو جائے تقریباً 24 دن آپؐ کی یہ کیفیت رہی اور خواجہ خدایارؒ پر حضرت خواجہ صاحبؒ والا حال طاری رہا اس طرح حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ کے فقر کا مغز جو کہ سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی پشت در پشت

منتقل ہوتی ہوئی ایک خاص نعمت فقر تھی جو حضرت خواجہ خدایارؒ کو منتقل ہو گئی تھی جس کیلئے حضرت خواجہ صاحبؒ کو حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کا حکم بھی تھا۔ آخر کار حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوری سرکارؒ اس مرید کے ہاں خود تشریف لے گئے جہاں خواجہ خدایارؒ چھپے ہوئے تھے حضرت خواجہ صاحبؒ نے دوبارہ آپؒ کو اپنے سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ آپؒ کا ادب حضور ﷺ کو بھی بہت پسند آیا ہے چلو آؤ تمہارا سایہ نہیں ہوگا مگر مقام پہلے سے بھی زیادہ ہوگا اور مزید فیض و کرم عطا فرمایا، چونکہ حضرت خواجہ خدایارؒ کو شرم محسوس ہو رہی تھی کی میرے شیخؒ کا سایہ بھی نہیں ہے اور میرا سایہ بھی نہیں ہے یہ تو شیخ کریمؒ کے ساتھ برابری ہو گئی ہے لہذا اس خوف سے آپؒ گوشہ نشین ہو گئے تھے اس ادب و احترام کو بعد ازاں حضرت خیر پوری سرکارؒ نے بہت پسند فرمایا تھا۔

حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ کا خصوصی فیضان:-

حضرت محبوب اللہ سرکار خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ نے خواجہ محمد خدا یارؒ کو اپنا خلیفہ اعظم مقرر فرمادیا تھا اور اپنے تمام دوسرے خلفاء سے فرمایا تھا کہ میرے وصال کے بعد خواجہ خدایارؒ سے فیضان حاصل کریں اور تمام اپنے خلفاء کو خواجہ خدایارؒ کے حوالہ کر دیا اور خواجہ خدایارؒ کو اپنے فقر کا امین ٹھہرایا۔ اصل میں معاملہ کچھ یوں ہے کہ حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ نے حضرت خواجہ خدایارؒ کو کامل و اکمل بنادیا تھا مگر پھر بھی انہیں محبوب

اللہ سرکارؐ کے سپرد کیا، وجہ یہ تھی کی خواجہ خدایارؒ کو قبلہ حافظ صاحبؒ نے اپنا بیٹا بنالیا تھا اور آپؐ چاہتے تھے کہ میرا بیٹا ولایت کے جملہ مقامات عالیہ حاصل کرے، چونکہ محبوب اللہ سرکارؒ نے ولایت کے ایک ایسے بے مثل مقام پر فائز ہونا تھا جو کہ حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کی نظر میں تھا اور اس مقام کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ طریقت میں اگر پیر کا مرید کا بیعت ہونا جائز ہوتا تو میں محبوب اللہ سرکارؒ کا مرید ہو جاتا، یہ ایک بہت بڑی بات تھی جو کہ محبوب اللہ سرکارؒ کے مقام کا پتہ دے رہی تھی کیونکہ حضرت محبوب اللہ سرکارؒ کو براہ راست حضرت مولانا محمد فخر الدین فخر جہانیاں دہلویؒ اور حضرت قبلہ عالم سرکارؒ سے بھی فیض ملا تھا۔ ان تمام درجات و مقامات عالیہ کی وجہ ہی سے محبوب اللہ سرکارؒ نے حضور قبلہ عالم سرکارؒ کی نماز جنازہ اپنے تمام اکابرین مشائخ کی موجودگی میں پڑھائی تھی۔ حضرت محبوب اللہ سرکارؒ نے خواجہ خدایارؒ کو "خدا بخش" بنا کر بات ہی ختم کر دی اور انہیں اپنا محبوب بنا لیا اور جو کچھ آپؐ کو اپنے مشائخ سے عطا ہوا تھا سب حضرت خواجہ خدایارؒ کو عطا کر دیا تھا جسکی استعداد بھی ان میں تھی جسے حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ نے بچپن ہی سے 6 سال کی عمر میں پہچان لیا تھا۔ کامل عارفین کے نزدیک دونوں اغواث و اقواب یعنی حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ اور خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ کی اولاد کا بھی نہ ہونا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ ان دونوں کے حقیقی جانشین بھی خواجہ

خدایارؒ ہیں مگر ادباً حضرت خواجہ خدایارؒ نے دونوں مذکورہ اغواث و اقطاب کے وصال کے بعد اُن کے آستانہ ہائے عالیہ پر بیٹھنا مناسب نہ سمجھا چونکہ خواجہ خدایارؒ ادب و احترام کے پیکر تھے، مگر باطنی حکومت و محبوبیت اِن دونوں حضراتؒ کی درباروں پر آج بھی حضرت خواجہ خدایارؒ ہی کی ہے جو کہ اہل روحانیت سے پوشیدہ نہیں ہے، واقعی عطاء یہ دونوں مذکورہ کاملین حضراتؒ گرامیؒ ہی باذن الہی کرتے ہیں مگر تقسیم حضرت خواجہ خدایارؒ کرتے ہیں۔ سالکین و طالبین حضراتؒ اس نکتہ کو ذہن میں رکھیں، اس کے علاوہ موجودہ ملتان شریف کے مُخادیم حضراتؒ اور خیر پور شریف کے پیرزادگان صاحبان کو بھی اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا ہو گا تاکہ باطنی فیوضات و برکات حاصل ہوں۔ اور حضرت محبوب اللہ سرکارؒ کے دیگر خلفاء کرام کے موجودہ حضراتؒ کو بھی حضرت خواجہ خدایارؒ سے اپنا ٹوٹا ہوا تعلق بحال کرنا چاہیے۔

حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ کا فرمانِ مبارک:-
طوطی ملتان حضرت خواجہ منشی غلام حسن شہیدؒ کا ایک شعر قابلِ غور ہے:

چوں خواجہ خدایارؒ محبوب شد محمد عیسیٰؒ پزیر آمدی
"یعنی حضرت خواجہ خدایارؒ جب حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کے محبوب بنے تو حضرت قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ بھی مقبول ہو گئے" یعنی

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ پر نظرِ کرم بھی حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کی خواجہ خدایاؒ ہی کی وجہ سے تھی۔ حضرت خواجہ خدایاؒ جب بچپن میں حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کے گھر پر بیٹوں کی طرح پرورش پا رہے تھے ایک دفعہ آپ گیند بلا سے کھیل رہے تھے، عارفین کا کہنا ہے کہ مشرق میں آپؒ کی گیند دہلی تک جاتی تھی اور مغرب میں اصفہان تک جاتی تھی جبکہ بظاہر گھر سے باہر کھیلتے ہوئے نظر آتے تھے، اتنے میں حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ گھوڑی پر سوار وہاں پہنچ گئے اور زور سے آپؒ کے منہ پر طمانچہ مارا کہ تمہیں میں نے اپنے مرشد کریمؒ کے گھر پر خدمت کیلئے بھیجا تھا کھیلنے کیلئے نہیں۔ حضرت خواجہ خدایاؒ کی خدمت کیلئے حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ نے ایک خادم مقرر کیا ہوا تھا اس خادم نے فوراً اندر جا کر حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ سے سارا ماجرا بیان کر دیا، حضورِ جمال اللہ غریب نواؒ اس وقت کھانا تناول فرما رہے تھے آپؒ فوراً کھانا چھوڑ کر اور جوتی مبارک پہنے بغیر گھر سے باہر نکل آئے اور زبردست جلال میں آگئے اور فرمایا قاضی صاحبؒ! تم اپنے دوسرے دونوں بیٹوں کو سنبھالو یہ میرا بیٹا ہے تمہارا اس سے کوئی سروکار نہیں ہے مزید فرمایا کہ قیامت کے روز اور اس دنیا میں بھی ہم تینوں (خود، خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ اور قاضی عیسیٰ خانپوریؒ) کا یہ دولہا ہوگا اور ہم اسکی دُہنیں ہوگی اور اسکے ماتھے میں ایک ایسا اسمِ اعظم ہے جسکی وجہ سے یہ اپنے وقت کا شہبازِ ولایت و خاتمِ ولایت ہوگا اور ہم تینوں کے فقر کا وارث بھی

ہوگا اور ہم تینوں کی شناخت و پہچان اسکی وجہ سے ہوگی۔

تاریخ طریقت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ سوچنے کی بات ہے کہ پیر حضرات اپنے خلفاء کو خلافتیں دیکر علاقے تفویض کر دیتے ہیں اور پھر لالعلق ہو جاتے ہیں کیونکہ خلفاء کامل ہو چکے ہوتے ہیں اسلئے شیوخ حضرات ان پر زیادہ توجہ نہیں رکھتے مگر یہاں معاملہ الٹ ہے۔ پہلے پہل خواجہ خدایارؒ کی تعلیم و تربیت اور پرورش خود شیخ کریمؒ یعنی حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ نے خود کی پھر اپنے خلیفہ اعظم خیر پوری سرکارؒ سے بھی فیض دلویا اور قاضی صاحبؒ سے بھی خلافت و فیض دلویا بس یہ بہت کچھ ہو گیا تھا اور یہیں بات ختم ہو جاتی مگر حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ خواجہ خدایارؒ سے قیامت تک اپنا اور اپنے دونوں مذکورہ خلفاء کا رشتہ، تعلق اور نسبت کو مضبوط کر رہے ہیں اور پورے عالم کو اس امر کی اطلاع بھی دے رہے ہیں کہ میرا خدایارؒ لاٹانی ہے خاتم ولایت ہے اور کامل امیر مظہر بن چکا ہے اور ثانی خدایارؒ خیر پوریؒ ہے۔ چنانچہ اہل روحانیت اور عارفین سے یہ معاملہ پوشیدہ نہیں کہ ان مذکورہ تینوں بزرگوں کے آستانہ ہائے عالیہ پر حضرت خواجہ خدایارؒ کی محبوبیت جلوہ گر ہے، یہ تینوں بزرگ عطا فرماتے ہیں تقسیم خواجہ خدایارؒ کرتے ہیں اور تجربہ شاہد ہے کی ان تینوں درباروں پر خواجہ خدایارؒ کے وسیلہ سے جو بھی حاجت مانگی جاتی ہے وہ فوراً حکم الہی پوری ہو جاتی ہے۔

خلافتِ کبریٰ:-

خلافتِ کبریٰ یہ ہے کہ شیخ کے دل پر کئی بار حضرت حق کی طرف سے الہام ہو کہ فلاں مرید کو خلافت عطا کر دو۔ اہل تحقیق کے نزدیک خلافتِ صغریٰ یہ ہے کہ شیخ کسی مرید کو جامعہ خلافت عطا کرے اور کسی علاقے میں ہدایت و ارشادِ خلق کیلئے تعینات کر دے۔ اور خلافتِ کبریٰ جسے خلافتِ نیابت و خلافتِ مطلقہ اور سجادگی بھی کہتے ہیں یہ ہے کہ شیخ کسی مرید کو وہ نسبت جو رسول اللہ ﷺ سے سیدہ بہ سیدہ چلی آ رہی ہے بالکلیہ عطا فرمائے۔ حضرت خواجہ خدایارؒ کی خلافت مستقل بھی ہے، مطلق بھی ہے آپکی خلافتِ صغریٰ بھی ہے اور خلافتِ کبریٰ بھی آپ کو حاصل ہے اور آپ تین اقطاب و اغواث حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ، حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ اور قبلہ قاضی صاحبؒ کی ذوات کے کامل مظہر ہیں اور ولایت کے ایک خاص درجہ کے خاتم بھی ہیں۔ لہذا خواجہ خدایارؒ خاتم ولایت بھی ہیں اور اپنے وقت کے قطب الاقطاب بھی ہیں۔

حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ کی خانپور قاضیان شریف میں آمد اور دعوت:-

حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ سرکار ایک بار خانپور قاضیان شریف تشریف لائے اور بستی میں قیام کی بجائے موجودہ روضہ مبارک حضرت قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ والی جگہ پر 7 دن رات قیام فرمایا، اس جگہ

پر قیام کی وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت خیر پوری سرکارؒ کو یہاں جنت کی خوشبو محسوس ہو رہی تھی، اس وقت یہاں جنگل تھارات دن یہاں دعوتیں پکتی رہیں اور راز و نیاز کی محافل گرم ہوتی رہیں اور یہ عقدہ حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کے وصال کے بعد کھلا کہ خیر پوری سرکارؒ نے بستی کی بجائے یہاں کیوں قیام فرمایا تھا کیونکہ یہیں پر حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کے روضہ انور کی جگہ بنا تھی اور آپ سرکارؒ اپنے فیض و کرم سے اس جگہ کو 7 دن رات اپنے فیض سے منور کرتے رہے اور اس مقام کو بقیعہ نور بنا دیا۔

حضرت خواجہ خدایا رپیرؒ بحیثیت خاتم ولایت :-

قطب الاقطاب، خاتم ولایت حضرت خواجہ محمد خدایا رؒ کو محبت النبی حضرت مولانا محمد فخر الدین فخر جہان دہلویؒ، قبلہ عالم و عالمیان حضرت ت خواجہ نور محمد مہارویؒ، شہنشاہ ولایت ملتان حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ، محبوب اللہ سرکار حضرت خواجہ محمد خدا بخش خیر پوریؒ اور فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ کے صدقہ، وسیلہ، کرم اور توجہ سے خواجہ غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سرکارؒ اور محبوب سبحانی، قطب ربانی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے بحکم الہی و حضور پاک ﷺ اور اپنی عنایت خاص اور لطف و کرم سے خاتم ولایت بنا کر ولایت کے بلند ترین مراتب عالیہ پر فائز کر کے پورے عالم کا فریاد رس بنا دیا تھا، موخر الذکر دونوں بزرگ ہستیوں کے ساتھ حضرت خواجہ محمد

خدایا رگو قرب و معیت کا ایک خاص مقام حاصل ہے جو کہ صرف اہل روحانیت پر آشکارا ہے۔ خاتم یعنی مہر سے مراد کسی شے کو ختم اور تمام کرنے کے ہیں جب مہر کر دی جاتی ہے تو اس کے بعد کوئی عبارت نہ داخل ہو سکتی ہے نہ خارج جبکہ خاتم سے مراد ختم کرنے والا اور تمام کرنے والا جبکہ اصطلاح جدید کے طور پر خاتم کے معنی اعلیٰ و ارفع کے ہیں یعنی اعلیٰ درجہ کا ولی و مقرب الہی، اگر خاتم الانبیاء پر قیاس کر کے خاتم الاولیاء کے معنی پیدا کئے جائیں تو خاتم ولایت یا خاتم الاولیاء بمعنی آخر اولیاء یعنی وہ ولی جس کے بعد کوئی ولی نہ ہو اور اس پر ولایت کا دروازہ بند ہو جائے تو یہ لفظ اس شخص پر صادق آئیگا جو قرب قیامت میں ہوگا اور اسکے بعد کوئی ولی نہ ہوگا، حضرت خواجہ خدایا راس معنی کے لحاظ سے خاتم ولایت نہیں ہیں بلکہ آپؐ کی ولایت کا مقام و مرتبہ اعلیٰ و ارفع ہے اور آپؐ سرکار مقامات ولایت میں سے ایک عظیم اور بلند مرتبہ ولایت کے خاتم ہیں، آپؐ سرکار کے بعد اب یہ مرتبہ ولایت کسی اور کو عطا نہیں ہوگا بلکہ آپؐ کے طفیل لوگ اس مرتبہ پر فائز ہونگے۔

اصل میں نہ ذات حق کی کوئی حد ہے اور نہ ہی کاملین صوفیاء کے جذبہ و عشق اور طلب و شوق کی کوئی حد ہے، ذات حق لا محدود اور لا انتہا ہے، لہذا اللہ تعالیٰ کی معرفت یعنی ولایت کے مقامات اور درجات بھی لا محدود ہیں لہذا انہی درجات عالیہ میں سے ایک بہت ہی عالی مرتبت

درجہ ولایت کے آپؐ خاتم ہیں۔ اس دور آخر میں یعنی ہمارے زمانہ میں حضرت خواجہ حافظ محمد نظام بخشؒ سلطان العارفین بھی اس مقام ولایت کے مظہر کامل بنے آپؐ سرکارؒ خواجہ خدایارؒ کے قدم بر قدم تھے۔ حضرت خواجہ خدایارؒ جس مرتبہ ولایت کے خاتم ہیں اب یہ مرتبہ کسی اور کو ذات حق کی طرف سے عطا نہیں ہوگا البتہ آپؐ کے وسیلہ، صدقہ، لطف و کرم، فیض و کرم اور حکم الہی اور رضائے رسول ﷺ سے قیامت تک کا ملین ولایت اس مرتبہ و مقام ولایت کے مظہر بنتے رہینگے۔

حضرت خواجہ خدایارؒ کے ایک خلیفہ کی انوکھی کرامت :-

حضرت خواجہ خدایار پیر سندھ کے علاقہ میں تبلیغی دورہ جات پر تھے، دوران سفر ایک چرواہا ملا اُسے کہا کہ میری بیعت ہو جاؤ اس نے کہا کہ میں بیعت نہیں ہوتا کیونکہ پیر لوگ بہت زیادہ وظائف بتاتے ہیں اور میں ان پڑھ چرواہا ہوں اتنے اوراد و وظائف نہیں پڑھ سکتا، حضرت خواجہ خدایارؒ کو اس کی پیشانی میں نیک بختی اور سعادت مندی کا نور نظر آ چکا تھا اسلئے آپؐ کی دلی خواہش تھی کہ اسے بیعت کر کے ذات حق تک پہنچا دیا جائے چنانچہ وہ بیعت ہو گیا اور آپؐ سرکارؒ نے اس سے فرمایا کہ صرف یہ ایک وظیفہ ہر وقت پڑھتے رہا کرو تمہارا کام بن جائیگا۔

خدا و محمد نگہ دار باش

در این جا در ان جا خدایارؒ باش

چنانچہ اس نے رات دن مرشدِ کریمؒ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا اور اسکی برکت سے اُسے فنا فی الشیخ کا ایسا درجہ حاصل ہو گیا کہ اسے ہر شے میں اور ہر جگہ اپنا پیر نظر آتا تھا اور جب اُس کا وصال ہوا تب بھی یہ وظیفہ پڑھ رہا تھا، غسل و کفن کے دوران بھی اور دفن کرنے کے بعد بھی اس کی قبر سے یہ وظیفہ پڑھنے کی آواز آتی رہی اور ایک جہاں نے یہ آواز سُنی، رات دن اس کی قبر پر ایک میلہ کا سماں رہتا تھا لوگ اسکا یہ ذکر سن کر محظوظ ہوتے تھے آخر چند علماء نے حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ سے رابطہ کیا جو کہ ان دنوں سندھ کے علاقہ کے تبلیغی سفر پر تھے آپ سرکارؒ اس چرواہا جو کہ اب ولی اللہ بن چکا تھا کی قبر پر تشریف لے گئے اور اُسے کہا میاں تمہاری کرامت اور مقام ہر کسی نے دیکھ لیا ہے اب شریعت کی پابندی کرو اور خاموش ہو جاؤ آخر وہ خاموش ہو گیا۔ لوگوں نے بعد ازاں حضرت خیر پوری سرکارؒ سے پوچھا کہ خواجہ خدا یارؒ بھی تو آپؒ کے ساتھ تھے انہیں اسکی قبر پر کیوں نہ بھیجا، حضورؐ نے فرمایا کہ اگر خواجہ خدا یارؒ اسکی قبر پر آ جاتے تو یہ قبر سے نکل کر اُن سے لپٹ جاتا تو پھر کون اسے دوبارہ واپس عالم برزخ میں بھیجتا۔ طریقت میں تصوّر شیخ بنیادی عقیدہ ہے جس پر عمل کر کے بندہ فنا فی الشیخؒ کے بعد فنا فی اللہ اور بقاء باللہ کا مقام حاصل کرتا ہے۔

شریعت کی پابندی:۔

حضرت خواجہ خدایار شریعت پر سختی سے پابندی کرتے تھے اور آپ سرکار اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی ہوا میں اڑتا ہوا نظر آئے اور مُردے زندہ کرتا ہوا آئے اور اگر سنت رسول ﷺ کا مخالف ہے تو اس کے سر پر جوتے مارو کیونکہ شریعت بنیاد ہے جب بنیاد ہی نہ ہوگی تو اس پر طریقت و حقیقت اور معرفت کی عمارت کی تعمیر کے تمام دعوے منافقت، گمراہی اور بے دینی کی باتیں ہیں، اور شریعت کُل ہے جبکہ طریقت، حقیقت اور معرفت اسکے اجزاء ہیں۔ ایک دفعہ آپ لاہریں جو کہ مضافات ملتان میں ایک موضع ہے اپنے ایک مرید ملک محمد افضل لاہری شادی پر تشریف لے گئے وہاں پر ناچنے والی عورتیں ناچ اور گارہی تھیں، آپ کے علم میں یہ بات لائی گئی تو آپ سخت غصہ و جلال میں آگئے اور اپنی گھوڑی واپس خانپور قاضیاں شریف کی سمت میں موڑ لی اور فرمایا کہ یہ خلاف شرع حرکت ہے اسے بند کرو ورنہ میں واپس جا رہا ہوں، ناچنے والیاں بڑی سمجھدار تھیں جب انہیں اس صورتحال کا پتہ چلا تو وہ فوراً حضرت کے آگے آگئیں اور سب نے مل کر بڑے ترنم سے یہ شعر پڑھا جس پر حضرت خواجہ خدایار گوجہ آگیا اور گھوڑی سے پرواز کر کے اوپر چلے گئے اور پھر زمین پر تشریف لے آئے۔

در کوئے نیک نامی مارا گذر نہ دارد

گرتونمی پسندی تغیر کن قضاء را

ترجمہ:- "اگر ہم نیکی کے راستے پر نہیں چل سکیں اور آپؐ کو ہماری یہ حالت پسند نہیں ہے تو ہماری قسمت بدل دیجئے اور نیکی کے راستے پر ڈال دیجئے۔"

تمام ناپنے والی خواتین پر حضرتؑ نے دورانِ وجد ایک ایسی نگاہ ڈالی کہ تمام خواتین تائب ہوئیں اور اپنے وقت کی ان میں سے ہر ایک عابدہ، ولیہ، صالحہ، اور زاہدہ بنی۔ کامل کی کرم اور فیض کی ایک نگاہ بندہ کا کام بنا دیتی ہے اور فرش سے عرش تک پہنچا دیتی ہے اور یہی مومن کی معراج ہے، کامل کی ایک نظر کرم سے مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں اور نفس مغلوب ہو جاتا ہے اور بندہ طالبِ ذاتِ حق بن جاتا ہے۔

فلسفہ وحدت الوجود اور حضرت خواجہ خدایارؒ:-

حضرت خواجہ خدایارؒ عقیدہ وحدت الوجود کے زبردست داعی تھے اور اپنے خلفاء و مریدین میں اس کا زبردست پرچار کرتے تھے، یہ امانت اور فیض آپؒ سرکارؒ کو حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ، حضرت قبلہ خواجہ صاحبؒ اور حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ سے ملا تھا۔ بقول آپؒ سرکارؒ کے وحدت الوجود کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے جسے اسکا کامل فہم حاصل نہیں ہے وہ قرآن و سنت کے احکام کی اصل رُوح کو بھی نہیں سمجھ سکتا۔ متقدمین حضرات میں اس بارے میں اخفاء کا راستہ اختیار کیا جاتا تھا جبکہ متأخرین صوفیہ نے ہر ممکن حد تک اس کا پرچار کیا یہاں تک کہ حضور

ﷺ نے خود حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کو اس راز سے پردہ اٹھانے کا حکم صادر فرمایا اور آپؒ نے اس کے اظہار کیلئے فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ جیسی تاریخی کتب لکھ کر اس عقیدہ پر مہر ثبت کر دی۔

۔ توحید متاعیست کہ بردار فروشنند

گل نیست کہ در کوچہ و بازار فروشنند

اللہ تعالیٰ کی ذات اقرب اور اظہر ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آتی کیونکہ سورج کی روشنی سے ہماری آنکھیں چندھیا جاتی ہیں تو اس سورج جیسے لاکھوں سورج پیدا کرنے والی ہستی کو آپؐ کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ عقیدہ وحدت الوجود سے مراد یہ ہے کہ اس پوری کائنات میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی موجود ہے یعنی ذات کا خیال کریں تو ہمہ اوست ہے اور اگر صفات کا خیال کریں تو ہمہ از اوست ہے یعنی اصلاً اور حقیقتاً موجود صرف اللہ کی ذات ہے باقی ساری کائنات میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی کرشمہ سازی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے اور باقی ماسوا اللہ کا وجود بالعرض ہے ممکن الوجود ہے۔ حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں!

۔ اتصال بے تکیف بے قیاس

ہست رَبُّ النَّاسِ رابا جانِ ناس

جس شخص کو اس شعر کا مطلب سمجھ نہ آئے سمجھ لو کہ وہ صوفی نہیں

ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایسا تعلق ہے کہ اس کی کیفیت بیان کی جاسکتی ہے اور نہ ہی وہ خیال میں آسکتا ہے، اللہ تعالیٰ جہت و طرف اور مکان و زمان سے پاک اور منزہ ہے لہذا اُسکی حقیقت سمجھنے کیلئے آدمی کو خود زمان و مکان کی قید سے آزاد ہونا پڑتا ہے اور پھر جا کر وحدت الوجود کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ زمان و مکان کی قید سے آزاد ہونے کیلئے اسلامی شریعت کے پرگرام یعنی ظاہری نماز روزہ کے علاوہ کافی سارا زائد کام کرنا پڑتا ہے، اذکار و مشاغل کے ذریعہ دل پر جو زنگ چڑھ جاتا ہے اُسے دھونا پڑتا ہے اور شیشہ دل کو صاف اور شفاف کر کے قوت پر واز بڑھائی جاتی ہے، وحدت الوجود کی رو سے خداوند تعالیٰ ایک ہے اور ہر جگہ موجود ہے اور کائنات کی ہر چیز اس کے وجود اور ہستی میں شامل ہے۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ، امام غزالیؒ اور حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوری سرکارؒ اور خواجہ خدایارؒ نے ذات حق اور اشیائے کائنات کی مثال یوں دی ہے کہ ذات حق بحر بیکراں کی مانند ہے اور اشیائے کائنات امواج، برف، جُبَاب یعنی بلبُلہ اور جھاگ کی طرح ہیں جو نہ سمندر کہلائی جاسکتی ہیں اور نہ سمندر کے وجود سے جُدا ہیں۔ عُرفاء کا قول ہے "صِفَاتُ اللّٰهِ هِيَ لَا عَيْنَ وَلَا غَيْرَ" ترجمہ! اللہ تعالیٰ کی صفات نہ اللہ کی عین ہیں اور نہ غیر۔ "اور ایک لحاظ سے عین بھی ہیں اور ایک لحاظ سے غیر بھی، جس طرح زید کا عکس آئینہ میں اسکا عین بھی ہے اور غیر بھی

، عین اسلئے کہ اگر زید سامنے سے ہٹ جائے تو عکس بھی جاتا رہتا ہے غیر اس طرح کہ جب آئینہ ٹوٹ جاتا ہے تو عکس ٹوٹ جاتا ہے لیکن زید کا چہرہ نہیں ٹوٹتا۔ حضرت ابن عربیؒ فرماتے ہیں الْعَبْدُ عَبْدٌ وَإِنْ تَعَرَّجَ وَالرَّبُّ رَبٌّ وَإِنْ تَنَزَّلَ۔ ترجمہ! "بندہ بندہ ہے خواہ وہ کتنا ہی عروج کرے اور اللہ یعنی رَبُّ رَبِّ ہے خواہ وہ کتنا ہی نزول فرمائے" مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جتنا بھی کائنات کے جملہ موجودات میں ظاہر ہو تو اللہ کی ذات اللہ ہی رہتی ہے بندہ نہیں بن جاتی اور ایسے ہی بندہ جتنے بھی بلند مرتبہ ولایت کے مقاماتِ عالیہ سے سرفراز ہو جائے وہ بندہ ہی رہتا ہے خدا نہیں بن جاتا۔ عقیدہ وحدت الوجود سے نہ حلول لازم آتا ہے اور نہ اتحاد اور نہ ہی ترکِ صوم و صلوٰۃ لازم ہوتا ہے، حقیقت میں وحدت الوجود ہے اور مجاز میں کثرت الوجود ہے، بندہ حق یعنی سالک راہ حق کو حقیقت اور مجاز دونوں کھیل کھیلنے ہیں اور مجاز کا دوسرا نام وحدت الشہود ہے۔ وحدت الوجود کے متعلق ابن عربیؒ کے اشعار:-

لَا اَدَمَ فِي الْكَوْنِ وَلَا ابْلِسَ
لَا مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَلَا بَلْقِيسَ
فَالْكُلُّ عِبَارَةٌ وَأَنْتَ الْمَعْنَى
يَا مَنْ هُوَ لِلْقُلُوبِ مِقْنَطِيرِيسَ

ترجمہ! دنیا میں نہ کوئی آدم ہے نہ ابلیس، نہ سلیمان کی بادشاہی نہ

ملکہ بلقیس یہ تمام نام ہیں جن کا معنی تو خود آپ ہے جو قلوب کیلئے مقناطیس کا اثر رکھتا ہے۔

وحدت الوجود قرآن کریم کی روشنی میں:-

1- وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَحَقُّ اَنْ يُرْضَوْهُ (التوبہ: 62)"

ترجمہ! "اور اللہ و رسول اللہ ﷺ کا حق زائد تھا کہ اُسے راضی کرتے" یہاں پر ذاتیں دو ہیں مگر ضمیر واحد ہے جو کہ وحدت پر دال ہے۔

2- فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (البقرہ: 115) ترجمہ! پس

تم جس طرف بھی رخ کرو ادھر ذاتِ حق ہی ہے۔

3- وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ (البقرہ: 186)

ترجمہ! اور جب میرے بندے آپ ﷺ سے میرے بارے میں پوچھیں تو میں اُنکے قریب ہوں۔

4- وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (ق: 16)۔

ترجمہ! اور ہم یعنی اللہ تعالیٰ انسان کی رگِ جان سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں۔

5- وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَا تُبْصِرُوْنَ (الواقعة: 85)

ترجمہ! اور ہم اس سے تمہاری نسبت زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم ہمیں دیکھتے نہیں ہو۔

- 6۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ (الحديد: 4) ترجمہ! وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔
- 7۔ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (الذّٰرِیۡت: 21)۔ ترجمہ! اور خود تمہارے نفوس میں، سو کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔
- 8۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الشوری: 11) ترجمہ! اُسکے مانند کوئی شے نہیں وہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔
- 9۔ اِلٰی رَبِّكَ مُنتَهٰهَا۔ (النّٰزِعٰت: 44) ترجمہ! تیری منزل مقصود تیرا رب ہے۔
- 10۔ اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ ترجمہ! اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے (التور: 35)
- 11۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ۔ (الحمد: 3) ترجمہ! وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے۔
- 12۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِیْطًا (النّٰس: 4) ترجمہ! اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر محیط ہے یعنی کوئی چیز اسکی ذات سے باہر نہیں۔
- 13۔ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (البقرہ: 255) ترجمہ! اس کا عرش و کرسی کائنات پر محیط ہے۔
- 14۔ کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ۔ (القصاص: 88) ترجمہ! "ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے ذاتِ حق کے۔" لفظ هَالِكٌ اسم

فاعل ہے جس کا مطلب ہے ہر چیز اب اس وقت بھی فانی ہے نہ یہ کہ آئندہ فانی ہونے والی ہے۔

15۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَإِنَّ وَيَبْقَى وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔ (الرحمن: 26-27)

ترجمہ! جو کچھ ہے سب فنا ہو رہا ہے سوائے ذاتِ حق کے جس کو بقا حاصل ہے۔ "یہاں لفظ فَإِنَّ بھی اسم فاعل ہے جس کے معنی مستقبل کے نہیں بلکہ حال کے بھی ہیں۔

وحدت الوجود احادیث کی روشنی میں:-

1۔ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ

ترجمہ! میں جمیع کمالاتِ حُسن و جمال کا ایک مخفی خزانہ تھا مجھے اس بات کی حُب ہوئی کہ پہچانا جاؤں، پس میں نے خلق کو پیدا کیا۔ (مُلاً علی قاریؒ "اسرار المرفوعہ")

2۔ أَلَا نَسَانُ سِرِّي وَأَنَا سِرُّهُ۔

ترجمہ! انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں۔

3۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ۔

ترجمہ! جس نے اپنے نفس کو یعنی اپنے آپ کو پہچان لیا تو اس

نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ (امام سیوطیؒ "الجاوی ج 2 ص 238)

4۔ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي۔

ترجمہ! میں اپنے بندہ کے گمان کے قریب رہتا ہوں۔

5- اَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرْنِيْ-

ترجمہ! جو میرا ذکر کرتا ہے میں اسکے ساتھ ہوتا ہوں۔

6- مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ لِلّٰهِ لَهُ-

ترجمہ! جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے

7- كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ شَيْئًا۔ ترجمہ! "یعنی اللہ تھا اور

اسکے ساتھ کچھ نہ تھا" یہ لفظ کَانَ ماضی اور حال دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ لہذا اسکا ترجمہ یوں ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ ہے اور اسکے ساتھ اور کسی چیز کا وجود نہیں۔ ("المستدرک" حاکم)

8- هُوَ الْأَوَّلُ وَمَا قَبْلَهُ، شَيْءٌ هُوَ الْآخِرُ وَمَا بَعْدَهُ، شَيْءٌ

هُوَ الظَّاهِرُ وَمَا فَوْقَهُ، شَيْءٌ هُوَ الْبَاطِنُ وَمَا دُونَهُ، شَيْءٌ۔

ترجمہ! وہ اول ہے اور اس سے پہلے کچھ نہیں، وہ آخر ہے اور

اس کے بعد کوئی چیز نہیں۔ وہ ظاہر ہے اور اس سے زیادہ ظاہر کچھ نہیں، وہ باطن ہے اور اسکے سوا کچھ موجود نہیں ہے۔

9- ترجمہ! "اگر تم رسی کو زمین کے آخری سرے تک بھی درا کر دو تو

اللہ پر جا کر رُکے گی۔" اس سے بھی حق تعالیٰ کا وجود ہر جگہ پر جاری و ساری ثابت ہوتا ہے۔

10- اَلَا نَ كَمَا كَانَ-

ترجمہ! آج بھی ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔

مندرجہ بالا تمام قرآن و سنت کے حوالہ جات سے عقیدہ وحدت

الوجود کا اثبات ہوتا ہے۔

تنزیلاتِ سنیہ :-

اس علم کو تنزیلات یعنی Devolution کہتے ہیں، تنزیلات

سے مراد وہ منازل یا وہ سیڑھیاں ہیں جن پر سے ذات نے نزول فرمایا اور

کائنات وجود میں آئی، ان کو کبھی تعینات، کبھی تجلیات، کبھی تقیدات اور

کبھی اعتبارات کہتے ہیں۔ ذیل کے نقشہ سے کائنات میں موجودات کی

ترتیب کا ایک خاکہ ذہن میں آسانی سے آسکے گا، اس شکل میں سب سے

بڑا دائرہ تعین اول یعنی حقیقت محمدی ﷺ ہے اس دائرہ سے باہر یا اوپر

ذاتِ بحت ہے جسے لاتعین کہتے ہیں، دوسرا دائرہ حقیقت انسان یا تعین

ثانی ہے جس میں کائنات کا اجمال ہے اس لیے اسے کائناتِ صغیر کہتے

ہیں، قابِ قوسین وہ مقام ہے جہاں احدیت و واحدیت کی قوسیں آپس

میں ملتی ہیں یہ مقام لاتعین

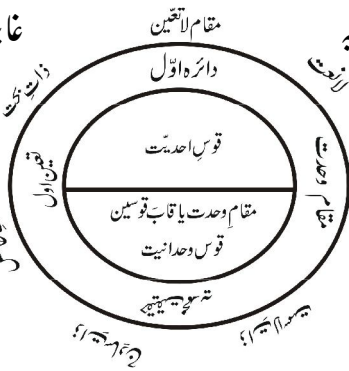
صلی اللہ علیہ وسلم کے نزول

و وجدان کی

اللہ کے۔ او

مراد مقام فنا فی

اللہ اور بقا باللہ



ہے دیگر انبیاء علیہم السلام کا مقام قاب قوسین تھا لیکن آپ ﷺ کا مقام اَوَّ اَدْنٰی ہے

جس سے مراد فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہے۔ قرآن عظیم، احادیث نبوی اور اولیاء کرام کے مشاہدات سے جو حقیقت واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود ہر جگہ ہے لیکن کسی خاص جگہ میں نہیں ہے، وہ سمت سے پاک ہے، زمان و مکان سے پاک ہے، شکل و صورت سے پاک ہے، قرآن مجید میں جو اللہ کے ہاتھ اور آنکھیں بیان کی گئی ہیں ان سے اُسکی صفات کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات کو چھ ایام میں تخلیق فرمایا، اہل اللہ نے چھ ایام کو چھ تجلیات کہا ہے، ایام جمع ہے یوم کی، یوم کے معنی بھی تجلی کے ہیں، یوم یادن آفتاب کی ایک تجلی کی پھینک کا نام ہے۔ تخلیق کے ان چھ مراحل کو تنزلاتِ سِتہ کہتے ہیں۔ تنزلاتِ سِتہ چھ مراحل جن کو مراتب وجود بھی کہا جاتا ہے وہ یہ ہیں:-

1۔ مرتبہ اوّل (احدیث):-

یہ مرتبہ ذاتِ لاتعین کا ہے۔ جب ذاتِ حق تمام اسماء و صفات، رنگ و بو، سمت و اشارہ، شکل و صورت سے پاک اور منزہ تھی، تخلیق سے قبل کے اس مرتبہ وجود کو تنزیہ، غیب، ہُویت، ذاتِ بحت، ذاتِ ساڈج، ذاتِ لاتعین بھی کہا جاتا ہے، اس مرتبہ وجود میں ذاتِ حق اسماء و صفات کے نام سے موسوم نہیں تھی البتہ اسماء و صفات بالقوۃ ذاتِ حق میں مخفی تھے جن کا ظہور تخلیق کے وقت ہوا کُنْتُ کُنْزاً مَخْفِیاً سے اس ذاتِ لاتعین کی طرف اشارہ ہے جہاں نہ ذات تھی اور نہ ہی صفات تھیں۔

2۔ دوسرا مرتبہ وجود (وحدت):۔

یہ مرتبہ وجود حقیقت محمدیہ ﷺ کا ہے۔ جبکہ حق تعالیٰ نے پہلی تجلی فرما کر اپنے نور سے نور محمدی کو ظاہر فرمایا اس مرتبہ وجود کو حقیقت محمدیہ ﷺ، تجلیِ اوّل، تعینِ اوّل، برزخِ اوّل، عقلِ کل، رُوحِ اعظم، برزخ البرازخ اور مقامِ وحدت کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔
حدیثِ اوّل مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُورِیْ وَخَلَقَ کُلُّ شَیْءٍ مِّنْ نُورِیْ
(مسلم و زرقانی و عبدالرزاق) سے اس تعینِ اوّل کی طرف اشارہ ہے۔

3۔ تیسرا مرتبہ وجود (واحدیت):۔

یہ مرتبہ حقیقتِ انسانیہ کا ہے جو کائنات کا اجمال یا خلاصہ کائنات ہے اس مرتبہ وجود کو تجلیِ ثانی کہا جاتا ہے۔ تجلیِ اوّل اجمال ہے اور تجلیِ ثانی اس کی تفصیل ہے جو کچھ تجلیِ اوّل میں تھا وہی تجلیِ ثانی میں

ہے صرف اجمال و تفصیل اور بطون و ظہور کا فرق ہے تجلّی اوّل چونکہ اجمالی ہے اور کمالاتِ اسمائی کے اظہار کیلئے کافی نہ تھی اس لیے تجلّی ثانی کی ضرورت تھی۔ تجلّی اوّل کے اجمال کی تفصیل تجلّی ثانی میں اس طرح واقع ہوئی کہ پہلے اسماء و صفات کے آثار مفصل طور پر اجزائے عالم میں ظاہر ہوئے پھر ان تفصیل کا اجمال آدم علیہ السلام میں ہوا، اس تفصیل اور اجمال بعد التفصیل سے تجلی ثانی تکمیل کو پہنچی اور کمال ذاتی کا ظہور پوری آن و بان کے ساتھ ذہناً اور خارجاً حاصل ہوا۔

4۔ چوتھا مرتبہ وجود (روح) :-

یہ عالم ارواح کا مرتبہ ہے جو عالم ملائک بھی کہلاتا ہے جو کچھ کائنات میں ظاہر ہے وہ عالم ارواح میں باطنی طور پر موجود ہے۔

5۔ پانچواں مرتبہ وجود (صورتِ مثالی) :-

یہ مرتبہ عالمِ مثال کا ہے جو عالم ارواح اور عالم شہادت یعنی اس ظاہری کائنات کے درمیان ایک لطیف جہان ہے جو کچھ عالم شہادت میں ظاہراً موجود ہے وہ عالمِ مثال میں باطناً موجود ہے۔

6۔ چھٹا مرتبہ وجود (انسان) :-

انسان کے باطن میں مذکورہ تمام مراتب وجود و دیعت ہیں جن کی معرفت کیلئے اسکی تخلیق ہوئی ہے، یہ مرتبہ وجود ہماری یہ ظاہری دنیا ہے جسے عالم شہادت اور عالمِ ناسوت کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا جامیؒ کا ایک شعر ہے:

ہر مرتبہ از وجودِ حکمے دارد

گر حفظِ مراتب ننگی زندیقی

مفہوم شعر:۔ مندرجہ بالا مراتب وجود میں ہر مرتبہ وجود کی ایک حقیقت ہے جو کہ تبدیل نہیں ہو سکتی یعنی نہ بندہ خدا بن سکتا ہے اور نہ خدا بندہ بن جاتا ہے اور جو شخص مذکورہ مراتب وجود میں یہ فرق ملحوظ خاطر نہ رکھے وہ گمراہ اور بے دین ہے۔ اصل میں حلول و اتحاد کی یہاں نفی کی جارہی ہے کہ بندہ کے اندر خدا اُتر کر نہیں آ جاتا، کافرین و مشرکین کے مذہب اور اسلام میں فرق ہی یہی ہے کہ وہ بتوں میں اُلوہیت ثابت کرتے ہیں جبکہ مذہب اسلام میں مسلمانوں کا عقیدہ ہی یہ ہے کہ صرف موجود اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے باقی یہ ساری کائنات کی اشیاء اور تمام انسان سب کے سب اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہیں یعنی حقیقت میں انسان کچھ بھی نہیں ہے وہ صرف اللہ ہی کی ذات ہے بس انسان کو اپنے ہونے کا ایک احساس پیدا ہو گیا ہے۔ کہ "میں" ہوں اور جب سلوک الی اللہ کی منازل طے کرنے سے سالک راہ حق پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ "میں" نہیں ہوں بلکہ "اللہ ہے" تو تب جا کر وحدت الوجود کا نکتہ سمجھ میں آتا ہے۔ جب تک سیب کو چکھ نہ لیا جائے اسکے ذائقہ کا پتہ نہیں چل سکتا چاہے کتنی ہی کتابیں اس موضوع پر صرف ذائقہ کے اجزائے

ترکیبی سمجھانے پر لکھ دی جائیں مگر جب سب کو چکھ لیا تو سارا راز کھل گیا بالکل ایسے ہی نکتہ وحدت الوجود بھی ایک راز ہے جب سمجھے گا تو بندہ خود سمجھ لے گا کوئی اور نہیں سمجھا سکتا صرف راہ دکھا سکتا ہے۔

عقیدہ وحدت الوجود کا فائدہ:-

آج کا دور مکمل زوال کا دور ہے اور گمراہی اور بے دینی زوروں پر ہے، ایمان سلامت نہیں رہے، گھروں کے گھر اُجڑ رہے ہیں، خاندان اُجڑ رہے ہیں، ہر طرف ایک طوفانِ بدتمیزی برپا ہے، مادیت زوروں پر ہے اور سائنس کے عروج کا دور ہے، نئی نسل ہر بات کا سبب اور وجہ پوچھتی ہے، لہذا سب سے آسان اور سادہ تبلیغ علماء و مشائخ کیلئے یہ ہے کہ اس نوجوان نسل میں عقیدہ وحدت الوجود کو فروغ دیں، یہ موجودہ تمام فتنوں کا کُلّی علاج ہے، جب بندہ اپنے آپ کی نفی کرے اور صرف اللہ کی ذات کا اثبات کرے تو تمام جھگڑے ہی ختم ہو جاتے ہیں اور جھگڑوں کی بنیاد ہی یہ سب خبریں ہی خبریں ہیں کہ یہ ٹھیک ہے اور یہ غلط ہے اور جب غلط اور ٹھیک چیزوں کے بارے میں حقیقت کا ادراک ہو گیا مشاہدہ ہو گیا اور حقائق اشیاء سے پردہ اٹھ گیا تو تمام تنازعات اور مسئلے بھی حل ہو جائیں گے، تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب و باطن کا شاندار عظیم اور کُلّی علاج و طریقہ عقیدہ وحدت الوجود ہے اس سے انانیت کے بت پاش پاش ہو جاتے ہیں اور اپنے وجود کو وجودِ موموہ تصور کرتے ہوئے انسان کو اپنی نفی ذات کا مقام

ملتا ہے اور فناء سے مراد بھی یہی ہے کہ انسان میں اپنے ہونے کا احساس ہی ختم ہو جائے، ورنہ ہندوؤں اور دوسرے مذاہب کی طرح فناء سے مراد بندہ کا خود ہی فنا ہونا مراد لینا کھلی گمراہی اور بے دینی ہے، انسان فانی ہو کر ہی بقاء کا مقام پالیتا ہے اور صحیح معنوں میں عبد اور بندہ خدا بن کر اخلاقِ محمدی کو اپنا شیوہ بنا لیتا ہے اور خلقِ خدا کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہو جاتا ہے۔ اسلامی تصوف کا بنیادی مقصد بھی انسان کو نفسِ امّارہ سے چھٹکارا دل کر نفسِ مطمئنہ کے مقام پر فائز کرنا ہے اس مقام پر پہنچ کر انسان کو پتہ چل جاتا ہے کہ میں تو کچھ بھی نہیں سب کچھ ذاتِ حق ہی کی جلوہ گری ہے اور میں خواہ مخواہ غرور و تکبر، رعونت، حرص و لالچ غرضیکہ جملہ اخلاقی و روحانی امراض و عیوب کا شکار رہا، لہذا حقیقتِ حال سے آگہی کے بعد وہ سراسر غلامی رسول ﷺ کو اپنا شعار بنا لیتا ہے اور پھر اُمتِ رسول ﷺ کی خدمت، بہتری اور ہدایت کیلئے کمر بستہ ہو جاتا ہے چونکہ حقیقی تقویٰ اور علم و معرفت کی اساس غلامی رسول ﷺ میں مضمر ہے اور عقیدہ وحدت الوجود کا مقصد وحید بھی انسان کو اس منزلِ مقصود یعنی ذاتِ حق تک رسائی بذریعہ غلامی رسول ﷺ پر لانا ہے۔

حضرت خواجہ خدایارؒ کا عقیدہ وحدت الوجود:-

غیر تم غیر درجہ ان نگذاشت
لاجرم عین جملہ اشیا تم

یعنی میری غیرت نے مجھے دنیا میں غیر نہ چھوڑا، لازمی طور پر میں جملہ اشیاء کی آنکھ کی مانند ہوں تو کہاں گھومتا ہے اور کیا ڈھونڈتا ہے؟ بہتر یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو پالے تاکہ کام کی حقیقت کو معلوم کر لے، جس وقت تو نے سمجھ لیا کی خلقت اور خالقیت کی کتاب کا فاتحہ اور خاتمہ تو ہی ہے اور تیرے سوا کوئی اور نہیں ہے تجھ ہی سے تمام چیزوں کی ابتداء ہے اور تیری ہی طرف واپسی ہے۔

پس بصورتِ عالمِ صغریٰ توئی

پس بمعنیِ عالمِ کبریٰ توئی۔

پس جہانِ اصغر (انسان) کی صورت میں تو ہی ہے پس جہانِ اکبر (کائنات) کے معنی میں بھی تو ہی ہے اور صغریٰ اور کبریٰ دونوں تیرے اعتبار ہیں اور اعتبار بھی تو ہی ہے۔

اللہ، محمد، عالم و اسماء اوست

یعنی اللہ محمد عالم و اسماء وہی ہے، باطن کے اعتبار سے احدیت، جمعیت کے لحاظ سے وحدت اور اسماء، صفات، ارواح، امثال اور اشکال کے ملاحظہ سے احدیت کا فرما ہے، تھوڑا سا آنکھ کو ملیں، دل کی آنکھ کو کھول کر دیکھیں اور ذرا غور و فکر سے کام لیں تو معلوم ہوگا کہ ان حضرات اور تنزلات کا جامع حضرت انسان کے سوا دوسرا کوئی اور نہیں ہے۔

دُوئی در خاندانِ کُفر و دینِ روشن نمی گردد

زیک آتش چراغِ کعبہ و بُتخانہ می سوزد
یعنی دُوئی کا کُفر اور دین کے خاندان میں کچھ پتہ نہیں چلتا
کیونکہ ایک ہی آگ سے کعبہ کا چراغ بھی روشن ہوتا ہے اور بت خانے کا
چراغ بھی جلتا ہے۔

در خود بجاو بدیر و حرم سرزدن چہ سود

بیرون مَر و کہ هست در این خانہ آشنا

"یعنی اُسے ذاتِ واحد کو اپنے آپ میں تلاش کر، دیر و حرم میں
سر مارنے کا کیا فائدہ؟ باہر مت جا کہ اسی گھر میں آشنا موجود ہے۔"
سالمک کا باطن جب ماسوا اللہ سے پاک ہو جاتا ہے اور ہستی حق کا اس پر
غلبہ ہوتا ہے تو مقامِ قربِ نوافل حاصل ہوتا ہے جسکی نسبت حدیثِ قدسی
میں اللہ کریم فرماتا ہے۔ "ہمیشہ میرا بندہ نفلیں پڑھ کر، عبادتیں کر کے مجھ
سے قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں اور
جب میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو میں اسکی شنوائی ہوتا ہوں جس سے وہ
سنتا ہے اور میں ہی اس کی بینائی ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے (الیٰ آخرِ
حدیث) اس فناء تام اور قربِ نوافل حاصل ہونے پر بندہ کے افعال حق
تعالیٰ کے واسطے سے صادر ہوتے ہیں، بندہ فناء ہو جاتا ہے کچھ باقی نہیں
رہتا اور تجلّی ذات کا ظہور ہونے لگتا ہے، نعرۃ انا الحق حضرت منصورؒ کی زبان
سے اُسی مقام پر سرزد ہوا، جو توحید میں پختہ ہو گا وہ ہر ایک مظہر میں اُسی

ایک ذات کا ظہور پائیگا اور کسی سے ناخوش نہ ہوگا کیونکہ اُسے معلوم ہو جائیگا کہ درحقیقت واجب الوجود کے سوا اور کوئی وجود بوجہ حقیقی نہیں ہے اور جس قدر موجودات ہیں وہ سب اسماء الہیہ کے ظلال اور عکس ہیں، مگر خواجہ خدایا رتبہ فرماتے ہیں کہ اس مشرب توحید کے بتانے سے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ نادانوں کی طرح شرع شریف کی مخالفت کرنے لگیں اور ایمان کو ہاتھ سے کھو بیٹھیں بلکہ میرا مقصود یہ ہے کہ کسی حالت میں بھی شریعت سے باہر قدم نہ نکالیں اور حفظِ مراتب کا خیال رکھیں۔

حضرت خواجہ خدایا رتبہ حضرت شاہ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ سالک اپنے دل کی آنکھ سے اپنی حقیقت کو جس کا نام حقیقتِ جامع ہے دیکھنا شروع کرے اور تمام عالم کو خیال کرے کہ اسمیں موجود ہے گویا خود ہی تمام عالم میں سرایت کیے ہوئے ہے دوئی کو مطلق دور کر دے اور خود اپنی ذات سے کہ حقیقتِ جامع اور مظہرِ کل ہے فائدہ اٹھائے۔ اپنے وجود کی سیرا کسیرِ عظیم کا حکم رکھتی ہے وساوس اور خطرات اس کے عامل کے پاس نہیں آنے پاتے مثلاً جب تک قطرہ اپنے آپ کو دریا سے جدا جانتا ہے قطرہ ہے اور جب دریا میں مل گیا اور اپنی اصل میں فناء ہو گیا پھر قطرہ کہاں رہا۔

ۛ مَنْ نِیْمَ وَاللّٰہِ یَا رَاں مَنْ نِیْمَ
جَانِ جَانِمِ سِرِّ سِرِّمِ تَنْ نِیْمَ

یعنی میں نہیں ہوں، خدا کی قسم دوستو! میں نہیں ہوں، میں جان کی جان ہوں، میں سر کا سر ہوں اور میں تن بدن نہیں ہوں۔

جدا از خود چہ میجوئی تو ہم کردہ مہجورت
اگر معنی توئی معنی و گر صورت توئی صورت
یعنی تو اپنے آپ سے جدا کیا ڈھونڈتا ہے مجھے تو وہم و گمان سے
مہجور کیا ہے اگر باطن ہے تو تو ہی باطن ہے اور اگر ظاہر ہے تو تو ہی
ظاہر ہے پس وجوہ مطلق جو احدیت وحدت اور واحدیت کا جامع ہے وہ
تو ہی ہے اور دائرے کو گھیرنے والا، دائرے میں گھرا ہوا اور دائرے کا
نقطہ بھی تو ہی ہے۔

یہ تھا حضرت خواجہ خدایار پیر کا عقیدہ وحدت الوجود جس کا درس
آپ سرکار اپنے خلفاء و مریدین کو دیتے رہتے تھے۔

حضرت خواجہ محمد خدایار کے بیان کردہ اسرارِ الہیہ:-

1- صاحبِ وجد و ذوقِ محفلِ سماع میں گم ہو جاتے ہیں کیونکہ نورِ
معشوق غالب ہو جاتا ہے اور نورِ عاشق مغلوب ہو جاتا ہے ظہورِ بطون میں
مبدل ہو جاتا ہے اور اسمِ مبارک یا باطن کا غلبہ اسمِ یا ظاہر کے
تعیین کو مغلوب کر دیتا ہے۔

2- صوفیائے کرام متقدمین سے لے کر متاخرین تک تمام اپنے شیخ
کے مشرب و مذہب کے تابع تھے اور یہی صراطِ مستقیم ہے اور بمصداق

الصُّوفِي لَا مَذْهَبَ لَهُ (صوفی کا کوئی مذہب نہیں) ان کا مذہب و مشرب اپنے مشائخ کی متابعت ہے، اس کے علاوہ جب صوفی ذاتِ الٰہیہ میں فنا ہو کر تمام قیود و بندش سے ماری ہو جاتا ہے تو اسی عارضی وقت میں جب وہ ذاتِ حق میں غرق ہوتا ہے اس پر مذہب کے احکام کا اطلاق نہیں ہوتا لیکن جب سکرو استغراق سے باہر آتا ہے تو صوم و صلوٰۃ کی پابندی کرتا ہے۔

3۔ سلسلہ چشتیہ میں مقامات سلوک 15 ہیں اور پانچواں مرتبہ کشف و کرامات کا ہے، فنائے مطلق اس پانچویں مقام سے گزرنے کے بعد حاصل ہوگی، بندہ اور مولا کے درمیان ستر ہزار ظلمانی حجاب ہیں اور ستر ہزار نورانی حجاب حائل ہیں، ظلمانی حجابات کثرتِ مجاہدہ و ریاضت اور ترکِ ماسوا اللہ سے قطع ہوتے ہیں اور حجاباتِ نورانی شوق کے بغیر قطع نہیں ہوتے، یہ راہ سلوک سوائے ذوق و شوق اور عشق کے طے نہیں ہوتا۔

4۔ چشتی حضرات جامع صحو و سکر ہیں وہ ہمیشہ مست و ہوشیار رہتے ہیں یعنی یہ حضرات سکر یعنی استغراق اور صحو یعنی ہوشیاری دونوں کیفیات کے جامع ہوتے ہیں۔

5۔ سورۃ زلزال میں باطنی اسرار اور سلطان الازکار کی حقیقت:-

ذاکر الہی پر ذکر کی وجہ سے ایک عظیم غلبہ ہوتا ہے لیکن وہ غلبہ

ظاہر نہیں ہوتا بوجہ ذکر کی قوت، جب افاقہ ہوتا ہے تو سالک محویت کے عالم میں اپنی ہستی سے بے خبر ہو جاتا ہے جس طرح نیند کے وقت، سلطان الدُّکر ایک نور ہے جو سالک پر اوپر یا آگے پیچھے کی طرف وارد ہوتا ہے جس سے اسکو جنبش ہوتی ہے اور زبردست قوت ظاہر ہوتی ہے جو سالک کے ذکر پر مداومت کے لحاظ سے کم و بیش ہوتی ہے۔ غرضیکہ سلطان الدُّکر میں غلبہ عظیم اور سخت ہیبت سے جسدِ خاکی کی کثافت دور ہوتی ہے اور انوار کا زبردست حملہ ہوتا ہے اور سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے لہذا جب سالک پر سلطان ذکر وارد ہوتا ہے تو جسدِ خاکی پر حملہ آور ہوتا ہے اور آفاقاً لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور اُسے بے خود اور محو کر دیتا ہے اور سالک پر محویت طاری ہوتی ہے تو شروع میں اس کے قلب کے انوار مثل شمع یا مشعل یا ستارہ، ماہتاب، برق و سحاب اور اَمْرُ ذُو صَبِیحٍ وغیرہ اور انوارِ روح مثل ایک آفتاب کے اور اسکے بعد کئی آفتاب، آسمان اور آئینہ ہا کی طرح بصورت پہاڑ اور سُرخ انوار کی بارش وغیرہ کی طرح اسکے وجود میں ظاہر ہوتے ہیں اس حالت میں سالک 18 ہزار جہانوں کو اپنے وجود کے اندر مختلف صورتوں میں مشاہدہ کرتا ہے اور روح، قلب اور دیگر لطائف پر انوار جلوہ گر ہوتے ہیں یہ ہے سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ کی کیفیت اور یہ عالم ملکوت کا مرتبہ ہے جب سالک ان تجلیات کا اپنے اندر مشاہدہ کرتا ہے اور ان انوارِ حق کو اپنے قلب میں دیکھتا ہے تو

بے اختیار اسکی زبان سے نکلتا ہے کہ یہ کیا جمال ہے اور کیا کمال ہے کیا استعداد ہے اور کیا وسعت ہے، میرے جسم کے اندر 18 ہزار عالم موجود ہیں اور جب اپنے وجود پر لرزہ کودیکھتا ہے تو تعجب میں آکر کہتا ہے کہ یہ کیا حالت ہے جو مجھ پر طاری ہے اور میرے جسم میں زلزلے کس وجہ سے آرہے ہیں۔ وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا (اور کہتا تھا کہ یہ کیا ہو گیا ہے) جب سالک ان جذباتِ الہیہ سے متصف ہو جاتا ہے اور اسکی استعداد حق تعالیٰ کی استعداد سے مبدل ہو جاتی ہے تَوَسُّمَ تَبَدُّلُ الْأَرْضِ (ایک زمین دوسری زمین سے مبدل ہو جائیگی) کی حالت پیدا ہوتی ہے اسکے قلب اور روح پر معارفِ الہیہ اور علومِ لدنیہ جلوہ گر ہوتے ہیں فنائے ذاتی کے تصرّفات کی وجہ سے اسکی بشریت معدوم ہو جاتی ہے نسخِ صور سے اسکو مختلف اقسام کی آوازیں سنائی دیتی ہیں جیسے بجلی کی کڑک وغیرہ اس سے سالک کو قیامتِ گہری پیش آتی ہے اور تصرّفات و تعیناتِ روح بالکل ختم ہو جاتے ہیں اُس وقت اس کے قلب پر الہاماتِ ذاتیہ و صفاتیہ کا ظہور ہوتا ہے اور ہر ساعت اس پر حقائق و معارفِ غیبیہ کا انکشاف شروع ہو جاتا ہے اور سالک کا قلب لوحِ محفوظ بن جاتا ہے جس پر تمام امور کا اظہار ہوتا ہے جس طرح انبیاء علیہم السلام پر وحی کا نزول ہوتا ہے اُسی طرح سالک کے دل پر الہامِ ذاتی وارد ہوتا ہے اور علومِ اولین و آخرین اس پر منکشف ہوتے ہیں اس وقت سالک کا ہر بن یعنی بالِ مولا اور جسم کا

ہر ذرہ روح بن جاتا ہے اور اس سے کلام کرتا ہے تمام اسرار ذات و رموز صفات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے کَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (یس: ۶۵) (آج ہم نے انکے مونہوں پر مہر لگا دی ہے اور ہم انکے ہاتھوں سے بات کرا سینگے اور انکے پاؤں شہادت دینگے ان اعمال کی جو وہ کرتے تھے) یعنی آج ہم سالکین کے قلوب پر حقائق و معارف ذاتیہ اِلْقَاءِ کرتے ہیں بلکہ سالکین باقی نہیں ہوتے ہم ہوتے ہیں اسلئے کلام غیر اور بے معنی سے ان کے منہ پر مہر سکوت لگ جاتی ہے اس وجہ سے کہ انکے قلوب ہمیشہ میری ذات کے الہامات و شہودات میں مستغرق اور متوجہ رہتے ہیں اور انبیاء اپنے ان اعضاء کے کلام کے ذریعہ مجھ سے بے واسطہ کلام کرتے ہیں اور اپنی استعداد کے مطابق میری تجلیات طلب کرتے ہیں اور ان کے تمام اعضاء اپنی جدوجہد اور اشتیاق کے مطابق ہمارے حضور میں گواہی دیتے ہیں اور درحقیقت انکے اعضاء کا یہ اختیار یعنی کلام کرنا حقائق انبیاء کی بناء پر ہے جو کہ نفس الامر میں میری ذات و صفات ہیں آیہ کریمہ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۚ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا سے یہی حقیقت مراد ہے یا اس سے یہ مراد ہے کہ سالک کے قلب کی حقیقت جسے رُوح مسافر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جب معکوسیت سے راستی کی طرف آتی ہے تو بے شمار صورتہائے مثالیہ سے متمثل ہو کر

مختلف اعضاء سے ظاہر ہوتی ہے اور حقیقت وجود کہ جس کی تلاوت ہر شخص پر فرض عین ہے اس پر منکشف ہوتی ہے اس آیت سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ اندامِ مُقیم (جسدِ خاکی) جو مومنہ اللہ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ہے اور مقامِ سفلی میں مقید ہے اگرچہ خود صراطِ مستقیم ہے لیکن بوجہ تقیدِ ناسوتی اس سے منحرف ہو کر تقید سے رہائی حاصل کرتا ہے اور اطلاق کے رنگ میں آتا ہے یعنی تشبیہ سے تنزیہ کی طرف آتا ہے تو امواجِ تجلیاتِ ذات درپیش ہوتے ہیں اس کے بعد حکمِ الہی سے خلق کی ہدایت و ارشاد کے لئے اُسے خلقت کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے اس وقت اُسکی صورت اِذَا رَأَوْ ذُكْرَ اللَّهِ کا مصداق بن جاتی ہے جس سے طالبین کو اختیارِ ذات حاصل ہوتا ہے اس وجہ سے کہ حق تعالیٰ نے اُسے اپنے علمِ ذاتی سے بھر دیا ہے یا اسکے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ جب سالک کے عینِ ثابتہ (یعنی اشیاء اور تعینات کا وہ نقشہ جو خلقت سے پہلے اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا) کی زمینِ تقید سے رہائی حاصل کر کے اطلاق کا رنگ اختیار کرتی ہے تو تجلیاتِ ذات کا محلِ بنتی ہے لیکن سالک اس سے تنزل کر کے مقامِ عبدیت پر آتا ہے اپنے جسم کے ہر عضو کو عینِ ثابتہ کے احوال سے بھرا ہوا پاتا ہے یعنی صفاتِ حق سے مُصَفَّ ہوتا ہے اور یہ صفات اسکے ہر عضو سے ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ اسکے اعضاء میں سے ہر عضو اُسے اسکے مشہودِ اطلاقی سے خبر دیتا ہے اس وقت سالک کا پورا جسم زبان اور چشم و گوش یعنی

سمع و بصر بن جاتا ہے یہ مرتبہ جبروت ہے جب سالک کے جسم کے تمام اجزاء اپنی استعداد کے مطابق یا ان میں سے ہر جزو اپنی انفرادی استعداد کے مطابق شہودِ اطلاق ذات میں غوطہ لگاتا ہے حتیٰ کہ نقطۂ اصل الاصل تک عروج کرتا ہے اور جسم کا ہر عضو مبدائے تعین تک عروج کرتا ہے اور فناۓ محمدی ﷺ حاصل ہوتی ہے اور اپنی حیثیت کے مطابق مشاہدہ ذاتی کی بدولت ہر خبر سے باخبر ہوتا ہے اور آریہ کریمہ یَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ سے یہی مراد ہے یعنی جب جسدِ انسانی کا ہر جزو استعدادِ کلی حاصل کر کے تقیدِ جسمی سے آزاد ہوتا ہے اور شہودِ تجلیات لا کیف سے بہرہ ور ہوتا ہے تو شغلِ باطن کا اکتساب کرتا ہے اور اگرچہ تمام اجزاء کا یہ شہودِ مجموعی طور پر ہوتا ہے لیکن شہودِ جمال کا حصول اسے جزو بہ جزو حاصل ہوتا ہے چنانچہ آریہ کریمہ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ، وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ سے یہی مراد ہے اور اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ جب سالکین شہودِ ذاتِ مطلق میں فناء ہو کر درجات میں ترقی کرتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک زبانِ حال سے اپنے مرتبہ و مقام کے مطابق شہودِ ذات میں امتیاز طلب کرتا ہے تاکہ منصبِ خاص سے منسوب ہو اور اپنے مجاہدہ کا ثمرہ حاصل کرے پس ان میں ہر شخص ذاتِ احدیت میں فناء کی خاطر ریاضت و مجاہدہ کرتا ہے اگرچہ وہ فناء صرف ایک لمحہ کیلئے ہی کیوں نہ ہو اور پھر وہ شخص اپنی فناء کی گہرائی کے مطابق مقامِ بقاء اور

منزلت و منصب سے خاص مشرف ہوتا ہے تو ان اشخاص کو اپنی اپنی استعداد کے مطابق مقام محبوبیت یا قطبیت کبریٰ یا قطب مدار کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور جو شخص کسبِ شرک کرتا ہے اور غفلت میں مبتلا رہتا ہے تو اسکی جزاء دوزخ ہے جس سے مراد فراق اور ذات و صفات کے وصال سے محرومی ہے سورۃ مبارکہ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ میں یہ باطنی اسرار و رموز پائے جاتے ہیں۔

6۔ مشائخ ما نفس نمے راند ند "یعنی ہمارے مشائخ کرامات نہیں دکھاتے تھے" جو سائل حاجت مند آتا دُعا فرمادیتے تھے، نفس راندن کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ زبان سے نکلے ہو جائے لیکن مشائخ چشت اس چیز سے اسلئے اجتناب کرتے ہیں کہ وہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں اور جو دُعا کرتے ہیں قبول ہو جاتی ہے فرق صرف یہ ہے کہ جو کچھ مُنہ سے نکلے ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مقامِ عروج یعنی فناء میں ہیں اور جو بزرگ صرف دُعا سے کام لیتے ہیں وہ مقامِ نزول یا عبدیت یعنی بقا باللہ کے مقام پر فائز ہوتے ہیں جو حضور ﷺ کا خاص مقام ہے اور اس مقام کا خاصہ عجز و انکسار ہے اور اہل معرفت کے نزدیک یہ امر مسلمہ ہے کہ عروج کی نسبت نزول زیادہ بلند مقام ہے، یہی وجہ ہے کہ اکابر اولیاء کرام جن کا مقام عبدیت اور بقاء سے ہے ظہورِ کرامت کم ہوتا ہے اور کم درجہ کے بزرگان سے ظہورِ کرامات زیادہ ہوتا ہے۔

7۔ مسلکِ ملامتیہ اور مشربِ قلندری ورنندی :- بعض عارفینِ کامل کی نظر نہایت سلوک میں اپنی عبادت و تقویٰ پر پڑتی ہے تو عجب عبادت و تقویٰ کے باعث ان کے شہود میں حجاب پیدا ہو جاتا ہے اور اکثر اسی مقام پر رک جاتے ہیں لیکن عاشقانِ صادق اور شہبازانِ جانبازا اپنی عبادت اور تقویٰ کو بُت اور زُنا سمجھ کر اپنے آپ کو اس قسم کی ملامت مثل شراب اور شاہد بازی وغیرہ میں ڈالتے ہیں تاکہ نظر عبادت اور تقویٰ سے اُٹھ جائے اور خود پسندی جو حجابِ راہ بن گئی تھی معدوم ہو جائے اور مطلوبِ حقیقی تک نظر پہنچ جائے چنانچہ عارفِ کامل اللہ پر توکل کر کے اپنی ساری عمر کی عبادات و اطاعت کو تھوڑے سے حجاب کے سبب غلبہٴ عشق میں آکر بظاہر اپنے آپ کو دریائے معصیت میں پھینک دیتا ہے تو ادھر حق تعالیٰ کی طرف سے بھی عاشقِ صادق کے اخلاص پر شفقت ہوتی ہے اور حقیقتِ اشیاء کو بدل دیا جاتا ہے حتیٰ کہ معصیتِ عبادت بن جاتی ہے اور اُن کی شراب وغیرہ بھی شہد بن جاتی ہے یہ رند و ملامتی حضرات اور مردانِ قلندر بظاہر رسوم و قیود سے آزاد رہتے ہیں مگر باطن و اصل باللہ ہوتے ہیں مخلوق کو اپنے آپ سے دور کرنے کیلئے ایسا کرتے ہیں تاکہ ذاتِ حق میں کامل استغراق حاصل ہو جائے اور ہر ماسوا اللہ سے منہ موڑ لیتے ہیں اصل میں فناء الفناء کے ایسے مقام پر فائز ہوتے ہیں جہاں اُن کی نہ ذات رہتی ہے

اور نہ ہی صفات، صرف ذاتِ حق ہی رہ جاتی ہے اور سالک کا پناہ تین گم ہو جاتا ہے یہ لوگ اہل سکر، اہل فناء، ابنِ الحال اور صاحبِ تلوین جیسے القابات سے موسوم ہوتے ہیں

8- سورة والتّازعات کی ابتدائی پانچ آیات کے عارفانہ مُعانی:-

ان آیات سے کیفیاتِ جس دم نکالی جاتی ہیں اور یہ معنی سینہ بہ سینہ حضور نبی کریم ﷺ سے پہنچے ہیں وَالنّازِعَاتِ کا مطلب ہے قسم ہے دم یا سانس کھینچنے والوں کی، غَرْقًا کے معنی ہیں سختی اور قوت سے سانس کھینچنا یعنی قسم ہے اُنکی جو ہر سانس میں ہُو کہہ کر نیچے سے اوپر لے جاتے ہیں وَالنّاشِطَاتِ نَشْطًا کے معنی ہیں قسم ہے سانس باہر لانے والوں کی جو نرمی سے سانس پکڑ کر آہستہ آہستہ منہ سے نکالتے ہیں تاکہ جو گرمی جس دم سے پیدا ہوا آہستہ آہستہ خارج ہو۔ وَالسّابِحَاتِ سَبْحًا کا مطلب یہ ہے کہ قسم ہے جس دم کرنے والوں کی جو حق تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اللہ اللہ کہہ کر، سَبْحًا کا مطلب ہے تیزی سے یعنی تیزی سے اللہ اللہ کرتے ہیں تاکہ ذکر میں ترقی کریں فَالسّبِقَاتِ سَبْقًا کا مطلب ہے اس عمل یعنی جس دم سے سبقت حاصل کرنا چاہتے ہیں یعنی روحانی ترقی کے جو خواہش مند ہیں انہیں سبقت کرنی چاہیے تاکہ سَجِّين سے نکل کر علیین تک پہنچ جائیں فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا کا مطلب ہے قسم ہے ان کی جو تدبیر یا

جدوجہد کرتے ہیں تاکہ قرب الی اللہ کے حصول کا کام بخیر و خوبی انجام کو پہنچے لیکن اسمیں بھی ایک نکتہ ہے مطلب یہ ہے کہ عروج دم (یعنی سانس کا اوپر لطیفہ خفی و انہی میں لے جانا) مسافر ہے یعنی ترقی پذیر ہے اور تدبیر سے مراد یہ کام ہے کہ سانس کھینچنے کے بعد سینہ میں مضبوط کیا جاتا ہے یا گردن کو تین بار ہلایا جاتا ہے تاکہ دل کو گرمی پہنچے اور گرمی سے کھل جائے اور حرارتِ غریزی باہر نکلے اور گرمی جس دم باہم مل کر دل نیلوفر کو کھول دے جس سے دل مقیم چل پڑے اس کام کو تدبیر کہتے ہیں اور جو شخص اس کام کو بخوبی انجام دیتا ہے السَّابِقُونَ اُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ (الواقعه: 10, 11) میں سے ہو جاتا ہے۔

9۔ رویت ذاتِ حق کی پانچ اقسام ہیں اول خواب میں دل کی آنکھوں سے دیکھنا دوم: بیداری میں سر کی آنکھوں سے ظاہری جسمانی آنکھوں سے دیکھنا۔ سوم: خواب اور بیداری کے درمیان کی حالت میں دیکھنا جسے بے خودی خاص کہا جاتا ہے۔ چہارم: ایک خاص تعین میں دیکھنا۔ پنجم: ذاتِ واحد کو اشیائے عالم کی کسی کثرت میں دیکھنا اور یہ رویت حضور نبی کریم ﷺ کی رویت ہے جبکہ وہ خود نہیں تھے بلکہ دیکھنے والا اور جس کو دیکھا دونوں ایک ہو چکے تھے اور اُن کیلئے خواب و بیداری و بے خودی برابر تھی اور ظاہری باطنی آنکھیں ایک ہو گئی تھیں اور یہ کمالِ مرتبہ رویتِ عینیّت ہے اور اس رویت کیلئے دنیا و آخرت کی قید نہیں ہے ہر جگہ

اور ہر وقت میسر ہے۔

10- عشق سے مراد عاشق کا مشاہدہ دوست کی طرف رجوع ہے اور درد سے مراد سوز اور فراق ہے یعنی عین طلب میں تا حصول وصال، پس ترقی کا موجب درد ہے اگر کسی کو عشق ہے لیکن درد نہیں ہے وہ ترقی نہیں کر سکتا چنانچہ ملائک کو عشق ہے درد نہیں ہے لہذا وہ ترقی نہیں کر سکتے۔

فُدیسان را عشق هست و درد نیست

درد را جز آدمی در خورد نیست

ترجمہ! "فرشتوں کو عشق ہے درد نہیں ہے درد کے قابل انسان کے سوا کوئی نہیں ہے" پس عشق کا ایک ذرہ ساری کائنات سے بہتر ہے اور درد کا ایک ذرہ تمام عاشقوں کے دل سے بہتر ہے۔ عشق کے لئے درد لازمی نہیں لیکن درد کے لیے عشق لازمی ہے اور درد کے بغیر "عشق" محبوب تک نہیں پہنچا سکتا ہے نہ درد محبوب تک پہنچا سکتا ہے۔

11- اس ہوا میں سرِ عظیم ہے جسکی وجہ سے یہ ہوا قائم و دائم ہے پس ہوا عالمِ خلاء، عالمِ صفا اور عالمِ لطافت ہے اور اٹھارہ ہزار عالم اسی ہوا میں نمایاں ہیں جب تک ہوا ہے عالم کون و مکان ہے ہوا سے اوپر عالم سبحان و لامکان ہے پس ہوا کو عالم وحدت کا قرب حاصل ہے۔

12- ولایت سے مراد وہ نسبت اور تصرف ہے جو بندہ کو حق تعالیٰ کیساتھ ہوتا ہے اور ولایت کا مطلب ہے قبولِ خلق جس سے اہل عالم

فیض یاب ہوتے ہیں اسکا تعلق عالم کون و مکان اور اسکے معاملات سے ہے کشف و کرامات کا تعلق اس ولایت سے ہے اور وہ برکات جو مُستعد لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں وہ ولایت کا نتیجہ ہیں۔

13۔ گُلاہ چہار تَرکی:۔ گُلاہ چہار تَرکی کا مقصد یہ ہے کہ اوّل ترک دنیا کرے دوم: ترک لسان یعنی لذتِ طعام اور کلامِ فحش سے پرہیز کرے سوم: یہ کہ جو چیز حرام ہے اسکا دیکھنا ترک کرے چہارم: طہارتِ قلبی یعنی دل کو ظاہری و باطنی کدورتوں سے پاک کرے۔

14۔ مرشدِ کامل کی صحبت میں بیٹھیں تو خطراتِ دل سے دور کر کے ہمہ تن متوجہ الی اللہ ہو کر بیٹھیں تو فیض ملتا ہے ہر شخص میں ایک قسم کا موج ہوتا ہے نیک سے نیک کا، بد سے بدی کا، بار بار کی صحبت سے کچھ نہ کچھ اثر ہو ہی جاتا ہے مرشد بھی ہمہ تن متوجہ ہو کر پوری ہمت یا پوری قوتِ ارادی کو مرید کے دل پر مرکوز کرے تو مرشد کے خیالات، اخلاق، باطنی اسرار و معارف مرید میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

15۔ خلقِ خدا کو عرفانِ الہی کی غذا دیا کرو تو تم سراپا راحت و خوشبو ہو جاؤ گے۔

16۔ ہم یعنی انسان نے اللہ تعالیٰ کو اس کا مظہر دیا جس سے اس کے کمالات ظاہر ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو وجود بخشا اور اپنے کمالات کا پرتو ہم پر ڈالا لہذا اے انسان! تم میں سے کچھ حق تعالیٰ کے صفات کا

ظہور ہو کچھ بندگی کا اعتراف ہو تو تم جہتِ الہی سے اور تخلقِ باخلاقِ الہی کی وجہ سے خلق یعنی مخلوق پر رحم کرو گے۔

17۔ ہم علمِ الہی میں اعیانِ ثابتہ تھے اور عالمِ ارواح میں اکوان و مخلوق تھے اور عالمِ شہادت و ناسوت و جسم میں جو کہ تحتِ زمانہ ہے مشہود و مرئی، غرضیکہ ہم علمِ الہی میں سرمدی، ارواح میں دھری، اور اجسام میں زمانی تھے مگر ہر حال میں اُسی میں تھے اس سے کبھی بھی جدا نہیں ہوئے مگر یہ حضور و شہود دائمی کب رہتا ہے کبھی کبھی رہتا ہے اور کبھی غفلت بھی رہتی ہے۔

18۔ سرِّ عظیم کا امین و مظہر انسان ہے اور انسان کے سوا کسی پر فنائیت نہیں آتی ہر ایک اپنے مرکز پر اڑا ہوا ہے جس کو معرفتِ الہی کی طلب ہو وہ پہلے اس عالم کی معرفت حاصل کرے، اسمائے الہیہ جو اپنے ظہور اور مظاہر کی طلب میں بیقرار تھے اس بیقراری کو دور کر دیا اس طرح سے کہ اس نے اپنے آپ میں مظاہر کو پیدا کر کے خود اپنے پر احسان کیا گویا ان ظہورات کا فائدہ و اثر خود اُس جنابِ مقدس پر پڑتا ہے پھر بیقراریاں واضطرابِ آخر مخلوق کی پیدائش تک رہیں اور دور بھی ہوتی رہیں یہ سب رنگارنگی نفسِ رحمانی ہی میں ہے جیسے اندھیری رات میں روشنی۔ معرفت و شہود تو مثلِ روزِ روشن کے ہے اور بُراہینِ عقلیہ سے حاصل شدہ علمِ آدمی کے خواب و خیال کے مانند ہے جو وہ دیکھتا ہے۔

19۔ حضرت آصف بن برخیاؓ کا تختِ بلقیس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کرنا اتحادِ زمان کے ساتھ نہ تھا بلکہ وہاں اعدام و ایجاد اور ملکِ سبا سے معدوم کرنا اور دربارِ سلیمانی میں موجود کرنا تھا اس کو تجددِ امثال کہتے ہیں ہر آن ہر شے قہرِ احدیت سے معدوم ہوتی ہے اور پھر اس کو رحمتِ انتہائی موجود کرتی ہے مگر عارفین کے سوا اس کو کوئی محسوس نہیں کرتا پس ہر شے میں تجددِ امثال ہے، اعدام و ایجاد ہے، نیستی کے ساتھ ہستی لگی ہوئی ہے ایسا نہیں ہے کہ ایک شے موجود ہو کر جی و قیوم کی طرف دائمی محتاج نہ رہی ہو بلکہ ہر شے کو ہر آن امدادِ موجود ہوتی ہے۔ بہر حال تختِ بلقیس کا ملکِ سبا میں نیست و نابود اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے حضور میں ہست و موجود ہونا یہ دونوں عمل ساتھ ساتھ تھے اور یہ ہر دم میں ہر سانس میں تجدیدِ خلق اور تازہ امدادِ وجود کا نتیجہ ہے اس کا علم ہر شخص کو نہیں ہوتا بلکہ انسان خود کو نہیں سمجھتا وہ آن لایکون اور پھر یکون ہوتا ہے معدوم ہوتا ہے پھر موجود ہوتا ہے۔ پس جو تجلّی الہی جو کہ تختِ بلقیس پر ملکِ سبا میں ہو رہی تھی اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ان کی مجلس میں حضرت آصف بن برخیاؓ نے کھینچ لیا تھا اور پھر تختِ موجود ہو گیا، پس حقیقت میں تخت نے نہ قطع مسافت کی نہ اس کیلئے زمین لپیٹ دی گئی اور نہ ہی دیواروں کو توڑا پھوڑا گیا، اولیاء اللہ تجلّی الہی کو اپنی طرف متوجہ کر سکتے ہیں۔

20۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے اور وہ اسم جامع اللہ کا مظہر تام ہے اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت، طبیعت اور اپنی حالت پر پیدا کیا ہے اس تصویرِ قدرت کو کوئی پھاڑ نہیں سکتا اس مرکب کے اجزاء کی کوئی تحلیل نہیں کر سکتا مگر اس کا خالق یا تو خود یا پھر اس کے امر سے یعنی قصاص میں یا جہاد میں قتل ہو سکتا ہے جو شخص بغیر امر خالق کے رُوح کو بدن سے جدا کر دے وہ خانہ خدا کو خراب کرنے میں کوشش کرتا ہے جس کے آباد کرنے کا حکم خدا دیتا ہے اسے ویران کرتا ہے۔

21۔ موت سے انسان فناء نہیں ہو جاتا بلکہ موت تفریقِ اجزاء کا نام ہے تنِ خاکی سے انسان کو جدا کر کے اپنی طرف کر لیتا ہے پس موت کیا ہے روح کو خدا کا لینا ہے، جب حق تعالیٰ بندہ کو لے لیتا ہے تو اس کے گھوڑے یعنی جسد کے بدلہ میں دوسرا گھوڑا تیار کرتا ہے مگر اُسی عالم کے مناسب جس میں وہ منتقل ہوا ہے چونکہ اس عالم میں اعتدال ہے اسی لیے وہ دائر البقا ہے جس میں انسان کبھی نہیں مرے گا نہ اس کے اجزاء کی تفریق ہوتی ہے۔

22۔ صفات دو قسم کے ہوتے ہیں انضمامی اور انتزاعی۔ انضمامی میں صفت یک گونہ ذاتی وجود رکھتی ہے مگر موصوف سے مربوط اور اس سے قائم مثلاً میرا رومال پھولوں کی خوشبو میں بسا ہوا ہے پس خوشبو صفت انضمامی ہے جس کا ذاتی وجود رومال سے مربوط ہے۔ جبکہ انتزاعی میں صفت کا

ذاتی وجود یک گونہ بھی مستقل وجود نہیں رکھتا بلکہ موصوف کو دوسروں سے نسبت و اضافت دی جاتی ہے تو صفت انتزاعی سمجھی جاتی ہے مثلاً عالم میں آسمان و زمین ہیں ان میں باہم نسبت دی جاتی ہے تو آسمان سے فوقیت اور زمین سے تحتیت انتزاع کی جاتی اور سمجھی جاتی ہے بہر حال صفت انتزاعی کا منشاء ضرور ہوتا ہے اللہ تعالیٰ چونکہ عین وجود ہے اس کے سوا کسی کا وجود بالذات نہیں، مستقل وجود صرف اللہ کا ہے لہذا اس کے صفات انضمامی نہیں ہیں انتزاعی ہیں جو کہ مختلف اعتبارات سے پیدا ہوئے ہیں مگر ان کا منشاء بھی ضرور ہے اور ان کے خاص حقائق ہیں، اللہ اور انسان کے درمیان بھی یہ ہی تعلق ہے کہ وہ لایعین اور لا غیر ہے۔ مردانِ خدا ماسوا اللہ کو آگ لگا دیتے ہیں حتیٰ کہ خود کو فناء کر دیتے ہیں تو ذاتِ حق ملتی ہے ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اپنی طرف تو خیر اسمائے الہیہ کی طرف التفات کرنا بھی شرک سمجھا جاتا ہے۔

23۔ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ "یعنی میری رحمت میں سب کی وسعت ہے۔" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رحمتِ الہی ہر شے کو وجود دیتی ہے اور اس پر اس کے احکام جاری کرتی ہے اور رحمتِ الہی غضبِ الہی پر بھی رحمت کرتی ہے اور وجود دیتی ہے اور اس کا مظہر پیدا کرتی ہے، سب سے پہلے عین ثابتہ کُلّی یعنی حقیقت محمدیہ ﷺ کو رحمتِ الہی سماتی ہے جو اس کے ظہور کا باعث ہے تاکہ رحمتِ رحمانی و نفسِ رحمانی سے

نمایاں و ظاہر کرے یعنی سب سے پہلے رحمتِ خداوندی حقیقت محمدی ﷺ میں ظاہر ہو کر پھر پورے عالمین کو سماتی ہے غرضیکہ سب سے پہلے رحمتِ رحمانی خود اپنے آپ سے متعلق ہوتی ہے پھر عین ثابتہ گئی سے یعنی حقیقت محمدی ﷺ پھر رحمت ہر موجود خارجی کے عین ثابتہ سے متعلق ہوتی ہے جو دنیا و آخرت میں عرض و جوہر اور مرکب و بسیط کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے رحمتِ کلّیہ الہیہ میں ملامت غیر ملامت، موافق نا موافق سب کی سمائی ہے یہی وجہ ہے کہ کسی کی ایجاد و عطائے وجود میں کوتاہی نہیں کرتی۔

24۔ سرّ ذات محمد ﷺ فردیت ہے کیونکہ آپ ﷺ اس نوعِ انسانی کے کامل تر فرد ہیں لہذا حقیقتاً نبوت آپ ﷺ ہی سے شروع ہوئی اور آپ ﷺ ہی پر ختم ہوئی، پہلا فرد تین کا ہے اس کے سوا جتنے افراد ہیں وہ اُسی فردِ اوّل سے صادر ہیں جس طرح قیاس میں تثلیث ہے یعنی اصغر، اوسط اکبر یا صغریٰ، کبریٰ، نتیجہ۔ اس طرح آپ ﷺ میں بھی تثلیث ہے۔

۱۔ احدیت ۲۔ وحدت ۳۔ واحدیت یعنی عین الایمان یا معلوم گئی اجمالی۔

25۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد کا محبوب بنا دیا جس طرح اللہ تعالیٰ کی تصویر یعنی انسانِ کامل اللہ کا محبوب ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ مرد کو اپنی فرع اپنے جزو سے محبت ہے یعنی عورت سے اور خدا تعالیٰ کو مرد سے محبت

ہے اس لئے مرد و وجود میں آیا یعنی محبت الہی کی وجہ سے انسانِ کامل کا اپنی بیوی کو چاہنا اور محبت کرنا بھی اتباعِ خداوندی ہے کہ خدا نے اپنی فرع یعنی مرد کو چاہا تو مرد نے بھی اپنی فرع یعنی عورت کو چاہا جب مرد کو عورت کی محبت فطری و لازمی ہے تو اس نے وصال اور بالکل ایک ہو جانے کو چاہا، اس نشأتِ عنصری اور مادی دنیا میں پیوند ہو جانے یعنی ایک ہو جانے کا طریقہ نکاح کے سوا نہ تھا یہی وجہ ہے کہ شہوت و شوق تمام اجزاء میں پیدا ہوتا ہے اسی واسطے نہانے کا حکم دیا گیا تاکہ طہارت بھی کامل ہو اس لئے کہ بوقتِ شہوت اس پر فناء عام ہو گئی تھی اور بے خودی چھا گئی تھی حق تعالیٰ اپنے بندے پر بڑا غیور ہے کہ کیوں بندہ نے غیر خدا کی طرف توجہ کی، کیوں سمجھا کہ وہ غیر خدا سے لذت پارہا ہے لہذا اس کو غسل کا حکم دے کر پاک کر دیا تاکہ عورت جس میں فناء ہو گیا تھا اس میں بھی توجہ الی الحق کرے یہی غفلت عن اللہ موجبِ غسل ہے، جب مرد عورت میں حق کا مشاہدہ کرے اس کی طرف توجہ رکھے یہ منفعل، معمول متاثر میں شہود ہے مشاہدہ ہے اگر خود میں حق کو دیکھے اس نظر سے کہ عورت اس سے پیدا ہوئی ہے تو یہ فاعل میں مشاہدہ حق ہے اگر حق کو خود میں دیکھے اور اپنی فرع عورت کی صورت کا خیال نہ رہے تو اس وقت مرد منفعل اور حق فاعل و متصرف بالواسطہ ہے غرضیکہ مرد کا حق کو عورت میں مشاہدہ کرنا اتم و اکمل ہے کیونکہ اس وقت حق کو خود باعتبار فاعل کے، عورت میں باعتبار منفعل

کے نیز خود میں اس اعتبار سے کہ حق فاعل و موثر اور خود منفعل و متاثر ہے مشاہدہ کرتا ہے اس لئے حضور ﷺ نے اپنی بیویوں سے بہت محبت کی کیونکہ عورتوں میں شہودِ حق کامل طور پر ہوتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ مواد سے مجزّد ہو کر کبھی بھی مشاہدہ نہیں کیا جاتا کیونکہ اس اعتبار سے وہ تمام جہان سے مستغنی ہے جب حق تعالیٰ کا مادہ سے پاک ہو کر مشاہدہ نہیں ہو سکتا اور اگر مشاہدہ ہو سکتا ہے تو صرف مادّے میں تو عورتوں میں شہودِ کامل ہوتا ہے۔ اتحاد، وصال اور فناء سب نکاح میں حاصل ہوتا ہے اور یہ مثال ہے مخلوقات پر توجہ الہی کی خصوصاً انسان کامل پر کہ اس کی صورت پر ہے کہ وہ خلیفہ حق ہے حق تعالیٰ اس میں اپنی صورت دیکھے بلکہ خود کو دیکھے کیونکہ وہ تصویرِ قدرت ہے کیونکہ اس نے انسان کو صاف و درست کیا اور پھر اس کے جسد میں اپنی روح پھونک کر اسے اپنا مظہر و خلیفہ بنا دیا۔

مرد کا ظاہر خلق ہے اور باطن حق ہے اس لئے رُوح مدبّر بدن ہے، اللہ تعالیٰ اسی رُوح کے توسط سے تدبیر کرتا ہے۔ لہذا انسان کامل اپنی بیوی کو اسکے مقام و مرتبہ کی وجہ سے ہی دوست رکھتا ہے کیونکہ وہ محلّ انفعال ہے عورتیں مردوں کیلئے ایسی ہیں جیسے طبیعت حق کے لئے ہے جو اپنی بیویوں کو اس طریقے اور حیثیت سے محبت کرے تو وہ خدا ہی کی محبت ہے اور جو صرف شہوتِ طبعی کی غرض سے محبت کرے تو اس کو اس محبت کا علم صحیح ہی نہیں ہے وہ ایک قسم کا حیوان ہے جو سرّ محبت سے جاہل ہے اس کی

محبت صورت بے رُوح ہے اگرچہ یہ صورت نفس الامر میں جاندار ہے مگر اس جاہل کو کیا مشہود و معلوم ہوگی جو اپنی بیوی کے پاس آتا ہے یا کسی اور عورت کے پاس آتا ہے چاہے کوئی ہو صرف شہوت رانی لذت یابی کی خاطر مگر وہ نہیں جانتا کہ یہ طلب کس کی ہے؟ یہ شوق کس کیلئے؟ یہ اپنے حال سے اتنا ہی جاہل ہے ناواقف ہے جتنا اُس کا غیر اُس کے حال سے ناواقف ہے جب تک وہ اپنے منہ سے نہ کہے اور اس کے غیر کو علم نہ ہو۔

اُونادان! سمجھ منع الوجود، حقیقتِ عشق اور محبت ذاتی ہی مرد میں محبت بن کر جلوہ گر ہے اور عورت میں محبوب بن کر نمودار ہے لوگوں کو اتنا تو ثابت ہو گیا کہ ہم عاشق ہیں مگر انہیں کیا معلوم کہ وہ کس کے عاشق ہیں اسی طرح شہوت ران لذت، طلب اور لذت کا طالب ہے تو اس کے محل عورت کا بھی طالب ہے مگر افسوس وہ رُوح مسئلہ، مغز سخن سے جاہل ہے جانتا تو معلوم ہوتا کہ کون کس سے لذت پارہا ہے اُس وقت وہ انسانِ کامل ہوتا اور مردِ عاقل ہوتا۔

26۔ مراتبِ فناء:- جس طرح ذکر کے پانچ مراتب ذکرِ لسانی، ذکرِ قلب، ذکرِ روح، ذکرِ سرّ اور ذکرِ خفی ہیں اسی طرح فنا کے بھی پانچ مراتب ہیں۔

اول: غلبہ ذکرِ ربانی:- یعنی ذکرِ لسانی کے ذریعہ نفسانی

خواہشات، غصہ، بغض، کینہ، لالچ، اور تکبر وغیرہ ختم ہو جاتے ہیں اور صفاتِ حمیدہ مثل محبت، ایثار، ہمدردی اور عجز و نیاز کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

دوم: ذکرِ نفس:- اس ذکر کے غلبہ کی وجہ سے نفسِ امارہ کا زور کم ہو جاتا ہے اور کشف والہام کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

سوم: ذکرِ قلبی:- اس ذکر کے غلبہ کی وجہ سے موجوداتِ عالم کے صفات و افعال حق تعالیٰ کے صفات و افعال میں فناء ہو جاتے ہیں اور ہر شے میں افعال حق کا جلوہ نظر آتا ہے اور اطمینانِ قلب میسر آتا ہے۔

چہارم: ذکرِ روح:- اس ذکر کے غلبہ کی وجہ سے مشاہدہ حاصل ہوتا ہے یعنی کثرتِ موجودات وحدتِ ذات میں فناء ہو جائے یہاں تک کہ حق کے سوا کچھ نظر نہ آئے۔

پنجم: ذکرِ خفی:- اس ذکر کے غلبہ سے مشاہدہ مُبدّل ہو جائیگا معائنہ میں یعنی انسان کا اپنا تعین، تعینِ حق میں فناء ہو جائے اور خود نہ رہے یہ معائنہ ہے یعنی عین ہونا ہے۔

اس کے بعد فناء الفناء کا درجہ ہے جہاں پہنچ کر سالک کو یہ احساس بھی نہیں رہتا کہ میں فنا ہوں یعنی اسکی فنایت بھی فناء ہو جاتی ہے اور یہ مقام باللہ ہے جو کہ آخری مقام ہے اس مقام پر پہنچ کر حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ نے فرمایا کہ جب میں غائب تھا تو خدا کو ڈھونڈتا تھا اور خود کو

پاتا تھا اب 30 سال ہو گئے ہیں کہ خود کو ڈھونڈتا ہوں اور خدا کو پاتا ہوں۔
 27۔ وجودِ مطلق وجودِ ظلی و کوئی کے تعین میں ظاہر ہونے سے پہلے
 مخفی تھا یعنی اس بے نشان کا کوئی نشان نہ تھا پھر اس محبت کے تقاضے سے
 جو اُسے اپنے آپ سے ہے وجودِ مطلق نے اس بے نشانی سے نکل کر
 مراتبِ الہی و کیانی میں تنزل فرمایا اور ہر متعین میں اس تعین کی قید کے
 اعتبار سے عاشق اور رفعِ تعین کے اعتبار سے معشوق کہلایا، اب ہر تعین کا
 کمال اس میں ہے کہ وہ اطلاق کی طرف رجوع کرے اور جس بے رنگی
 سے باہر آیا تھا پھر اُسی میں لوٹ جائے۔

28۔ وصل سے مراد ماسوا اللہ سے قطعِ تعلق کر لینا اور جملہ مخلوقات
 سے توجہ ہٹا کر بے رنگی یا اطلاق میں فنا ہو جانا ہے، اس کا پیش خیمہ بنجودی
 اور جملہ حواس سے غیبت ہے، یہ حالت موت سے مشابہت رکھتی ہے فرق
 اتنا ہے کہ موت میں حضور نہیں ہے اور اس میں سوائے حضور کے اور کچھ
 نہیں ہے۔

29۔ سالکِ حق کو لازم ہے کہ ہر وہ عمل جو اس راہِ حق کی معرفت کے
 حصول میں مدد دے اختیار کرے اور جو بات حصولِ مقصد کی راہ میں اس
 کے سامنے رکاوٹ بنے اس سے بچے۔

30۔ راہِ سلوک میں فکر سے مراد یہ کہ سالک ان گناہوں اور معصیّوں
 پر جو اس سے سرزد ہوتی ہیں اور حقوقِ اللہ کی ادائیگی سے اپنے عجز پر غور

کرنا ہے۔ اسکے علاوہ سالک اس لطف و احسان پر غور کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ کیا ہے اور یہ بھی دیکھے کہ اس نے ترکِ شکر کیا ہے یا یہ کہ اگر شکر ادا کیا بھی تو وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کے مقابلہ میں کس قدر ناقص اور پیچ ہے، سالک اس بات میں بھی تفکر کرے کہ جو کچھ ازل سے ہو چکا ہے اب اس کا ظہور ہو رہا ہے جو کچھ ہونے والا ہے اُس کو لکھ ڈالنے کے بعد قلم سوکھ چکا ہے اب یا تو سعادت میری قسمت میں لکھی گئی ہے یا شقاوت، ایک اور قسم کا تفکر صنایع و بدائع ملکی و ملکوئی میں غور و فکر کرنا ہے اس سے سالک کے دل پر حق تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کا غلبہ تازہ ہو جاتا ہے اور اُسے وعدہ و وعید یاد آ جاتے ہیں مگر یہ فرق بھی سامنے رکھے کہ متفکر کا ہمنشین نفس ہوتا ہے جب کہ ذاکر حق کا ہمنشین خود حق تعالیٰ ہوتا ہے۔

31۔ الْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الْإِدْرَاكِ إِدْرَاكٌ "یعنی ادراک کا ادراک نہ ہونا ہی ادراک ہے۔" اللہ تعالیٰ ہی ساری حقیقتوں کی حقیقت ہے اور حق تعالیٰ کی حقیقت انسان، فرشتے یا جن کے ادراک میں نہیں آسکتی اور یہ مرتبہ نہایت عرفان کا ہے عرفاء کا قول ہے۔ "عوام کا اول خواص کا آخر ہے اور جہلا کی ابتداء علماء کی انتہا ہے۔" مگر اس راہ سلوک میں طے ہونے والے راستے کا فرق تو دیکھو کہ کہاں سے شروع ہوتا ہے اور کہاں تک جاتا ہے۔

32۔ ذکرِ تجلّی اَنَا نَبِیتُ :- نماز تہجد سے فارغ ہو کر 100 مرتبہ اِنِّیْ

اَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا کہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ آسمان کی طرف سر اٹھا کر
 اِنِّیْ اَنَا اللّٰہ کہے پھر وہی جانب سر کو پھیر کر لَا إِلَهَ کہے اور پھر فضائے دل پر
 شدید ضرب لگا کر لَا أَنَا کہے۔ مگر اس ذکر میں تصور شیخ بنیادی شرط ہے۔
 33۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے پنجابی زبان میں ایک ذکر تلقین
 فرمایا ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

اُھوْلُ تُوں (علویات کی طرف اشارہ)
 اُھوْلُ تُوں (سفلیات کی طرف اشارہ)
 تُوھیں تُوں (اطلاق کی طرف اشارہ)
 خواجہ خدایارؒ کی خواجہ غلام فریدؒ آف کوٹ مٹھن شریف پر نظر
 کرم:-

حضرت خواجہ غلام فریدؒ حضور قبلہ عالم سرکارؒ کے محبوب خلیفہ
 حضرت خواجہ قاضی محمد عاقلؒ کے پوتے حضرت خواجہ خدا بخشؒ کے چھوٹے
 صاحبزادے تھے، آپؒ 1263 ہجری میں پیدا ہوئے۔ حضرت خواجہ
 خدایارؒ کے پوتے حضرت خواجہ محمد اسعدؒ بھی غالباً 1263 ہجری میں پیدا
 ہوئے لہذا کوٹ مٹھن شریف والی سرکار حضرت خواجہ غلام فریدؒ حضرت خواجہ
 محمد اسعدؒ کے ہم زمان تھے۔ حضرت خواجہ خدایارؒ کی عمر 100 سال سے اوپر
 تھی، بہر حال خواجہ خدایارؒ کا آخری زمانہ تھا حضرت خواجہ غلام فریدؒ اپنے
 ایک دیرینہ مسئلہ کے حل کیلئے حضور خواجہ خدایارؒ کی خدمت میں حاضر
 ہوئے، یہ خواجہ صاحبؒ کے ایام جوانی تھے اور آپؒ کا میلان طبع مجاز کی

طرف بہت زیادہ تھا اور قریب تھا کہ مجاز کی ان پُر پیچ گھاٹیوں میں کھو کر اپنے بزرگوں کے فقر کی دولت سے محروم ہو جاتے، حضرت خواجہ خدایارؒ نے آپؒ کو رات اپنے پاس ٹھہرایا اور آپؒ کے مسئلہ کے حل کیلئے رات کو خواجہ صاحبؒ کے بزرگوں سے باطنی رابطہ کیا اور صبح حضرت خواجہ صاحبؒ کو مبارکباد دی اور مسئلہ بھی حل کر دیا اور آپؒ کی توجہ بھی مجاز سے حقیقت کی طرف پھیر دی اس احسانِ عظیم کا ذکر خواجہ صاحبؒ اپنی محافل میں فرمایا کرتے تھے کہ خواجہ خدایارؒ اگر نہ ہوتے تو فریدؒ روہی میں عالمِ مجاز کی گھاٹیوں میں گم ہو جاتا اور حقیقت کی راہ کو کبھی بھی نہ پاسکتا جبکہ حضرت خواجہ خدایارؒ نے ایک ہی نگاہِ کرم سے حُسنِ ازل کے عشق میں گرفتار کرادیا۔

حضرت خواجہ خدایارؒ کے ایک صاحبِ وجد خلیفہ کا حال:-

حضرت خواجہ پیر محمد خدایارؒ کے ایک پیارے خلیفہ حضرت خواجہ سید محمد بہار شاہؒ کو محفلِ سماع کے دوران جب وجد ہوتا تو آپؒ سرکارِ فضاء میں بلند پرواز کر کے گم ہو جاتے تھے اور پھر واپس آ جاتے یہ کیفیت کافی دیر تک رہتی تھی آپؒ فنا فی الشیخ کے ایک ایسے درجہ پر تھے کہ جونہی کسی نے آپؒ کے سامنے خواجہ خدایارؒ کا نام لیا فوراً وجد میں آ جاتے تھے۔ ایک دفعہ کشتی پر دریا میں سفر کر رہے تھے کہ کسی پیر بھائی نے خواجہ خدایار پیرؒ کا نام لے لیا تو آپؒ نے ایک چیخ ماری اور پرواز کر کے دریا میں جا گرے اور

بالکل دریا کے اندر تک پانی میں چلے گئے، کشتی کے لوگ بہت گھبرائے پانی بڑا گہرا تھا کسی کو اندر جانے کی جرأت نہ ہوئی اُس شخص نے دوبارہ حضرت خواجہ خدایارؒ کا نام لیا تو حضرت شاہ صاحب سرکارؒ نے پانی کے اندر سے پرواز کی اور کشتی تو کشتی دریا سے بھی باہر جا پڑے اور اپنے شیخ کریمؒ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے کیونکہ آپؒ کو سکون و اطمینان اپنے پیڑ کی زیارت و شوق سے ملتا تھا، اسے طریقت میں حضورؐ کی کیفیت کہتے ہیں جس کا تعلق حال اور مشاہدہ سے ہے قال سے یہ راز بیان نہیں ہو سکتا۔

حضرت خواجہ خدایارؒ کے ایک خلیفہ کا مقام :-

حضرت خواجہ خدایارؒ کے تمام خلفاء، باکمال تھے آپ سرکارؒ نے ہر ایک کو کامل و اکمل کر کے علاقے سوہنے دیے تھے چونکہ آپؒ کے آباؤ اجداد عرب شریف، بغداد شریف اصفہان، بخارا و تھر قند اور آخر میں غزنی سے ہجرت کر کے شور کوٹ ضلع جھنگ پہنچے تھے ان مذکورہ تمام ملکوں اور علاقوں میں آپؒ کے خاندان کے عدل و انصاف اور علمی و روحانی مقام کی ایک شناخت تھی یہی وجہ تھی کہ ان تمام علاقوں کے لوگ وقتاً فوقتاً ہر دور میں اس عظیم خاندان سے مستفید ہوتے رہے جہاں بھی یہ خاندان قیام پذیر ہوتا تھا، چنانچہ دُونو جوان حضرت سید عبداللہ شاہ صاحبؒ اور حضرت سید زمان شاہ صاحبؒ بالترتیب کابل اور غزنی سے وُصول الی الحق کیلئے خانپور قاضیاں شریف تشریف لائے اور 12 سال یہاں قیام کر کے کامل و

اکمل بن کر اپنے اپنے علاقوں کے صاحبِ ولایت بن کر چلے گئے۔
 ایک دفعہ حُسن اتفاق سے دونوں بزرگ اپنے ایک مرید کے
 مکان پر کابل میں اکٹھے ہو گئے جس کا بیٹا اسی روز ہی فوت ہو گیا تھا وہ
 صادق مرید اپنے دونوں پیروں کو اکٹھا دیکھ کر خوش ہوا اور دعوت کا کھانا
 پیش کر دیا اور ادھر بیوی سے کہا کہ خاموشی سے بیٹے کے ساتھ کمرے میں
 بیٹھی رہو کھانے کے بعد پیروں کو بیٹے کی فوتگی کی اطلاع کریں گے مگر سید
 عبداللہ شاہ صاحبؒ نے کہا کہ ہم اُس وقت تک کھانا نہیں کھائیں گے
 جب تک تمہارا بیٹا نہیں آئیگا مرید نے کافی ٹال مٹول سے کام لیا مگر حقیقت
 حال کھلنے پر حضرت سید عبداللہ شاہ صاحبؒ مرید کے بیٹے کی میت والے
 کمرے میں تشریف لے گئے، حضرت خواجہ نظام بخش سرکارؒ فرماتے ہیں
 کہ نہ قُومِ باذن اللہ کہا اور نہ قُومِ باذنی کہا بس ہاتھ سے پکڑا اور اسے کھڑا کر دیا
 مرید سے کہا کہ تمہارا بیٹا سویا ہوا تھا مرا نہیں تھا۔

بہر حال اولیائے کرام اپنی کرامت کو چھپاتے ہیں اس مُردہ کی
 اطلاع پورے محلّہ میں تھی جب مُردہ زندہ ہو گیا تو شہر میں شور برپا ہو گیا اور
 شہر کے علماء اور قاضی وقت موقع محل پر پہنچ کر شاہ صاحبؒ سے ناراض
 ہوئے کہ آپ نے ایک غیر شرعی کام کیا ہے حضرت سید عبداللہ شاہ صاحبؒ
 نے فرمایا کہ مُردے زندہ کرنا ہم نے پہلے ہی دن سیکھ لیا تھا جب اپنا ہاتھ
 حضرت خواجہ خدایار پیرؒ کے ہاتھ میں دیا تھا جبکہ 12 سال میں جو مقامات

عالیہ اور درجات طے کئے وہ تم نے کتابوں میں بھی نہیں پڑھے ہونگے لہذا فوراً یہاں سے بھاگ جاؤ ورنہ میں ابھی آواز دوں گا اور اس کی 7 نسلیں ابھی زندہ ہو کر قبرستان سے نکل کر یہاں پہنچ جائیں گی اس بات سے ڈر کر تمام لوگ اور علماء حضرات دُ م دبا کر بھاگ گئے۔ حضرت سید زمان شاہ صاحبؒ اور سید عبداللہ شاہ صاحبؒ دونوں ہستیوں نے کابل اور غزنی میں بے شمار خلقتِ خدا کو راہِ ہدایت دکھائی اور گم گشتگانِ راہ کو واصل باللہ کر دیا۔ حضرت خواجہ خدایار پیرؒ کا اصول تھا کہ اس وقت تک اپنے مرید کو خلافت نہیں دیتے تھے جب تک اس کی اپنے روحانی مقام تک رسائی نہ کرا لیتے تھے یعنی کامل طور پر اپنا مظہر بنا کر پھر خلافت عنایت کرتے اور علاقے سوئپ دیتے تھے۔

حضرت خواجہ خدایارؒ کا فرمانِ عالی شان:-

حضرت خواجہ خدایار پیرؒ اکثر اپنے مریدین سے فرمایا کرتے تھے فقیر تمہارا اس جہان میں بھی اور آخرت میں بھی ذمہ دار اور نگہبان ہے لہذا فکر کی زیادہ ضرورت نہیں ہے مگر اپنا عقیدہ اور عمل درست رکھو اور عقیدہ و عمل خراب کیا تو پھر فقیر ذمہ دار نہیں ہوگا، اسی طرح اپنی اولاد سے فرماتے تھے کہ اپنا عقیدہ و عمل درست رکھو اور جس کا عقیدہ و عمل درست اور صالح ہوگا میرا اس سے وعدہ ہے کہ جب اس کا خاتمہ ہوگا تو اس کا خاتمہ بالآخر میں اپنے مقام و منصب پر پہنچا کر کرواؤں گا یعنی اسے بھی اللہ تعالیٰ سے

اپنا مقام عطا کرواؤں گا سبحان اللہ! کتنا عالی شان فرمانِ مبارک ہے۔
حضرت خواجہ خدایار پیرؒ کا اپنی اولاد کے بارے میں فرمان ہے کہ آخرت
میں وہ اپنے مریدین کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد کو بھی اپنی معیت میں رکھیں
گے جو مقام خواجہ خدایارؒ کا جنت میں ہوگا وہی آپؒ کی اولاد کو بھی حاصل ہوگا
اللہ تعالیٰ نصیب کرے امین۔ ثم امین۔

کراماتِ حضرت خواجہ خدایار پیرؒ:-

حضرت خواجہ خدایارؒ سلسلہ چشتیہ کے آخری دور کی ایسی بے
مثال شخصیت ہیں جن کا ثانی نہیں ملتا، آپؒ حد درجہ اخفاء کو پسند فرماتے
تھے اور اپنے آپؒ کو ہمیشہ پوشیدہ رکھا، کرامت کا ظہور انتہائی ناگزیر
حالات میں ہوتا تھا اور جب کرامت ظاہر ہو جاتی تو اُس کو حکمت سے اس
طرح بیاں فرماتے تاکہ لوگ اسے آپؒ سے منسوب نہ کریں، آپؒ کا
فرمان تھا کہ حضور ﷺ اس شخص کو زیادہ محبوب رکھتے ہیں جو اپنے آپکو
اخفاء میں رکھے لہذا آپؒ کی سب سے بڑی کرامت سنتِ رسول کی
پابندی اور تابعداری تھی اور تارکِ سنتِ رسول کو آپؒ ناپسند رکھتے تھے۔

کرامت نمبر 1:- حضرت خواجہ خدایار پیرؒ کے ایک مرید کا بچہ فوت ہو گیا
وہ اپنی اہلیہ سمیت آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کیونکہ دونوں ماں باپ کو
اس بات کا بڑا صدمہ ہوا کہ اتنا عرصہ کے بعد بچہ پیدا ہوا اور آٹھ روز کے
بعد فوت بھی ہو گیا ان دونوں کو کامل یقین تھا کہ ہمارا پیر کامل ہے ہمیں

مابوس نہیں کریگا چنانچہ مرید کی اہلیہ نے راستے میں ایک گتے کا بچہ گود میں لے لیا اور اسے کپڑوں میں چھپا کر حضور خواجه خدایارؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ حضورؐ آپ کی دعاؤں سے بچہ پیدا ہوا ہے اس پر دم کر دیں کیونکہ یہ روتا بہت ہے اس عورت کا خیال تھا کہ اس عمل سے پیر کو جوش آئے گا اور میرا مسئلہ حل ہو جائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپؐ نے باطن صورتِ حال کا ادراک کر لیا تھا اور جوش میں آ کر دم کیا اور کپڑا اس کے منہ سے ہٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو واقعی آدمی کا ہی بچہ کر دیا، مرشدِ کامل کی ایک نگاہ سے تقدیریں بدل جاتی ہیں اور حقائق اشیاء بھی تبدیل ہو جاتے ہیں، طاقت سب خدا ہی کی ہوتی ہے مگر کرامت بزرگ کی کہ جسکے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی شان لوگوں پر ظاہر فرماتا ہے۔

کرامت نمبر 2۔ حضرت خواجه خدایار پیرؒ نے اپنے سندھ کے تبلیغی دورہ پر ایک مرید کے ہاں قیام فرمایا اسکی اولاد نہ تھی اولاد کیلئے اس نے درخواست کی آپ سرکارؒ نے فرمایا کہ تمہاری قسمت میں اولاد نہیں ہے وہ بہت پریشان ہوا اور صبر کر کے خاموش ہو گیا جب آپ سرکارؒ اس کے گھر سے چلے گئے تو چند روز کے بعد ایک فقیر جوگی کی شکل اختیار کر کے اس مرید کے گھر اسکے امتحان کیلئے پہنچ گیا اور آتے ہی اس سے کہا کہ میاں کوئی خواہش ہو تو بتاؤ اس نے کہا کہ بس اولاد کی خواہش تھی مگر اب وہ بھی امید ختم ہو گئی ہے اور اسے اپنے پیر والوں سے سنا دیا مگر اس جوگی فقیر نے

اس کو تسلی دی اور کہا اگر چاہو تو میں یہ تعویذ دیتا ہوں لے لو تمہارے سات بیٹے پیدا ہونگے مرید ناچار نے اپنی بیوی کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ تعویذ لے لیا اور پھر اسکے واقعی 7 بیٹے پیدا بھی ہو گئے، ایک دفعہ اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ خانپور قاضیاں شریف جا کر مرشد کریمؒ کی زیارت بھی کروں اور اپنے بیٹوں کو اپنے پیر کامل کی بیعت بھی کراؤں، جب دریائے چناب کے پل پر پہنچا تو اسے اپنے پیرؒ کی بات یاد آئی کہ میرے پیر نے تو مجھ سے کہا تھا کہ تیری قسمت میں اولاد نہیں ہے اور میں یہ سات بیٹے لئے جا رہا ہوں انہیں دیکھ کر میرے پیر صاحبؒ کیا سوچیں گیا اور انہیں میرے اس عمل سے تکلیف پہنچے گی بس اس نے ایک ایک بیٹے کو باری باری دریا میں پھینکنا شروع کر دیا اور سب کو دریا میں غرق کر دیا اور اب بڑی جرأت مندی اور حوصلہ مندی سے اپنے شیخ کریمؒ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا ادھر خواجہ خدایاؒ یہ سب کچھ باطنی طور پر دیکھ رہے تھے اور لانگری سے کہا کہ آج آٹھ آدمیوں کا کھانا زیادہ پکائے چنانچہ وہ مرید آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؒ سرکارؒ نے اس سے فرمایا کہ حجرہ کے اندر جاؤ وہ اندر گیا تو ساتوں بیٹے آرام و سکون سے بیٹھے تھے انہیں دیکھ کر مرید حیران و ششدر رہ گیا حضرت صاحبؒ بھی وہاں حجرہ مبارک کے اندر پہنچ گئے اور فرمایا کہ وہ فقیر جوگی میں خواجہ خدایاؒ ہی تھا جو کہ تمہارے امتحان کی خاطر آیا تھا آج تم نے مجھے تھکا دیا میری پشت پر زخم کے نشان دیکھو جو کہ مجھے تمہارے

بیٹوں کو بچانے کی خاطر لگے ہیں تم نے اتنی جلدی جلدی بیٹوں کو دریا میں ڈالا کہ میں ایک کو پشت پر اٹھا کر کنارے پر چھوڑ کر آتا تم دوسرے کو پھینک دیتے تھے الغرض سات بار فقیر کو زحمت اٹھانا پڑی، بہر حال اب تمہیں تمہارے یہ ساتوں بیٹے مبارک ہوں، یہ ہے پیر کامل کی طاقت جو کہ فقط عطیہ الہیہ ہے جو کہ حضور ﷺ کی کامل اطاعت و اتباع سے حاصل ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ غلامی رسول میں اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیتے ہیں اور ان کے نزدیک حضور پاک ﷺ کی رضا ہی میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت، محبت، رضا وغیرہ سب ایک ہے اسمیں فرق نہیں ہے فرق صرف خالق و مخلوق اور معبود و عابد والا ہے حریم قدس میں حضور ﷺ کو جو قرب کا مقام حاصل ہے اس کی حقیقت تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

خانقاہ چشتیہ نظامیہ کا انتظام و انصرام:-

حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کے وصال کے بعد والد صاحبؒ کی قائم کردہ خانقاہ اور مدرسہ کا انتظام و انصرام آپؒ کے ہاتھ میں تھا، علماء مشائخ آپؒ سے تعلیم و تربیت حاصل کرتے تھے اور ظاہری علم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم کی بھی تحصیل کرتے تھے، آپؒ کو چشتی نظامی نسبت بہت پسند تھی جیسا کہ آپؒ کے مشائخ کی بھی یہی سنت تھی لہذا آپ خانقاہ سے فارغ التحصیل علماء و مشائخ کو سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں بیعت فرماتے تھے

اور سلوک الی اللہ طے کرانے کیلئے آپ سرکارؐ نے ایک کورس مقرر کیا ہوا تھا جو بھی سالک خانقاہ میں داخل ہوتا تھا وہ پہلے ہی دن سے اس پر عمل پیرا ہو کر سلوک طے کرنا شروع کر دیتا تھا، آپ تمام طالب علم حضرات اور سالکین راہِ حق پر کامل توجہ مرکوز رکھتے تھے جو غلطی کرتا اُسے فوراً تنبیہ فرما دیتے تھے اور جو اشکالات پیش آتے تھے انہیں فوراً دور فرما دیتے تھے تاکہ انقباض کی کیفیت طاری نہ ہونے پائے، قرآن پاک کی تفسیر ہو یا احادیث مبارکہ کی تشریح، آپ کی عرفانی نکات پر توجہ زیادہ مبذول ہوتی تھی اور ہر آیت اور حدیث میں جو باطنی اسرار و رموز ہوتے تھے وہ بیان فرماتے تھے اور سالکین کو اُن کے مرتبہ و مقام کے مطابق بعد ازاں اُن اسرار کا مشاہدہ بھی کرا دیتے تھے۔

خلیفہ محمد جلالؒ کی خام خیالی:-

حضور خواجہ خدایا ربیرؒ کا ذاتی خادم و خلیفہ محمد جلالؒ تھا وہ ایک روز حضور کو وضو کروا رہا تھا اور اسکے دل میں خیال آیا کہ حضرت خود ہر وقت تنگدستی اور فقر و مفلسی میں زندگی گزارتے ہیں اور لوگوں کی جھولیاں بھر دیتے ہیں خود کیوں خوشحال نہیں ہوتے اس خیال کا اسکے دل میں آنا تھا کہ حضرت صاحبؒ نے فرمایا خلیفہ صاحبؒ یہ کچی مٹی کا ڈھیلا تو اٹھاؤ آپؐ نے اس کو اپنا ہاتھ لگایا تو وہ سونا کا بن گیا اور جب اُسے زمیں پر پھینکا تو وہ ساری زمین بھی سونا کی بن گئی آپؐ نے فرمایا کہ درویش فقیر

کامل ہوتا ہی تب ہے جب دنیا کو تین طلاقیں دے دے، جب سرکارِ ذی وقار حضور ﷺ نے ساری زندگی مفلسی اور تنگدستی میں گزاری تو ہم بھی اُن کے غلام ہیں اور سرکارِ ﷺ کی اس سُنّت پر صرف درویش فقیر ہی عمل کر سکتے ہیں اور اس عمل کی برکت اور نتیجہ کو تم نے دیکھ لیا ہے آئندہ خیال کرنا کہ فقیروں کی صحبت میں رہ کر اپنے خیالات کی بھی محافظت کرنی چاہیے۔

حضرت خواجہ خدایارؒ کا قُطبِ زمان کے بارے میں
ارشاد:-

خاتمِ ولایت حضرت خواجہ محمد خدایارؒ کا فرمانِ مبارک ہے کہ قیامت تک میری اولاد میں ہر دور میں اور ہر نسل و پشت میں ایک قُطبِ زمان موجود رہیگا جسکے ذریعہ "میں" باطنی طور پر مُتصرّف رہوگا اور ہمارے فقر کا آفتاب ہمیشہ تا قیام قیامت پوری آب و تاب سے روشن رہیگا۔

حضرت خواجہ خدایارؒ کا بیعت کے بارے میں حکم:-

قطب الاقطاب حضرت خواجہ پیر محمد خدایارؒ کا حکم مبارک ہے کہ میری اولاد قیامت تک میری (خواجہ خدایارؒ) کی بذریعہ میرے خاندان

کے کسی بھی بزرگ کے بیعت ہو یہ ضروری و لازمی تاکید و حکم ہے اور اگر کوئی اس حکم کی خلاف ورزی کریگا تو قیامت کے دن اُسے منہ نہیں لگاؤں گا اور جو میرے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیگا اس کے بغیر جنت میں بھی داخل نہیں ہونگا، یہی وجہ ہے کہ تاحال آپؐ کے خاندان کے چھوٹے اپنے بڑوں کی بیعت ہوتے ہیں۔ اصل میں آپؐ کے اس حکم میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پاک ﷺ کے صدقہ آپؐ کو ولایت کا ایسا مقام و مرتبہ عطا کیا ہے جس کے ہوتے ہوئے آپؐ کی اولاد کیلئے کسی اور شیخ کریم کی ضرورت نہیں سب کو آپؐ کے بقول میں خواجہ خدایارؒ کیلا ہی کفایت کرونگا اور سب کا وزن قیامت کے روز اٹھا لوں گا مگر اس کیلئے شرط لگادی کہ عقیدہ و عمل کا ٹھیک ہونا ضروری ہے محض نسبتِ نسب کا م نہ آئیگی حضور پاک ﷺ کی سنت کی اتباع و پیروی لازمی ہے۔

اولاد:-

حضرت خواجہ خدایارؒ کے صرف ایک فرزند ارجمند سیف الرحمنؒ، پیشوائے علماء و مشائخِ علامۃ الدہر حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ تھے جو کہ جامع جلال و جمالِ خواجہ خدایارؒ تھے۔

خلفائے کرام:-

حضرت خواجہ خدایارؒ کے بے شمار خلفاء تھے جنہیں آپؐ نے ملک کے طول و عرض میں احیائے اسلام اور روحانی اقدار کے احیاء و فروغ

کیلئے بھیجا تھا ان میں سے چند مشہور و معروف اور صاحبِ دربار خلفاء مندرجہ ذیل ہیں۔

1- حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ جو کہ آپؒ کے فرزند اور خلیفہٴ اعظم تھے آپؒ کا مزار اقدس دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف میں چھوٹا روضہ مبارک میں ہے۔

2- قلندر زمان حضرت خواجہ رحیم بخشؒ، آپؒ کا مزار بھی دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف میں ہے۔

3- سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ، آپؒ کا مزار اقدس بھی دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف میں ہے۔

4- جمال الاولیاء حضرت خواجہ محمد اجملؒ، آپؒ کا مزار اقدس بھی دربار عالیہ خانپور شریف قاضیاں میں ہے

5- یکے از صلحاء اُمت حضرت خواجہ محمد صالحؒ، آپؒ سرکار کا مزار اقدس بھی دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف میں ہے۔

6- فنا فی الشیخ حضرت خواجہ نور محمدؒ عرف نور فقیرؒ، آپؒ کا مزار اقدس لٹ والا شریف تحصیل شجاعباد ضلع ملتان میں ہے، خواجہ نور فقیرؒ حضور خواجہ خدایارؒ کی ذات کے مظہر کامل تھے اور خواجہ خدایارؒ کی ذات میں مکمل طور پر فناء ہو کر فنا فی الشیخ کے درجہ پر فائز تھے جو زبان مبارک سے نکلتا فوراً ہو جاتا اور زبان مبارک پر ہر وقت وردِ خواجہ خدایارؒ رہتا تھا جس کو نوازا

ہوتا تھا اور فیض دینا ہوتا تھا خواجہ خدایار کا نام لیتے، اور ذاتِ حق تک بھی تھوڑے ہی عرصہ میں اُسے پہنچا دیتے تھے، آپ قلندرانہ مشرب رکھتے تھے اور ابھی تک آپ کی اولاد میں آپ کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے اور تمام حضرات خواجہ خدایار پیر سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ نور فقیر کے ذریعہ خواجہ خدایار کا سلسلہ آگے تک صاحب دربار مشائخ کے ذریعہ چل رہا ہے ان میں حضرت خواجہ نور فقیر کے خلیفہ اعظم حضرت بابا عبدالرحمن چشتیؒ زیادہ مشہور ہیں جن کا مزار اقدس اور دربار پاک چچہ وطنی میں ہے اور ان کے ذریعہ مزید آگے سلسلہ چل رہا ہے۔

حضرت خواجہ نور فقیرؒ اور حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحبؒ:-

ایک بار حضرت خواجہ نور فقیر ملتان شریف ریلوے اسٹیشن پر موجود تھے اور حضرت خواجہ پیر سیدنا مہر علی شاہ چشتی قادریؒ بھی موجود تھے اور آپ کے گرد ایک کثیر مجمع جمع تھا حضرت خواجہ نور فقیرؒ نے اپنے ایک مرید سے کہا جاؤ اس مجمع میں صرف کسی ایک شخص کو ہاتھ لگا کر واپس آ جاؤ اس نے ایسا ہی کیا پھر کیا دیکھنا تھا کہ سارا مجمع حضرت خواجہ نور فقیرؒ کے ارد گرد جمع ہو گیا اس پر حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہؒ نے معذرت کی کہ میرے علم میں نہ تھا کہ آپ سرکار بھی یہاں تشریف رکھتے ہیں۔

حضرت خواجہ نور فقیرؒ کا حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ

صاحبؒ پر خصوصی فیضان:

حضرت خواجہ سید پیر مہر علی شاہ چشتی قادریؒ دورِ آخر کے متاخرین صوفیائے کرام کے سردار اور اپنے وقت کے غوث تھے ولایت کے اعلیٰ مقامات پر فائز تھے۔ جیسا کہ معرفتِ الہی میں ذاتِ احدیت کی کوئی حد ہے اور نہ ہی طالبِ حق کے ذوق و شوق کی کوئی حد ہے لہذا آپ سرکار بھی تشنگی محسوس فرماتے تھے کہ ابھی کچھ کمی ہے مزید جامِ عرفان نوش کئے جائیں آپؒ نے اپنی یہ کیفیت اپنے مُرشد شمس العارفین حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالویؒ کو گوش گزار کی، شمس العارفین سرکارؒ نے فرمایا کہ آپؒ ملتان دربار عالیہ حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ پر جائیں وہاں پر ایک موٹا سا شخص بیٹھا ہوگا جو کہ اپنے وقت کا قطب ہے وہ تمہاری انتظار میں ہوگا اور تمہارا مسئلہ بھی حل کر دیگا، چنانچہ بعد ازاں ایسا ہی ہوا، حضرت خواجہ سیدنا مہر علی شاہؒ نے فرطِ شوق میں تیزی سے سفر کرنا شروع کر دیا اور دربار حضرت حافظ جمال اللہ شریف پر پہنچے تو حضرت خواجہ نور فقیر سرکارؒ سے ملے تو پتہ چلا کہ وہ پہلے ہی سے آپؒ کی انتظار میں تھے۔ اصل میں یہ حضرت خواجہ شمس العارفینؒ کی کرامت تھی کہ انہوں نے 10، 11 روز پہلے ہی بتا دیا تھا کہ فلاں وقت اور فلاں دن خواجہ نور فقیرؒ آپؒ کی انتظار میں ہونگے، اس واقعہ کے بعد حضرت خواجہ سید پیر مہر علی شاہ چشتی قادریؒ حضرت خواجہ خدایارؒ کے سالانہ عرس پر خانپور قاضیاں شریف

تشریف لاتے تھے۔ خواجہ نور فقیرؒ نے آپؒ کو اپنے گلے سے لگالیا اور کافی دیر تک سینہ کے ساتھ لگائے رکھا اور آن کی آن میں قلندرِ زمان بنادیا اور یہ بھی فرمایا کہ ہم نے آپؒ کی شہرت بھی پورے عالم میں پھیلا دی ہے۔ بس اس دن کے بعد سے آج تک ایک عالم میں آپؒ کا شہرہ ہے مگر یہ فیضانِ خصوصی خواجہ نور محمد عرف نور فقیرؒ کا تھا، اس واقعہ سے حضرت خواجہ نور فقیرؒ کے روحانی مقام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے حضرت قبلہ پیر سید مہر علی شاہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ میری تکمیل خواجہ نور فقیرؒ نے کی ہے۔

7- حضرت خواجہ پیر سید محمد مبارک شاہؒ، آپؒ کا مزار اقدس رکن آباد شریف، ضلع ملتان میں ہے۔

8- حضرت خواجہ پیر سید عنایت اللہ شاہ صاحبؒ، آپؒ کا مزار اقدس موضع جکھر شریف، تحصیل شجاع آباد، ضلع ملتان میں ہے۔

9- حضرت خواجہ پیر سید گلاب شاہ صاحبؒ، آپؒ کا مزار اسمہ سٹہ، ضلع بہاولپور میں ہے۔

10- حضرت خواجہ پیر کامل سید عبداللہ شاہ صاحبؒ، آپؒ کا مزار اقدس کابل شریف، افغانستان میں واقع ہے۔

11- حضرت خواجہ پیر مولانا محمد نظام الدینؒ، آپؒ کا مزار مبارک محلہ نظام آباد شریف سابقہ موضع چم رنگ، چوکی نمبر 8، ملتان میں ہے۔

12- حضرت خواجہ پیر قطب الدین قریشی کھگہ، آپؒ کا مزار مبارک

قصبہ مڑل شریف، ضلع ملتان میں ہے۔

13۔ حضرت خواجہ سید محمد لعل شاہ گیلانیؒ، آپ کا مزار اقدس ملتان شریف میں ہے۔

14۔ حضرت خواجہ سید محمد بہار شاہ امرتسریؒ کا مزار اقدس نواں شہر ملتان شریف میں ہے۔

15۔ حضرت خواجہ علی محمد خانؒ، آپ کا مزار اقدس بستی ہڑند، لعل گڑھ تحصیل جاپور، ضلع راجپور میں ہے

16۔ حضرت خواجہ خان محمد خان سہرائیؒ۔

17۔ حضرت خواجہ میاں کریم بخش سمر، آپ کا مزار اقدس بستی خوجہ، سکندر آباد، ضلع ملتان میں ہے

18۔ حضرت خواجہ حافظ اللہ بخشؒ، ان کا مزار اقدس پونگر، ملتان شریف میں ہے۔

19۔ حضرت خواجہ مولوی نبی بخشؒ، ان کا مزار شریف حاجی پور شریف، فاضلپور ضلع راجپور میں ہے

20۔ حضرت خواجہ مولوی خدا بخشؒ کا مزار اقدس بھی حاجی پور شریف، فاضلپور ضلع راجپور میں ہے

21۔ حضرت خواجہ مولوی رحیم بخشؒ والد خواجہ میاں محمد ناصر صاحبؒ، آپ کا مزار اقدس دربار عالیہ لٹ والا شریف میں ہے۔

22- حضرت خواجہ قاضی غلام محمد داماد حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ

خانپوریؒ، آپ کا مزار اقدس دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف میں ہے۔

23- حضرت خواجہ ملک اللہ بخشؒ کا مزار موضع جائی، تحصیل

شجاعباد میں ہے۔

24- حضرت خواجہ ولی محمدؒ کا مزار اقدس نواں شہر ملتان شریف میں

ہے۔

25. حضرت خواجہ مولوی رحیم بخشؒ، آپ کا مزار اقدس چم رنگ، ملتان

شریف میں ہے۔

وِصال اور عرس مبارک:-

خاتمِ ولایت حضرت خواجہ پیر محمد خدایارؒ کا وصال 22 ذی

الحج 1297 ہجری میں 105 سال کی عمر میں خانپور قاضیاں شریف میں

ہوا۔ اور حضرت قبلہ فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ

کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ہر سال آپ سرکار کا عرس مبارک 21، 22،

23 ذی الحج کو تمام شرعی آداب اور ضابطوں کے مطابق آستانہ عالیہ خانپور

شریف قاضیاں پر منعقد ہوتا ہے جس میں ملک اور بیرون ملک سے کثیر

تعداد میں زائرین حضرات شرکت کرتے ہیں۔ آپ سرکار کے خلفاء

عظام کے سجادہ نشین حضرات بھی تشریف لاتے ہیں اور اپنی اپنی جھولیاں

اپنی اپنی استعداد کے مطابق آپ کے باطنی فیوضات و برکات سے بھر کر

جاتے ہیں۔

باب نمبر 3

شمس الفقر آء، سراج الاتقياء حضرت خواجہ محمد خدا بخش خانپوریؒ

(1194 ہجری تا 1284 ہجری --- 90 سال --- 1773ء تا 1863ء)

آن ماجد الاسرار، عارف حقیقت، واجد الانوار، سراج المقتربین،
وقایہ المتقین، حجت العابدین، شمس الفقر، امام الصالحین، امام المحسنین،
سید الصدیقین، امام الناصحین، سراج الاتقياء حضرت خواجہ محمد خدا بخش
خانپوریؒ، حضرت خواجہ قاضی الحاجات قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ کے دوسرے
فرزند ارجمند تھے آپؒ کی بیعت حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ سے
تھی اور خلافت آپکو حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کی طرف سے حاصل تھی۔
آپؒ کا سلسلہ طریقت 35 واسطوں سے حضور پاک ﷺ تک
جا پہنچتا ہے۔ حضرت قاضی صاحبؒ جب شورکوٹ سے ملتان شریف

حضرت حافظ صاحبؒ کی خدمت میں بیعت کیلئے حاضر ہوئے تھے اُس وقت آپؒ کی عمر 4 سال تھی، آپؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامیؒ سے حاصل کی تھی، آپؒ اُسرا معرفت بیان کرنے میں عبور رکھتے تھے، حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کی قائم کردہ خانقاہ میں رہ کر سالکینِ راہِ حق کی ہدایت کا کام بھی کرتے تھے۔

آپ سرکارؒ کے 2 صاحبزادے حضرت خواجہ غلام یلینؒ اور حضرت خواجہ غلام نظام الدینؒ تھے، یہ دونوں ہستیاں اپنے وقت کی عابد، زاہد، عالم باعمل اور کامل ہستیاں تھیں اور اسلاف کی نشانیاں تھیں۔ حضرت خواجہ غلام یلینؒ کی اولاد زریںہ نہ تھی آپؒ کی دو بیٹیاں تھیں جن کے نام حضرت حیات بی بیؒ اور حضرت ہدایت بی بیؒ ہیں جن کے نکاح وقت کے کا ملین طریقت کے ساتھ ہوئے تھے اور وہ خود بھی وقت کی عابدہ، صالحہ اور کاملہ خواتین تھیں۔ آپؒ کے دوسرے صاحبزادہ حضرت خواجہ غلام نظام الدینؒ تھے جن سے ایک صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد امینؒ اور ایک بیٹی حضرت صورت بی بیؒ پیدا ہوئے، حضرت خواجہ غلام یلینؒ کی لڑکی حضرت ہدایت بی بیؒ کا نکاح حضرت خواجہ محمد امینؒ سے ہوا تھا، حضرت خواجہ محمد خدا بخش خانپوری سرکارؒ کی شادی حضرت خواجہ محمد حامد اللہ فتح پوریؒ خلیفہ حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی جو کہ اپنے وقت کی ولیہ کاملہ تھیں۔

حضرت خواجہ محمد امینؒ :-

حضرت خواجہ محمد امینؒ اپنے وقت کے جلیل القدر بزرگ اور صوفی باصفاء انسان تھے، چہار اقطاب یعنی حضرت خواجہ رحیم بخش سرکارؒ، حضرت خواجہ محمد اسعدؒ، حضرت خواجہ محمد اجملؒ اور حضرت خواجہ محمد صالحؒ یہ چاروں آپؒ کو اپنا محبوب سمجھتے تھے اور آپؒ سے بہت پیار و شفقت کرتے تھے، حضرت خواجہ محمد امینؒ انتہا درجہ کے متقی پرہیزگار پابندِ شرع انسان تھے، سنتِ رسولؐ کی پیروی کو جو و ایمان سمجھتے تھے ہر وقت ذاتِ حق کے جلوؤں میں مستغرق رہتے تھے، طریقت میں آپؒ سرکارؒ کا مقام بہت بلند ہے، بے شمار لوگ آپؒ کی تبلیغ سے راہِ راست پر آئے اور خالقِ حقیقی سے لو لگائی، آپؒ اپنے اکابرینِ مشائخ کی سنت پر بھی سختی سے عمل پیرا ہوتے تھے کیونکہ مشائخِ عظام کوئی بھی کام سنتِ رسولؐ سے ہٹ کر نہیں کرتے بلکہ ولی اس وقت تک ولی نہیں بن سکتا جب تک حضور ﷺ کی تابعداری میں اپنی ہستی کو نہ مٹا ڈالے اور غلامی رسول ﷺ کا پٹہ اپنے گلے میں نہ ڈال لے، لہذا محبت و اتباع رسول ﷺ ہی مقامِ ولایت پر فائز ہونے کی کسوٹی ہے۔

حضرت خواجہ محمد خدا بخش خانپوریؒ کے علمی و عرفانی جواہر پارے :-

آپ سرکارؒ قرآن و سنت کے احکام کے ظاہری باطنی اسرار و

معارف بیان کرنے میں مہارتِ کاملہ رکھتے تھے جن کا ذیل میں جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

شریعت کی نماز:-

اس نماز کی فرضیت اس آیت کریمہ سے عیاں ہے۔ ارشادِ الہی ہے۔

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ (البقرہ: 238)

ترجمہ! محافظت کیا کرو سب نمازوں کی۔

اس نماز سے مراد ظاہری جوارح سے ادا ہونے والے ارکان ہیں جس میں جسم حرکت پذیر ہوتا ہے۔ انسان قیام کرتا ہے قرأت کرتا ہے، رکوع و سجود میں جاتا ہے قعدہ کرتا ہے تلاوت میں آواز ہوتی ہے الفاظ ہوتے ہیں اس کیلئے حَافِظُوا کا جامع لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

طریقت کی نماز:-

یہ دل کی نماز ہے یہ نماز ابدی ہے اور اس کا ثبوت اللہ کریم کا یہ فرمانِ عالی شان ہے:

وَالصَّلَاةَ الْوُسْطَى (البقرہ: 238)

ترجمہ!"اور خصوصاً درمیانی نماز کی۔"

درمیانی نماز سے مراد قلبی نماز ہے کیونکہ دل کو دائیں بائیں اوپر نیچے کے اعتبار سے جسم کے درمیان میں پیدا کیا گیا ہے اس طرح دل

سعادت و شقاوت کے بھی درمیان تخلیق ہوا ہے جیسا کہ رسول خدا ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ الْقَلْبُ بَيْنَ أَصْبَعَيْنِ مِنَ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ (صحیح مسلم، کتاب القدر) ترجمہ! "دل رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے وہ اسے جیسے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔" دو انگلیوں سے مراد قہر و لطف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ انگلیوں سے پاک ہے، اس آیت کریمہ اور حدیث مبارکہ کو دلیل بنا کر معلوم کیا جاسکتا ہے کہ اصل نماز دل کی نماز ہے جب کوئی شخص دل کی نماز سے غافل ہو جاتا ہے تو اس کی دونوں نمازیں ٹوٹ جاتی ہیں یعنی دل کی نماز بھی اور جوارح کی نماز بھی جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے لَا صَلَوةَ إِلَّا بِحُضُورِ الْقَلْبِ ترجمہ! "حضورِ قلب کے بغیر کوئی نماز نہیں" (امام غزالی "الاحیاء ج 1 ص 160) وجہ یہ ہے کہ نمازی اپنے رب سے ہمکلام ہوتا ہے کلام کا محل دل ہے جب دل غافل رہا تو نماز باطل ٹھہری اور جوارح کی نماز بھی ٹوٹ گئی کیونکہ دل اصل ہے اور باقی اعضاء اس کے تابع ہیں جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:-

أَلَا إِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ حوالہ (صحیح بخاری، کتاب الایمان)۔ ترجمہ! "ہاں ہاں! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ایسا بھی ہے اگر صحیح ہو جائے تو سارا بدن صحیح ہو جائے اور اگر بگڑ جائے

تو پورا جسم بگڑ جائے یا در ہے! گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہے۔"

شریعت کی نماز کیلئے وقت مقرر ہے یہ دن رات میں پانچ مرتبہ ادا ہوتی ہے سنت طریقہ یہ ہے کہ یہ نماز مسجد میں باجماعت ادا کی جائے رُخ کعبۃ اللہ شریف کی طرف ہو اور انسان بلا ریاء و نمود امام کی اتباع کر رہا ہو جبکہ طریقت کی نماز پوری زندگی کو محیط ہوتی ہے اس کی مسجد دل ہے اور جماعت یہ ہے کہ باطن کی ساری طاقتیں اسمائے توحید کے ورد میں مشغول ہوں اور یہ ورد ظاہری زبان سے نہیں باطن کی زبان سے کیا جائے اس نماز میں امام عشق ہوتا ہے جو جان کے محراب میں کھڑا ہوتا ہے اس نماز کا قبلہ حضرت احدیت اور جمالِ صمدیت ہے اور یہی اصلی کعبہ ہے دل اور روح علی اللہ و ام اس نماز کو ادا کرتے ہیں، دل نہ سوتا ہے اور نہ مرتا ہے وہ نیند اور بیداری دونوں حالتوں میں حیاتِ قلبی کے ساتھ بلا صوت، قیام اور قعود اس نماز کی ادائیگی میں مشغول رہے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کُناں رہے۔ ارشادِ الہی ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (الفاتحہ: 4) "ترجمہ! تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں" یہ درخواست حضور ﷺ کی اتباع میں ہوتی ہے حضرت قاضی بیضاویؒ اپنی تفسیر انوار التنزیل و اسرار التاویل بیضاوی جلد نمبر 1 صفحہ 31 میں لکھتے ہیں اس آیت کریمہ میں عارف کے حال کی طرف اشارہ ہے وہ حال جو کہ کیفیتِ قلبی پر مشتمل ہوتا ہے اس لئے وہ اس خطاب کا مستحق بن

جاتا ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے اَلَا نَبِیَّاءُ وَاَلَا وِلْدَیَّاءُ
 یُصَلُّوْنَ فِی قُبُورِہِمُ کَمَا یُصَلُّوْنَ فِی بُیُوتِہِمُ (ہیثمی "المجمع
 "ج 8 ص 211) ترجمہ! "انبیاء اور اولیاء اپنی قبروں میں بھی اس طرح
 نماز پڑھتے ہیں جس طرح اپنے گھروں میں نمازیں ادا کرتے ہیں" یعنی
 مطلب یہ ہے کہ ان کے دل زندہ ہیں اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور
 اس کی مناجات میں مشغول رہتے ہیں جب شریعت اور طریقت کی نماز جمع
 ہو جائے تو نماز مکمل ہو گئی یعنی ایسے آدمی کی نماز ادا ہو چکی ایسے آدمی کو اللہ
 تعالیٰ روحانی طور پر اپنا قرب بخشتا ہے اور ثواب بھی عطا کرتا ہے ایسا شخص
 ظاہر میں عابد اور باطن میں عارف ہوتا ہے اور جب طریقت کی نماز
 حیاتِ قلب کے ذریعہ ادا نہیں ہوتی تو اجر ثواب کی صورت میں ملتا ہے
 قرب و حضوری کی صورت میں نہیں، صالحین کے نزدیک اصل شے قرب
 و معیت ہے جبکہ عوام اجر و ثواب کے پیچھے بھاگتے ہیں۔

حضرت خواجہ خدا بخش خانپوریؒ اور فلسفہء زکوٰۃ:-

شریعت کی زکوٰۃ:- اس سے مراد دنیا کے مال سے ایک مقررہ
 حصہ سال میں صرف ایک بار مُعین نصاب سے مصارفِ زکوٰۃ کو دیا
 جاتا ہے۔

طریقت کی زکوٰۃ:- دنیا کے فقیروں اور آخرت کے مسکینوں
 میں محض اللہ تعالیٰ کی خاطر اعمالِ آخرت کو لٹا دینا طریقت کی زکوٰۃ ہے،

زکوٰۃ شریعت کو قرآن کریم میں صدقہ کہا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے

اِنَّمَا لِّلصَّدَقَاتِ لِلْفُقَرَاءِ وَ الْمَسْكِيْنِ (التوبہ: 60)

ترجمہ! بے شک زکوٰۃ تو صرف ان کیلئے ہے جو فقیر اور مسکین ہو۔

اسے صدقہ اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ مال فقیر اور مسکین کے ہاتھ

میں جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے دستِ جود و سخا میں پہنچ جاتا ہے یعنی اللہ

تعالیٰ اسے فوراً قبول فرمالیتا ہے جبکہ طریقت کی زکوٰۃ، تو وہ دائمی ہے کیونکہ

اسمیں دنیوی مال و دولت نہیں ہوتا بلکہ کسبِ آخرت اللہ کی خوشنودی کیلئے

گناہ گاروں کو دیدیا جاتا ہے پس اللہ تعالیٰ ان کی نمازیں، زکوٰۃ،

روزے، حج، تہلیل، تلاوتِ کلام مجید اور سخاوت وغیرہ نیکیوں کا ثواب

گناہ گاروں کو دے دیتا ہے جس سے انکے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، بندہ

مومن اپنے نامہ اعمال میں کچھ باقی نہیں چھوڑتا، خود مفلس ہو جاتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ اس شخص کی سخاوت اور افلاس پر نظر پسندیدگی

فرماتا ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔ اَلْمُفْلِسُ فِيْ اَمَانٍ

اللّٰهِ فِي الدَّارَيْنِ ترجمہ! "مفلس دونوں جہانوں میں اللہ کی امان میں

ہوتا ہے۔" یعنی بندہ اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں سب اس کے آقا کا ہے

قیامت کے روز اُسے ہر نیکی پر دس گنا اجر ملیگا جیسا کہ ارشادِ الہی ہے۔

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْثَالِهَا (الانعام: 160) ترجمہ! "جو

کوئی لائے گا ایک نیکی تو اس کیلئے دس ہوگی اسکی مانند "زکوٰۃ کا ایک مفہوم

یہ بھی ہے کہ دل کو نفس کی صفت سے پاک کیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً۔ (البقرہ: 245) ترجمہ! "کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے پھر اللہ اس کیلئے کئی گنا بڑھا دیگا۔ قرض سے مراد یہ ہے کہ اپنی تمام نیکیاں مخلوق پر احسان کے جذبہ سے محض اللہ کی خوشنودی کیلئے دیدے اور اس پر کسی قسم کا احسان نہ جتلائے جیسا کہ فرمانِ خداوندی ہے: لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى (البقرہ: 264) ترجمہ! مت ضائع کرو اپنے صدقوں کو احسان جتلا کر اور دکھ پہنچا کر" اور نہ ہی دنیا میں کسی عوض کا طالب ہو یہ انفاق فی سبیل اللہ کی ایک قسم ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ (آل عمران: 92) ترجمہ! "ہرگز نہ پاسکو گے تم کامل نیکی کا رُتبہ جب تک نہ خرچ کرو راہِ خدا میں ان چیزوں سے جن کو تم عزیز رکھتے ہو۔" چنانچہ صالحین کی زکوٰۃ سے مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ حضرات اپنا سب کچھ تن من دھن راہِ خدا میں لٹا دیتے ہیں اور اکابر صوفیہ حضرات کے اقوال میں یہ درج ہے کہ ان کی خواہش ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ انکے جسم کو اتنا بڑا کر دے کہ پوری دوزخ ان کے جسم سے پُر ہو جائے اور حضور ﷺ کا کوئی بھی اُمتی دوزخ میں نہ جاسکے۔

خواجہ خدا بخش خانپوریؒ اور روزہ کی حقیقت:-

شریعت کا روزہ: دن کے وقت کھانے پینے اور جماع سے رُکنا شریعت کا روزہ ہے۔

طریقت کا روزہ: ظاہر اور باطن میں تمام اعضاء کو محرمات، منائے اور ذمائم سے روکنا طریقت کا روزہ کہلاتا ہے، محرمات و منائے اور ذمائم مثلاً خود پسندی، تکبر، بخل وغیرہ طریقت کے روزے کو باطل کرنے والی چیزیں ہیں، شریعت کے روزہ کیلئے وقت مقرر ہے جبکہ طریقت کا روزہ پوری عمر کیلئے ابدی ہے اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا: رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الْجُوعُ (سنن ابن ماجہ، کتاب الصوم) ترجمہ! کئی روزہ دار ایسے ہیں جنہیں بھوک کے سوا روزوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اسلئے یہ مقولہ مشہور ہے: کہ کئی روزہ دار مُفْطَرُ یعنی روزہ نہ رکھنے والے ہوتے ہیں اور کئی مُفْطَرُ روزہ دار "یعنی اپنے تمام اعضاء کو گناہوں سے بچاتے ہیں اور کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتے۔" حدیث قدسی ہے: اِنَّ الصَّوْمَ لِيْ وَاَنَا اَجْزِئُ بِهِ (صحیح مسلم، کتاب الصیام) ترجمہ! بے شک روزہ میرے لیے رکھا جاتا ہے اور میں ہی اسکی جزا دوں گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (حدیث قدسی):

يَصِيْرُ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ، فَرْحَةٌ عِنْدَ الْإِفْطَارِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ رُؤْيَا جَمَالِي (صحیح مسلم، کتاب الصیام) ترجمہ! روزہ دار کیلئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی تو افطار کے وقت کی ہے اور دوسری خوشی میرے جمال کی

دید کے وقت کی ہے " اہل شریعت کے نزدیک افطار غروب آفتاب کے وقت کچھ کھاپی لینا ہے اور عید کی رات چاند کا نظر آتا ہے لیکن اہل طریقت کہتے ہیں افطار جنت کی نعمتوں سے ہوگا جبکہ ربِّ قُدُّوس کے فضل سے انسان جنت میں داخل ہوگا، دیدار کے وقت کی مسرت سے مراد یہ ہے کہ بندہ مومن قیامت کے روز اللہ کریم سے ملاقات کریگا اور اسے باطن کی آنکھ سے رُوبرُود دیکھے گا تو اسے خوشی و مسرت حاصل ہوگی، روزہ کی ایک تیسری قسم بھی ہے جسے حقیقت کا روزہ کہتے ہیں اس سے مراد جان کا حُجرتِ غیر سے رُکنا ہے اور سِرِّ کا مشاہدہ غیر کی محبت سے رُکنا ہے۔ حدیث قدسی ہے:-

الْإِنْسَانُ سِرِّي وَأَنَا سِرُّهُ ترجمہ "انسان میرا راز اور میں اس کا راز ہوں" یہ سِرِّ نورِ خداوندی سے ہے یہ کسی غیر کی طرف مائل نہیں ہوتا اور اللہ کے سوا اس کا کوئی اور محبوب، مرغوب اور مطلوب بھی نہیں ہے نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں، جب غیر کی محبت آگئی تو حقیقت کا روزہ فاسد ٹھہرا اس روزہ کی قضا صرف ایک صورت میں ہو سکتی ہے کہ انسان اللہ کریم کی طرف لوٹ آئے اور اس سے ملاقات کر نیکی کوشش کرے اس روزہ کا صلہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات ہے۔

خواجہ خدا بخش خانپوریؒ اور فلسفہء حج کے اسرار و معارف:-

حج شریعت:- یہ حج بیت اللہ شریف سے تعلق رکھتا ہے اس کے مخصوص ارکان اور شرائط ہیں ان شرائط اور ارکان کو ادا کرنے سے حج کا ثواب ملتا ہے اور جب کوئی شرط پوری نہ ہو سکے تو ثواب میں کمی آ جاتی ہے کیونکہ رب تعالیٰ کا حکم ہے حج مکمل کرو۔

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ (البقرہ: 196)

ترجمہ! اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ کی رضا کیلئے۔

حج شریعت کی شرائط میں اولاً احرام ہے پھر مکہ میں دخول ہے پھر طوافِ قدوم، پھر وقوفِ عرفہ اور مزدلفہ پھر منیٰ میں قربانی اس کے بعد حرم پاک میں دوبارہ حاضری اور کعبۃ اللہ شریف کا سات چکروں میں طواف ہے پھر حاجی زمزم کا پانی پیتے ہیں اور مقام ابراہیم علیہ السلام پر دو رکعت نفل نماز ادا کرتے ہیں آخر میں احرام کھول دیا جاتا ہے اور اب شکار وغیرہ احرام کی صورت میں جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیدی تھیں حلال ہو جاتی ہیں اس حج کا صلہ جہنم سے آزادی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے امن ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا (آل عمران: 97)

ترجمہ! اور جو بھی داخل ہو اس میں ہو جاتا ہے ہر خطرہ سے محفوظ "طوافِ صدور یا وداع کے بعد لوگ واپس وطن لوٹتے ہیں۔

حج طریقت:- حج طریقت کی راہ میں زادِ راہ اور سواری صاحب

تلقین یعنی مرشدِ کامل کی تلاش اور اس سے اخذ فیض ہے یہی پہلا قدم ہے اس کے بعد مسلسل ذکر باللسان اور اس کے معنی کو سامنے رکھنا ہے حتیٰ کہ دل زندہ ہو جائے اس کے بعد باطنی ذکر کی باری آتی ہے یہاں تک کہ اسماء و صفات کے مسلسل ورد سے من صاف ہو جائے، ایسے میں کعبہ سرّ انوارِ صفات کے ذریعہ سامنے آ جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ سب سے پہلے کعبۃ اللہ کو صاف ستھرا کرو: وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ (البقرہ: 125) ترجمہ! "اور ہم نے تاکید کر دی ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کو کہ صاف ستھرا رکھنا میرا گھر طواف کرنے والوں کیلئے۔" کعبۂ ظاہر اس لیے صاف کیا جاتا ہے کہ طواف کرنے والے لوگ آئیں گے جو کہ مخلوق ہیں جبکہ کعبۂ باطن اللہ تعالیٰ کیلئے صاف ہوتا ہے باطن کے کعبہ کو غیر کے خیال سے صاف کر کے اُسے اللہ تعالیٰ کی تجلّی کے مقابل بنایا جاتا ہے پھر رُوحِ قدسی کا احرام باندھا جاتا ہے پھر دل کے کعبہ میں حاضری دی جاتی ہے، اسمِ ثانی کے ورد سے طوافِ قدوم ہوتا ہے عرفاتِ قلب میں حاضری ہوتی ہے جو کہ ہم کلامی خدا کا مقام ہے یہاں تیسرے اور چوتھے اسم کا مسلسل ورد کر کے وقوف کیا جاتا ہے پھر عارفِ جان کے مزدلفہ میں جاتا ہے پانچویں اور چھٹے اسم کا اکھٹا ورد کرتا ہے اس کے بعد "مٹی سرّ" کو جاتا ہے جو کہ دونوں حرموں کے

درمیان واقع ہے یہاں کچھ دیر کیلئے ٹھہرتا ہے پھر ساتویں اسم کے ورد کے ساتھ نفسِ مطمئنہ کی قربانی دیتا ہے کیونکہ ساتواں اسم اسمِ فناء ہے اور کفر کے حجابات اٹھ جاتے ہیں۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے:-

الْكُفْرُ وَلَا يَمَانُ مَقَامَانِ مِنْ وَرَاءِ الْعَرْشِ وَهُمَا حِجَابَانِ
بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْحَقِّ أَحَدُهُمَا أَسْوَدُ وَالثَّانِي أَبْيَضُ.

ترجمہ! " کفر اور ایمان عرش سے آگے دو مقام ہیں یہی حق اور بندے کے درمیان دو حجاب ہیں ان میں ایک کارنگ سیاہ ہے اور دوسرے کارنگ سفید ہے۔ " اس کے بعد حجِ طریقت ادا کرنے والا آٹھویں اسم پر ملازمت اختیار کر کے روح کو صفاتِ بشری سے صاف کر کے حلق کر دیتا ہے پھر نویں اسم پر ملازمت اختیار کرتا ہے اور حرمِ باطن میں داخل ہو جاتا ہے پھر وہ اعتکاف کرنے والوں کو سامنے دیکھتا ہے اور دسویں اسم کے مسلسل ورد سے بساطِ قربت و انس میں معتکف ہو جاتا ہے پھر انسان جمالِ صمدیت کو بلا کیف و تشبیہ دیکھتا ہے گیارہویں اسم کے ساتھ چھ فروعی اسماء بھی ہوتے ہیں، طواف کر چکنے کے بعد وہ دستِ قدرت سے خاص مشروب پیتا ہے۔ جیسا کہ رَبِّ قُدُّوس کا ارشاد ہے: وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا (الانسان: 21) ترجمہ! اور پلائے گا انہیں اُن کا پروردگار نہایت پاکیزہ شراب " یہ شراب بارہویں اسم کے پیالے میں بھری ہوگی اللہ تعالیٰ اپنے چہرہ اقدس سے نقاب اُلٹ دیتا ہے اور انسان

اسکے نور کے ساتھ اس کا دیدار کرتا ہے یہی مفہوم ہے اس حدیث قدسی کا " نہ کسی کی آنکھ نے دیکھا ہوگا یعنی ملاقاتِ خداوندی کا منظر اور نہ کسی کان نے سنا ہوگا یعنی حرف و صوت کے واسطے کے بغیر کلام خداوندی اور نہ کسی بشر کے دل میں اس کا خیال گذرا ہوگا یعنی دیدار اور ہمسکرامی خدا کا ذوق"۔ پھر اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزیں حلال ہو جاتی ہیں یعنی برائیاں نیکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں یہاں اسمائے توحید کا تکرار ہوتا ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ (الفرقان: 70) ترجمہ! " مگر وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیے تو یہ وہ لوگ ہیں بدل دیگا اللہ تعالیٰ اُن کی بُرائیوں کو نیکیوں سے۔ " پھر انسان تصرّفاتِ نفسانی سے آزاد ہو جاتا ہے اسے کسی چیز کا خوف اور کوئی حُزن نہیں رہتا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (يونس: 62) ترجمہ! سنو! اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ " رَزَقْنَا اللَّهُ وَآيَاكُمْ بِفَضْلِهِ وَكَرَّمَهُ پھر تمام اسماء کا ورد کر کے طوافِ صدور یعنی طوافِ وداع کرتا ہے اور آخر میں اپنے اصلی وطن کی طرف لوٹ آتا ہے جو عالم القدس میں ہے اور جہاں اسے معتدل صورت میں پیدا کیا گیا تھا یہ عالم الیقین سے تعلق رکھتا ہے یہ تاویلات

کلام و عقل کے دائرہ میں آنے والی ہیں اس سے آگے کی خبر دینا ممکن نہیں کیونکہ عقل و فہم اس کے ادراک سے عاجز ہیں اور خیالات کی وہاں تک رسائی نہیں جیسا کہ حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **إِنَّ مِنَ الْعِلْمِ كَهَيْئَةِ الْمَكْنُونِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا الْعُلَمَاءُ بِاللَّهِ فَإِذَا نَطَقُوا بِهِ لَمْ يُنْكِرْهُ إِلَّا أَهْلُ الْعَرَّةِ** (ویلمی "الفردوس" ص 802) ترجمہ! ایک علم وہ بھی ہے جو چھپے ہوئے خزانہ کی طرح ہے جس سے صرف علماء باللہ ہی واقف ہیں جب یہ علماء اس علم میں گفتگو کرتے ہیں تو کوئی انکار نہیں کرتا سوائے گم کردہ راہ لوگوں کے۔ "عارف اس سے کم کی بات کرتا ہے اور عالم باللہ اس سے آگے کی بات کرتا ہے، عارف کا علم سر خداوندی ہے صرف اللہ ہی جانتا ہے جیسا کہ فرمان الہی ہے:

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ (البقرہ: 255)

ترجمہ "اور وہ اسکی معلومات میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جس قدر وہ چاہے۔"

ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے:-

فَإِنَّهُ يَعْلَمُ الْسِّرَّ وَأَخْفَى ۚ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ (طہ: 7,8)

ترجمہ! "وہ بلاشبہ جانتا ہے رازوں کو بھی اور دل کے بھیدوں کو بھی، اللہ وہ ہے کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں بغیر اسکے، اس کیلئے بڑے

خوبصورت نام ہیں۔"

یہ تھے اسرار و معارف جو کہ حج طریقت میں مُضمَر ہیں اور یہ ہے حضرت خواجہ خدا بخش خانپوریؒ جیسے عارفین کا کلام، جیسے انبیاء علیہم السلام وحی الہی کے ذریعہ امت سے کلام کرتے ہیں بالکل اسی طرح اولیاء کرام الہام اور القاء کے ذریعہ کلام کرتے ہیں بلکہ یہ نفوس قدسیہ تو اپنی ذات و صفات کو فناء و محو کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا اثبات کرتے ہیں لہذا ان اولیاء اللہ کا کلام بھی اللہ ہی کا کلام ہوتا ہے مقام قُربِ نوافل میں فاعل بندہ خود ہوتا ہے مگر آلہ فعل اللہ کی ذات ہوتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ بندہ کامل کے ہاتھ پاؤں اور زبان وغیرہ بن جاتا ہے مگر ان اعضاء کے ذریعہ عمل بندہ خود کرتا ہے جبکہ مقام قُربِ فرائض میں بندہ آلہ فعل ہوتا ہے اور ذاتِ حق خود فاعل ہوتی ہے یعنی ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ کو انسان بظاہر خود استعمال کر رہا ہوتا ہے مگر حقیقتاً عمل کرنے والی ذات اللہ کی ہوتی ہے بندہ کامل صرف ذریعہ اور سبب ہوتا ہے جس کے ذریعہ ذاتِ حق جلوہ گر ہوتی ہے یہ قُربِ نوافل اور قُربِ فرائض از روئے حدیث قدسی قُرب و معیت ذاتِ حق کے دو مقام ہیں جو کہ سائیک راہِ حق پر آشکار ہوتے ہیں۔

حضرت خواجہ خدا بخش خانپوریؒ اور عالمِ تجرید میں معرفت کی طہارت :-

طہارتِ معرفت کی دو قسمیں ہیں معرفۃ الصفات کی طہارت اور معرفۃ الذات کی طہارت:

معرفتِ صفات کی طہارت:- یہ طہارت صرف تلقینِ اسماء کے ذریعہ دل کے آئینہ کو نفوسِ بشری اور حیوانی سے پاک کرنے سے حاصل ہوتی ہے پس جب دل صاف ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نور سے دل کی آنکھ بینا ہو جاتی ہے تو انسان دل کے آئینے میں جمالِ خداوندی کے عکس کو صفات کے نور سے دیکھنے لگتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:-

الْمُؤْمِنُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ تَرْنَدِي (الجامع الصحیح کتاب تفسیر القرآن۔ باب من سورۃ الحجر)

ترجمہ! "مومن اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے" الْمُؤْمِنُ مِرْأَةُ الْمُؤْمِنِ (سنن ابی داؤد "کتاب الادب" حدیث نمبر 4818) ترجمہ! "مومن، مومن کا آئینہ ہے" کسی شخص کا قول ہے عالمِ نقش بٹھاتا ہے اور عارف صیقل کرتا ہے۔ "جب اسماء کے مسلسل ورد سے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب و باطن مکمل ہو جاتا ہے تو صفات کی معرفت مکمل ہو جاتی ہے کیونکہ ان صفات کا انسان دل کے آئینہ میں مشاہدہ کرتا ہے۔

معرفتِ ذات کی طہارت:- یہ طہارت فی السِّر ہے اسے حاصل کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ انسان بارہ اسماءِ توحید میں

سے آخری تین اسماءِ توحید کو نورِ توحید سے باطن کی آنکھ سے مسلسل ملاحظہ کرے پس جب انوارِ ذات کی تجلی ہوگی تو بشریت پکھل جائے گی اور مکمل فناء ہو جائیگی یہ مقام استھلاک اور فناء الفناء ہے یہ تجلی تمام انوار کو مٹا دیتی ہے جیسا کہ اللہ کریم کا ارشاد ہے: کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (القصص: 88) ترجمہ! ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے۔ "جب سب کچھ فناء ہو جاتا ہے تو نورِ قدس کے ساتھ صرف رُوحِ قدسی باقی رہ جاتی ہے اور ہمیشہ دیدار میں مشغول رہتی ہے یہ رُوح اُسی کے ساتھ اس سے اس کی طرف دیکھنے والی ہوتی ہے پس وہ بلا کیف و تشبیہ اس روح کی رہنمائی کرتا ہے کیونکہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (الشوریٰ: 11) ترجمہ! "نہیں ہے اس کے مانند کوئی چیز" یہ محض نورِ مطلق باقی رہ جاتا ہے اس سے آگے کی کوئی خبر نہیں دے سکتا کیونکہ وہ عالمِ محو ہے وہاں عقل نہیں رہ سکتی کہ کچھ خبر دے اور نہ وہاں غیر اللہ کی رسائی ہو سکتی ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:-

لِيُ مَعَ اللَّهِ وَقْتُ لَا يَسَعُ فِيهِ مَلَكٌ مَقْرَبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ (امام قشیریؒ "رسالہ قشیریہ" ص 70)

ترجمہ! "اللہ تعالیٰ کی معیت میں میرے لئے ایک ایسا وقت بھی مخصوص کیا گیا ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتے کی گنجائش ہے اور نہ ہی نبی مرسل کی۔"

یہ ہے عالم تجرید وہاں کوئی غیر نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث قدسی ہے:- تَجَوَّدُ تَصِلُ ترجمہ! "یعنی صفات بشری سے تجرید حاصل کر مقصود تک پہنچ جائیگا" تجرُّد سے مراد صفات بشری سے مکمل فنا ہونا ہے پس وہ عالم تجرید میں خدائی صفات سے مُتَّصِف ہوگا جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:-

تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ (ہیثمی "المجمع" ج 8 ص 20) ترجمہ! "خدائی اخلاق کو اپنالو" یعنی صفات خداوندی سے متصف ہو جاؤ اور اپنی صفات بشری ترک کر دو، شمس الفقراء حضرت خواجہ محمد خدا بخش خانپوریؒ کی زینہ اولاد آگے نہ چل سکی کیونکہ آپؒ کے پوتے حضرت خواجہ محمد امینؒ لا ولد گئے تھے مگر آپؒ کے روحانی فیوضات و برکات آج بھی جاری و ساری ہیں، آپؒ کو حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ کے پہلو میں دفن کیا گیا تھا، آپؒ کا مزار اقدس دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف میں زیارت گاہ خلائق ہے آپؒ سرکارؒ کے شریعت و طریقت کے بارے میں اسرار و رموز جو کہ مذکور ہو چکے ہیں رہتی دنیا تک طالبان حق کیلئے مشعل راہ ثابت ہونگے۔

باب نمبر 4

حجتُ الاتقیاء، کانِ صفا حضرت خواجہ محمد کلیم اللہ

(1196 ہجری تا 1276 ہجری --- 80 سال --- 1775ء تا 1855ء)

آن صاحب اسرار، معدن انوار، کامل الباطن والظاہر، کان صفا، عین السرّ، طیب القلوب، کثر الشریعت، شمس الحقیقت، معدن دقائق، صاحب القلب الطاہر، منقّی کامل، صاحب العلم والعرفان، حجت الاتقیاء حضرت خواجہ محمد کلیم اللہ، فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوری کے تیسرے فرزند ہیں آپ کی بیعت بھی سیدنا وسیدنا حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانی سے تھی اور خلافت اپنے والد محترم حضرت قبلہ قاضی صاحب سے حاصل کی تھی آپ سرکار کا سلسلہ طریقت 35 واسطوں سے حضور ﷺ تک جا پہنچتا ہے۔ حضرت قبلہ قاضی صاحب شورکوٹ سے ہجرت کر کے جب حضور جمال اللہ غریب نواز کی خدمت میں 1196 ہجری کے بعد حاضر ہوئے تھے تو آپ کی عمر اس وقت صرف 2 سال تھی، ابتدائی تعلیم و تربیت کا فریضہ حضرت قبلہ قاضی صاحب نے خود سرانجام دیا تھا اور سلوک الی اللہ کی منازل بھی والد محترم نے خود طے کرائی تھیں آپ بے مثل و بے مثال بزرگ تھے آپ سرکار ہر وقت کاملاً حالت استغراق میں رہتے تھے صرف نمازوں کے اوقات میں عالم سکر سے عالم صحو میں آجاتے تھے آپ کی ساری زندگی زہد و ریاضت اور

مجاہدات سے بھری پڑی ہے آپؐ شریعت پر سختی سے پابندی کرتے تھے اور طریقت کے اسرار و رموز بیان کرنے میں آپؐ بڑے ماہر تھے اپنے والد گرامی حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کی قائم کردہ خانقاہ چشتیہ نظامیہ میں رہ کر آپؐ نے سلوک کی منازل خود بھی طے کیں اور بعد ازاں سالکین کی تعلیم و تربیت کا فریضہ آپؐ بھی سرانجام دیتے تھے، آپؐ عالم تجرید و تفرید کو زیادہ پسند کرتے تھے اور مکمل طور پر فردِ حقیقت بن چکے تھے، آپؐ کی زینہ اولاد نہ تھی صرف ایک لڑکی تھی جن کا نکاح قلندر زمان حضرت خواجہ رحیم بخشؒ کے ساتھ ہوا تھا جو کہ حضرت خواجہ خدایار پیرؒ کے پوتے تھے۔ آن سرکارؒ جب حالتِ استغراق سے باہر آتے تھے تو باطنی اسرار و معارف سے سالکین کو بھی آگاہ فرماتے تھے ذیل میں حقیقت و معرفت کے بارے میں آپؐ کے اشارات اور نکات بیان کئے جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ کلیم اللہؒ کا معرفتِ الہی کے بارے میں

بیان:-

حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ (الانعا: 91) یعنی "ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں جانی جیسا کہ جاننے کا حق تھا" اور رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اگر تم کو حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی جیسا کہ معرفت کا حق ہے تو تم پانی پر چلتے اور تمہاری دُعا سے پہاڑ لرز جاتے"

اقسام معرفت :- معرفت الہی کی دو اقسام ہیں ایک علمی اور

دوسری حالی۔ حق تعالیٰ کے متعلق ایمان اور یقین کے ویسے تو اتنے کثیر مراتب ہیں جتنے کہ انسان ہیں ہر شخص کا مرتبہ یقین مختلف ہے لیکن عام طور پر ایمان و یقین کے تین مراتب یعنی علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین ہیں، علم الیقین کی کیفیت ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ نہیں دیکھی اور سنتا ہے آگ جلاتی ہے جبکہ عین الیقین یہ ہے کہ اپنی آنکھ سے آگ کو جلاتے ہوئے دیکھے اور حق الیقین یہ ہے کہ آگ میں ہاتھ ڈال کر اس کی جلانے والی صفت کا ذاتی تجربہ کر لے چنانچہ علمی معرفت یہ ہے کہ قرآن پڑھ کر معلوم کرے یا بزرگوں سے سن لے کہ اللہ موجود ہے اور حالی معرفت یہ ہے کہ اپنی آنکھوں سے بھی مشاہدہ حق کرے اور ذاتی تجربہ بھی کر لے یہ ذاتی تجربہ حق الیقین کا مرتبہ ہے جس سے مراد فناء فی اللہ کا حصول ہے قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ حق تعالیٰ شرگ سے بھی زیادہ قریب ہے جب تزکیہ نفس ہو جاتا ہے اور باطنی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں تو پھر روحانی آنکھوں سے جو مشاہدہ ہوتا ہے تو اسے عین الیقین کہتے ہیں اور جب مقام فنا فی اللہ حاصل ہوتا ہے تو اسے حق الیقین سے موسوم کیا جاتا ہے چنانچہ علم الیقین سے مراد معرفت علمی ہے اور حق الیقین کو معرفت حالی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے معرفت علمی تمام حسنات اور خیرات یعنی نیک کاموں کی بنیاد ہے اور بہت ضروری چیز ہے لیکن حق تعالیٰ کے

نزدیک سب سے زیادہ اہم چیز معرفتِ حالی ہے لہذا ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (اٰی

لِيَعْرِفُوْنَ) ترجمہ! "نہیں پیدا کیا میں نے جن اور انسان کو سوائے عبادت کے" (الذریات: 56) یہاں عبادت سے مراد معرفت ہے چونکہ عبادت کی انتہائی نتیجہ یا ثمر معرفت ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر میں لِيَعْبُدُوْنَ سے مراد لِيَعْرِفُوْنَ ہے یعنی معرفت کا حاصل کرنا۔ ویسے لِيَعْبُدُوْنَ کے باطنی معنی بھی مقامِ عبدیت کا حصول ہے جسے بقا باللہ کہتے ہیں مگر بہت سے لوگ اس کے متعلق کوتاہی کر رہے ہیں اور مقصدِ حیات سے غافل ہیں سوائے اولیائے کرام کے جن کو حق تعالیٰ نے برگزیدہ فرمایا اور جہالت کی تاریکی سے نکال کر ان کے قلوب کو اپنی معرفت سے زندہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے متعلق حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "ہم نے اس کیلئے روشنی پیدا کر دی جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں چلتا ہے۔" (الانعام: 122) اور ابو جہل کے متعلق فرمایا ہے کہ "اسکی حالت یہی ہے کہ تاریکیوں میں گھرا ہوا ہے اور نکلنے کی کوئی صورت نہیں" (الانعام: 122) پس معرفت سے مراد حیاتِ دل ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور غیر اللہ سے روگردانی، ہر شخص کی قیمت اس کے درجہ معرفت کے مطابق ہوتی ہے جس کو معرفت حاصل نہیں اس کی کوئی قیمت یا وقعت

نہیں علماء اور فقہاء خداوند تعالیٰ کے متعلق علم کو معرفت کا نام دیتے ہیں اور مشائخ طریقت صحتِ حال یعنی قربِ خداوندی کو معرفت قرار دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک علم سے معرفت افضل ہے لیکن یہ بات بھی درست ہے کہ معرفتِ حالی معرفتِ علمی کے بغیر ممکن نہیں یعنی علم کے بغیر عارف نہیں ہو سکتا لیکن معرفت کے بغیر عالم ہو سکتا ہے لیکن دونوں گروہوں میں سے جو لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے اور خواہ مخواہ بحث و مباحثہ میں مشغول ہیں اور ایک دوسرے کی تکذیب میں مصروف ہیں لہذا اس مسئلہ کی حقیقت پر ایک روشنی ڈالی جاتی ہے، فرقہ معززلہ کا خیال ہے کہ معرفت کا دار و مدار عقل پر ہے۔ اور جو بے عقل ہے اس کو معرفت حاصل نہیں ہوتی، یہ بات غلط ہے کیونکہ مجذوبوں کو معرفت ہوتی ہے لیکن ان کی عقل کام نہیں کرتی اسی طرح اگرچہ بچوں کو علم نہیں ہوتا لیکن ان کو ایمان حاصل ہوتا ہے اگر معرفت کا انحصار عقل پر ہوتا تو جو عقلمند نہیں ہیں ان کو معرفت حاصل نہ ہوتی، اور کافروں کو عقل ہے لیکن معرفت نہیں ہے اگر معرفت کیلئے عقل شرط ہوتی تو ہر عقلمند عارف ہوتا اور تمام بے عقل بے ایمان ہوتے اور یہ کھلی گمراہی ہے، بعض کے نزدیک معرفت کا انحصار استدلال پر ہے یعنی جس کے اندر استدلال نہیں ہے وہ عارف نہیں ہو سکتا یہ بات بھی غلط ہے حضرت مولانا رومؒ نے مندرجہ ذیل شعر کے ذریعہ استدلال کو رد کر دیا ہے۔

ۛ گر باستدلال کار دین بُدمے

فخر رازی راز دانِ دین بُدمے

ترجمہ! "اگر استدلال سے کام چلتا تو امام فخر الدین رازیؒ

عارف ہوتے۔"

شیطان کو دیکھیں اس نے حق تعالیٰ کی علامات یعنی نشانیاں بھی بہت دیکھی ہیں مثلاً بہشت، دوزخ، عرش، کرسی لیکن ان شواہد کے باوجود بھی معرفتِ حق تعالیٰ سے محروم رہا نیز حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "اگر ہم کفار پر فرشتے بھی نازل کرتے اور مردے بھی ان سے باتیں کرتے اور دنیا بھر کی نعمتیں ان کیلئے جمع کر دیتے تو بھی وہ ایمان نہ لاتے جب تک اللہ نہ چاہے۔" (الانعام: 111) اس لیے اگر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا دیکھنا اور استدلال سے ثابت کرنا معرفتِ حق کیلئے کافی ہوتا تو شیطان کو معرفت حاصل ہو جاتی لیکن نہ ہوئی، معرفت کا انحصار حق تعالیٰ کی مشیت پر ہے چنانچہ ثابت ہوا کہ آیات و علامات کو دیکھنا اور عقل کا صحیح ہونا معرفت کا ذریعہ ہے نہ کہ علت، معرفت کی علت یعنی شرطِ حق تعالیٰ کی مشیت یعنی مرضی ہے ذریعہ یا سبب اور علت میں فرق ہے مثلاً آپ تعلیم حاصل کرنے کیلئے کراچی جاتے ہیں تو ریل گاڑی پر سوار ہو کر جاتے ہیں چنانچہ ریل گاڑی کراچی جانے کا ذریعہ کہلائے گی نہ کہ علت جبکہ کراچی جانے کی علت حصولِ تعلیم ہے اسی طرح علم اور عقل کے ذریعہ معرفت

حاصل ہو سکتی ہے لیکن اس کی اصلی علت حق تعالیٰ کی منشاء ہوگی، دراصل بندہ کا حقیقی راہنما اور دل کھولنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں باقی رہا دلائل کے ذریعہ ہدایت حاصل کرنا تو قرآن کی رو سے اس کا کوئی جواز نہیں ہے جب تک حق تعالیٰ کی مشیت شامل حال نہ ہو نہ عقلی دلائل سے ہدایت حاصل ہو سکتی ہے نہ قرآن پڑھنے سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: - ترجمہ! "اگر کفار دنیا میں واپس بھیج دیے جائیں تو پھر بھی وہ کام کریں گے جس سے ان کو روکا گیا تھا۔ (الانعام: 28)۔ حضرت علیؓ کا فرمان ہے۔ "میں نے حق تعالیٰ کو اس کے فضل سے پہچانا اور غیر اللہ کو اللہ کے نور سے پہچانا۔" پس معرفت حق تعالیٰ کی توفیق اور عنایت سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ اسباب سے بلکہ معرفت سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کا اپنا وجود اعتباری، عارضی اور موہومہ ہے یعنی وہی ہے لہذا جو خود موہوم ہے وہ حق کو کیسے پہچان سکتا ہے اور یہی انسان اور کائنات کا اصلاً موہوم ہونا وحدت الوجود ہے یعنی تمام موجودات موہومی یعنی وہی ہیں صرف اللہ تعالیٰ کا وجود حقیقی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ " معرفت یہ ہے کہ عارف کو کسی چیز سے تعجب نہ ہو۔" چونکہ حق تعالیٰ کو ہر چیز پر کمال قدرت حاصل ہے اس لئے عارف کو کسی عجیب و غریب چیز پر بھی تعجب نہیں آنا چاہئے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ " معرفت کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ بندہ کو اپنے اسرار و رموز سے آگاہ

فرماتا ہے بذریعہ لطائفِ انوار۔" - لطائفِ انوار کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ بندہ کو ازراہ کرم اپنے نور سے منور کرتا ہے اور تمام آفات سے محفوظ رکھتا ہے جس کی وجہ سے ساری کائنات کی قدر و قیمت اسکے سامنے رائی کے دانہ کے برابر ہو جاتی ہے اور ظاہری باطنی مشاہدات اس پر غلبہ نہیں کرتے جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو تمام غیب کی چیزیں اس پر آشکار ہو جاتی ہیں۔ حضرت ابو بکر شبلیؒ فرماتے ہیں: "الْمَعْرِفَةُ دَوَامُ الْحَيَرَةِ" یعنی معرفت دائمی حیرت کا نام ہے "حیرت کی دو قسمیں ہیں ایک ہستی کے متعلق اور دوسری کیفیت کے متعلق، ہستی میں حیرت کفر و شرک ہے اور چگوگی یعنی کیفیت میں حیرت معرفت ہے اس لیے کہ حق تعالیٰ کی ہستی کے متعلق عارف کو نہ شک ہوتا ہے نہ حیرت۔ حضرت ابو یزید بسطامیؒ فرماتے ہیں۔ "معرفت یہ ہے تجھے معلوم ہو جائے کہ تیری حرکات و سکونات حق تعالیٰ سے ہیں۔" حضرت محمد بن واسعؒ فرماتے ہیں کہ "مَنْ عَرَفَ اللَّهَ قَلَّ كَلَامُهُ وَادَامَ تَحَيُّرُهُ" یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لی اس کا بولنا کم ہو جاتا ہے اور حیرت دائمی ہو جاتی ہے۔ "چونکہ انسان کا دماغ محدود ہے اور ذاتِ حق لا محدود اسلئے اس کے متعلق کوئی کہے تو کیا کہے لہذا حیرت در حیرت کے سوا چارہ نہیں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ: لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ یعنی "میں تیری صفت و ثناء بیاں کرنے سے عاجز ہوں۔" اس کے ساتھ آپ ﷺ نے

یہ بھی فرمایا ہے کہ اَنَا أَفْصَحُ الْعَرَبَ وَالْعَجَمَ یعنی "میں عرب اور عجم میں سب سے زیادہ فصیح ہوں۔" اس کا راز یہ ہے کہ حضور ﷺ مقام حضوری پر فائز تھے تو آپ ﷺ نے مناجات کیں کہ یا اللہ! میں تیری حمد و ثناء بیان کرنے سے عاجز ہوں پس تو ویسا ہے جیسا کہ تو نے اپنے متعلق خبر دی ہے اس پر فرمانِ حق تعالیٰ ہوا کہ اے محمد ﷺ! اگر تو نہیں کہتا تو ہم خود کہتے ہیں کہ تیری جان کی قسم جب تو میری حمد و ثناء سے خاموش ہے تو سارے جہان کا حمد و ثناء میں مشغول ہونا تیری طرف سے ثناء خوانی کے مترادف ہے یعنی سارا جہاں آپ ﷺ کی بدولت میری حمد و ثناء کر رہا ہے اور وہ آپ ﷺ ہی کی حمد و ثناء ہے۔

حضرت خواجہ کلیم اللہ اور بیانِ تو حید:-

حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "تمہارا معبود ایک ہے" (البقرہ: 163) نیز فرمایا کہ "آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ہے جو یکتا ہے" (سورہ اخلاص: 1) مزید فرمایا:- تم دو معبود مت اختیار کرو بلاشبہ وہ معبود یکتا ہے (سورہ النحل: 51) لہذا تو حید کا مطلب ہے ایک کرنا اور ایک ماننا یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ ایک ہے اور ذات و صفات میں اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ افعال میں اس کا کوئی شریک ہے اور وجودِ حق تعالیٰ میں یہ ہماری کائنات شامل ہے یعنی ہر چیز نہ خدا ہے اور نہ خدا سے جدا ہے۔

اقسام توحید:- توحید کی 3 قسمیں ہیں:-

اول: حق تعالیٰ کا علم اپنی توحید کے متعلق یعنی جس طرح کما حقہ وہ خود ہے۔ دوم: حق تعالیٰ کی توحید خلقت کے نقطہ نگاہ سے یعنی اللہ تعالیٰ کیلئے بندہ کے دل میں توحید کا خیال اور جذبہ پیدا کر دینا۔ سوم: خلقت کا علم اللہ تعالیٰ سے متعلق یعنی اس کی یکتائی اور وحدانیت سے آگاہ ہونا۔ پس اللہ تعالیٰ ایک ہے جو فصل و وصل سے بالاتر ہے دوئی اس پر صادق نہیں آتی اُس کا ایک ہونا عدد کے لحاظ سے نہیں کہ کسی اور کے وجود کے ساتھ مل کر دو وجود ہو جائیں وہ محدود نہیں جو جہات میں گھر سکے وہ لا مکان ہے جو کسی جگہ میں سما نہیں سکتا کیونکہ اگر اسکے لئے مکان ہوتا تو پھر مکان کیلئے بھی اور مکان ہوتا تو اس سے حکم فاعل و فعل، قدیم و حادث باطل ہو جاتا، وہ عرض نہیں جو جو ہر کا محتاج ہو، وہ جو ہر بھی نہیں ہے جو عرض کا محتاج ہو، وہ طبعی نہیں جس سے حرکات و سکنات پیدا ہوں، وہ روح نہیں جو جسم کا محتاج ہو، وہ جسم سے پاک ہے جس کے اعضاء ہوں، وہ اشیاء کے اندر حائل نہیں جس سے وہ اشیاء کا ہم جنس بن جائے، وہ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں جس سے نظریۂ اتحاد ثابت ہو سکے، وہ ہر نقص سے منزہ اور خامی سے بالاتر ہے وہ تمام خامیوں اور نقائص سے پاک ہے اس کے مانند یا مثل کوئی نہیں جس سے اپنے مانند کے ساتھ ملکر دو ہو جائے، اس کا کوئی بیٹا نہیں ورنہ جنس انسان بن جاتا، اس کی ذات و صفات تغیر و تبدل سے

پاک ہے جس سے اس کے وجود میں تبدیلی واقع ہو سکے، وہ ان صفات کمال سے مُتَّصِف ہے جس کی خبر اس نے مومنین اور مُؤخِّدین کو دی ہے وہ ان تمام صفات سے بَرّی ہے جو کافر لوگ اس سے منسوب کرتے ہیں حالانکہ وہ اس کی صفات نہیں ہیں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے، علیم ہے، رؤوف ہے، رحیم ہے، مُرید یعنی ارادہ رکھنے والا ہے، قدیر ہے، سمیع ہے، بصیر ہے، متکلم ہے، باقی ہے، اس کا علم اسکے اندر حائل نہیں ہے نہ اسکی قدرت اس کے اندر ٹھوسی گئی ہے، نہ ہی اس کی سماعت و بصارت اس کے ساتھ متّصل ہے، اس کے کلام میں نہ تبعیض ہے نہ تجدید، وہ ہمیشہ صفات سمیت قدیم ہے نہ کوئی علم اسکے علم سے باہر ہے نہ کوئی موجود اسکے ارادہ سے خارج، وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے اور وہی چاہتا ہے جو جانتا ہے اس میں مخلوق کا کوئی دخل نہیں ہے اس کا ہر حکم صحیح ہے جو اس کے دوست بہ سر و چشم قبول کرتے ہیں، وہ خیر و شر کا پیدا کرنے والا ہے اور خوف و امید اسی کی ذات سے ہے نفع و نقصان کا خالق بھی وہی ہے اس کا ہر حکم حکمت ہے نہ کوئی اسکو پاسکتا ہے نہ اس تک کسی کی رسائی ہے، جنتیوں کو اس کا دیدار ہوگا لیکن آمنے سامنے ہونا نہ ہوگا اور نہ شکل و صورت بہت کا تصور ہو سکے گا، دنیا میں اولیاء اللہ کو مشاہدہ حق ہو سکتا ہے دیدہٴ سرّ سے نہ کہ دیدہٴ سرّ سے، توحید کے مضمون میں غیر اللہ کا وجود ثابت کرنا شرک ہے حضرت خواجہ کلیم اللہ صاحبؒ بھی وحدت والوجود کے زبردست داعی تھے۔

حضرت خواجہ کلیم اللہؒ اور بیانِ ایمان :-

اہل تحقیق و معرفت کے نزدیک ایمان کی ایک اصل یعنی جڑ ہے اور ایک فرع یعنی شاخ ہے ایمان کی اصل ہستی حق تعالیٰ کا دل کے ساتھ تصدیق اور یقین کرنا ہے اور فرع سے مراد اس دل کے یقین پر عمل پیرا ہونا ہے، خالی تصدیق دل بندہ کی نجات کیلئے کافی نہیں عمل صالح بھی ضروری ہے حضور ﷺ کا فرمان ہے "تم میں سے کوئی اعمال کی وجہ سے نجات نہیں پائیگا جب صحابہ نے پوچھا کیا آپ ﷺ بھی تو فرمایا ہاں میں بھی اعمال کے ذریعہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نجات پاؤں گا پس ایمان بالغیب کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ حق تعالیٰ جسمانی آنکھوں سے نظر نہیں آتا اس کو باطنی آنکھوں سے دیکھنا اُس وقت میسر آتا ہے جب تائید الہی حاصل ہوتی ہے چنانچہ عارفین کو معرفت اور علماء کو علم، حق تعالیٰ کی رحمت سے حاصل ہوتا ہے کوشش سے حاصل نہیں ہوتا پس جس کو معرفت حق حاصل ہے مومن وہی ہے اور واصل بحق وہی ہوتا ہے ہم آپ تو ان مومنین کے ایمان و معرفت کی خیرات سے مومن بنے پھرتے ہیں اصل ایمان تو صالحین کا ہوتا ہے اصل میں دنیا و آخرت میں تمام خیر کے امور و وعدے ایمان سے وابستہ ہیں جبکہ آج صورتِ احوال مختلف ہے لہذا ہمیں اپنے ایمانوں کا جائزہ لینا ہوگا آج ہمارے ایمان کمزور ہو چکے ہیں ایمان کی سلامتی و حفاظت صحبتِ صالحین اور عشقِ رسول ﷺ سے مشروط

ہے۔

حضرت خواجہ کلیم اللہؒ اور طہارت کا بیان :-

ایمان باللہ کے بعد پہلی چیز جو بندہ پر فرض ہے طہارت ہے طہارت سے مراد ہے جسم کو نجاست و جنابت سے پاک کرنا، ہاتھ، منہ اور پاؤں کا دھونا، سر کا مسح کرنا ہے اگر پانی نہیں ملتا یا مریض ہے تو شریعت کے مطابق تیمم کرنا۔

اقسام طہارت :- طہارت کی دو قسمیں ہیں : یعنی ظاہری طہارت اور باطنی طہارت، جس طرح ظاہری طہارت یعنی جسمانی طہارت کے بغیر نماز جائز نہیں اسی طرح باطنی طہارت کے بغیر معرفت ناممکن ہے نیز جس طرح جسمانی طہارت کا ذریعہ خالص اور پاک پانی ہے اسی طرح باطنی طہارت کیلئے خالص توحید کے پانی کی ضرورت ہے کہ جس میں شکوک و شبہات کی ملاوٹ نہیں ہونی چاہیے چنانچہ اولیاء کرام ہر وقت ظاہری طہارت کے ساتھ باطنی طہارت یعنی توحید میں منہمک رہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ " ہمیشہ با وضو رہا کرو دونوں فرشتے کراماً کاتبین تمہاری حفاظت کریں گے۔ "

پس جو شخص ظاہری طہارت سے رہتا ہے فرشتے اس کو دوست رکھتے ہیں اور جو شخص باطنی طہارت کے ساتھ یعنی توحید پر قائم رہتا ہے اس کو حق تعالیٰ دوست رکھتا ہے لہذا ظاہری طہارت کے ساتھ باطنی

طہارت بھی بے حد ضروری ہے یعنی جب ہاتھ دھوئے تو دل میں خیال کرے کہ دنیا کی محبت سے ہاتھ دھو رہا ہے جب استنجا کرے تو دل میں خیال کرے کہ دل کو بھی غیر اللہ کی محبت کی نجاست سے صاف کر رہا ہے اور جب منہ میں پانی ڈالے تو یہ سمجھے کہ غیر اللہ کی بوتک سوگھنا حرام ہے اور جب منہ دھوئے تو خیال کرے کہ تمام مالوفات یعنی ناپسندیدہ امور سے منہ موڑ لیا ہے اور حق تعالیٰ سے دل لگا لیا ہے۔ جب بازو دھوئے تو یہ خیال کرے کہ تمام دنیوی اغراض سے ہاتھ دھو ڈالے ہیں اور جب سر کا مسح کرے تو یہ خیال کرے کہ اپنے تمام امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دئے ہیں اور جب پاؤں دھوئے تو یہ خیال کرے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی چیز کی طرف نہیں جائیگا تاکہ دونوں قسم کی طہارت حاصل ہو کیونکہ ظاہری شریعت کے تمام امور عالم باطن سے وابستہ ہیں جیسا کہ ایمان کے معاملہ میں زبان سے ظاہری اقرار کے ساتھ باطنی طور پر تصدیقِ قلب بھی ضروری ہے اور عبادت کی ظاہری صورت دل میں خلوص نیت کے ساتھ وابستہ ہے پس باطنی طہارت کا طریقہ یہ ہے کہ دنیا کی بے ثباتی کو سمجھے اسے اپنے حق میں غدار خیال کرے اور دل کو دنیا کی محبت سے خالی کر دے اور یہ چیز مجاہدات کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور سب سے زیادہ اہم مجاہدہ یہ ہے کہ ظاہری شریعت کے احکام کی ہر حال اور ہر صورت میں پابندی کرے۔

هر كه خواهد هم نشینی با خدا

او نشیند در حضور اولیاء

مفہوم و ترجمہ! باطنی طہارت صحبت اور قرب و معیتِ صالحین سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ اولیاء اللہ خود بارگاہ خداوندی میں ہر وقت حاضر رہتے ہیں لہذا وہ اپنی صحبت میں رہنے والوں کو بھی خدا تک پہنچا دیتے ہیں لہذا آج کے گُلی زوال کے دور میں تو صحبتِ صالحین کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔

حضرت خواجہ کلیم اللہؒ کا توبہ اور توبہ کے متعلقات کے بارے میں کا بیان:-

حقیقتِ توبہ:-

جس طرح عبادت کیلئے پہلا قدم طہارت ہے اسی طرح سالکانِ راہ حقیقت کیلئے پہلا قدم توبہ ہے لہذا فرمانِ خداوندی ہے:-

1- اے ایمان والو! توبہ کرو سچے دل سے۔

2- اے ایمان والو! تم سب کے سب توبہ کرو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تاکہ فلاح پاؤ (النور: 31) اور حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "اللہ تعالیٰ کو جوانی میں توبہ کرنے سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں۔" مزید فرمایا "توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ جس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں" نیز فرمایا "جب

اللہ تعالیٰ کسی کو دوست رکھتا ہے اس کو کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔" جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ "اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور طہارت میں رہنے والوں کو" صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے توبہ کی علامت پوچھی تو فرمایا کہ "ندامت" اور یہ جو سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ گناہ دوستانِ خدا کو نقصان نہیں دیتا اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ مومن گناہ سے کافر نہیں ہو جاتا اور اس کے ایمان میں خلل نہیں آتا کیونکہ وہ گناہ جس کا انجام نجات ہے حقیقت میں نقصان دہ نہیں ہوتا۔

ندامت کے اسباب:-

ندامت بھی توبہ ہے کہ جس میں توبہ کی تمام شرائط پناہاں ہیں اس وجہ سے کہ توبہ کی تین شرطیں ہیں اول: حکم عدولی پر افسوس، دوم: بُرے کام سے پرہیز، سوم: گناہ نہ کرنے کا عزم اور لفظ ندامت میں یہ تینوں چیزیں موجود ہیں جب دل میں ندامت پیدا ہوتی ہے تو باقی دو شرطیں بھی خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں۔ توبہ کی طرح ندامت کے بھی تین اسباب ہیں ایک یہ کہ جب سزا کا خوف طاری ہوتا ہے تو بدکاری سے دل غمگین ہوتا ہے اور ندامت ہوتی ہے، دوم یہ کہ نعمت کا خیال دل میں آتا ہے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ گناہ کی وجہ سے نعمت نہیں ملے گی جس سے پریشانی لاحق ہوتی ہے سوم خداوند تعالیٰ سے شرم لاحق ہوتی ہے اور گناہ سے انسان پشیمان ہوتا ہے پس ان میں سے پہلے شخص کو تائب کہتے ہیں

دوسرے کو مُنِیب اور تیسرے کو اَوَّاب کہتے ہیں اس لحاظ سے توبہ کی بھی تین اقسام ہونیں۔

اوّل: توبہ۔ دوم: انابت۔ سوم: اَوَّابت۔

توبہ سزا سے خوف کی وجہ سے ہوتی ہے، انابت طلبِ ثواب کیلئے اور اَوَّابت فرمانِ خداوندی کی تعمیل کیلئے۔ چنانچہ توبہ عام مسلمانوں کا مقام ہے جو گناہِ کبیرہ کے ترک کا ارادہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اے ایمان والو! توبہ کرو اللہ تعالیٰ کی جناب میں سچی توبہ (سورہ تحریم: 8)۔"

انابت مقامِ اولیاء اور مقربین ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ (ق: 33) ترجمہ!" جو شخصِ رحمن سے ڈرا بن دیکھے اور رجوع کرنے والا دل لایا" اور اَوَّابت مقامِ انبیاء علیہم السلام ہے جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمانِ خداوندی ہے: نِعَمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ (ص: 44) ترجمہ! (سلیمان) کیا بہترین بندہ تھا بے شک وہ اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والا تھا" چنانچہ توبہ نام ہے گناہِ کبیرہ ترک کرنے، اور عبادت اختیار کرنے کا، انابت کا مطلب ہے صغیرہ گناہ ترک کر کے محبت اختیار کرنا اور اَوَّابت نام ہے خود کو چھوڑ کر خدا کا ہو جانا، لیکن ان تینوں باتوں میں بہت فرق ہے یعنی گناہِ کبیرہ چھوڑ کر عبادت کی طرف آنے اور گناہِ صغیرہ اور وساوس چھوڑ کر اللہ کی محبت اختیار کرنے اور اپنی خودی چھوڑ کر

خدا کی طرف آنے کے درمیان فرق ہے۔ جملہ مشائخ کا عقیدہ ہے کہ اگر انسان ایک گناہ سے توبہ کر لے اور دوسرا گناہ کرتا رہے تو اس کو پہلی نیکی کا ثواب ملتا رہیگا ہو سکتا ہے کہ توبہ کی برکت سے وہ دوسرے گناہ بھی خود بخود ترک ہو جائیں۔ شیخ الطائفہ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ کا قول مبارک ہے:

"جب میں نے محبوب سے کہا کہ میں نے کیا گناہ کیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ تیرا وجود ہی وہ گناہ ہے جس کے برابر کوئی گناہ نہیں" جب عاشقِ حق کا اپنے محبوب کے سامنے اپنے وجود میں ہونا ہی گناہ ہے تو باقی صفات کا کیا ذکر۔ عقیدہ وحدت الوجود کا سب سے بڑا فائدہ ہی یہی ہے کہ عاشقِ الہی عشقِ الہی میں اس قدر غرق ہو جاتا ہے کہ اس کو اپنے ہونے کا احساس ہی نہیں رہتا اور جو شخص ذاتِ حق میں گم ہو جائے تو پھر اس سے ذاتِ حق ہی ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ہے: "وہ فناء ہو جاتا ہے" مگر بندہ کامل کا کمال اسمیں ہے کہ اللہ کی ذات میں غرق ہو کر اس کو جو جواہر اور اسرار و رموز حاصل ہوں واپس مقام بقاء باللہ پر یعنی عالمِ صحو میں آ کر مخلوقِ خدا کو بھی ان کی اطلاع دے اور اسکی تربیت کرے تاکہ وہ بھی اس لطف سے آشاء ہوں اور اپنی خودی کے عذاب سے چھٹکارا پائیں۔ تو یہ ہے اصل توبہ کا فائدہ یعنی خودی سے توبہ کر کے حق کے ساتھ واصل ہونا عاشقوں کا درجہ ہے، اب جس طرح اچھے کام کو ترک کر کے اس سے زیادہ اچھے کام کو اختیار کیا جاتا ہے اسی طرح دیدارِ الہی اور بلند مقامات پر پہنچ کر

عارفین ان سے زیادہ بلند مقامات پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ حضور پاک ﷺ ہر لمحہ بلند سے بلند تر مقامات کیلئے محو پرواز رہتے تھے جب نیچے کے مقام سے ترقی کر کے اوپر کے مقام پر پہنچتے تو نیچے والے مقام سے توبہ کرتے تھے۔ یہاں یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ توبہ کی قبولیت کیلئے یہ ضروری نہیں کہ پھر کبھی وہ گناہ نہیں کریگا اور توبہ کرنے والا توبہ کے بعد کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے تو بھی اس کو پہلی توبہ کا ثواب ملتا ہے سالکین میں ایسے لوگ بھی ہو گزرے ہیں جو توبہ کے بعد گناہ کے مرتکب ہوئے اور پھر توبہ کی حتیٰ کہ ایک بزرگ کہتے ہیں میں نے 70 بار توبہ کی اور پھر معصیت میں مبتلا ہوا یہاں تک کہ 71 ویں بار توبہ پر کامیاب ہوا۔ حضرت ذوالنون مصریؒ کا فرمان ہے "عوام کی توبہ گناہ سے ہوتی ہے اور خواص کی غفلت سے۔" حضرت ذوالنون مصریؒ مزید فرماتے ہیں کہ "توبہ دو قسم کی ہوتی ہے توبہ انابت اور توبہ حیاء، توبہ انابت یہ ہے کہ بندہ سزائے خداوندی کے خوف سے توبہ کرے اور توبہ حیاء یہ ہے کہ اس کی شانِ کریمی سے شرم کر توبہ کرے پس توبہ حیاء نظارہ کشف الجلال سے ہے اور توبہ حیاء نظارہ کشف الجمال سے ہے ایک آتشِ جلال میں جلتا ہے دوسرا جمال کے نور سے روشن ہوتا ہے ان میں سے ایک گروہ اصحاب سُکر یعنی مستی والا ہوتا ہے اور ایک اصحابِ صحو یعنی ہوش والا ہوتا ہے اہل حیاء اصحابِ سُکر ہوتے ہیں اور اصحابِ خوف اصحابِ صحو۔

حضرت خواجہ کلیم اللہ اور محبت الہی:-

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی دین سے پھر جائیگا تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم پیدا کر دیگا جس کو وہ دوست رکھے گا اور وہ اللہ کو دوست رکھیں گے" مزید یہ فرمایا "بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش کرتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہیے لیکن جو ایمان والے ہیں وہ شدت سے اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں۔" حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: "میں نے جبرائیل علیہ السلام سے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے ولی کی اہانت کی وہ میرے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہے اور مجھے کسی چیز سے اتنا فکر نہیں ہوتا جتنا کہ اس وقت ہوتا ہے۔ جب کہ ایک مومن کی روح قبض کرتا ہوں اور وہ اس کو ناپسند کرتا ہے میں اس کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتا حالانکہ موت ضروری ہے اور جب میرا بندہ مقرر کردہ فرائض پر عمل کرتا ہے تو اس کو میرا قرب حاصل ہوتا ہے اور جب نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں اس کو محبوب رکھتا ہوں اور اس سے اس قدر قریب ہو جاتا ہوں کہ میں اس کی آنکھیں، کان، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، سنتا ہے، کام کرتا ہے اور چلتا ہے اور وہ مجھ سے جو کچھ طلب کرتا ہے دیتا ہوں اور جب مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو اس کو پناہ دیتا ہوں۔" مزید فرمایا: مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ

اللَّهُ أَحَبُّ اللَّهِ لِقَاءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ كَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ
 (بخاری، کتاب الرقاق) ترجمہ! "جس نے اللہ تعالیٰ کا لقاء یعنی ملاقات کو
 چاہا اللہ اس کا لقاء چاہتا ہے جس نے نفرت کی اللہ اس کے لقاء سے نفرت
 کرتا ہے" مزید فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو
 جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیتا ہے کہ میں فلاں بندہ کو دوست رکھتا ہوں تو بھی
 اس کو دوست رکھ تو جبرائیل علیہ السلام اس کو دوست رکھتا ہے اور پھر
 جبرائیل علیہ السلام تمام فرشتوں کے سامنے اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
 فلاں شخص سے محبت کرتا ہے پس تم بھی اس سے محبت کرو پس تمام فرشتے
 اس سے محبت کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ اس بندہ کو اہل زمین میں مقبول کر
 دیتا ہے اور اہل زمین اس سے محبت کرتے ہیں " اسلام میں اللہ تعالیٰ کی
 بندہ کے ساتھ اور بندہ کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ثابت ہے قرآن و
 حدیث اس پر ناطق ہیں اور اس پر ساری امت کا اتفاق ہے، بیشک اللہ
 تعالیٰ ایسی صفات سے متصف ہے کہ خلق کا بجا طور پر محبوب ہے اور اپنے
 چاہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

لفظ محبت کا مآخذ:-

لفظ محبت ماخوذ ہے لفظ حَبَّ سے جس کا مطلب ہے وہ تخم یا بیج جو
 زمین میں ڈالا جاتا ہے پس حَبَّ کو حُب کے نام سے موسوم کیا گیا ہے یعنی جو
 تخم زمین میں ڈالا جاتا ہے پھر اس پر بارش ہوتی ہے اور آفتاب کی روشنی

اور موسم کی سردی اور گرمی سے اس تھم میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اور پھول پھل لاتا ہے اسی طرح محبت دل کے اندر جگہ پکڑتی ہے اور رنج و راحت اور بلا و مصیبت سے اثر پذیر نہیں ہوتی اور بالآخر برگ و بار لاتی ہے حضرت ابو بکر شبلیؓ فرماتے ہیں: "محبت کو اس لیے محبت کہا جاتا ہے کہ وہ دل سے محبوب کے سوا سب کو مٹا دیتی ہے۔" بعض کہتے ہیں کہ لفظ محبت ماخوذ ہے حُب سے جو دل کی صفت ہے اور دل کا قیام اس کی بدولت ہے چنانچہ محبت بھی دل ہی میں ہوتی ہے، بعض لوگ محبت کو حُبَاب سے مشتق قرار دیتے ہیں جو غلبہٴ آب سے پیدا ہوتا ہے چنانچہ محبت بھی ایک غلبہ ہے دیدارِ دوست کیلئے، حق تعالیٰ کے عاشقان تو اس کے قرب کے حصول میں مست ہوتے ہیں اور محبوب یعنی ذاتِ حق میں محو و مستغرق ہوتے ہیں وہ قائم باللہ ہوتے ہیں اور بہترین عشاق وہ ہیں جو کارزارِ محبت میں ہلاک اور فناء ہو جاتے ہیں اس وجہ سے کہ مُحَدَّث (انسان) قدیم یعنی حق تعالیٰ کے ساتھ واصل نہیں ہو سکتا بغیر اپنے آپ کو فناء کیے، پس جس نے محبت کی حقیقت کو پہچان لیا اس کیلئے نہ کوئی ابہام باقی رہتا ہے اور نہ کوئی شبہ و مُشکل۔ حضرت عمر بن عثمانؓ مکی کتابِ محبت میں فرماتے ہیں: "خداوند تعالیٰ نے دلوں یعنی قلوب کو اجسام سے 7 ہزار سال پہلے پیدا کیا اور مقامِ قلب میں رکھا اور رُوحوں کو دلوں سے 7 ہزار سال قبل پیدا کیا اور درجاتِ اُنس میں رکھا اور اسرار کو رُوحوں سے 7 ہزار سال پہلے پیدا کیا اور درجاتِ

وصل میں رکھا اور ہر روز 360 مرتبہ لطیفہء سرّ پر تجلی فرمائی اور 360 مرتبہ نظرِ رحمت فرمائی اور محبت کے کلمات روح کو سنائے اور 360 مرتبہ اُنس کی نگاہ سے دل کو دیکھا لیکن جب انہوں نے کائنات میں اپنے آپ کو معزز پایا تو ان کے اندر فخر پیدا ہوا اسلئے حق تعالیٰ نے آزمائش کی خاطر لطیفہء سرّ کو روح کے اندر، روح کو دل کے اندر، اور دل کو جسم کے اندر قید کر دیا اس کے بعد ان کے ساتھ عقل کو رکھا اور انبیاء علیہم السلام کو بھیج کر احکام ارسال فرمائے، اس کے بعد ان میں سے ہر ایک کو اپنے مطلوب کی تلاش میں لگا دیا چنانچہ جسم کو نماز میں لگا دیا، دل کو محبت میں مصروف کر دیا، روح کو قرب میں اور سرّ کو وصل میں قرار حاصل ہوا خلاصہ یہ کہ محبت کی حقیقت لفظ محبت سے ظاہر نہیں کی جاسکتی کیونکہ محبت ایک حال ہے اور حال ہر گز قال میں نہیں آسکتا اگر سارا جہان مل کر یہ کوشش کرے کہ محبت کو پیدا کیا جائے یہ ہر گز نہیں ہو سکے گا اور اگر سارا جہان مل کر اس کو مٹانا چاہے تو ہر گز نہیں مٹا سکتا کیونکہ حال وہی یعنی عطیہ ہوتا ہے نہ کہ کسی یعنی کوشش سے، انسان لایہی حادث ہے اور حال الہی ہے لایہی ہر گز الہی پر قادر نہیں ہو سکتا۔ "واللہ اعلم ورسولہ۔ حضرت استاذ ابوالقاسم قشیریؒ فرماتے ہیں محبت یہ ہے کہ صفات حق میں فانی اور ذات حق کے ساتھ باقی ہو جائے یعنی اسے ولایتِ مطلق حاصل ہو اور محبت کی ہستی کا فناء ہونا محبوب کی بقاء کے بغیر ممکن نہیں، یہ نہیں ہوتا کہ محبت اپنی ہستی بھی قائم

رکھے کیونکہ جب تک وہ اپنی ہستی قائم رکھے گا جمالِ محبوب سے محروم رہیگا جب یہ جان لیگا کہ اس کی بقاءِ محبوب کے جمال کیساتھ قائم ہے تو خود بخود اپنی ہستی کو فنا کرنے کے درپے ہوگا کیونکہ اپنی ہستی قائم رکھنا محبوب سے مجبوری ہے، پس محبوب کی محبت کی وجہ سے اپنی ہستی کا دشمن ہو جاتا ہے۔ جب حضرت حسین بن منصور خلّاجؒ کو تختہ دار پر لٹکایا گیا تو آپؒ کا آخری کلام یہ ہے: "واجد یعنی واصل کے لئے اتنا کافی ہے کہ ایک کے ساتھ ایک ہو جائے"۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: "میرے قلب پر اس قدر حق کا غلبہ ہوتا ہے کہ روزانہ 70 مرتبہ استغفر اللہ کہتا ہوں۔" وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے اعمال کو بیچ سمجھتے تھے اور 70 مرتبہ حق تعالیٰ سے معذرت کرتے تھے اور یہ اقرار کرتے تھے کہ میرے اعمال تیرے لائق نہیں۔ حضرت یحییٰ معاذ رازیؒ فرماتے ہیں: "محبت یہ ہے کہ نہ دوست کی بھاء سے کم ہو نہ اس کی عطا سے زیادہ ہو" اس وجہ سے کہ محبت کے یہ دو اسباب ہیں لیکن جب محبت موجود ہے تو اسباب بیکار ہو جاتے ہیں اور دو ست کیلئے دوست کی بھاء محبوب ہوتی ہے محبت کے میدان میں بھاء اور وفا دونوں برابر ہیں محبت ہے تو بھاء بھی وفا بن جاتی ہے۔ حضرت خواجہ محمد کلیم اللہؒ کو حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کے پہلو میں حضرت خواجہ خدا بخش خانپوریؒ کے ساتھ دربارِ عالیہ خانپور قاضیاں شریف میں دفنایا گیا جہاں پر آپؒ کا مرقد انور آج بھی زیارت گاہِ خلائق ہے اور

آج بھی سالکین و سالکین میں باطنی اسرار و رموز کے خزانے لُٹا رہے ہیں۔ آپؐ کے مذکورہ بیان کردہ حقائق و معارف کی روشنی میں سالکین راہِ حق اپنی منزلِ مقصود یعنی معرفتِ الہی کے حصول کو آسان بنا سکتے ہیں اور آج بھی آپؐ سرکارِ بذاتِ خود حق کے مُتلاشیوں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔

باب نمبر 5 سُلطانُ المشائخ، فردُ الحقیقت

حضرت خواجہ محمد سیف الدین خانپوریؒ

(1224 ہجری تا 1324 ہجری --- 100 سال --- 1803ء تا 1903ء)

آن سیف الرحمن، مظہر جمال و جلال الہی، سلطان المشائخ، پیشوائے علماء و مشائخ، فرد الحقیقت، عالم عرب و عجم، علامۃ الدھر، مظہر خواجہ خدایار، امام الشریعت، وارث الانبیاء، سرانج اکالمین، برہان الواصلین، واقف اسرار حدیث، کان فقر، امام طریقت، ہادی گمراہان، گوہر بحر حقیقت، قدوة الاولیاء حضرت خواجہ محمد سیف الدین چشتی نظامیؒ حضرت خواجہ پیر محمد خدایارؒ کے فرزند ارجمند اور خلیفہ اعظم اور حضرت فنا فی اللہ، باقی باللہ قبلہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ کے پوتے تھے آپ کا سلسلہ طریقت 36 واسطوں سے حضور پاک ﷺ تک جا پہنچتا ہے اور 3 واسطوں سے شہنشاہ ولایت ملتان حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ تک جا پہنچتا ہے اور 4 واسطوں سے حضرت خواجہ محبوبؒ الصمد، محبوب اللاحد، قبلہ عالم و عالمیان خواجہ نور محمد مہارویؒ تک جا پہنچتا ہے۔ اور بالاتفاق حضور قبلہ عالم سرکارؒ پوری کائنات کے قطب ارشاد، غوث الاعظم اور قطب الاقطاب تھے، پورا عالم 12 ویں صدی ہجری میں آپ کے باطنی فیوضات و برکات سے مستفیض ہوا، جبکہ صرف دو واسطوں سے

حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کا مشرب طریقت محبوب اللہ، معشوق اللہ،
اور قطب الاقطاب حضرت خواجہ محمد خدا بخش خیر پوری تاجدارؒ سے جا
ملتا ہے۔

آپؒ کی تاریخ ولادت تقریباً 1224 ہجری کے قریب ہے،
آپؒ حاجی الحرمین حضرت خواجہ محمد حامد اللہ فتح پوریؒ کے نبیرہ اور نواسہ بھی
ہیں جو کہ حضرت حافظ محمد جمال الحق والدینؒ کے محبوب خلیفہ تھے، آپؒ کی
شادی بھی حضرت خواجہ محمد حامد اللہ فتح پوریؒ کی پوتی یعنی اپنی ماموں زاد
سے ہوئی تھی جن سے آپؒ کے 2 لڑکے قلندر زمان حضرت خواجہ رحیم بخشؒ
اور سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ پیدا ہوئے تھے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی
جن کا نکاح حضرت خواجہ مولانا مولوی علامہ محمد ساکن شاہ جمال،
مظفر گڑھ سے ہوا، حضرت علامہ خواجہ غلام محمدؒ جو کہ حضرت خواجہ محمد سیف
الدینؒ کے شاگرد و خلیفہ بھی تھے ان کا ایک لڑکا حضرت خواجہ محمد غوثؒ
اور ایک لڑکی حضرت رحمت الہی بی بیؒ پیدا ہوئے، حضرت بی بی رحمت الہیؒ
کا نکاح فخر العلماء والاویاء حضرت خواجہ احمد بخشؒ خدایار ثانیؒ سے ہوا جبکہ
حضرت خواجہ محمد غوثؒ کا نکاح قلندر زمان حضرت خواجہ رحیم بخشؒ کی لڑکی
حضرت بی بی عطاء الہیؒ سے ہوا تھا۔

حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کی تمام ظاہری تعلیم کی ذمہ داری
حضرت خواجہ قاضی محمد سعیدؒ ساکن قاضی سعید، حاصل پور نے نبھائی جبکہ

باطنی تعلیم و تربیت حضرت خواجہ خدایارؒ نے خود سرانجام دی حضرت خواجہ خدایارؒ کو جو باطنی نعمت فقر و ولایت حضرت حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ، حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ اور حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ سے ملی تھی وہ سب آپ سرکارؒ نے حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کو عطا کر کے وقت کا غوث اور قطب بنادیا تھا، عالم عرب و عجم کے علماء و مشائخ کے آپؒ فریادرس تھے، جہاں آپؒ ظاہری علوم کے بحرِ ذخار تھے وہاں باطنی علوم میں بھی مہارتِ تامہ رکھتے تھے جبکہ فقر و ولایت میں تو آپؒ کا کوئی ثانی ہی نہ تھا، آپؒ کے شریعت و طریقت کے اشارات و نکات بہت ہی لطیف ہیں جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ آپ سرکارؒ نے اپنے دادا حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ کی قائم کردہ خانقاہِ چشتیہ نظامیہ کا انتظام احسن انداز میں سرانجام دیا، وقت کے بڑے بڑے علماء و مشائخ آپؒ کے شاگرد اور مرید و خلیفہ تھے، آپؒ کی محفل میں ہر وقت مختلف اسرارِ معرفت پر بحث و مباحثہ ہوتا تھا، علماء دقیق سے دقیق سوالات آپؒ سے کرتے تھے مگر آپؒ کو علم لدنی حاصل تھا آپ سرکارؒ ایسے جوابات عنایت کرتے تھے کہ ایک عالم آپؒ کے علم پر انگشت بندھاں تھا۔

علماء و مشائخ کیلئے درس :-

حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ ایک رات دیر سے درس و تدریس اور ظاہری باطنی تربیت سالکین کے بعد گھر تشریف لائے تو حضرت اہلیہ

محترمہ نے فرمایا کہ ہماری لڑکی آج رات جوان ہوگئی ہے حضرت خواجہ صاحب اسی وقت اُٹھے اور خانقاہ میں پہنچ کر ایک خوش نصیب طالب علم حضرت مولانا مولوی غلام محمد کونیند سے بیدار کیا اور اپنی لڑکی کا باقی طلباء کے سامنے خود نکاح پڑھا کر اسی وقت بیٹی کو ایک گھر عطا کر کے رخصتی بھی کر دی اور فرمایا کہ سیف الدین شریعت سے یک مو بھی تجاوز نہیں کر سکتا، آپ سرکار شریعت کے اتنے پابند تھے کہ خلاف شرع حرکت جس شخص سے ہوتی ہوئی دیکھتے تو اس سے بات تک نہیں کرتے تھے جب تک وہ شخص توبہ نہ کرتا تھا۔ اصل میں شریعت ایسے صاحبان عزم و حوصلہ اور استقامت والے علماء باللہ کے کردار کی وجہ سے قائم و دائم ہوتی ہے۔

نواب آف بہاولپور کی دعوت :-

حضرت خواجہ محمد سیف الدین حضرت خواجہ خدایار کے جلال و جمال کے جامع تھے اور ان کے فقر کے امین تھے دینی دنیوی لحاظ سے پورے عالم میں آپ کا شہرہ تھا، اس وقت کے نواب آف بہاولپور کا لڑکا دینی تعلیم کے حصول میں آپ کا ہم جماعت تھا اس نے آپ سرکار کی اپنے گھر دعوت کی۔ جب اس کے والد گرامی کو پتہ چلا کہ حضرت خواجہ خدایار کا فرزند اور وقت کا غوث ہماری ریاست میں آ رہا ہے تو اس نے دعوت کے اعلیٰ ترین انتظامات کئے جبکہ ادھر حضرت خواجہ محمد سیف الدین جس شان و شوکت سے اس دعوت پر تشریف لے گئے وہ بھی ایک عجبہ

روزگار تھا آپؐ کے ساتھ آپؐ کے مریدین اور خلفاء کا 500 گھڑ سواروں کا ایک جم غفیر تھا جب آپؐ ریاست بہاولپور پہنچے تو نواب صاحب حیران رہ گیا کہ میں اس ریاست کا بادشاہ ہوں اور یہ شخص ہم سے دنیوی لحاظ سے بھی زیادہ شان و شوکت رکھتا ہے جب آپؐ نواب صاحب کے محل کے قریب پہنچے تو آپؐ پر اور آپؐ کی گھوڑی پر بھی باجوں کی آواز سن کر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی کیونکہ نواب صاحب نے آپؐ کا استقبال ایک شاہی مہمان کی حیثیت سے پورے شاہی رسوم و آداب کے ساتھ کیا تھا چنانچہ آپؐ کی گھوڑی اُچھلی اور پرواز کرتی ہوئی نواب صاحب کے محل کی سب سے بلند چھت پر پہنچ گئی سب لوگ نیچے حیران و پریشان ہو گئے کہ اب نیچے خواجہ صاحبؒ کو کیسے لایا جائے مگر دوسرے ہی لمحہ آپؐ اپنی گھوڑی سمیت زمین پر واپس تشریف لے آئے، اصل میں آپؐ نے نواب صاحبؒ کو دکھا دیا تھا کہ صرف ہماری یہ ظاہری شان و شوکت نہ دیکھو باطنی قوت کا اندازہ بھی کر لو کہ ہمارے زیر استعمال جانوروں کی روحانی قوت یہ ہے تو ہماری اپنی کیا حالت ہوگی۔

مریدین و خلفاء کی دعوتوں کا حال :-

حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ حد درجہ اپنے آپ کو اخفاء میں رکھتے تھے اور ظاہری شان و شوکت کے ذریعہ دنیا کو یہ پیغام دیتے تھے کہ میں تو بس کچھ نہیں، جب آپؐ مریدین کی دعوت پر تبلیغ دین کیلئے ان کے

ہاں تشریف لے جاتے تھے تو کہا جاتا ہے کہ آپ کے ہمراہ سینکڑوں مریدین کا قافلہ ہوتا تھا، آگے مریدین بھی اسی طرح کا انتظام کرتے تھے مگر اکثر اپنے خورد و نوش کا سامان خود ساتھ لے جاتے تھے مگر آپؐ کا یہ باطنی تصرف تھا کہ سینکڑوں لوگوں کے کھانے کا انتظام اور اپنے جانوروں کے غلہ کا انتظام باحسن و خوبی سرانجام پاتا تھا کھانے میں اتنی برکت ہوتی تھی کہ تھوڑا سا کھانا پورے ایک لشکر کیلئے کافی ہوتا تھا اور جانوروں کو اس پاس کے کھیتوں میں چھوڑ دیا جاتا تھا جس سے وہ سیر ہو جاتے تھے یہ آپؐ سرکاری کرامت تھی کہ جس کھیت کو آپؐ کے جانور تھیں نہس کر دیتے تھے وہ سب سے زیادہ فصل لاتا تھا حالت یہ ہو گئی تھی کہ لوگ آپؐ سے درخواست کیا کرتے تھے کہ ہمارے کھیت آپؐ کی گھوڑیوں اور مختلف قسم کے جانوروں کیلئے حاضر ہیں۔ اصل میں آپؐ کی سواری اور کوچ شاہی انداز میں ہوتا تھا بظاہر شاہانہ انداز ہی میں رہتے تھے اور باطنی قوت کا یہ عالم تھا کہ جو زبان سے نکلتا فوراً پورا ہو جاتا اور سالکین کو ایک ہی لمحہ میں فرشِ تاعرش پہنچا دیتے تھے جس پر نگاہِ کرم پڑ جاتی تھی اسکا بیڑہ پار ہو جاتا تھا بے شمار لوگ آپؐ کی نظرِ کرم سے ذاتِ حق تک پہنچے اور انہوں نے معرفتِ الہی کے جامِ نوش کئے۔

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کوٹ مٹھن شریف والی سرکاری طرف سے دعوت:-

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کوٹ مٹھن شریف والی سرکاری دعوت پر ایک بار ان کے ہاں گئے تو بڑی بے باکی کے انداز میں گئے اور مختلف اسرار و رموز پر اُن سے بات ہوئی جسمیں آپؒ کی حیثیت پیر کی سی تھی اور حضرت غلام فریدؒ دست بستہ کھڑے ہو کر نیاز بجالا رہے تھے بعد ازاں حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے صاحبزادہ نے پوچھا کہ اس درویش فقیر کا اتنا احترام و ادب کیوں کیا گیا کیا آپؒ کی حیثیت اُن سے کم ہے تو خواجہ صاحبؒ نے اپنے فرزند ارجمندؒ سے فرمایا کہ بیٹا! اگر ان کے والد حضرت خواجہ خدایارؒ نہ ہوتے تو فریدؒ تو وہی کے ریگستان میں کب کا عالم مجاز کی مستیوں میں گم ہو گیا ہوتا یہ تو حضرت خواجہ خدایارؒ کا کرم عظیم تھا کہ انہوں نے مجھے یعنی تمہارے والد کو فرش سے عرش تک ایک ہی نگاہ کرم سے پہنچا دیا تھا اور فقیر کے پاس آج جو کچھ بھی ہے اُس میں حضرت خواجہ خدایارؒ کا کرم خاص بھی شامل ہے۔ حضرت خواجہ خدایارؒ کے فرزند اور خلیفہ اعظم حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ حضرت خواجہ غلام فریدؒ سے عمر میں تقریباً 40 سال بڑے تھے اور حضرت خواجہ غلام فریدؒ صاحبؒ حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کے فرزند دوم سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کے ہم زمانہ تھے کیونکہ ان کی اور حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی تاریخ ولادت تقریباً ایک یعنی 1263 ہجری ہے۔ اس واقعہ کے بعد کوٹ مٹھن شریف والے بزرگان خانپور قاضیاں شریف والے بزرگوں کا بے حد احترام کرتے تھے اور خوب

خدمت بھی کرتے تھے۔ کوٹ مٹھن شریف کے اصل اور بڑے بزرگ حضرت خواجہ قاضی محمد عاقلؒ ہیں جو کہ حضور قبلہ عالم سرکارؒ کے محبوب خلیفہ ہیں حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کے ایک فرزند ارجمند حضرت خواجہ احمد علیؒ تھے جن کے آگے دولڑکے محبوب الہی حضرت خواجہ خدا بخشؒ اور حضرت خواجہ تاج محمود صاحبؒ (جو کہ مشائخ شیدانی شریف کے جد امجد ہیں)۔ حضرت خواجہ خدا بخشؒ محبوب الہی کے دو فرزند ارجمند حضرت خواجہ غلام فخر الدینؒ اور حضرت خواجہ غلام فریدؒ تھے، حضرت خواجہ غلام فریدؒ اپنے بڑے بھائی حضرت خواجہ غلام فخر الدینؒ کے مرید اور خلیفہ تھے، حضرت خواجہ غلام فریدؒ چونکہ ہفت زبان شاعر تھے لہذا شاعری کے حوالہ سے پورے عالم میں آپکا شہرہ ہوا جبکہ ولایت و فقر میں بھی لاثانی مقام رکھتے تھے اور بے شمار مخلوق آپؒ کی مرید و خلیفہ بنی اور درجہ تکمیل تک پہنچی۔

سجادہ نشین اول:-

حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کے خاندان میں اپنے والد محترم حضرت خواجہ محمد خدایارؒ کے بعد سجادہ نشین اول ہیں اور آپ سرکارؒ سے سجادگی کا سلسلہ آگے چل رہا ہے کیونکہ حضرت خواجہ خدایار پیرؒ تو تینوں درباروں دربار حضرت حافظ جمال شریف، خیر پور شریف اور خانپور قاضیاں شریف کے بالاتفاق صاحب ولایت و متصرف اور حقیقی جانشین تھے اور آج بھی ہیں جو کہ اہل روحانیت سے پوشیدہ

نہیں۔

لباس:-

حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ سفید ٹگمہ والا کرتہ، نیلے رنگ کی (دھوتی) چادر اور سر پر گلاہ چہار ترکی جس کا بارڈر گولائی میں سُرخ ہوتا تھا استعمال فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہمارے مشائخ اور سلسلہ چشتیہ کا لباس ہے۔

خواجہ محمد سیف الدینؒ کے حقیقت و معرفت کے بارے میں اشارات و نکات:-

اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَكْبَرِ:- یعنی علم سب سے بڑا حجاب ہے اور یہ جو صوفیاء نے فرمایا کہ اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَكْبَرِ تو اسکے کے کئی معانی ہو سکتے ہیں اول یہ کہ غیر اور غیریت کا تصور حجاب اکبر ہے خواہ اَنْفُسِ ہو خواہ آفاقی، دوسرے یہ کہ عارف اور معروف کے درمیان عرفان بھی حجاب ہے جسے ہٹانے کی ضرورت ہے تاکہ یکتائی کے سوا کچھ باقی نہ رہے، تیسرا مطلب یہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ برزخ شیخ کو شیخ کا علم بشریت سمجھنا اور ان کو حضور ﷺ کا غیر تصور کرنا یہی حجاب اکبر ہے جو کہ سرِ راہ بن جاتا ہے جب یہ علم درمیان میں سے اُٹھ جاتا ہے اور بشریت شیخ نظر سے گم ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کو رسول خدا ﷺ بلکہ خدا کی ذات میں مُشَکِّن

سمجھتا اور دیکھتا ہے یہی حجاب اکبر سے نجات ہے۔ اس کا اور مطلب یہ بھی فرمایا کہ علم ظاہر جسے علماء حاصل کرتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں یہ حجاب اکبر ہے اور راہِ حق میں رکاوٹ بن جاتا ہے، معاصی یعنی گناہوں کے پردے حجاب اصغر کہلاتے ہیں اس وجہ سے کہ سالک ان کو بُرا سمجھتا ہے اور جو چیز بُری اور مکروہ ہے اس کا ترک کرنا آسان ہے لیکن علم چونکہ بہتر اور شریف تر چیز ہے اس کا ترک کرنا مشکل ہو جاتا ہے اسلئے وہ حجاب اکبر ہے اور اسے ترک کئے بغیر وصالِ حق میسر نہیں آتا۔ اسی ظاہری علم حجاب اکبر کے تصور کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ جب تمام ظاہری علوم و فنون کے جامع اور ماہر بن کر خانپور قاضیاں شریف تشریف لائے اور لوگ حضور خواجہ خدایار پیرؒ کو مبارکبادیں دے رہے تھے تو آپؒ نے فرمایا کہ اب آپؒ سب حضرات دعا فرمائیں کہ یہ اس علم ظاہری سے جاہل ہو جائے کیونکہ یہ علم ظاہری ہی راہِ حق میں اسکے لئے حجاب اکبر بن جائیگا اگر باطنی علم کی تحصیل نہ کی۔ چنانچہ خواجہ خدایارؒ کے فرمان کا مقصد یہ تھا کہ اب میں خود اسے باطنی اسرار و رموز کی تعلیم دوں گا ظاہری علم سے صرف اس نے ادب سیکھا ہے کیونکہ علم ظاہری دوئی کا علم سکھاتا ہے جبکہ راہِ حق میں دوئی شرک ہے لہذا آپؒ نے فرمایا اب میں اسے خود فنا فی الشیخ، فنا فی الرسولؐ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے تمام مراتب طے کرا کے کامل و اکمل بنادوں گا اور پھر ایسا ہی کیا کہ وقت کے اجل علماء و مشائخؒ اور کamilین

رُوزگار بھی راہِ حق میں حائل اشکالات کے حل کیلئے آپؐ ہی سے رجوع فرماتے تھے اور آپؐ سرکارِ سب کے مسائل حل فرما دیتے تھے۔

حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ اور سلوک الی اللہ یعنی طریق حصول مقصدِ حیات :-

حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ نے سلوک و تصوف کا عملی نظام جو کہ اپنے دادا حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خان پوریؒ کی قائم کردہ خانقاہ چشتیہ نظامیہ میں رائج کیا ہوا تھا جس پر سالکین عمل کر کے ذاتِ حق تک پہنچتے تھے ذیل میں اُسکوا جمالی لحاظ سے بیان کیا جاتا ہے :-

سلوک کے لفظی معنی راستہ کے ہیں لفظ مذہب کے معنی بھی راستہ کے اور شرع یا طریقت کا مطلب بھی راستہ ہے چنانچہ سلوک الی اللہ کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کا راستہ اور اس سارے عمل کو تصوف کہتے ہیں۔

تصوف :- تصوف چار ارکان پر مشتمل ہے شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت۔ شریعت بمنزلہ نسخہ ہے طریقت اس نسخہ پر عمل کرنے کا نام ہے معرفت اس روشنی کا نام ہے جو عمل کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور حقیقت وہ چیز ہے جو معرفت کی روشنی سے نظر آتی ہے اس سے ظاہر ہے کہ شریعت تصوف کی بنیاد ہے اور یہی تمام صوفیائے کرام کا عقیدہ اور عمل رہا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے شرح مثنوی مولانا رومؒ کے

آغاز میں تصوف کو حقیقت کے متعلق یہ حدیث نقل کی ہے: الشَّرِيعَةُ
 أَقْوَالِي وَالطَّرِيقَةُ أَفْعَالِي وَالْحَقِيقَةُ أَحْوَالِي وَالْمَعْرِفَةُ
 سِرِّي۔ "ترجمہ! شریعت میرے اقوال کا نام ہے، طریقت میرے اعمال
 کا، حقیقت میرے احوال کا نام ہے اور معرفت میرا راز ہے۔ حضرت
 امام مالک کا قول ہے: مَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنَّدَقَ وَمَنْ
 تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ
 تَحَقَّقَ۔ (شرح عین العلم ص: 33)۔ ترجمہ! "جس نے تصوف پر عمل
 کیا فقہ نہ سیکھا وہ گمراہ ہوا، جس نے فقہ سیکھا لیکن تصوف نہ سیکھا وہ فسق
 و فجور میں مبتلا ہوا، جس نے دونوں کو جمع کیا وہ حقیقت کو پہنچا۔" اس سے
 صاف ظاہر ہے کہ تصوف اور شریعت میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ تصوف کہو
 یا طریقت مگر یہ ہے شریعت کی جان اور روح اسلام ہے روحانیت کے بغیر
 اسلام ایک خالی ڈھانچہ ہے اور مردہ جسم ہے اسلام اپنی روحانیت کی
 بدولت قلیل مدت میں دوسرے مذاہب پر غالب آگیا اور بڑی بڑی
 سلطنتیں اسکے سامنے دب گئیں۔

ہمارے زوال کی اصلی وجہ یہی ہے کہ علم ظاہر تو بہت ہے لیکن علم
 روحانیت کی کمی ہے جب تک علم روحانیت کو از سر نو دنیا میں نہیں پھیلایا
 جائے گا تاریکی، جھل اور گمراہی اور بد امنی کا خاتمہ نہیں ہوگا یہ قدرت کا
 کرشمہ ہے کہ مادیّت (Materialism) اور لادینیت

(Secularism) میں غرق مغربی دنیا اور دھڑکتے ہوئے غرق روس میں پھر سے روحانیت کی تلاش آجکل زوروں پر ہے اور یورپ و امریکہ میں لوگ اولیائے اسلام مثل امام غزالیؒ، ابن عربیؒ، جنید بغدادیؒ، رومیؒ وغیرہم کی روح پرور تصنیفات سے متاثر ہو کر کثرت سے اسلام قبول کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ مادیت میں روح کی غذا موجود ہے نہ لادینیت میں۔ انسان مجموعہ ہے روح اور جسم کا، جسم کا تعلق مادی دنیا سے ہے اور اسکی غذا بھی مادی ہے روح عالمِ قدس کی چیز ہے اور اسکی غذا بھی روحانی یعنی خالق کائنات کی محبت اسکی معرفت اور قرب وغیرہ روح کی غذا ہے، جس طرح انسان کا جسم مادی غذا نہ ملنے کے وجہ سے بے چین ہو جاتا ہے اسی طرح روح کو بھی روحانی غذا نہ ملنے سے سخت بے چینی اور بے قراری لاحق ہوتی ہے لہذا مغربی دنیا اور اسکی بے چینی، پریشانی اور آپسمیں رستہ کشی اور جنگ و جدال کی حقیقی وجہ روح کی بے قراری ہے اور جب تک اہل روس اور اہل مغرب روحانی غذا حاصل نہیں کریں گے اس طرح بے چینی، بد امنی اور جنگ و جدال میں مبتلا رہیں گے۔

عالمِ اسلام کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ تہذیبِ مغرب کے زہریلے اثرات کا طوفان اٹھ اچلا آ رہا ہے اور نہ صرف گھر گھر کے اندر گھس رہا ہے بلکہ مسلمانوں کے دل و دماغ میں سرایت کر رہا ہے جس سے ہماری قدیم مذہبی، روحانی، معاشرتی اور اخلاقی اقدار کو سخت دھکا لگا ہے دوسری

مصیبت یہ ہے کہ اس زہریلے تمدن کو اقوام مغرب کی بے پناہ فوجی قوت کی پشت پناہی حاصل ہے جس کے ذریعہ یہ زبردستی ہمارے حلق کے اندر اُتار جا رہا ہے لہذا عالم اسلام کو متحد ہو کر فوجی محاذ پر باطل سے نبرد آزما ہونا پڑیگا۔ اور دوسرے محاذ پر اپنی اسلامی روحانیت کے بے پناہ ذخائر کو بڑھانا اور بروئے کار لانا ہے اور زیادہ سے زیادہ اولیائے کرام یعنی روحانی ماہرین کی تصانیف اور ان کے حالات ان روحانیت کے پیاسوں کے سامنے پیش کیے جائیں تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ اسلام قبول کریں جس سے ان کی توہیں خود بخود دھنڈی پڑ جائیگی۔

تصوّف اور حدیث جبرائیلؑ:-

جب صحابہ کرامؓ کی تعلیم کیلئے حضرت جبرائیلؑ انسان کی صورت اختیار کر کے حضور ﷺ کے پاس آئے اور اسلام، ایمان اور احسان کے مطالب دریافت کئے تو احسان کا مطلب آپ ﷺ نے یوں بیان فرمایا: اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَمَا نَكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تُكُنْ تَرَاهُ، فَانَّهُ بِرَاكَ۔ (بخاری و مسلم) ترجمہ! "یعنی تو خدا تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے کہ تو اسے دیکھتا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھ سکتا تو تحقیق وہ تجھ کو دیکھتا ہے۔" چنانچہ صدق توجہ الی اللہ کا نام مرتبہ احسان ہے جو جملہ کمالات ظاہری و باطنی کی اصل ہے دل کو ماسوائے اللہ سے پاک رکھنا اور محبوب حقیقی کے سوا کسی کا اپنے دل میں گزرنہ ہونے دینا سرمایہ احسان ہے جو کہ تصوف کے نام

سے موسوم ہے جبکہ قرآن میں تصوف کیلئے لفظ تزکیہ استعمال ہوا ہے۔
حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویریؒ نے کشف المحجوب کے
چوتھے باب میں یہ حدیث نبوی ﷺ نقل فرمائی ہے: مَنْ سَمِعَ صَوْتِ
أَهْلِ تَصَوُّفٍ فَلَا يُؤْمِنُ كُتِبَ عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الْغَافِلِينَ۔ ترجمہ! "جس
نے اہل تصوف کی دعوت سنی اور اس کو نہ مانا تو اللہ کے نزدیک وہ غافلین
میں لکھا جاتا ہے۔" بعض حضرات اس قسم کی احادیث کو خبر واحد یا خبر احاد کا
نام دے کر زیادہ معتبر قرار نہیں دیتے لیکن اہل اللہ کے نزدیک یہی وہ
احادیث ہیں جو حقائق سے لبریز اور معرفت کی جان ہیں اس کی وجہ یہ ہے
کہ جن احادیث کے بہت راوی ہیں وہ زیادہ تراجم طہارت، وضو، نماز،
روزہ، زکوٰۃ، حج، نکاح اور خرید و فروخت سے تعلق رکھتی ہیں اور عوام
الناس کے سامنے حضور ﷺ نے بیان فرمائیں لیکن اسرار و رموز اور حقائق
و معارف کی باتیں آپ ﷺ نے چیدہ چیدہ اصحاب کے سامنے بیان
فرمائیں اسلئے نہ ان کو تو اترا نصیب ہوا نہ کثرتِ روایت، دراصل اہل
معرفت کے نزدیک سب سے زیادہ قیمتی یہی احادیث ہیں جن کو اصولِ
حدیث کی رو سے خبر واحد یا خبر احاد کہا گیا ہے۔

کتبِ احادیث میں بے شمار ایسی احادیث موجود ہیں جن میں
تصوف کا لفظ تو نہیں آیا لیکن ہیں تصوف اور معرفت کی جان جو کہ روایت
کے طور پر ضعیف ہیں مگر معرفت کے نقطہ نگاہ سے نہایت بلند ہیں ایک

حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ "تم پر صوف پہننا لازمی ہے اس سے تم اپنے قلوب میں حلاوتِ ایمان پاؤ گے۔" ایک اور حدیث قدسی ہے جو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کی ہے "کہ جب میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں اس سے محبت کرتا ہوں اور اس کے کان، آنکھ، ہاتھ پاؤں بن جاتا ہوں۔ اور وہ مجھ سے سنتا ہے مجھ سے دیکھتا ہے مجھ سے ہر کام کرتا ہے اور مجھ سے چلتا ہے۔" اب کوئی شخص جتنا زور لگائے اس حدیث کے باطنی معنی کو اس سے علیحدہ نہیں کر سکتا ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ "مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔" یہ حدیث بھی علم باطن یا باطنی بصیرت سے تعلق رکھتی ہے ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا "کہ میں پیچھے کی طرف بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح آگے کی طرف دیکھتا ہوں" یہ بھی نظرِ باطن پر دلالت کرتی ہے ایک اور حدیث میں فرمایا "کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نہ اپنے آسمانوں میں سما سکتا ہوں نہ اپنی زمین میں سما سکتا ہوں لیکن اپنے بندہ مومن کے قلب میں سما سکتا ہوں۔" عبد مومن کے قلب کی یہ وسعت صرف اہل تصوف ہی جانتے ہیں اور سمجھا سکتے ہیں علمائے ظاہر کے نزدیک اس کا کوئی مطلب نہیں نکلتا۔ ایک اور حدیث میں فرمایا ہے "کہ مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔" یہ سب کی سب احادیث مبارکہ عالمِ بطون سے تعلق رکھتی ہیں۔

حضرت علیؑ کا قول:-

حضرت علیؑ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کیسے ہیں تو فرمایا: قَرِيبٌ مِّنَ الْأَشْيَاءِ غَيْرُ مَلَامِسٍ، بَعِيدٌ مِّنْهَا غَيْرُ مُبَايِنٍ، مُتَكَلِّمٌ لَا بِرُؤْيَةٍ، مُرِيدٌ لَا بِهَمِّ، صَانِعٌ لَا بِجَارِحَةٍ، لَطِيفٌ لَا يُوصَفُ بِالْخَفَاءِ، بَصِيرٌ لَا يُوصَفُ بِالْحَاسَةِ، رَحِيمٌ لَا يُوصَفُ بِالرَّقَّةِ - ترجمہ!"

قریب ہے لیکن چھوا نہیں جاتا، بعید ہے لیکن علیحدہ نہیں، کلام کرتا ہے بغیر دکھائی دئے، ارادہ کرتا ہے بغیر مشقت کے، صانع ہے بغیر تکلیف کے، لطیف ہے لیکن مخفی نہیں، بصیر ہے بغیر حس کے، رحیم ہے بغیر رقت کے۔"

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت:-

اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں: کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے دو علم عطا فرمائے ہیں ایک وہ جو میں نے تم کو بتا دیا ہے یعنی علم حدیث دوسرا وہ علم ہے اگر ظاہر کروں تو تم میری گردن کاٹ دو گے۔"

اس سے مراد علم باطن ہے دنیا میں آسان ترین کام وصال حق ہے اور اسکے حصول کیلئے ہزاروں لاکھوں سالکین راہ حقیقت کا تجربہ ہے کہ علم روحانیت حاصل کرنے اور مقامات و منازل طے کرنے کیلئے قطعاً گھربار اور کاروبار ترک کرنے کی ضرورت نہیں، شروع میں اس کام کیلئے نماز، روزہ کی پابندی کے علاوہ کوئی نصف گھنٹہ کے قریب زائد کام یعنی ذکر اللہ میں مصروف ہونا پڑتا ہے اس قسم کے کئی نصف گھنٹے ہم چائے اور سگریٹ

نوشی یا دوستوں کے ساتھ گپ شپ میں گزار دیتے ہیں، مشائخ کے بتائے ہوئے ذکر و اذکار کا روزانہ نصف گھنٹہ کرنے کی تاثیر دیکھ کر آپکو خود احساس ہوگا کہ کام کس قدر تھوڑا ہے اور انعام کس قدر بلند۔ اس کام میں سب سے زیادہ جو چیز فائدہ دیتی ہے وہ خلوص نیت ہے چونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ جو شخص میری طرف ایک ہاتھ چل کر آتا ہے میں اسکی طرف دُو ہاتھ چل کر آتا ہوں اور جو شخص چل کر میری طرف آتا ہے میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں۔ " اب آپ بتائیں کہ دنیا میں کونسی ایسی چیز ہے کہ جو آپ کے پاس دوڑ کر آتی ہے بس آپ اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کی نیت کریں وہ خود بخود آپ کے گھر تشریف لائیں گے مگر اتنے عظیم الشان مہمان کی خاطر گھر کی صفائی لازمی ہے یعنی دل سے غیر اللہ کو نکالنا ہوگا اور اگر قلب میں غیر کی محبت کا قبضہ ہے تو یہ عظیم مہمان ایسے گھر میں آنے میں اپنی بے عزتی خیال کریگا۔

سلوک الی اللہ کیلئے بنیادی شرائط:-

پہلی شرط:- سلوک الی اللہ کیلئے سب سے پہلی شرط صحیح عقیدہ کا ہونا ہے ایمان کی شرطیں صحیح صحیح پوری کرنی ہیں یعنی اللہ ایک ہے نبی پاک صاحبِ لولاک ﷺ برحق ہیں، قرآن اللہ کی سچی کتاب ہے قیامت، دوزخ، بہشت، برحق ہیں تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے زمانہ میں برحق تھے اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی

ہیں نبوت اور رسالت آپ پر ختم ہے اور قیامت تک آپ ﷺ کی نبوت جاری رہیگی۔ اختلافی مسائل میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ اختیار کرنا چاہیے یعنی امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ میں سے جس امام کے مسلک پر چلے گا فلاح پائیگا کیونکہ اُن کے درمیان اختلاف اصولی نہیں فروعی ہیں۔

دوسری شرط:- سلوک الی اللہ کیلئے دوسری شرط صحت عقیدہ کے بعد صحت عمل ضروری ہے مثلاً ارکان دین اسلام نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج (کی اگر استطاعت ہو تو) پابندی لازمی ہے ارکان دین کو ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کا مرتکب اللہ تک نہیں پہنچ سکتا ہاں توبہ کرنے سے سارے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

تیسری شرط:- سلوک الی اللہ کی جان یعنی حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کیلئے عبادات، اور مجاہدات اس وقت تک کامیاب نہیں ہوتے جب تک اللہ کا فضل و کرم اور رحمت شامل حال نہ ہو کیونکہ یہ دولت کسی نہیں ہے بلکہ وہی ہے اور یہ سارا مجاہدہ و ریاضت اور عبادات اور اوراد و وظائف سب کے سب اللہ کا فضل و کرم اور رحمت کے حصول کیلئے کئے جاتے ہیں کیونکہ جب بھی وصال الی الحق نصیب ہوگا اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مرضی سے ہوگا، بندہ کی طرف سے کوشش فرض ہے چنانچہ قرآن

مجید میں ارشاد ہے۔ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ
(سورہ الحجۃ 4) یعنی

این سعادت بزور بازو نیست

تانبہ بخشد خدائے بخشنده

ضرورتِ شیخِ کامل:-

سلوک الی اللہ طے کرنے میں شیخ یعنی پیرِ کامل سے بیعت ضروری ہے بعض حضرات ایسے ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ جذب کے ذریعہ سے بغیر پیرِ کامل اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں لیکن اس راہ میں اکثر و بیشتر کامیابی پیرِ کامل کے بغیر مشکل ہے قرآن کریم میں شیخِ کامل کی صحبت و تربیت کی تاکید وارد ہوئی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (التوبہ: 119) یعنی صادق الحال لوگوں کی صحبت اختیار کرو۔ صادق اُسے کہتے ہیں جس کا ایمان تقلید سے گذر کر تحقیق اور تصدیق تک پہنچ چکا ہو یعنی وہ عبدِ کامل سنی ہوئی چیزوں کو اپنی باطنی آنکھوں سے دیکھ کر تصدیق کر چکا ہو نیز فرمایا فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل: 43)۔ (جس بات کو تم نہیں جانتے اہل ذکر سے دریافت کرو) مزید فرمایا وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ (المائدہ: 35) (اللہ تک پہنچنے کیلئے وسیلہ تلاش کرو) حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ قوم میں شیخ کی وہی حیثیت ہے جو ایک امت میں نبی کی "نیز فرمایا کہ جس کا کوئی شیخ یعنی

مرشد یا پیر نہیں ہے اس کا شیطان شیخ ہوتا ہے۔ "مزید حضور ﷺ نے فرمایا: کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ اور آخر میں فرمایا: "میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک کتاب اللہ دوسری اہل بیت اور اہل بیت وہ کشتی ہے کہ اس پر بیٹھ کر تم گمراہ نہیں ہو گے۔ استاد کے بغیر دنیا کا کوئی کام نہیں ہو سکتا تو اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنا تو بڑی چیز ہے استاد، ڈاکٹر، انجینئر، سائنسدان اور مختلف علوم و فنون بغیر استاد کے حاصل نہیں ہو سکتے اگر استاد کے بغیر ہدایت کا کام ممکن ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں کتاب نازل کر دیتے اور انبیاء کو بھیجنے کی ضرورت نہ ہوتی لیکن یہ اللہ کی سنت ہے کہ کتاب کے ساتھ معلم کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے تشریف لانے کے بعد ضرورت شیخ ختم ہو گئی کیونکہ آپ ﷺ نے قرآن پر عمل کر کے دکھا دیا کہ اس طرح یہ کام کیا جاسکتا ہے اور آپ ﷺ کے عمل کا سارا حال احادیث نبوی ﷺ میں موجود ہے یہ استدلال بالکل غلط ہے اگر صحیح ہوتا تو آپ کے بعد نہ قرآن میں صادقین کی صحبت اختیار کرنے کی تاکید ہوتی نہ احادیث میں شیخ کی ضرورت پر زور دیا جاتا نہ صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت کی اقتداء کی حضور ﷺ تاکید فرماتے بلکہ قرآن و حدیث کو کافی سمجھتے لیکن یہ نہیں کیا گیا اور جا بجا حضور ﷺ کی تعلیمات میں ہادی، رہبر اور

شیخ کامل سے تربیت حاصل کرنے کی تاکید آئی ہے جس طرح صحابہ کرام کو رسول اللہ ﷺ سے ذاتی طور پر ہدایت حاصل کرنے کی ضرورت تھی ایسے ہی حضور ﷺ کے پردہ پوشی فرمانے کے بعد آپ ﷺ کے خلفاء اور جانشینوں سے ہدایت کی ضرورت ہے قرآن مجید میں چہارگانہ فرائض نبوت کے بارے میں بتایا گیا ہے:-

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (الجمعة: 2).

ترجمہ! "(حضور ﷺ) قرآن کی آیات پڑھکر لوگوں کو سناتے ہیں، انکا تزکیہ نفس کرتے ہیں ان کو کتاب اللہ کے مطابق تعلیم و تربیت دیتے ہیں اور حکمت یعنی اسرار و رموز حق تعالیٰ سے آگاہ کرتے ہیں۔" ان چار کاموں میں سے صرف پہلا کام معلم کے بغیر ممکن ہے باقی تین کام یعنی لوگوں کا باطنی توجہ سے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب و باطن کرنا، احکامِ خداندی کی روشنی میں لوگوں کی تربیت کرنا اور ان کو اسرار و رموز سکھانا شیخ کامل اور پیر روشن ضمیر کے بغیر ناممکن ہے ان کاموں کیلئے شخصی عنصر کی از حد ضرورت ہے جملہ صحابہ کرامؓ کی زندگی کا جائزہ لینے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صحابہ کرام کے عمل پر ان کا عشق رسول غالب تھا وہ فرامین رسول ﷺ کو عشق رسول کی اتباع میں بروئے کار لاتے تھے۔ اور یہ احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کے رخ انور کی زیارت، آپ ﷺ

کے تکلم اور آپ سر کا ﷺ کے چھونے سے صحابہ کرام کے روحانی مراتب طے ہو جاتے تھے بلکہ جو شخص بھی حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعت اسلام کرتا تھا اسکو بیک وقت، بیعت تقویٰ اور بیعت ایمان و معرفت بھی نصیب ہوتی تھی۔

حضور ﷺ کے دست مبارک کی برکت سے صحابہ کرام فنا فی الرسول سے فناء فی اللہ اور بقا باللہ کے مراتب پہلی ہی نظر کرم کے طفیل حاصل کر لیتے تھے بعد ازاں اتباع رسول ﷺ کے ذریعہ اپنی اپنی استعداد کے مطابق بلند سے بلند درجات میں ترقی کرتے جاتے تھے مثال کے طور پر ایک دفعہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص سچا ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھ کو اپنے بال بچوں اور مال و دولت اور جان سے بھی زیادہ عزیز نہیں رکھتا اس پر حضرت سیدنا عمر فاروقؓ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ! میں اپنے اندر یہ کیفیت محسوس نہیں کرتا، آپ ﷺ نے ان پر ایسی نگاہ کرم ڈالی اور فرمایا کیا تم محسوس نہیں کرتے بس سرکار ﷺ کا یہ فرمانا تھا کہ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ اب محسوس کر رہا ہوں معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے ہمکلام ہونے سے یہ دولت حاصل ہو گئی۔

ایک دفعہ ایک صحابی کو حضور ﷺ نے کسی علاقہ کا عامل مقرر کر کے بھیج رہے تھے اس نے عرض کیا کہ حضور ﷺ میں اپنے اندر یہ

قابلیت محسوس نہیں کرتا، آپ ﷺ نے اُس کے کندھے کو ہاتھ لگایا تو وہ چلا اٹھا کہ حضور ﷺ اب محسوس کرتا ہوں، کیا یہ بعد میں آنے والے لوگوں کیلئے زیادتی نہ ہوگی کہ صحابہ کرامؓ تو حضور ﷺ کی صحبت اور باطنی توجہ سے اس قدر فائدہ اٹھائیں اور بعد میں آنے والے لوگوں کیلئے قرآن و حدیث کی کتابیں سامنے رکھ دی جائیں، حقیقت یہ ہے کہ روحانی منازل طے کرانے کیلئے ایسے رہبرِ کامل کی ضرورت ہوتی ہے کہ جو باطنی نگاہوں سے قلب کی بیماریوں پر نظر ڈال کر ان کا علاج کرے۔

غیر مقلدین کو سلوک الی اللہ کی دعوت:-

غیر مقلدین کے امام حضرت امام ابن تیمیہؒ کے شاگرد رشید حضرت حافظ ابن قیمؒ کی کتاب "کتاب الروح" دیکھنے کے قابل ہے اسمیں وہ پکے صوفی نظر آتے ہیں کتاب مذکور میں انہوں نے بے شمار ایسے واقعات نقل کیے ہیں جن کی رو سے حضور ﷺ کا اپنے مزار مبارک میں بیٹھے ہوئے امت کے لوگوں کے حالات سے واقف ہونا اور ان کی اصلاح فرمانا ثابت ہوتا ہے اس کے علاوہ حافظ ابن قیمؒ نے حضرت شیخ اسماعیل ہرویؒ کی مشہور کتاب "سیر السالکین" کی شرح میں لکھا ہے جس کا نام "مدارج السالکین" ہے یہ کتاب یعنی یہ شرح علوم تصوف و روحانیت پر بڑی اہمیت رکھتی ہے خود امام ابن تیمیہؒ سلوک کی تمام منازل فنا فی اللہ، بقا باللہ، سکرو صحو وغیرہ کے قائل تھے کاش کہ آج کل کے غیر مقلد

حضرات امام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ جیسے تصوف کے حامیوں کی تقلید کرتے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اکابرین دین کے آج کل کے معتقدین ان کے مسلک سے ہٹ گئے ہیں جس طرح اہل حدیث اہل حدیث نہیں رہے اسی طرح نہ آج کل دیوبندی حقیقی معنوں میں دیوبندی ہیں نہ آجکل کے بریلوی حقیقی معنوں میں بریلوی ہیں، اکابرین دیوبند خالص صوفی تھے ان کی کتابوں کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، اکابرین بریلوی بھی صوفی تھے لیکن نہ آجکل کے دیوبندی صوفی ہیں نہ بریلوی صوفی ہیں نہ اہل حدیث صوفی ہیں اگر کچھ ہیں تو ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔

ہم ان تمام حضرات کو سلوک الی اللہ کی دعوت دیتے ہیں کہ آئیں چند روز منازل سلوک طے کریں جب مشاہدات سے تمام عقدے کھل جائیں گے اور معاملہ خبر سے مشاہدہ تک پہنچ جائیگا تو آپس کے تمام فروعی اختلافات ختم ہو جائیں گے اور اخوت و محبت، باہمی رواداری، صبر و تحمل اور برداشت کی صفات پیدا ہو جائیں گی دراصل اختلافات خبروں تک رہتے ہیں جب حقیقت حال منکشف ہوتی ہے تو بات ہی کچھ اور ہو جاتی ہے۔

علاماتِ شیخِ کامل :-

ضرورتِ شیخِ سمجھ لینے کے بعد یہ جاننا ضروری ہے کہ شیخِ کامل کون ہوتا ہے اور اسکی علامات کیا ہیں بزرگانِ دین نے شیخِ کامل کی مختصر پانچ علامات لکھی ہیں :-

اوّل: وہ شریعت کی کامل اتباع کرنے والے ہوں اور کسی شیخ کامل کے صحبت میں رہ کر سلوک تمام کر کے منازل قرب، وصال، فنا فی اللہ اور بقا باللہ طے کر چکے ہوں۔

دوم: جب انکی صحبت میں بیٹھو تو کم از کم اسی وقت کیلئے دل میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع پیدا ہو۔

سوم: ان کے مریدین کو دیکھنا چاہیے کہ ان میں کیا اثر ہوا ہے یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ ان کی نسبت لازم ہے یا متعدی یعنی وہ صرف اپنے لئے کامل ہے یا دوسروں کی ہدایت کا کام بھی اس کے سپرد ہوا ہے۔

چہارم: شیخ کیلئے تمام علوم اسلامیہ پر حاوی ہونا ضروری نہیں بلکہ فرائض سنن، نوافل، عبادت کی بجا آوری اور محرمات یعنی حرام کاموں سے اجتناب اور جائز و ناجائز امور میں تمیز کرنے کی قابلیت کافی ہے ہاں یہ بات ضروری ہے کہ سالکین کے قلبی امراض اور انکے علاج سے واقف ہو اور ریاضت و مجاہدہ کے طریقے ہر شخص کی استعداد کے مطابق جانتا ہو اور عقل مند ہو تاکہ مریدین کے مزاج اور انکی برائیوں کو معلوم کر سکے اور راہ سلوک کے تمام ایسے علوم و معارف میں مہارت تامہ رکھتا ہو جن کی مریدین کو ضرورت پڑتی ہے شیخ کیلئے مقامات و منازل، تلو نیات اور تلو نیات سے گزر کر مرتبہ فناء الفناء اور بقاء البقاء تک پہنچنا بھی ضروری ہے تاکہ سالکین کی رہنمائی کر سکے۔

پنجم: کہ وہ کریم، رحیم، صابر اور حلیم ہو، سخت رو، تڑش مزاج، تلخ کلام اور بدخلق نہ ہو، دنیا پرست اور زینت کا طالب اور حریص نہ ہو۔
پیر کامل کی تلاش:-

اب اصل مسئلہ علاماتِ شیخ کامل کی روشنی میں شیخ کامل کی تلاش کا ہے، حدیث پاک کی رو سے حضور ﷺ کی امت کا کوئی دور بھی ان نفوس قدسیہ سے خالی نہیں رہا ہر دور میں اولیاء اللہ کا وجود مسعود گم گشتگانِ راہ کی ہدایت کا سامان فراہم کرتا رہا ہے آج کل اخفاء کا دور چل رہا ہے اور یہ ہستیاں موجود ہیں مگر نظر نہیں آتی اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمارا یہ دور بے ادبی کا دور ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جس نے میرے کسی ولی کی اہانت اور بے ادبی کی اسکے خلاف میرا اعلان جنگ ہے اب جو بے ادبی کر رہا ہے غلط فہمی کی بناء پر کر رہا ہے اور ولی سمجھ کر نہیں کر رہا اسلئے یہ معاف ہے یہ اللہ کا خاص کرم ہے کہ اس نے اپنے اولیاء اللہ کو چھپایا ہوا ہے ورنہ ان کی بے ادبی کی وجہ سے پتہ نہیں کتنے لوگ اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آجاتے۔

قیام کائنات کا دار و مدار اولیاء اللہ پر ہے عبد اور رب کے درمیان یہ حضرات فیضِ رسانی کا ذریعہ ہوتے ہیں اُمورِ تکوینی کے انصرام سے حق تعالیٰ ان کو مشرف فرماتا ہے انکی برکات سے نزولِ باراں، سرسبزی، نباتات، اور بقائے انواعِ حیوانی اور آبادیِ قسبات ہے ان کی وساطت سے واقعاتِ عالم رونما ہوتے ہیں ان کے ہاتھوں سے بادشاہ

بننے اور تخت سے اترتے رہتے ہیں لوگوں کی ترقی اور منزل ہوتا ہے
فوجیں لڑتی ہیں، رَفْعِ بلا اور دَفْعِ وبا ہوتا ہے۔

اولیاء اللہ کی اقسام:- ان حضرات کی دو اقسام ہیں۔

1- اولیاء ظاہرین:- اولیاء ظاہرین کے سپرد ہدایت اور
خدمت خلق ہوتی ہے یہ ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ ہدایتِ خلق کی خاطر یہ
حضرات ظاہر ہونے پر مجبور ہوتے ہیں لہذا شیخ کامل کی تلاش ان اولیاء
ظاہرین میں کرنا ہوگی اور مذکورہ علامات کی روشنی میں اس کسوٹی پر ان کو
پرکھنا ہوگا۔

2- اولیائے مستورین:- ان حضرات کے سپرد انصرا مِ تلوینی ہے
یعنی دنیا کے کاموں کے انتظام کی خدمت سپرد ہوتی ہے انہیں رجال
الغیب کہا جاتا ہے یہ لوگ عام لوگوں کی طرح شہروں اور قصبوں میں رہتے
ہیں شادی بیاہ کرتے ہیں بیمار پڑتے ہیں علاج کراتے ہیں مگر حق تعالیٰ ان
کو لوگوں کی نگاہ سے مخفی اور پوشیدہ رکھتا ہے انہی کی شان میں فرما گیا ہے
أُولَئِیْسَی تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْبِیْ۔ ترجمہ! "میرے اولیاء
میری قباء کے نیچے چھپے رہتے ہیں اور میرے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا۔"
اولیاء اللہ ظاہرین یا مستورین ان کی 12 اقسام ہیں:-

1- اقطاب 2- غوث 3- امامان

4۔ اوتاد 5۔ ابدال 6۔ اخیار

7۔ ابرار 8۔ نُقباء 9۔ نُجباء

10۔ عمد 11۔ مکتوبان 12۔ مفردان

ہر زمانے میں تمام دنیا کیلئے بڑا قطب ایک ہوتا ہے جسے قطبِ عالم، یا قطبِ ارشاد کہتے ہیں اور سارا عالم اسی کے فیضِ برکت سے قائم رہتا ہے وہ اللہ سے براہِ راست فیض حاصل کرتا ہے کسی بڑے شہر میں سکونت رکھتا ہے بڑی عمر پاتا ہے، نور محمدی ﷺ کی برکت سے ہر سمت میں دیکھتا ہے ماتحتِ اقطاب کا تقرر یا تنزل کرتا ہے ولی کو معزول یا مقرر کرنے کا مجاز ہے اسکا باطنی نام عبداللہ ہوتا ہے۔

ماتحتِ اقطاب:- قطبِ عالم کے ماتحت دوسرے اقطاب ہوتے ہیں مثلاً قطب، ابدال، قطبِ اقالیم، قطبِ ولایت وغیرہ، بعض کے نزدیک غوث اور قطب ایک ہی عہدہ کا نام ہے بعض کے نزدیک علیحدہ عہدے ہیں۔

امامان:- قطبِ عالم کے نیچے دو نائب ہوتے ہیں جن کو امامان کہا جاتا ہے ایک اس کے دائیں ہاتھ پر ہوتا ہے دوسرا بائیں ہاتھ پر، بائیں ہاتھ والے کا مرتبہ دائیں ہاتھ والے سے بہتر ہوتا ہے اور جب قطبِ عالم کی جگہ خالی ہوتی ہے تو بائیں ہاتھ والا اسکی جگہ پر آ جاتا ہے اور دائیں ہاتھ والا بائیں ہاتھ والے کی جگہ لے لیتا ہے۔

اوتاد:- ان کی تعداد چار ہے اور ہر ایک دُنیا کے چاروں کونوں پر مامور ہوتا ہے ایک مغرب میں اور دوسرا مشرق میں، تیسرا جنوب اور چوتھا شمال میں ہوتا ہے قیامِ عالم میں ان سے میٹوں کا کام لیا جاتا ہے۔ اور یہ بمنزلہ پہاڑ ہوتے ہیں۔

ابدا ل:- یہ سات ہوتے ہیں اور سات اقلیم پر متعین ہوتے ہیں ان کو قطبِ اقلیم بھی کہتے ہیں اور پھر ابدال کے نیچے اختیار، ابرار، نقبا اور مُجبا وغیرہ ہوتے ہیں جب ایک فوت ہوتا ہے تو دوسرا اسکی جگہ لے لیتا ہے ہر قریہ اور علاقہ کا اپنا قطب ہوتا ہے، یہ ہے نظامِ باطن جو کہ اولیاء اللہ کے سپرد ہوتا ہے اگر دل میں طلبِ صادق ہو اور پورا خلوص نیت ہو اور چند مراقبات کئے جائیں جو کہ آگے بیان ہونگے تو اس سے مرشدِ کامل کی تلاش کیلئے اشارے اور واضح نشانات ملیں گے حتیٰ کہ بعض کو ان کا مرشد خواب میں دکھلا بھی دیا جاتا ہے۔

اہلِ مزارات بصورتِ مُرشدِ کامل:-

پوری روئے زمین پر موجود اہلِ مزارات بھی شیخِ کامل کا فریضہ ادا کر سکتے ہیں بلکہ کر رہے ہیں (نسبتِ اویسیہ کے ذریعہ) یعنی روحانی طور پر تربیت کرتے ہیں۔ اہلِ مزارات کی صالحِ اولادیں نیا بتی حیثیت میں اہلِ مزار کے نام کی بیعتِ سالکین سے لیکر انہیں اہلِ مزار کے سپرد

کر دیتے ہیں پھر سالک کی جتنی استعداد اور محنت و ریاضت ہوتی ہے ان درباروں کے بزرگان اتنا ہی فیض و کرم عطا کر کے سلوک کی منازل طے کرواتے ہیں لہذا شیخ کامل کی تلاش کیلئے اولیاء ظاہریں و مستورین کے بعد تیسری صورت اہل مزارات کی صورت میں بھی موجود ہے اب جس کا جدھر اعتقاد جم جائے وہ سالک اس بزرگ کی صالح ترین اولاد کا بیعت ہو جائے کیونکہ یہ لوگ نیابتی حیثیت میں مرید کرتے ہیں اور بیعت کے وقت صاحب مزار ہی کا نام لیتے ہیں لہذا یہ تیسری صورت بھی صوفیاء کرام کے نزدیک شیخ کامل کی قائم مقام ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت غوث الاعظم سرکارؒ کی روحانی تربیت حضور ﷺ نے خود کر دی تھی لیکن آگے سلسلہ چلانے کیلئے آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ظاہری شیخ کی ضرورت ہے اور جا کر فلاں شیخ کی بیعت کر لو چونکہ آجکل شیخ کامل کی تلاش مذکورہ علامات کی روشنی میں بہت ہی مشکل کام ہے لہذا صوفیاء عظام نے شیخ کامل کی جو تیسری صورت بصورت اہل مزارات والی نکالی ہے اس کے ذریعہ سالکین ذات حق تک رسائی کیلئے سلوک کی منازل طے کر سکتے ہیں۔

حضرت خواجہ خدایارؒ کے نام کی بیعت :-

حضرت خواجہ خدایارؒ کی اولاد جو کہ اولیاء اللہ سے پُر ہے، اوّل زمانہ تاحال تمام حضرات قطب الاقطاب حضرت خواجہ پیر محمد خدایارؒ کے

نام کی بیعت کرتے ہیں بیعت کے الفاظ یہ ہیں "بیچ ہاتھ خواجہ خدایار کے میں نے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کیا۔" یعنی مرید کا داہنا ہاتھ اپنے داہنے ہاتھ میں لیکر ایمان کی شرائط پڑھانے کے بعد مذکورہ الفاظ پڑھائے جاتے ہیں چنانچہ اس طرح بالواسطہ مرید حضرت خواجہ خدایار پیر کا بیعت ہو جاتا ہے، ظاہری پیر کی صحبت و فیض کے علاوہ نسبتِ اویسیہ کے ذریعہ روحانی تربیت بھی سالک کی شروع ہو جاتی ہے، مرید کو تاکید کی جاتی ہے کہ خواجہ خدایار کے تعین میں فناء فی الشیخ ہونے کی کوشش کرے، یہ طریقہ بیعت نیابتی خلافت کے زمرے میں آتا ہے آج کے پرفتن دور میں شیخ کامل کی تلاش کے سلسلہ میں یہ بہترین حل ہے۔ یہ اب سالکین راہ حق کی مرضی ہے کہ اُن کے قلوب میں کس اہل مزار کی طرف رغبت ہوتی ہے طلب صادق ہو تو جو دل میں خیال آئے اس پر عمل کرے پورا پاکستان ایسے کالمین سے بھرا پڑا ہے مگر اس بات کا خیال رہے کہ ان اہل مزارات کے خاندان میں جس صالح بزرگ کی بیعت ہو وہ صاحب مزار یا صاحب روضہ کے نام کی بیعت لیتا ہو ورنہ مقصود اصلی ہاتھ سے جاتا رہیگا ہاں اگر کوئی اہل ہے تو وہ اپنے نام کی بھی بیعت لے سکتا ہے۔

سلوک الی اللہ میں عشق کا مقام :-

فضل اللہ اور شیخ کامل کے بعد طریقت میں عشق بے حد ضروری ہے، عشق دین اسلام کی اصل ہے اس کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مومن لوگ شدت سے اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں نیز فرمایا: قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (آل عمران: 31)۔ "اے نبی فرمادیں کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے نبی ﷺ کی اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا۔" جس سے اللہ محبت کرے وہ اللہ کا محبوب ہوتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اتباع رسول ﷺ سے مقامِ محبوبیت حاصل ہوتا ہے مگر بقول حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ یہ کامل اتباع تمام ظاہری و باطنی تقاضوں کو پوری کرنے والی ہو تو تب جا کر بندہ خدا کا محبوب بنتا ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے: لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا مَحَبَّةَ لَهُ۔ یعنی جسے میری محبت نہیں اس کا ایمان نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے یہ جملہ 3 مرتبہ دہرایا۔ عشق اسلام کی جان اور طریقت کی روح ہے عشق باعثِ تخلیق کائنات ہے عشق کے احسانات کو دیکھ کر عارف رومیؒ پکار اُٹھے:

مرحبا اے عشق خوش سودائے ما

اے طیب جملہ علتِ ہائے ما

خوش رہو اے میرے عشق! اے میرے جنون! اے میری تمام

ظاہری باطنی بیماریوں کی دوا عشق!

سلوک الی اللہ کا عملی طریق:-

علمِ روحانیت کی اصطلاح میں سلوک سے وہ راستہ مراد ہے جو

بطریق کشف طے کیا جاتا ہے نہ کہ بطریق استدلال، طالبان راہ طریقت کی طبائع اور استعداد میں چونکہ اختلاف ہوتا ہے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے بے شمار طریق ہیں اسلئے عارفین کا قول ہے الطُّرُقُ إِلَى اللَّهِ بِعَدَدِ أَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ۔ یعنی اللہ تک پہنچنے کے راستے اتنے ہیں جتنے کہ مخلوقات کے سانس۔ "لیکن تین طریقے عام اور اقرب یعنی قریب تر ہیں:-

1- طریق اختیار:- صالح لوگوں کا طریقہ جو کثرتِ صوم و صلوٰۃ، تلاوت، حج و زکوٰۃ وغیرہ سے طے ہوتا ہے۔

2- طریق مجاہدات:- یعنی اخلاقِ ذمیرہ کو جدوجہد، محنت و کوشش اور ریاضتِ شاقہ کے ذریعہ حسنات یعنی اخلاقِ حمیدہ میں تبدیل کر کے عالم بالا سے مناسبت پیدا کی جائے۔

3- طریق شطاریہ:- اس طریقہ میں ریاضت سے گریز، صُحبتِ خلق سے پرہیز، ماسوا اللہ سے بیزاری اور درد و اشتیاق، ذوق و شوق اور ذکر و فکر کے علاوہ کسی چیز سے سروکار نہیں ہوتا، یہ طریقہ اقرب اور زیادہ قوی ہے اس طریق میں مجاہدات کے ذریعہ جنگل کے ہر درخت کو جڑ سے نکلنے کی بجائے جنگل میں عشق کی آگ لگا دی جاتی ہے جس سے غیر اللہ جل کر راکھ بن جاتا ہے۔

لطائفِ ستہ:-

انسان کے جسم میں 6 عدد لطائف یا روحانی مراکز ہیں جن کا

نام لطائفِ ستہ ہے، پہلے لطیفہ کا نام لطیفہٴ نفس ہے جس کا مقام ناف ہے اور اسکے نور کا رنگ زرد ہے دوسرا لطیفہٴ قلب جس کا مقام بایاں پہلو ہے اس کے نور کا رنگ سرخ ہے، تیسرا لطیفہٴ روح ہے جس کا مقام دایاں پہلو ہے اسکے نور کا رنگ سفید ہے، چوتھا لطیفہٴ سر ہے جس کا مقام قلب اور روح کے درمیان وسط سینہ میں ہے اسکے نور کا رنگ سبز ہے، پانچواں لطیفہٴ خفی ہے جس کا مقام وسط پیشانی ہے اور اس کے نور کا رنگ نیلگوں ہے، چھٹے لطیفہ کا نام لطیفہٴ اخفی ہے اس کا مقام اُمِّ الدِّماغ یعنی سر کی چوٹی ہے اس کے نور کا رنگ سیاہ ہے، نقشبندیہ حضرات کے ہاں لطائف کے ناموں میں ذرا سا فرق ہے مگر حقیقت ایک ہے۔

اوراد، وظائف، اذکار، مشاغل اور مراقبات :-

روزمرہ کی نماز روزہ کے علاوہ مشائخ سلاسل نے کئی طرح کے اوراد و وظائف، اذکار، مشاغل اور مراقبات تجویز کئے ہیں جن کی ضرر میں قلب اور دیگر لطائف پر ماری جاتی ہیں جس سے ان لطائف میں ذکر جاری ہو جاتا ہے جب ان میں ذکر جاری ہو تو سمجھیں کہ سارا گھر روشن ہو گیا ان اوراد و وظائف کی تفصیل کتاب کے آخری باب میں دی گئی ہے۔

ذکر نفی و اثبات :-

سب اذکار سے زیادہ ذکر نفی اثبات لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ورد کیا جاتا ہے اور یہ ذکر حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو خلوت میں تعلیم فرمایا اور

انہوں نے حضرت امام حسن بصریؒ کو اور انہوں نے اپنے مریدوں کو بتایا اسی طرح صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ان کے بعد ایک شیخ دوسرے شیخ کو اس ذکر نفی اثبات کی تلقین کرتے آئے۔

ذکر اسم ذات :-

یہ ذکر اسم اللہ کا ورد ہے اس سے اسم پاک اللہ کی جب مسلسل ضربیں قلب پر شدت سے تصور میں لگائی جاتی ہیں تو قلب زندہ ہو جاتا ہے اور اس کے اندر ذکر اللہ جاری ہو جاتا ہے بلکہ اس کے ذریعہ سارے جسم میں ذکر جاری ہو جاتا ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ جب کسی عضو مثلاً ہاتھ، بازو، گھٹنے وغیرہ کو ڈھیلا چھوڑ دیا جائے تو اس میں حرکت ہوتی ہے اور وہ حرکت دل کی حرکت کے ساتھ چلتی ہے یہ ذکر عام طور پر دن میں 24 ہزار بار کیا جاتا ہے لیکن شروع میں کم تعداد سے کیا جاتا ہے مثلاً 1000 سے شروع کر کے رفتہ رفتہ 24000 ہزار تک پہنچایا جاتا ہے جسمیں یہ حکمت ہے کہ انسان 24 گھنٹوں میں 24 ہزار سانس لیتا ہے۔ پس 24 ہزار ذکر کرنے سے ہر سانس کے ساتھ ذکر الہی قائم ہوتا ہے بعض مشائخ صرف 10 ہزار یا 12 ہزار تک کافی سمجھتے ہیں۔

مشاغل :-

زبان سے جو اللہ تعالیٰ کے اسماء دھرائے جاتے ہیں اُسے ذکر لسانی یا ذکر جلی کہتے ہیں لیکن خاموشی سے تصور میں جو کیا

جاتا ہے اسے ذکرِ خفی کہتے ہیں ذکرِ خفی کو مشاغل بھی کہتے ہیں اسکی کئی اقسام ہیں:-

1- ذکرِ قلبی: یہ ذکر خاموشی سے تصور میں لطیفہ قلب میں کیا جاتا ہے اس کا تعلق عالم مثال سے ہے۔

2- ذکرِ رُوحی: یہ ذکر لطیفہٴ روح میں کیا جاتا ہے تصور کے ذریعہ اس کا تعلق عالم ارواح یا عالم ملکوت ہے۔

3- ذکرِ سرّی: یہ ذکر لطیفہٴ سرّ میں کیا جاتا ہے تصور کے ذریعہ، اس کا تعلق عالم جبروت سے ہے یعنی عالم صفاتِ الہی۔

4- ذکرِ خفی: یہ ذکر لطیفہٴ خفی میں کیا جاتا ہے اس کا تعلق عالم لاہوت یعنی ذاتِ باری تعالیٰ سے ہے۔

5- ذکرِ اُخفی: یہ ذکر لطیفہٴ اُخفی میں کیا جاتا ہے اس کا تعلق عالمِ ہا ہوت یعنی ذاتِ محض سے ہے۔

لطائفِ خفی اور اُخفی میں جب ذکر جاری ہوتا ہے تو یہ عملاً وصال اور فنا فی اللہ ہے اور یہ بڑی چیز ہے۔ اس کی مداومت لازمی ہے مگر مندرجہ بالا تمام اذکار شیخِ کامل کی نگرانی میں کئے جاتے ہیں اور لمحہ بہ لمحہ کی رپورٹ بھی اپنے شیخ کو دینا ہوتی ہے کہ کام کہاں تک پہنچ گیا ہے اور ساتھ ساتھ مزید ہدایات بھی اپنے شیخ سے لینا ہوتی ہیں یہ حقیقت اس طریقہ پر عمل

کرنے سے ہی سمجھ میں آسکتی ہے۔

مُراقبات :-

مُراقبہ کے معنی ہیں انتظار کرنا، یعنی دل میں کوئی خیال مثلاً اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کا، یا اللہ کے قریب ہونے کا یا اللہ کے قدیم ہونے کا یا اللہ کے بسیط ہونے کا خیال دل میں جما کر اللہ کی طرف سے انوار کا انتظار کیا جاتا ہے مگر اس سارے عمل کے دوران اپنے شیخ کا تصور کرنا ہوتا ہے کہ شروع میں اپنے شیخ کی شکل کو سامنے رکھنا ہوتا ہے اور بعد ازاں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ میں نہیں ہوں بلکہ میرا شیخ خود ہی ذکر کر رہا ہے اور وہی موجود ہے اس تصوّرِ شیخ میں مداومت اختیار کی جاتی ہے یہاں تک کہ سالک فنا فی الشیخ کے مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے اس مقام پر پہنچ کر سالک کا اپنا تعین گم ہو جاتا ہے اور اسکے قلب و روح میں شیخ کی روحانیت جاری و ساری ہو جاتی ہے جو کہ اسے مزید آگے لے جاتی ہے۔ اگلی منزل فنا فی الرسول کی ہے اس مقام پر پہنچ کر اسکے شیخ کا تعین گم ہو جاتا ہے اب حضور ﷺ کی ذات اسکے قلب و باطن میں جلوہ گر ہوتی ہے اور وہ حضور ﷺ کی صفات کا کامل مظہر بن جاتا ہے، اسکے بعد اگلی منزل فنا فی اللہ کی ہے یہ مقام وحدت ہے اس مقام پر پہنچ کر پچھلے تمام تعینات ختم ہو جاتے ہیں بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے مگر ابھی تک سالک کی اپنی ذات باقی ہوتی ہے جو کہ اگلے مرحلہ یعنی فنا فی الفناء میں گم

ہو جاتی ہے یعنی اس مقام پر پہنچ کر سالک کو یہ بھی خبر نہیں رہتی کہ میں فناء فی اللہ ہو گیا ہوں۔ یہ مرتبہ فنا فی ذات حق ہے اور یہ مقام مرتبہ احدیت میں استغراق سے حاصل ہوتا ہے یہاں پہنچ کر بندہ کے اندر اپنی ذات و صفات کا احساس بالکل ختم ہو جاتا ہے کہ وہ کیا ہے وہ صرف اور صرف مظہر ذات و صفات الہی بن جاتا ہے اس مقام پر نام تو بندہ کا ہوتا ہے مگر کام کرنے والی ذات رب کی ہوتی ہے قرآن و حدیث کی رو سے ان مقامات کو قرب نوافل اور قرب فرائض کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے جہاں پر بندہ صرف آلہ فعل ہوتا ہے جبکہ حقیقی فاعل رب کی ذات ہوتی ہے۔

ان تمام مقامات کی سیر کرنے کے بعد ولایت کا آخری درجہ بقا باللہ ہے جس میں آدمی بندہ کامل، عبد کامل اور ولی کامل بن کر واپس خلق کی ہدایت پر مامور ہو جاتا ہے مذکورہ مقامات میں یہ پرواز کوئی خارج میں نہیں ہوتی بلکہ یہ تمام کا تمام باطنی معاملہ ہے اس لئے کہ انسان کا قلب عرش الہی ہے حدیث شریف میں ہے: لَا يَسْعُنِي أَرْضِي وَلَا سَمَائِي وَلَكِنْ يَسْعُنِي قَلْبُ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ (غزالی "الاحياء ج 3 ص 15)۔ "یعنی اللہ تعالیٰ نہ آسمان میں سما سکتا ہے نہ زمین میں لیکن عبد مومن کے قلب میں سما سکتا ہے" اس سے ظاہر ہے یہ ساری ترقی کی پرواز اندر یا باطن کی طرف ہوتی ہے۔

مَنَازِلِ سَلُوک :-

چنانچہ شروع سے آخر تک سالک راہِ حقیقت جن روحانی منازل سے گذرتا ہے اسکا ایک خاکہ ذیل کے دائرہ سے بھی اچھی طرح سمجھ میں آجائیگا :-

gs\Administrat
cuments\salo3.bmp
found.

اس دائرے میں نقطہ "ب" سے مبتدی کے روحانی سفر کا آغاز ہوتا ہے اور "ب", "ع" کے راستہ سے مقام "الف" پر پہنچ جاتا ہے "ب" سے "ع" اور پھر "الف" تک کے سفر کو سیرِ عروجی یا سیرِ الی اللہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ "الف" مقامِ احدیّت اور ذاتِ بحت ہے یعنی خالص ذات بلا صفات PURE ESSENCE یعنی اسے ذاتِ لائقین بھی کہتے ہیں یہاں پہنچ کر سالک ذاتِ حق میں واصل اور فناء ہو جاتا ہے یعنی اُسکے ہونے کا احساس ہر لحاظ سے ختم ہو جاتا ہے یہ مطلب نہیں کہ بندہ خدا بن جاتا ہے نہ یہ حلول و اتحاد ہے کہ جس سے دو ہستیوں کا تصور واقع ہوتا ہے اس مقام کو سیرِ فی اللہ بھی کہتے ہیں کیونکہ ذاتِ باری

تعالیٰ کی کوئی حد نہیں اگر کوئی چاہے تو ساری عمر بلکہ موت کے بعد قیامت تک اور پھر قیامت کے بعد بہشت میں بھی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس سفرِ عروجی میں رہ سکتا ہے اور پھر بھی انتہا کو نہیں پہنچ سکے گا کیونکہ ذاتِ حق بحرِ بے پایاں ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں ہے لیکن اسلام میں زندگی کا ایک مقصد ہے یعنی دوبارہ دوئی میں آکر زندگی کے فرائض انجام دینا اور بطور انسانِ کامل دنیا میں خلافتِ الہیہ اور نیابتِ ربّانی کے منصب پر فائز ہونا پس اس مقصدِ عظیم کی خاطر سالک کو ذاتِ حق میں کافی اندر جا کر پھر مقامِ ب پر براستہ الف ن ب واپس آنا پڑتا ہے اس سفر کو سفرِ نزولی یا سیرِ من اللہ سیر مع اللہ اور سیر باللہ بھی کہتے ہیں غرضیکہ صفاتِ الہی سے مُتَّصِف ہو کر جب سالک مقامِ ب پر مقامِ دوئی میں واپس آتا ہے تو اس وقت وہ انسانِ کامل ہوتا ہے اور ہدایتِ خلق پر مامور کیا جاتا ہے فنا فی اللہ اور بقا باللہ میں مستقل طور پر کوئی نہیں رہتا بلکہ جب چاہیں اوپر چلے جاتے ہیں اور پھر نیچے واپس آ جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهُ۔ "یعنی جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔" کیونکہ ایسے مقربانِ بارگاہِ قدس حق تعالیٰ کے عاشق بھی ہوتے ہیں اور معشوق بھی، محب بھی ہوتے ہیں اور محبوب بھی۔

حجاب کی اقسام:- حجاب تین قسم کے ہیں۔

اول:- حجابِ ظلمانی، جو گناہوں کی تاریکی سے بندہ اور خدا کے درمیان

حائل ہوتا ہے۔

دوم:- حجابِ نورانی، یہ کشف و کرامات کا حجاب ہے جس سے ترقی بند ہو جاتی ہے۔

سوم:- حجابِ کیفی، جب سالک کے دل میں مقامِ قرب میں جا کر لذتِ محسوس ہوتی ہے تو بعض اوقات وہ لذت کی خاطر یہ کام کرتا ہے بس نیت میں ذرا سا غبار پیدا ہوا اور ادھر تیور بدل گئے تو کشف بھی حجاب بن جاتا ہے چنانچہ ایک سالک راہِ حق کو اپنے سفر کے دوران ان حجابات سے واسطہ پڑتا ہے جو کہ شیخِ کامل کی توجہ سے دور ہوتے ہیں۔ سلوک سارے کا سارا صدق و صفا کا راستہ ہے اسی لئے تو اس راہ کے مسافر کو صوفی کہتے ہیں جس کا ظاہر و باطن ہر آلائش سے پاک ہوتا ہے۔

مراتبِ وجود اور لطائفِ ستہ:-

حضرت خواجہ خدایا ربیہؒ کے باب میں مراتبِ وجود یعنی

- 1- احدیت 2- وحدت 3- وحدانیت
- 4- ارواح 5- عالمِ مثال 6- انسان یا عالمِ شہادت۔
- ان کو تنزلاتِ ستہ بھی کہتے ہیں بیان ہوئے ہیں۔ تخلیق کائنات کا عمل ان 6 مراحل میں طے ہوا جس طرح جسم میں حواسِ خمسہ پیدا فرمائے اسی طرح روح میں بھی 6 حواسِ باطنی جنہیں لطائفِ ستہ کہتے ہیں پیدا فرمائے ان لطائفِ ستہ یعنی نفس، قلب، روح، سر، خفی اور انہی کا باطنی

تعلق ان باطنی عوالم یعنی تزلّاتِ ستّہ سے بہت اہم ہے کیونکہ ان باطنی حواس کی مدد سے تزلّاتِ ستّہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے، سلوک الی اللہ کی گذشتہ تمام تفصیلات کو ذہن میں رکھیں اور ایک اہم نقطہ کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں وہ یہ کہ انسان کو انسان بننے تک کن کن مراحل سے گزرنا پڑا، یہ اس طرح:

1۔ احدیّت -- 2۔ وحدت -- 3۔ وحدانیّت -- 4۔ رُوح -- 5۔ عالم مثال -- 6۔ انسان

جس طرح انسان نے ترتیبِ نزولی کے لحاظ سے احدیّت سے انسان تک منازل طے کی ہیں بالکل اسی طرح اب انسان کو ترتیبِ عروجی کے لحاظ سے معرفتِ ذاتِ حق کیلئے عروجی سفر اختیار کرنا پڑیگا۔ انسان ---- مثالی صورت ----- روحانی صورت اور روحانی صورت سے اگلی منزل وحدانیّت پر پہنچنا ہوگا وحدانیّت سے وحدت کی طرف سفر کرنا ہوگا اور پھر وحدت سے احدیّت کے بحر بیکراں میں فناء ہو کر بقاء باللہ کا درجہ حاصل کرنا ہوگا۔ معرفت اس بات کا نام ہے کہ انسان اپنے تمام ترتعینات جو کہ انسان سے احدیّت اور احدیّت سے انسان تک وارد ہوئے ہیں ان سب کی جب تک سیر نہیں کریگا اور ان تعینات کو توڑے گا نہیں معرفتِ ذاتِ حق سے مستفیض نہیں ہو سکتا اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ کی ذات مقامِ احدیّت سے تنزل کر کے انسان تک پہنچ کر بندہ بن

جاتی ہے اور بندہ ترقی کر کے احدیت کے سمندر میں غرق ہو جاتا ہے تو پھر خدا بن جاتا ہے بالکل نہیں کیونکہ ان تمام تنزلاتِ ستّہ میں ہر مرتبہ وجود کی اپنی ایک حقیقت ہے جو کہ تبدیل نہیں ہو سکتی مگر انسان کے باطن کے اندر یہ تمام حقائق یعنی احدیت سے انسان تک کے تمام حقائق ودیعت ہیں معرفت کا مقصد بھی یہ ہے کہ ان حقائق کی حقیقت کو دیکھے اور پھر اقرار کرے کہ اصل ہستی اللہ ہی کی ہے مجھے تو صرف اپنے "ہونے" کا وہم سا ہو گیا ہے اس کائنات میں موجود صرف اللہ ہی کی ذات ہے چنانچہ اس عظیم حقیقت کے انکشاف کو معرفت کہتے ہیں اور سلوک الی اللہ کی منازل طے کرا کر انسان کو اس عظیم مقصد کے حصول کیلئے تیار کیا جاتا ہے اور پھر حصول مقصد کے بعد خلقِ خدا کی ہدایت پر مامور کر دیا جاتا ہے۔ معرفت کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ عارفین کے قلوب جو کہ معرفتِ الہی کی وجہ سے بیدار ہو جاتے ہیں وہ اس ظاہری موت سے مرتے نہیں وہ ہمیشہ قرب و حضوری ذاتِ حق والے ہو جاتے ہیں اور ان کے روحانی تصرفات ہمیشہ جاری رہتے ہیں اب جو بھی ان کے ساتھ تعلق پیدا کر لیتا ہے وہ بھی قرب و حضوری والا بندہ بن جاتا ہے اور یہ فیض ہمیشہ قائم دائم رہتا ہے لہذا یہ زندگی قیمتی ہے کی بندہ اس رازِ معرفت کو اسمیں حاصل کر لے ورنہ جو اللہ تعالیٰ کی معرفت سے اس جہان میں اندھا رہا وہ اُس جہان میں بھی اندھا رہیگا اور ہمیشہ حجاب میں رہیگا لہذا یہ چند سانس قیمتی

ہیں کسی شیخ کا مل کا دامن تھام لینا چاہیے تاکہ تخلیق کائنات و انسان کا مقصد سمجھ میں آ سکے۔

حضرت خواجہ محمد سیف الدین کا خانقاہی نظام کے بارے میں بیان:-

حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ نے اپنے دادا فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ کی قائم کردہ خانقاہ چشتیہ نظامیہ کے انتظام و انصرام کو احسن انداز میں آگے چلایا اور بے شمار خلق خدا کو سلوک الی اللہ کی منازل طے کروا کر مقصود حقیقی تک پہنچایا، ذیل میں حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کے اسلام کے خانقاہی نظام کے بارے میں فرمودات پیش کئے جاتے ہیں، تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کے میدان میں جس قدر کامیابی خانقاہی نظام کو حاصل ہوئی ہے کسی اور تبلیغی ادارہ کو نہیں ہوئی اس کی وجہ یہ ہے جہاں دیگر تبلیغی اداروں میں علاماتِ مرض کا علاج کیا جاتا رہا ہے خانقاہی نظام میں وجوہاتِ مرض کا کھوج لگا کر اس کو جڑوں سمیت باہر نکال پھینکا جاتا ہے خانقاہی نظام سے مراد اولیاء کرام اور مشائخ عظام کے وہ تعلیمی تبلیغی اور تربیتی مراکز ہیں جو عالم اسلام میں رسول خدا ﷺ کے زمانہ سے لیکر آج تک مختلف سلاسلِ طریقت کے اکابرین نے نسلاً بعد نسل ہر ملک میں نہیں بلکہ ہر علاقہ، ہر صوبہ، ہر گاؤں اور ہر شہر میں قائم کئے جن کی تعداد جال کی طرح ہمیشہ پھیلتی اور بڑھتی رہی ہے اب

بھی بڑھ رہی ہے اور ہمیشہ بڑھتی رہیگی۔

حضور ﷺ کے تمام صحابہ کرام نے کسی نہ کسی حیثیت سے تبلیغ اسلام میں حصہ لیا لیکن چونکہ ہمارے ریکارڈ پر اس وقت صرف حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ سے منسوب سلاسل طریقت نظر آ رہے ہیں یا پھر ائمہ اہل بیت کی طرف سے جتنے سلاسل طریقت وجود میں آئے اگر ایک ایک صحابی کے کم از کم چار خلفاء اور پھر ان خلفاء میں سے ہر ایک کے چار خلفاء اور پھر ان خلفاء میں سے پھر ہر ایک کے کم از کم چار خلفاء کا حساب لگایا جائے تو 14 سو سالہ اسلامی تاریخ میں مشائخ اسلام کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے لیکن حقیقت کی رو سے یہ چار خلفاء کی شرح بہت کم لگائی گئی ہے بعض مشائخ کے خلفاء کی تعداد تو سینکڑوں اور ہزاروں تک پہنچ گئی ہے اور پھر ان سینکڑوں ہزاروں نے اپنے اپنے مقام پر تبلیغی اور تربیتی مراکز قائم کئے جو خانقاہ کے نام سے موسوم ہوئے، اسی طرح خانقاہوں اور مبلغین اسلام کی تعداد بڑھتی گئی جس کی بدولت اسلام بہت ہی قلیل مدت میں دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گیا اور لاکھوں کروڑوں کفار مشرف بہ اسلام ہوئے۔

خانقاہی نظام کی حقیقت اور اہمیت :-

خانقاہی نظام کی یہ حیرت انگیز اور عظیم المثال ترقی کس وجہ سے ہوئی! اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس طریقہ تبلیغ میں عام تبلیغی اداروں کی

طرح صرف مجالسِ پند و نصیحت اور وعظ و تقاریر سے کام نہیں لیا جاتا بلکہ ایک اعلیٰ ہوٹل (قیام گاہ) یا فنی تربیت گاہ کی طرح طالبین کو کئی سال پاس رکھ کر مشائخِ عظام نے نہ صرف ظاہری علوم پڑھانے میں مصروف رکھا بلکہ ان کے کردار کی تربیت کی ذمہ داری بھی سنبھالی اور اوراد، اذکار، مشاغل، مراقبات، عبادات، ریاضات اور مجاہدات کی چکی میں ڈال کر ان کا اس قدر تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب و باطن کرایا کہ مسِ خام کو کندن بنا دیا اور نفس کی تمام آلائشوں سے پاک و صاف ہو کر ایسے مردانِ خدا وجود میں آئے کہ ان پر ملائکہ بھی رشک کھائیں۔ حضور ﷺ نے اسلامی جہاد کو جہادِ اصغر یعنی چھوٹا جہاد قرار دیا ہے جب ایک لڑائی سے واپس آئے تو صحابہ کرام سے فرمایا کہ رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ۔ (الاحیاء ج سوم ص 4)۔ "یعنی آج ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آئے ہیں۔" جب صحابہ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ بڑا جہاد کیا ہے تو فرمایا کہ "جہاد بالذات" یعنی اپنے نفس کیساتھ جہاد۔ اس سے ظاہر ہے کہ نفس کے شر اور اسکے خصائلِ رذیلہ مثل تکبر، غرور، غصہ، عداوت، عناد، حرص، لالچ، حیوانیت، درندگی، بے ایمانی، مکر و فریب جیسے بہیمانہ خصائل کا قلع قمع کرنے کیلئے جہاد بالسیف کو بھی (جس میں صحابہ کرام کو سر کٹوانے پڑے) جہاد بالذات کے مقابلہ میں چھوٹا جہاد کہا گیا ہے۔

غرضیکہ خانقاہی نظام نے ایسے مرد مجاہد پیدا کئے ہیں کہ جو صدق و خلوص کا پیکر، حرص و ہوا سے پاک نفسانی خواہشات سے مبرا، طمع و لالچ سے مُصَفّی اور ایثار و قربانی کا نمونہ تھے یہ کس کا کمال ہے دراصل یہ ان مشائخ عظام اور اولیاء کرام کا کمال ہے جو ان تربیتی مراکز کو چلا رہے تھے اور دن رات کی محنت سے جانوروں کو انسان اور انسانوں کو بہترین انسانوں اور فرشتوں میں مُبدل کر رہے تھے۔

خانقاہی نظام کے بنیادی امتیازات:-

خانقاہی نظام کی وہ خصوصیات جو کہ دیگر تبلیغی اداروں سے اسے ممتاز کرتی ہیں ان کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے:-

بیعت:- سلاسل طریقت اور خانقاہی نظام تبلیغ میں بیعت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اگر بیعت فرض نہیں تو یہ سنت ہے تاہم اسے فرض جیسی حیثیت حاصل ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: **إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ** (الفتح: 10) "جو لوگ اے پیغمبر! آپ ﷺ کے ساتھ بیعت کرتے ہیں وہ خدا کے ساتھ بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے (آپ ﷺ کے ہاتھ کی صورت میں)۔" قرآن پاک میں بیعت کو کس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا گویا خدا کے ہاتھ پر بیعت کر رہا ہے بیعت کے معنی بیچنے کے ہیں یعنی

اسلام کیلئے اپنی جانیں وقف کر دینا جیسا کہ قرآن پاک میں آیا ہے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ
لَّهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ: 111) "تحقیق خرید لی اللہ نے مسلمانوں سے
جانیں ان کی اور مال ان کے اور اسکے بدلہ میں ان کیلئے جنت ہے۔" اس
آیت کریمہ سے بھی بیعت کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے بیعت سنت ہے اور
حضور ﷺ کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک متواتر اور متواتر چلی
آ رہی ہے۔

اقسامِ بیعت:- بیعت کی کئی اقسام ہیں، بیعتِ اسلام، بیعتِ
خلافت، بیعتِ ہجرت، بیعتِ جہاد، بیعتِ تقویٰ، بیعتِ تمسک باللہ،
بیعتِ زیادتی شوقِ عبادت، بیعتِ تصوف و طریقت وغیرہ اور وہ امور جو
تزکیہٴ نفس اور تصفیہٴ قلب و باطن سے تعلق رکھتے ہیں اور تقرب الی اللہ کا
ذریعہ بنتے ہیں وہ بیعتِ طریقت میں شامل ہیں جس کا ہمیشہ سے رواج چلا
آ رہا ہے لیکن جب سلاطین بنی امیہ اور بنی عباس کے زمانے میں لوگ
اکابرینِ اسلام کے ہاتھوں پر بیعتِ طریقت کرتے تھے تو سلاطین ان
سے حسد کرتے ہوئے اکابرین کو طرح طرح کی تکالیف پہنچانے لگے لہذا
طریقت کا کام خفیہ ہونے لگا۔

ضرورتِ شیخ:- خانقاہی نظام میں شیخِ کامل یعنی پیرِ کامل کا ہونا
لازمی ہے اسکے بغیر سلوک الی اللہ کا کورس تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ فرق

روحانیت میں غیر محسوس اور غیر مشہود حقائق سے سابقہ پڑتا ہے جہاں منزل مقصود یعنی ذاتِ حق بھی مخفی ہے انسان کی اپنی روح بھی مخفی ہے، دوزخ، بہشت، ملائک، نفس و شیطان جن سے راہِ حقیقت میں سابقہ پڑتا ہے وہ بھی غیر مشہود، غیر محسوس اور مخفی ہیں لہذا راہِ حقیقت کے متلاشیوں کیلئے ہادی، استاد، اور راہبر کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے۔

تجدیدِ بیعت :-

مندرجہ ذیل صورتوں میں تجدیدِ بیعت ہو سکتی ہے :-

- 1- شیخ کا وصال ہو گیا ہو اور مرید کا سلوک مکمل نہ ہوا ہو اور مرید میں یہ قابلیت بھی پیدا نہیں ہوئی کہ شیخ کے مزار پر حاضر ہو کر بقیہ سلوک طے کر سکے، اس کیلئے تجدیدِ بیعت نہ صرف جائز بلکہ فرض ہے۔
- 2- شیخ لاپتہ ہو گیا ہو اور تلاش کے باوجود نہ مل سکے۔
- 3- بیعت کے بعد اگر معلوم ہو جائے کہ جن کے ہاتھ بیعت کی تھی وہ صاحبِ نسبت نہیں یا جو شرائط شیخ میں ہونا ضروری ہیں وہ ان میں نہیں یا وہ صحیح طور پر مجاز نہیں یا مجاز ہے تو ناقص ہے تو مرید کو فسخِ بیعت کا حق حاصل ہے۔

- 4- جب شیخ کی جانب سے کسی مرید کے ساتھ مسلسل اور متواتر بے التفاتی برتی جائے اور مرید کی تربیت معنوی نہ ہوتی ہو تو وہ دوسرے شیخ کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور دوسرے شیخ کیلئے جائز ہے کہ اسے بیعت کر

کے اسکی تربیت کی جانب متوجہ ہو۔

5۔ اگر بچپن اور بے سمجھی کے زمانہ میں اپنے والدین کے حکم سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو یہ بیعت تبرک کہلاتی ہے بالغ ہونے اور سمجھ پیدا ہونے پر اگر وہ شخص سلوک طے کرنے کی غرض سے کسی دوسرے بزرگ کی طرف اپنے آپ کو مائل پاتا ہے تو اسے اختیار ہے کہ بیعت کرے۔

بیعتِ صحبت :-

خانقاہ کا مطلب ہے "عبادت کا گھر" خانقاہ بھی سراسر اطاعتِ الہی اور اتباعِ رسول ﷺ کا مرکز ہوتی ہے جس میں سالکین کو ذاتِ حق تک پہنچنے کا کورس مکمل کروایا جاتا ہے اور ایک خاص روحانی ماحول میں رکھا جاتا ہے لہذا اس خانقاہی نظام کی ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ مُرشدِ کامل کا وصال ہو جاتا ہے تو مرشد کے بعد مرشد کے تمام خلفاء اپنے میں سے خلیفہٗ اعظم کی بیعت کر لیتے ہیں جسے بیعتِ صحبت کہتے ہیں، ویسے بیعتِ صحبت کوئی بھی سالک راہِ حق اپنے شیخ کے علاوہ کسی اور شیخِ کامل کی بھی کر سکتا ہے مگر اسکا اصلی شیخ وہی ہوتا ہے جسکا وہ دستِ بیعت ہوتا ہے طریقت میں مختلف اولیاء اللہ کی صحبت میں رہ کر جو باطنی فیوضات حاصل کئے جاتے ہیں سب بیعتِ صحبت کے زمرے میں آتے ہیں بیعتِ صحبت کے ذریعہ جن سالکین کا سلوک ابھی مکمل نہیں ہوا ہوتا ہے اُسے مرشدِ کامل کے بعد اسکا خلیفہٗ اعظم طے کرواتا ہے اور جن کا سلوک مکمل ہو چکا

ہوتا ہے ان کے درجات میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

آدابِ مریدی:-

تصوف میں ادب کی بہت اہمیت ہے اس راہ میں سارا کام ادب سے ہوتا ہے التَّصَوُّفُ كُؤْلُهُ اَدَبٌ یعنی تصوف ادب واحترام کا نام ہے شیخِ کامل چونکہ ذاتِ حق کے اسمِ ہادی کا مظہر ہوتا ہے اسلئے شیخ کے ساتھ ہر صورت میں ادب ملحوظ رکھے، آدابِ مریدی کی فہرست طویل ہے جس کیلئے کتابِ آدابِ المریدین مصنفہ حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز کی طرف رجوع کیا جائے چند ضروری آداب کا ذکر کیا جاتا ہے:-

- 1- شیخ کا ادب واحترام ہر حال میں فرض ہے۔
- 2- شیخ کے ذاتی اور اسکی خانقاہ کے متفرق امور کی انجام دہی کیلئے مختلف خدمات کو اپنا شعار بنالیا جائے۔
- 3- شیخ کے سامنے یا عدم موجودگی میں اپنے خیالاتِ قلبی کی نگرانی کی جائے یعنی فاسد خیالات سے پرہیز کیا جائے۔
- 4- اپنے شیخ کو تمام دوسرے شیوخ سے زیادہ فیض کا منبع ومصدر سمجھے مگر نیاز مندی ہر ایک کے ساتھ کرے۔
- 5- شیخ کے اہل وعیال کے علاوہ اسکے پورے خاندان کا ادب واحترام بھی کرے۔

- 6۔ سالک کو راہ سلوک میں دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ راہ بہت کٹھن ہے اور اس راہ میں ناکامی اور نامرادی عین مراد ہے اپنے پیر سے بدظن نہ ہو اور باہمت اور پُر عزم رہے۔
 - 7۔ اطاعتِ شیخ ضروری و لازمی ہے۔
 - 8۔ مرشد کریم کی طرف سے جو اوراد و وظائف ذمہ لگیں ان کی پابندی از حد لازمی ہے۔
 - 9۔ مرید اپنے تعین کو اپنے شیخ کریم کے تعین میں گم کر دے اور فنا فی الشیخ ہو جائے یعنی اپنے پیر کی صفات کا مظہر کامل بن جائے۔
- زیارتِ قبور:-

سلاسلِ طریقت اور خانقاہی نظام میں زیارتِ قبور کو بھی کافی اہمیت حاصل ہے، لیکن آج کل زیارتِ قبور ایک اختلافی مسئلہ بن چکا ہے حالانکہ متعدد احادیث مبارکہ میں زیارتِ قبور کی تاکید آئی ہے سب سے پہلے تو وہ احادیث ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اپنی قبر مبارک کی زیارت کی تاکید ان الفاظ میں فرمائی ہے "کہ جس نے حج کے وقت میری قبر کی زیارت کی میری شفاعت اس پر واجب ہو جاتی ہے۔" ایک اور حدیث میں فرمایا "کہ جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی اس نے میرے ساتھ بدسلوکی کی۔" بعض احادیث میں قبر کا لفظ نہیں آیا بلکہ یہ فرمایا ہے جس نے میری زیارت کی تو اس پر میری شفاعت واجب ہو گئی، جن

احادیث میں قبر کا لفظ نہیں ہے اور "میری زیارت" کا لفظ ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ جو کہ حیاۃ النبی ہیں جو شخص بھی وہاں جاتا ہے اگر آنکھیں رکھتا ہے تو زیارت سے مشرف ہوتا ہے اور اگر وہ باطنی بصیرت سے محروم ہے پھر بھی حضور نبی کریم ﷺ کے فیوضات و برکات سے مستفیض ہوتا ہے۔

حیاۃ النبی ﷺ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس پر کسی فرقہ کو اختلاف نہیں ہے اس بات پر تمام فرقوں کا اتفاق ہے کہ روضہ اقدس پر جو کوئی حضور ﷺ پر درود و سلام کہے تو آپ سر کا جھکنا سنتے ہیں اگر درود راز ملکوں سے درود و سلام کہے تو فرشتے یہ سلام حضور ﷺ تک پہنچا دیتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے جو شخص روضہ اقدس پر حاضر ہو کر درود و سلام پیش کرتا ہے تو باطنی طور پر وہ حضور ﷺ کی صحبت سے مشرف ہو جاتا ہے اور سلام کا جواب بھی حاصل کرتا ہے کیونکہ سلام کا جواب دینا فرض ہوتا ہے ان احادیث کے علاوہ بے شمار ایسی احادیث بھی موجود ہیں جن میں آنحضرت ﷺ نے خاص طور پر جمعہ کے دن قبرستان جانے اور زیارت قبور کی تاکید فرمائی ہے اس کے ساتھ آداب زیارت بھی بیان فرمائے ہیں جو یہ ہیں:-

قبروں پر جا کر السَّلَامُ عَلَیْکُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ کہو جس کا جواب اہل قبور دیتے ہیں لیکن احادیث میں یہ آیا ہے کہ یہ جواب سوائے

جن اور انسان کے ہر چیز سن سکتی ہے حضرت امام ابن تیمیہؒ کے معروف شاگرد حضرت حافظ ابن قیمؒ نے " کتاب الروح " میں زیارت قبور اور اہل قبور کے جوابات پر متعدد احادیث نقل کی ہیں اسمیں یہ بھی احادیث کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب کسی شخص کی حالت خراب ہوتی ہے تو اسکے والدین کو قبر میں معلوم ہو جاتا ہے اور وہ اس سے غمزدہ ہوتے ہیں اور جب کسی کی حالت اچھی ہوتی ہے تو والدین خوش ہوتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ عام اصحاب قبور بھی زندہ ہیں اگر مردہ ہوتے تو سلام و جواب کیسے ہوتا اور ان کو اچھی یا بُری حالت کا علم کیسے ہوتا، کتاب مذکور میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مردہ والدین یا عزیز واقارب کے لئے دُعا کرتا ہے تو وہ بھی اس کیلئے دُعا کرتے ہیں علاوہ ازیں احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خود حضور ﷺ ہر سال شہدائے اُحد کی قبور کی زیارت کیلئے صحابہ سمیت تشریف لے جایا کرتے تھے اور اسی دن تشریف لے جاتے تھے جس دن غزوہ احد واقع ہوا تھا اور وہاں جا کر آپ ﷺ ان کے فضائل بیان کرنے کیلئے تقریر کرتے تھے، صحابہ کا مجمع ہوتا تھا سب حضرات صحابہ آپ سر کا ﷺ کا وعظ سنتے تھے اس سے وصال کے دن مزارات پر جانے کا ثبوت بھی ملتا ہے اور عرس کا بھی۔

مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے: نَمْ كَنُومَةِ الْعُرُوسِ "یعنی سُو جا عروس کی مانند" اور لفظ عرس اس حدیث پاک سے ماخوذ ہے اس

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب خدا کا دوست وصال پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکو حکم ہوتا ہے کہ اب دوہن کی نیند سو جا، عروس سے لفظ عرس نکلا ہے جو حضرات زیارت قبور کو ناجائز قرار دیتے ہیں وہ اس حدیث کا حوالہ دیتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: لَا تَشُدُّ الرَّحَالَ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ - "یعنی تین مساجد کے سوا کسی سفر کیلئے اونٹ پر کجاوے مت کسو۔" حالانکہ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ سوائے تین مساجد یعنی کعبۃ اللہ، مسجد نبوی ﷺ اور مسجد اقصیٰ کے سوا کوئی سفر ہی اختیار نہ کرو اگر یہی معنی ہیں تو پھر ہر سفر حرام ہوتا خواہ تحصیل علم کا سفر ہو، تجارت کا سفر ہو، والدین کو ملنے جانا ہو، بزرگوں کو ملنے کا سفر ہو وغیرہ وغیرہ، اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ صرف ان تین مساجد میں نماز پڑھنے کا ثواب باقی مساجد سے زیادہ ملتا ہے یعنی کعبہ شریف یعنی مسجد الحرام میں ایک رکعت پڑھنے سے ایک لاکھ رکعت کا ثواب ملتا ہے، مسجد نبوی ﷺ میں ایک رکعت کے عوض 50 ہزار رکعت کا اور مسجد اقصیٰ میں 25 ہزار رکعت کا ثواب ملتا ہے دنیا کی باقی کسی مسجد میں یہ خصوصیت نہیں ہے علماء و مشائخ کی قبور بھی منع فیوض و برکات ہیں کیونکہ وہ بھی حضور ﷺ کے خلفاء اور ورثاء میں سے ہیں اسلئے حضور ﷺ کے تمام ظاہری باطنی کمالات کا کسی حد تک حسب استعداد ان نفوس قدسیہ میں ہونا ضروری ہے۔

خانقاہی نظام کی متفرق رسومات :-

قبروں پر جا کر منت ماننا، مزارات پر غلاف چڑھانا، فاتحہ دینا،
 قوالی سننا، عرس منانا، روضہ تعمیر کرنا، اپنے مشائخ کی قدم بوسی کرنا، ہاتھ
 چومنا، قبروں کا بوسہ لینا، مشائخ کی خدمت میں نذر و نیاز پیش کرنا،
 شفاعت، ایصالِ ثواب، توسل، اصحابِ قبور سے مدد مانگنا، ختم شریف
 پڑھکر اُسکا ثواب بخشنا، ختم شریف کے ساتھ طعام کا ثواب بھی پہنچانا،
 ظاہری و باطنی امراض سے چھٹکارا کیلئے تعویذ دینا، وغیرہ وغیرہ یہ ایسے
 امور ہیں جو علمائے کرام کے نزدیک اختلافی مسائل کی حیثیت رکھتے ہیں،
 اس قسم کے اختلافات فروعی کہلاتے ہیں نہ کہ اصولی اور فروعی اختلافات
 میں علماء کرام کا فتویٰ یہ ہے کہ جس مسلک کو اختیار کیا جائے جائز ہے
 کیونکہ تمام فرقوں کے علماء قرآن و حدیث سے سند لیتے ہیں اور قرآن و
 حدیث میں اتنی لچک موجود ہے کہ جس سے مختلف طبائع اور رجحانات کی
 تسلی ہو سکے، نیز اس بات پر بھی علمائے اُمت کا اتفاق ہے کہ فروعی
 اختلاف میں اگر علماء کا کوئی گروہ غلطی پر ہو تو وہ اجتہادی غلطی کہلاتی ہے
 جس پر کوئی گرفت نہیں ہے۔ اب چونکہ صوفیاء کرام جن میں اکثر و بیشتر علم
 شریعت میں ماہرین کی حیثیت رکھتے ہیں اور مذکورہ تمام امور کو جائز قرار
 دیتے ہیں اور اس کی سند بھی قرآن و حدیث سے لیتے ہیں اس لئے عوام
 کیلئے ان حضرات کے فتویٰ پر عمل کرنا جائز ہے۔

مزارات کا بوسہ لینا سجدہ تعظیمی نہیں:-

خانقاہی نظام میں غیر معمولی ادب و احترام بنیادی شرط ہے سلوک الی اللہ کیلئے، اور سالکین اس نظام کے تحت اپنے مرشد سے منسوب ہر چیز کا از حد احترام کرتے ہیں لہذا اپنے شیخِ کامل کے ہاتھ پاؤں چومنا یا مزارات کو چومنا سجدہ تعظیمی کے ذیل میں نہیں آتا اور نہ ہی یہ رسومات سجدہ سمجھ کر ادا کی جاتی ہیں، شرعی سجدہ میں نیت کے علاوہ آٹھ اعضاء کا زمین پر لگنا ضروری ہے صحابہ کرامؓ کا معمول تھا کہ وہ حضور ﷺ کی محفل میں جب تشریف لاتے تھے تو حضور ﷺ کے ہاتھ پاؤں چومتے تھے اگر یہ غلط ہوتا تو حضور ﷺ منع فرمادیتے لہذا یہ تمام امور جائز ہیں۔

یہ تھا خانقاہی نظام کا ایک اجمالی نقشہ اور جہاں تک اسکی برکات و اثرات اور باطنی فیوض کا تعلق ہے تو وہ اس نظام میں رہ کر سلوک کی منازل طے کرنے سے نصیب ہوتے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کی دوسری شادی:-

حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کی دوسری شادی مراد آباد، ضلع مظفر گڑھ میں ہوئی تھی اس میں سے دو فرزند ارجمند جمال الاولیاء حضرت خواجہ محمد اجملؒ اور سراج الصالحین حضرت خواجہ محمد صالحؒ معرض وجود میں آئے، یہ دونوں ہستیاں اپنے وقت کی نہ صرف کامل ہستیاں تھیں بلکہ کامل گر بھی تھیں۔

وصال اور عرس مبارک :-

حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کا وصال مبارک 18 ذی الحجہ 1324 ہجری میں ہوا، آپ سرکارؒ کا مزار اقدس (چھوٹا روضہ مبارک) دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف میں زیارت گاہ خلّاق ہے ہر سال آپؒ کا عرس انتہائی سادہ طریقہ سے 18 ذی الحجہ کو منایا جاتا ہے جس میں زیادہ تر خواص حضرات ہی شرکت کرتے ہیں۔ موضع جائی جو کہ خانپور قاضیاں شریف سے ملحق ہے وہاں کی جائی قوم کے اکابرین جو کہ آپؒ کے خلفاء میں سے تھے آپؒ کا روضہ تعمیر کرایا تھا حدیث شریف میں ہے: قَبْرُ الْمُؤْمِنِ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ۔ "مومن کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔" یہ روضہ کا لفظ اس حدیث شریف سے نکلا ہے اور واقعی آپ سرکارؒ کا روضہ مبارک بھی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے جسکی کیفیت کا ادراک وہاں جا کر ہی ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کا عرس منانا برائے فراخی رزق اور قضائے حاجات :-

سلطان العارفین حضرت خواجہ حافظ محمد نظام بخشؒ کا فرمان ہے: کہ جو اپنے رزق ظاہری و رزق باطنی میں اضافہ چاہے اور کسی بڑی سے بڑی مصیبت یا مشکل میں پھنس جائے تو حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ فرد

حقیقت کا عرس پاک ذیل کے طریقہ پر کرے تو ظاہری باطنی فیوضات سے مستفیض ہوگا اور کام بھی ہو جائیگا۔

- 1۔ ایک عدد بڑا دیسی مرغی 2۔ دیسی گھی سو اکلوا 3۔ شکر سو اکلوا
- 4۔ وہی سو اکلوا 5۔ دیسی گھی کے 14 عدد پراٹھے، دیسی مرغی دیسی گھی میں پکا کر 7 نیک صالح آدمی ایک کمرے میں بیٹھ کر اکٹھے 14 پراٹھوں کے ساتھ کھائیں اور ہڈیاں وہیں کمرے میں دفن کر دیں مگر کھانے سے پہلے سلطان المشائخ فرد حقیقت حضرت خواجہ محمد سیف الدین کے نام کا ختم شریف پڑھکر ان کی نیاز بخشا جائے۔

باب نمبر 6

قلندرِ زمان، قلندرِ دوران حضرت خواجہ محمد رحیم بخشؒ

(1257 ہجری تا 1336 ہجری --- 79 سال --- 1836ء تا 1915ء)

آن قلندرِ زمان، قلندرِ دوران، امامِ زمان، امامِ کاملان، امامِ العارفین، امامُ الصّادقین، امامِ اہلِ صحو و سکر، صاحبِ تلوین و تمکین، صاحبِ تیغِ برہنہ، مرشدِ کامل، حاملِ اسرارِ الہیہ، واقفِ سرِّ احدیّت، مظہرِ جلالِ خدایار، عارفِ کامل، محرمِ رازِ اسرارِ خفی و جلی، رہنمائے اربابِ حقیقت، سرخیلِ قافلہٗ عشق، مُستغرقِ فی بحرِ الشہود، مقتدائے اہلِ طریقت، سرانجِ الاولیاء حضرت خواجہ محمد رحیم بخشؒ فردِ حقیقت، سُلطانُ المشائخ حضرت خواجہ محمد سیف الدّینؒ کے فرزندِ اول ہیں اور خواجہ خدایار خاتمِ ولایت کے پوتے ہیں، خاندانِ خواجہ خدایارؒ کے سجادہ نشین دوم ہیں، آپ سرکارِ قلندرانہ مشرب رکھتے تھے اور ظاہری رسوم و قیود سے آزاد رہتے تھے، آپؒ گفتار میں تیغِ برہنہ تھے جو منہ سے نکلتا تھا وہ فوراً پورا ہو جاتا تھا، آپؒ جلالی تجلیاتِ الہی کے مظہرِ کامل تھے اور کسی کو آپؒ کے سامنے سرتابی کی جرأت نہیں ہوتی تھی بصورتِ دیگر وہ جل کر راکھ ہو جاتا تھا۔ آپؒ کی تاریخِ ولادت تقریباً ۱۲۵۷ ہجری ہے آپ سرکارؒ نے تین شادیاں کی تھیں پہلی شادی حضرت خواجہ کلیم اللہؒ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی اُن میں سے حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ پیدا ہوئے جبکہ دوسری شادی حضرت سرداراں بی

بی سے جو قوم بھلے سے تعلق رکھتی تھیں سے ہوئی جو کہ خانپور قاضیاں شریف میں رہائش پذیر تھے ان میں سے دو فرزند حضرت خواجہ حاجی محمدؒ اور حضرت خواجہ خیر محمدؒ اور ایک لڑکی حضرت عطا الہی بی بیؒ پیدا ہوئے جبکہ تیسری شادی قوم جائی موضع جائی والا میں ہوئی ان سے کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی، حضرت عطاء الہی بی بیؒ کا نکاح حضرت خواجہ مولوی محمد غوثؒ سے ہوا جو کہ حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کے نبیرہ تھے اور حضرت علامہ خواجہ غلام محمدؒ کے بے مثال فرزند ارجمند تھے، طریقت میں حضرت خواجہ محمد غوثؒ کے نکات بہت ہی لطیف ہیں۔

خواجہ رحیم بخشؒ کی کرامات :-

قلند ر زمان حضرت خواجہ رحیم بخش سرکارؒ کی کرامات بے شمار ہیں جن کو احاطہ تحریر میں لانے کیلئے کئی کتابیں لکھنا پڑیں گی کیونکہ آپؒ ہر وقت عالم سکر یعنی حالت استغراق میں رہتے تھے جو شخص دُعا کیلئے درخواست کرتا اسے ڈانٹ ڈپٹ کرتے تو اس کا کام فوراً ہو جاتا جسے کچھ نہ کہتے تو وہ بے چارہ مایوس ہو جاتا کہ حضرت نے مجھ پر کرم نوازی نہیں فرمائی آپؒ کی کرامات اسلئے بھی ناقابل بیان ہیں کہ صبح سے شام تک ساری زندگی ہی آپ سرکارؒ سے کرامات کا ظہور ہوتا رہا آپؒ کی وصال سے 3 سال قبل کی ایک کرامت بہت مشہور زمانہ ہے واقعہ یوں ہے کہ حضرت خواجہ خدایارؒ کے خلیفہ حضرت خواجہ نور فقیرؒ لٹ شریف والے اچانک ایک

بارخانپور قاضیاں شریف پہنچ گئے اور اندر زنان خانہ میں اطلاع بھجوا دی کہ حضرت خواجہ رحیم بخشؒ کی حیاتِ ظاہری کا آج آخری دن ہے کل وہ وصال فرما جائینگے گھر میں کافی پریشانی پیدا ہوئی اس دوران حضرت خواجہ رحیم بخشؒ سندھ کا تبلیغی دورہ ختم کر کے واپس گھر تشریف لے آئے تو آکر بیبیوں کو مغموم حالت میں دیکھا تو انہوں نے سارا ماجرا بیان کر دیا حضرت خواجہ رحیم بخشؒ جلال میں آگئے اور فرمایا کہ ہم اپنے رازِ حیات سے کسی کو واقف ہونے کی اجازت نہیں دے سکتے اور اسے کیونکر یہ پتہ چل گیا اچھا فقیر کا واقعی آج آخری دن تھا مگر اللہ تعالیٰ فقیروں کو آخرِ حیات میں اجازت دیتا ہے کہ چاہیں تو مزید دنیا میں لوگوں کی ہدایت کیلئے رہ جائیں، ہم اب 3 سال زندہ رہینگے اور کل نہیں وصال فرمائینگے اور پھر زمانہ نے دیکھا ٹھیک 3 سال بعد اُسی ساعت میں وصال فرمایا کیونکہ آپؒ کے خلفاء نے 3 سال کا حساب لگا کر مقررہ ساعت کا تعین کر دیا تھا۔

سرخیل قافلہٗ عشق و سالارِ سلسلہ قلندرِ یہ و گروہِ ملامتیہ :-

آپؒ اپنے زمانہ کے بے مثل و بے مثال کامل دُرُوش فقیر تھے اور اپنے زمانہ کے تمام قلندرانہ مشرب رکھنے والے اولیاءِ کرام کے رہنما و رہبر تھے آپؒ سرکارؒ اپنے زمانہ کے قلندرِ زمان تھے بلکہ تاحال خواجہ خدایارؒ کے خاندان میں قلندری سلسلہ آپؒ سے چل رہا ہے آپؒ اپنے وقت میں مقتداۓ اہل طریقت تھے اور ایک زمانہ آپؒ کی تقلید کرتا تھا آپؒ سرکارؒ

سلسلہ ملامتیہ یا گروہ ملامتیہ کے بھی سلطان تھے اور ان کیلئے بھی روشنی کا مینار تھے، نورِ فقر کا ایک ایسا مینار تھے جسکی روشنی میں ملامتیہ گروہ کے اولیاء کرام بھی اپنی منازلِ عشق کا تعین کرتے تھے اور آپؑ اپنی ذراسی باطنی توجہ سے سالکین کو منزلِ مقصود تک پہنچا دیتے تھے۔

حضرت خواجہ رحیم بخشؒ کا علم لدنی:-

حضرت خواجہ محمد رحیم بخشؒ بظاہر اُمّی تھے آپؑ چونکہ مادر زاد ولی اللہ تھے اور بچپن سے ہی استغراقی کیفیات میں رہتے تھے اور علم ظاہر کی طرف متوجہ کرانے کے باوجود اس طرف نظر التفات نہیں فرماتے تھے مگر چونکہ آپؑ کے خمیر میں فقر و درویشی اور عشق انتہا درجہ تک ودیعت کئے گئے تھے گو کہ آپ بظاہر اُمّی تھے مگر علم لدنی کے حامل تھے چونکہ جب بھی کسی نے کسی بھی صنفِ علم میں سے کوئی بھی مسئلہ پوچھا فوراً بتا دیا آپ سرکارؒ علم لدنی کے خزانوں سے مالا مال تھے۔

حضرت خواجہ رحیم بخشؒ کا مقام فناء الفناء:-

حضرت خواجہ رحیم بخشؒ سرکارِ ذی وقار کو فنائے تامہ حاصل تھی آپؑ فناء فی اللہ سے ترقی کر کے مقامِ فناء الفناء پر فائز ہو چکے تھے یعنی آپ سرکارؒ کی ذات بھی فناء ہو چکی تھی یہی وجہ تھی کہ آپ سرکارؒ پر کاملاً استغراق طاری رہتا تھا اور عالمِ سُکر میں رہتے تھے اور اس حال میں جس پر نظرِ کرم پڑی اسکو بھی فناء کی گھاٹی میں اتار دیا آپ سرکارؒ کا فرمانِ مبارک

ہے "فناء سے مراد بندہ کا اپنی بندگی کو دیکھنے سے فانی ہونا ہے اور بقاء سے مراد مشاہدہ حق کے ساتھ باقی رہنا ہے۔" مزید آپؐ فرماتے ہیں "میری فنا سے مراد فنائے فنا ہے اور اپنی فنا میں تجھ کو باقی دیکھا میں نے اپنا نام و نشان مٹا دیا اور مجھ سے پوچھا گیا کہ تو کون ہے میں نے کہا تو ہے۔"

حضرت خواجہ رحیم بخشؒ کے بیان کردہ اسرار و رموز:-

حضرت خواجہ رحیم بخشؒ کا مقام فناء الفناء تھا مگر عالم بقاء میں یعنی دوئی میں بھی واپس آتے تھے اور اس وقت بقاء باللہ کے مقام پر فائز ہوتے تھے اس مقام پر آپؐ کی زبان گوہر فشاں سے جو اسرار ربّانی ظاہر ہوتے تھے ان کا اجمالی تذکرہ کیا جاتا ہے:-

ملامت کا بیان:-

1۔ بعض مشائخ طریقت نے طریق ملامت کو اختیار کیا ہے اور ملامت خلوصِ محبت میں بہت موثر اور محبوب چیز ہے اسلئے اہل حقیقت ہمیشہ ملامتِ خلق کا نشانہ بنے رہتے ہیں خصوصاً بزرگانِ دین۔ نیز خود حضور ﷺ جو اہل طریقت کے امام اور عاشقانِ الہی کے پیشوا ہیں جب تک آپ ﷺ پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی سب کے نزدیک نیک نام اور بزرگ مانے جاتے تھے لیکن خلعت یعنی دوستی بصورتِ عہدہ نبوت کے ظاہر ہوتے ہی لوگوں نے زبان ملامت دراز کر دی اور کسی نے آپ ﷺ کو جادوگر کہا اور کسی نے مجنون کہا اور کسی نے کاذب کہا نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ

ذَٰلِكَ ارشاد باری تعالیٰ ہے مومنین کے بارے میں: وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ (مائدہ: 54)۔ "ملامت کرنے والوں کی ملامت سے خوف نہیں کھاتے" حق تعالیٰ کی سنت یوں جاری ہے کہ جو شخص حق تعالیٰ کا نام لیتا ہے لوگ اس کے مخالف ہو جاتے ہیں اور اسکو برا بھلا کہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اُن کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھتا ہے اور یہ اس کی غیرتِ دوستی کا تقاضا ہے کہ اپنے دوستوں کو لوگوں کی نظروں سے غیب رکھتا ہے تاکہ ان کے جمالِ حال پر کسی کی نظر نہ پڑے نیز حق تعالیٰ اپنے دوستوں کو خود اپنا جمالِ حال بھی نہیں دیکھنے دیتا تاکہ مغرور نہ ہو جائیں اور تکبر کی آفت میں مبتلا نہ ہو جائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ خلقت کو ان کے خلاف لگا دیتے ہیں تاکہ ان پر لوگ ملامت کی زبان دراز کریں۔

2۔ طریقت میں اس بے بڑا حجاب اور اس سے بڑی آفت اور کوئی نہیں کہ آدمی اپنی نیکی پر مغرور ہو جائے۔

3۔ ملامتِ خلق دوستانِ خدا کی غذا ہے اسلئے طریقِ ملامت اولیاء کرام کا مشرب رہا ہے اسلئے بعض اولیاء کرام کمالِ صدق و خلوص کی بناء پر عمداً ایسے کام کرتے ہیں جس سے خلق میں بدنام ہو جائیں اگرچہ بظاہر ان کے یہ کام خلافِ شرع نظر آتے ہیں درحقیقت وہ خلافِ شرع نہیں ہوتے۔

4۔ اقسامِ ملامت:- ملامت کی تین اقسام ہیں۔

- ۱۔ راہِ راست پر قائم رہنے کی وجہ سے ملامت کا نشانہ بننا۔
- ۲۔ قصداً یعنی جان بوجھ کر ملامت کا نشانہ بننا۔
- ۳۔ ترکِ شریعت کی وجہ سے بدنام ہونا۔

پہلی صورت یہ ہے کہ آدمی شریعت کے مطابق کام کئے جاتا ہے اور لوگوں کی مَدْح و ذَم کی پرواہ نہیں کرتا لیکن پھر لوگ اسے ملامت کرتے ہیں جبکہ قصداً ملامت طلب کرنیکی صورت یہ ہے جب کسی بزرگ کی خلقِ خدا میں بہت قدر و منزلت ہوتی ہے جس سے اس کے دل میں خود پسندی پیدا ہوتی ہے اسکا علاج وہ اس طرح کرتے ہیں کہ وہ ایسا کام کرتے ہیں جو شریعت کے خلاف نہ ہو لیکن لوگوں کو خلافِ شرع نظر آئے اس سے اُن کو اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ ملامت کی تیسری قسم یعنی ترکِ شریعت یہ ہے کہ کفر اور گمراہی میں ایک شخص مبتلا ہو جائے اور شریعت کے خلاف کام کرے لیکن لوگوں سے کہتا پھرے کہ میں نے طریقِ ملامتیہ اختیار کیا ہے ایسا شخص گمراہ ہوتا ہے۔

- 5۔ ملامت کا اختیار کرنا، سلامتی کا ترک کرنا ہے یعنی جس سلامتی کی طرف سارے جہاں کا منہ ہوتا ہے اہل ملامت اس کی طرف پیٹھ موڑ لیتے ہیں۔
- 6۔ ملامت کے اندر ایک راز ہے کیونکہ انسان کی طبیعت ایسی واقع

ہوئی ہے کہ جس قدر مقبول خلق ہوگا اتنا اللہ کی درگاہ سے بعید ہوگا جبکہ ملامت اسکے حال کی حفاظت کرتی ہے۔

7۔ درحقیقت ملامت کی محبت سے بہتر کوئی محبت نہیں اس وجہ سے دوست کی ملامت کا دوست کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور دوست کو رضائے دوست کے سوا کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی اور اغیار کی باتوں کا اس کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

تیغ برہنہ:-

حضرت خواجہ رحیم بخشؒ کے چند ارشادات بصورت تیغ برہنہ کے ہیں وہ یہ ہیں:-

1۔ تیغ برہنہ سے مراد نفس موزی کیلئے قتل کرنے والی تلوار ہے اور کفار کیلئے دارِ حرب ہے۔

ۛ تیغ رادردست گیرد تیغ گیر

قتل سازد نفس را فی اللہ فقیر

ترجمہ! تلوار چلانے والا ہاتھ میں تلوار رکھتا ہے اور فقیر فنا فی اللہ نفس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کرتا ہے۔

2۔ ولی اللہ اُسے کہتے ہیں جو چار تار کیوں سے نکلے:

۱۔ ظلماتِ خلق ۲۔ ظلماتِ دنیا

۳۔ ظلماتِ نفس ۴۔ ظلماتِ شیطان

اور چاروں نوروں میں آئے یعنی

- ۱۔ نُورِ علم ۲۔ نُورِ ذکر ۳۔ نُورِ الہام ۴۔ نُورِ معرفت
- 4۔ مرشدِ کامل طالب کو پہلے ہی روز تمام ظلماتِ حرص و ہوا سے نکال کر نورِ ذاتِ حق تک پہنچا دیتا ہے۔
- 5۔ فقرِ محمدی ﷺ معرفت سے زیادہ امن کی جگہ ہے اور اس مقام پر ذکر و فکر اور معرفت راہزن قرار پاتے ہیں۔
- 6۔ حدیث شریف ہے: لَوْ كَانَ الْجَنَّةُ نَصِيبُ الْمُشْتَاقِينَ بِدُونِ جَمَالِهِ وَأَوْيَلَاهُ وَلَوْ كَانَتِ النَّارُ نَصِيبُ الْمُشْتَاقِينَ مَعَ الْوَصَالِ جَمَالِهِ وَأَشْوَقَاهُ ترجمہ! "اگر عاشقین کے نصیب میں اس کے جمال کے بغیر بہشت ہو تو افسوس ہے اور اگر محبوب کے وصال سے دوزخ بھی نصیب ہو جائے تو یہ خوش قسمتی ہے۔"
- 7۔ حدیث پاک: لِسَانُ الْفُقَرَاءِ سَيْفُ الرَّحْمَنِ "یعنی فقیروں کی زبان اللہ تعالیٰ کی تلوار ہے۔" اور جو شخص قرآن و حدیث کے مطابق عمل نہیں کرتا وہ شیطان ہے۔
- 8۔ حدیث پاک کُلُّ إِنَاءٍ يَتْرَشُّحُ بِمَا فِيهِ "یعنی ہر ایک برتن سے وہی نکلتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔"
- 9۔ وحدت میں مستغرق شخص ہر وقت اسرار کو دیکھتا رہتا ہے اور مکمل طور پر اُسے انتہائے معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔

10- طالبِ ذاتِ حق کے تمام مطالب اور مقاصد موت سے حاصل ہو جاتے ہیں اور انبیاء و اولیاء کی مجلس کی محبت کے مشاہدہ کی معرفت بھی موت میں ہے دیدارِ الہی اور قرب و حضوری کی معراج بھی موت میں ہے یعنی جب تک طالب مُؤْتُوَا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوَا۔ "یعنی مرنے سے پہلے مر جاؤ" کے مراتب کو نہیں پہنچتا وہ محرمِ اسرار ہو ہی نہیں سکتا۔

10- حدیث شریف ہے: اِذْ تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ۔ "یعنی جب فقر اپنی انتہا یعنی فناء کے مقام پر پہنچتا ہے تو وہاں پھر اللہ ہی کی ذات باقی رہ جاتی ہے" یعنی بندہ صرف آلہء فعل ہوتا ہے اور فاعلِ حقیقی اللہ کی ذات ہوتی ہے بظاہر بندہ کام کرتا ہے مگر حقیقتاً اللہ کی ذات کام کرنے والی ہوتی ہے۔

11- حدیث شریف میں ہے کہ: الشَّيْخُ يُحْيِي وَيُمِيتُ یعنی يُحْيِي الْقَلْبُ وَيُمِيتُ النَّفْسُ "یعنی مرشد کامل وہ ہوتا ہے جو کہ سالک کے دل کو زندہ کرتا ہے اور انہیں انوارِ ذات بھر دیتا ہے جبکہ نفس کو قتل کر دیتا ہے مار دیتا ہے۔ بلکہ نفس کو نفسِ مطمئنہ کے مقام پر پہنچا دیتا ہے، اسلئے مرشدِ کامل کا ادب و احترام بے حد ضروری ہے بصورت دیگر پیرِ کامل راہِ حق کے مسافر کی حالت قبض کر لیتا ہے یعنی اسکے دل کو مردہ کر دیتا ہے اور اسکے نفسِ امّارہ کو زندہ کر کے اس پر مسلط کر دیتا ہے اور وہ ذلیل و خوار ہو جاتا ہے لہذا مرشد کی نگاہ کی اس ننگی تلوار یعنی تیغِ برہنہ سے

اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کا صرف یہی طریقہ ہے کہ مرشد کی کامل اتباع کی جائے کیونکہ مرشد کی اتباع ہی سے اطاعت الہی اور اتباع رسول ﷺ نصیب ہوتی ہے۔

12۔ کوئی عارف باللہ جاہل نہیں ہوتا اگرچہ اسے ظاہری علم تو زیادہ نہیں ہوتا مگر باطنی علم میں وہ کامل ہوتا ہے۔

13۔ فَقَرِّحْ نورا است ذات از ذات نور

کل مخلوقات شد روشن ز نور
ترجمہ! سچا فقیر خود ذاتی نور ہے اور اس ذاتی نور کے فیض سے
کل مخلوقات روشن اور ظہور پذیر ہوئیں۔

14۔ اَلْفَقْرُ فَخْرِي وَالْفَقْرُ مِنِّي (امام سخاوی "المقاصد" ص 745) "یعنی فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔" طریقت میں فقیر اللہ کی ذات کے طالب کو کہتے ہیں جو کہ ذات حق کے علاوہ اور کسی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور ہر دم ذات حق کے جلووں میں مستغرق رہتا ہے اور اہل جہاں پر ذات حق کے جمال و کمال کی صوفشائیاں کرتا رہتا ہے۔

حضرت خواجہ رحیم بخشؒ کا سلسلہ طریقت:-

قلندرِ زمان حضرت خواجہ محمد رحیم بخشؒ کی بیعت
حضرت خواجہ پیر خدایارؒ سے تھی اور خلافت بھی ان سے حاصل کی تھی آپ
سرکارؒ کا سلسلہ طریقت 37 واسطوں سے حضور پاک ﷺ تک جا پہنچتا

ہے اور 3 واسطوں سے محبوب اللہ سرکار حضرت خواجہ محمد خدا بخش خیر پوریؒ سے جاملتا ہے اور 4 واسطوں سے خواجہ خواجگان حضرت حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ تک ملتا ہے اور پانچ واسطوں سے حضور قبلہ عالم و عالمیان حضرت خواجہ نور محمد مہاروی قطب الاقطاب تک جا پہنچتا ہے حضور قبلہ عالم سرکارؒ بالاتفاق پوری کائنات کے قطب ارشاد اور غوث الاعظم تھے۔

مشہور زمانہ کرامات :-

1۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران ایک انگریز افسر جبری بھرتی کیلئے خانپور قاضیاں شریف بھی پہنچ گیا، علاقہ کے غریب لوگ آپؒ کی خدمت میں حاضر ہو گئے کہ انگریز افسر زبردستی سے بھرتی کر نیکا پروگرام بنا رہا ہے اس نے اپنے خیمے بھی لگا لئے ہیں اور کل صبح سے اپنا کام شروع کر دیگا آپ سرکارؒ نے فرمایا کہ اُسے جا کر میرا پیغام دو کہ یہ ہمارا علاقہ ہے اور اسکی ذمہ داری مجھ ناچیز فقیر پر ہے ان غریب لوگوں کو فوج میں زبردستی بھرتی کرنے کا خیال دل سے نکال دو ورنہ بصورت دیگر فقیر کا جلال بے نقاب ہو جائیگا لوگوں نے اس انگریز افسر کو آپ سرکارؒ کا پیغام دیا مگر وہ نہ مانا اس نے کہا کہ ہر حال میں کل صبح سے جبری بھرتی ہوگی حضرت خواجہ محمد رحیم بخشؒ سخت جلال میں آگئے اور اپنی نشست پر ہی بیٹھے ہوئے ایک ایسی دور سے جلالی نگاہ ڈالی کہ انگریز افسر کے خیموں میں آگ لگ گئی بڑی مشکل سے اپنے ساتھیوں سمیت جان بچا کر وہاں سے بھاگ نکلا خیموں

کی یہ ایک کثیر تعداد لوگوں کو ایک جگہ پر جمع کرنے کیلئے لگائی گئی تھی۔

2۔ تحصیل شجاعباد کے موضع میرے ملہین کے حضرت علامہ محمد نواز صاحب دہلی شریف سے دستارِ فضیلت کے حصول کیلئے تیاری کر رہے تھے کہ قلندرِ زمان حضرت خواجہ محمد رحیم بخشؒ وہاں پہنچ گئے آپ سرکار نے فرمایا کہ مولانا صرف دستارِ فضیلت کے لئے اتنا لمبا سفر کیوں کر رہے ہو وہاں مت جاؤ فقیر تمہاری دستار بندی بھی اپنے بزرگوں سے کروادے گا اور علم لدنی بھی دلوا دے گا چنانچہ بعد ازاں حضرت علامہ محمد نواز صاحب خانپور قاضیاں شریف دربار عالیہ پر دستارِ فضیلت کیلئے پہنچ گئے ابھی بڑے روضہ مبارک کے شمالی دروازہ پر بیٹھے سوچ ہی رہے تھے کہ خواجہ رحیم بخشؒ کو ان کا وعدہ یاد دلاؤں یا نہ، اسی سوچ میں گم تھے کہ حضرت خواجہ خدایار پیرؒ کی مزار مبارک میں جنبش ہوئی مولانا نے اسے اپنا وہم سمجھا پھر دوبارہ حرکت ہوئی مولانا بے خود ہو گئے اتنے میں حضرت خدایار پیرؒ اپنے ہاتھ میں دستار مبارک لئے ہوئے اپنے مرقدِ انور سے باہر تشریف لائے اور مولانا کے سر پر دستار رکھ دی اور یہ بھی فرمایا کہ میرے پوتے (نبیرہ) کا وعدہ پورا ہو گیا اسکے علاوہ ایک ایسی نگاہِ کرم بھی فرمائی کہ مولانا محمد نوازؒ کو علم لدنی بھی عطا فرما دیا جس سے آپ وقت کے علامۃ العصر بن گئے اور علم و عرفان کی ایسی بلندیوں پر فائز ہوئے کہ اس وقت کے اکابرین علماء و فضلاء آپ کی زیارت کیلئے حاضر ہوتے اور اپنے دیرینہ مسائل کے حل کیلئے مدلل

جواب پاتے تھے۔ دستار بندی کے واقعہ کے فوراً بعد حضرت خواجہ محمد رحیم بخشؒ بھی خانپور قاضیاں شریف کی بستی سے چل کر دربار عالیہ پر مسکراتے ہوئے پہنچ گئے اور آتے ہی فرمایا مولانا ایک تو وعدہ پورا ہو گیا اور دوسرا میں تمہیں اپنے بزرگوں کے باطنی فیوضات و برکات بھی دلوانا چاہتا تھا جو کہ اب تمہیں مل چکے ہیں۔

وصال اور عرس مبارک:-

قلندرِ زمان حضرت خواجہ محمد رحیم بخشؒ کا وصال 20 جمادی الثانی 1336ھ ہجری میں ہوا اور دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف میں اپنے والد محترم سلطان المشائخ، فرد الحقیقت حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ہر سال آپ سرکار کا عرس پاک 19، 20، 21 جمادی الثانی کو بڑے اہتمام و انصرام سے طریقت کی اصل روح کے مطابق منایا جاتا ہے جس میں خلقِ خدا کثیر تعداد میں شرکت کر کے اپنا دامن فیض سے بھر کر جاتی ہے۔

باب نمبر 7

سید الاولیاء، مجموعۃ الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ

(1263 ہجری تا 1349 ہجری --- 86 سال --- 1842ء تا 1928ء)

آن اسعد السعدین، مظہر جمالِ خدایا، نقیب سلسلہ چشتیہ، امین فقر خواجہ خدایا، محبوبِ خواجہ غریب نواز، معشوق بابا فرید الدین گنج شکر، مجموعۃ الاولیاء، پیشوائے اولیائے متاخرین، قطب الاقطاب، برہان الاصفیاء، زبدۃ اولیائے عصر، امام الشریعت، امام الفقر آء، حجت الاصفیاء، قطب ارشاد، غوثِ زمان، سید المرشدین، سید المحسنین، سید الحمیدین، سید المحبوبین، سید المرکبین، سید الزاہدین، کان فقر، سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ فرد الحقیق، سلطان المشائخ حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کے فرزند دوم ہیں، خاتم ولایت حضرت خواجہ محمد خدایاؒ کے پوتے ہیں اور فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ کے پڑپوتے ہیں، آپ سرکار کی بیعت و خلافت بھی حضرت خواجہ خدایاؒ سے ہے۔ حضرت خواجہ خدایاؒ اپنے فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ سے فرمایا کرتے تھے کہ محمد اسعدؒ میرا بیٹا ہے اسکی پرورش و تربیت میری ذمہ داری ہے تم اپنے دوسرے بیٹوں کی تعلیم و تربیت کرو، یہ میرا ہے اور میں اسکا ہوں، لہذا تاریخ گواہ ہے کہ حضرت خواجہ خواجہ خدایاؒ نے بچپن ہی سے حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کی خود پرورش و تربیت شروع کر دی تھی آپ

سرکارؑ اپنے منہ میں روٹی کا نوالہ تر کر کے اور نرم کر کے حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کے منہ میں دیتے تھے اور انہیں ہر وقت سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتے تھے اور یوں حضرت خواجہ خدایارؒ کو جو فقر کی دولت حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتائیؒ، حضرت خواجہ خدابخش خیر پوریؒ اور حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خان پوریؒ سے وراثت میں ملی تھی وہ آپ سرکارؒ حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کو بتدریج منتقل کرتے رہے تاکہ خواجہ محمد اسعدؒ کو اپنے فقر کا امین بنادیا۔

حضرت خواجہ محمد اسعدؒ جامع المنقول والمعقول تھے اور اپنے وقت کے علماء کے سردار تھے شریعت کے سخت پابند تھے اور آپ سرکارؒ کی پابندی شریعت ضرب المثل بن چکی تھی، بڑی بڑی علمی ہستیاں آپؒ سے علمی معاملات میں رجوع کرتی تھیں اور مطمئن ہو کر جاتی تھیں۔

سلسلہ طریقت :-

سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کا سلسلہ طریقت 37 واسطوں سے حضور پاک ﷺ تک جا پہنچتا ہے 3 واسطوں سے حضرت خواجہ خدابخش خیر پوریؒ اور 4 واسطوں سے شہنشاہ ولایت ملتان حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتائیؒ سے جا ملتا ہے جبکہ پانچ واسطوں سے حضور قبلہ عالم سرکارؒ سے جا ملتا ہے۔

اولاد پاک :-

سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کے تین فرزند: ہم شکل خدایارؒ

حضرت خواجہ علامہ احمد بخشؒ، سلطان الاسخیا، حضرت خواجہ حضور بخشؒ اور ثانی
 خدایار سلطان العارفین حضرت خواجہ حافظ محمد نظام بخشؒ تھے اور پانچ
 لڑکیاں تھیں: ۱۔ حضرت بی بی احسان الہیؒ، جن کا نکاح آپؒ کے بھتیجے
 حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ سے ہوا۔ ۲۔ حضرت بی بی شرف الہیؒ کا نکاح مثل
 خواں خواجہ خدایار حضرت خواجہ عبدالرزاقؒ سے ہوا۔ ۳۔ حضرت بی بی
 منور الہیؒ کا نکاح فتح پور کمال شریف میں حضرت خواجہ محمد حامد اللہ فتح پوریؒ
 کے خاندان میں حضرت خواجہ پیر عبدالحلقؒ سے ہوا جن سے ایک متوکل علی
 اللہ فرزند ارجمند حضرت خواجہ پیر میاں محمد یار صاحب مدظلہ پیدا ہوئے جو
 کہ حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کے نبیرہ ہیں اور ۲ لڑکیاں پیدا ہوئیں حضرت
 عائشہ بی بی صاحبہ اور حضرت خدیجہ بی بی صاحبہ۔ حضرت عائشہ بی بی
 صاحبہ کا نکاح حضرت خواجہ پیر محمد امینؒ سے ہوا اور حضرت خدیجہ بی بی صاحبہ کا
 نکاح قطب پور سادات، ضلع وہاڑی میں ایک مرد صالح حضرت سید محمد
 رشید شاہ صاحب (قطب پور سادات کا یہ عظیم علمی و روحانی خاندان
 حضرت خواجہ سید جلال الدین بخاریؒ اوج شریف کی اولاد میں سے
 ہے) سے ہوا جن سے آگے کثیر تعداد میں اولاد امجاد معرض وجود میں آئی۔
 ۴۔ حضرت بی بی لعل الہیؒ کا نکاح حضرت خواجہ حاجی محمد سجادہ نشین
 چہارم خان پور قاضیاں شریف سے ہوا۔ ۵۔ حضرت بی بی افضل الہیؒ کا نکاح
 حضرت خواجہ پیر عظیم بخشؒ بہاولپور سے ہوا مگر ان سے آگے اولاد کا سلسلہ نہ

چلا، حضرت خواجہ پیر عظیم بخشؒ حضرت بی بی افضل الہیؒ کے خالہ زاد بھائی بھی تھے کیونکہ حضرت سید الاولیاء خواجہ محمد اسعدؒ کی شادی حضرت خواجہ خدا یارؒ کی رضا اور حکم پر حضرت بی بی غلام جنتؒ سے ہوئی تھی جو کہ بہاولپور کے ایک عظیم علمی اور روحانی خانوادے سے تعلق رکھتی تھیں جن کے بطن اطہر سے آپؒ کی مذکورہ اولاد پیدا ہوئی۔ حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کی تمام صاحبزادیوں کے نکاح وقت کے کاملین ولایت سے ہوئے۔

خلافتِ کبریٰ:-

حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کی خلافت مستقل اور مطلق تھی اور آپؒ کو اپنے مرشد کریمؒ حضرت خواجہ خدایارؒ سے خلافتِ کبریٰ حاصل تھی۔ حضرت خواجہ خدایارؒ کی ساری اولاد از حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ تا حال تمام کے تمام حضرات، حضرت خواجہ خدایارؒ کے نام کی بیعت لیتے تھے اور لیتے ہیں اس بیعت کو نیا ہی بیعت کہتے ہیں مگر چونکہ حضرت خواجہ محمد اسعدؒ فقر خواجہ خدایارؒ کے امین تھے آنحضرتؐ نے آپؐ کو ولایت کے ایسے مقامات پر پہنچا دیا تھا جس پر پہنچ کر مردِ کامل خلقِ خدا کی رشد و ہدایت کے ساتھ ساتھ ان کی ظاہری باطنی نگرانی، حفاظت اور نگہبانی بھی کرتا رہتا ہے اسلئے خواجہ خدایارؒ نے آپؐ کو اپنی حیاتِ ظاہری ہی میں حکم دے دیا تھا کہ میری موجودگی میں اپنے نام کی بیعت لیا کرو تا کہ قیامت کے روز تم اپنے خلفاء و مریدین کا وزن خود اٹھاؤ آپؐ ادباً اپنے نام کی بیعت سے احتراز

فرماتے تھے۔ بعد ازاں اپنے نام کی اراوتمندوں سے بیعت لیا کرتے تھے، حضرت خواجہ خدایارؒ کی اولاد میں سے یہ امتیاز صرف آپ سرکارؒ کو حاصل تھا حتیٰ کہ خواجہ خدایارؒ کے فرزند ارجمند سلطان المشائخ حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ بھی اپنے والد محترمؒ کے نام کی بیعت لیتے تھے۔ اس سے بیعت کی ذمہ داری کی اہمیت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ کتنا نازک معاملہ ہے لہذا سالکین کو آج کے دور میں بیعت کے سلسلہ میں پوری طرح احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ کا فیضانِ خصوصی:-

سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ نے اپنے آپ کو علم ظاہری کی تعلیم و تدریس میں چھپا رکھا تھا اور بڑی ہی عالمانہ شان و شوکت سے رہتے تھے لوگ آپؒ کو "علامۃ العصر" سمجھتے تھے جبہ اور دستار یعنی عمامہ شریف پہنتے تھے حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ کا از حد احترام فرماتے تھے جب دربار عالیہ حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ پر تشریف لاتے تو ادباً زمین پر سوتے تھے چارپائی پر نہیں سوتے تھے۔ ایک دفعہ جو آرام تھے کہ حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ خواب میں تشریف لائے آپؒ کے ساتھ ایک حجام بھی تھا آپؒ نے حجام سے فرمایا کہ میرے بیٹے محمد اسعدؒ کے سر کے بالوں پر اُسترا چلاؤ چنانچہ حجام نے آپ سرکارؒ کی زلفیں مبارک سمیت سارے سرِ انور کے بال بھی صاف کر دیئے

بعد ازاں حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ نے اپنی گلاہ چہارت کی اپنے سر سے اتار کر آپؐ کے سر پر رکھ دی اور یہ بھی فرمایا کہ نیلی چادر اور تگمہ والا کرتہ استعمال کیا کرو اور پھر یہ لباس بھی عنایت کر دیا اور یہ بھی فرمایا کہ راہ فقر میں فقیر تمہارا معین و ناصر رہیگا اور ہمارے مشائخ کی فقر کی دولت جو مجھ تک پہنچی ہے آج سے تم بھی اس کے وارث ہو اور قیامت تک یہ تمہارے ذریعہ آگے چلے گی تمہیں مبارک ہو۔ سید الاولیاء بیدار ہوئے تو سر کے بال غائب تھے عمامہ شریف کی جگہ سر پر گلاہ چہارت کی تھی اور لباس بھی تبدیل ہو چکا تھا یعنی نیلی چادر (لنگی) اور تگمہ والا کرتہ میں تبدیل ہو چکا تھا آپؐ سر کا رنجہ شکر بجالائے، حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ نے آپؐ پر بے پایاں لطف و کرم فرما دیا تھا اور براہ راست فقر کا فیض عطا فرمایا تھا۔ طریقت میں اس طریقہ فیض کو نسبتِ اویسیہ کہتے ہیں یعنی روحانی طریق پر فیض حاصل کرنے کا طریقہ، حضرت خواجہ خدایارؒ کی صحبت اور فیض و کرم نے حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کو حضور قبلہ حافظ صاحبؒ کا بھی محبوب بنا دیا تھا۔

حضرت خواجہ محمد خدا بخش خیر پوریؒ کی نظر کرم:-

محبوب اللہ، معشوق اللہ، حضرت خواجہ محمد خدا بخش خیر پوری تاجدار کا باقاعدہ سالانہ عرس پاک دربار عالیہ خیر پور شریف پر حاضر ہو کر سب سے پہلے فردِ حقیقت، سلطان المشائخ حضرت خواجہ محمد سیف الدین کے وصال کے بعد سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ نے شروع فرمایا۔

بعد ازاں آپؐ کی اولاد پاک آپؐ کی اقتداء میں تاحال کرتی چلی آرہی ہے۔ ایک بار حضرت محبوب اللہ سرکارؒ نے حضرت خواجہ محمد اسعدؒ پر خاص کرم فرمایا اور انہیں اپنے فقر کا امین بنایا اور اُس زمانہ کا غوثِ زمان بنادیا تھا اس قرب و معیت و وصال کی گھڑی میں حضرت خواجہ محمد اسعدؒ نے محبوب اللہ سرکارؒ کی خدمت میں عرض کی کہ یہ بھی دُعا فرمادیں کہ فقیر کی اولاد قیامت تک آپؐ کے دربار پاک کی حاضری دیتی رہے اور آپؐ کا سالانہ عرس پاک بھی منعقد کرتی رہے آپ سرکارؒ نے فرمایا ایسا ہی ہوگا جس کا نظارہ تاحال کیا جاسکتا ہے۔

حضرت خواجہ بابا فرید الدین گنج شکرؒ کا لطف و کرم:-

سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ اکثر پاکستان شریف میں مزار شریف حضرت خواجہ بابا فرید الدین گنج شکرؒ پر معتکف رہتے تھے، حضرت بابا صاحبؒ نے بارہا آپ سرکارؒ کو بے پایاں باطنی فیوضات و برکات سے نوازا اور آپؒ کو اپنی بارگاہ میں مستجاب الدعوات اور مقبول بزرگ بنا دیا تھا۔ میرے (راقم الحروف) کے شیخ طریقت قطبِ زمان حضرت خواجہ نور محمد پیرؒ فرمایا کرتے تھے کہ "میرے پیر و مرشد اور دادا حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کی پاکستان شریف دربار پر حضرت بابا فرید صاحبؒ نے ایک خاص ڈیوٹی (مثلِ خواں حضرت خواجہ بابا صاحبؒ) لگائی ہوئی ہے جو کہ آپؒ از حیاتِ ظاہری تاحال باطنی طور پر بھی ادا فرما رہے ہیں اور میں جب بھی

پاکپتن شریف کی دربار شریف پر عرس کے موقع پر حاضری دیتا ہوں تو میرے جانے سے پہلے ہی میری رہائش و طعام کے انتظام خود بخود ہو چکے ہوتے ہیں اور باطنی فیوضات اس کے علاوہ ہیں۔"

حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری سرکار کا فیض و کرم:-

سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ اپنی حیات ظاہری میں تین مرتبہ اجمیر شریف تشریف لے گئے اور تینوں مرتبہ آپ سرکار کا قیام 40، 40 روز کا ہوتا تھا آپ سرکار پورے 40 شب و روز حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین حسن سنجر چشتی اجمیریؒ کے دربار پاک پر چلہ کشی کرتے تھے چنانچہ اس طرح آپؒ نے تین چلے کئے یعنی 40، 40 روز تک دربار شریف پر معتکف رہے اور سلسلہ چشتیہ کے عظیم الشان باطنی فیوضات آپؒ کو حضرت خواجہ اجمیری سرکارؒ نے عطا فرمائے ان نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی تھی کہ ختم خواجگان چشت میں لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ لَا مَلْجَاؤَ لَا مَنْجَا مِنْهُ إِلَّا إِلَيْهِ پڑھا جانے والا وظیفہ 363 دفعہ پڑھا جاتا ہے مگر سیدنا حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری سرکارؒ نے صرف آپؒ کے لئے اسکی تعداد 121 مرتبہ مقرر فرمادی لہذا آپؒ کی اولاد آج تک یہ وظیفہ صرف 121 بار ہی پڑھتی چلی آرہی ہے جبکہ حضرت خواجہ خدایارؒ کی باقی ساری اولاد اور سلسلہ چشتیہ

نظامیہ کے جملہ سالکین کیلئے یہ تعداد 363 مقرر ہے، یہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا ایک بیش بہا تحفہ تھا اور آپؒ کی بارگاہ میں حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کی مقبولیت کا مظہر ہے۔

سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ اکابرین سلسلہ چشتیہ کے مزارات پر اکثر حاضری دیا کرتے تھے۔ آپؒ فخر سلسلہ چشتیہ نظامیہ بن چکے تھے اور فقر سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے امین و وارث بھی بن چکے تھے۔ یہ سب فیضانِ صحبتِ حضرت خواجہ خدایارؒ تھا جو کہ آپؒ سرکارؒ کو بچپن ہی سے وافر مقدار میں ملا تھا۔ فیضانِ خواجہ خدایارؒ نے آپؒ کے قلب میں اتنی وسعت پیدا کر دی تھی کہ پوری کائنات اسمیں ایک رائی کے دانہ کے برابر آپؒ سرکارؒ کو دکھائی دیتی تھی۔

حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کا روحانی مقام :-

سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ فنا فی الشیخ کے مقام سے ترقی کر کے فنا فی الرسول کے راستہ فناء فی اللہ اور فناء الفناء سے ہوتے ہوئے کامل بقا باللہ کے مقام پر فائز ہو چکے تھے اور بمصداقِ آیت کریمہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہٗ۔ خلیفۃ اللہ فی الارض بن چکے تھے اور اپنے زمانہ کے قطبِ ارشاد اور قطبِ الاقطاب تھے، اور اپنے وقت اور دور کے تمام صوفیاء و اولیاء اللہ کے رہنماء، رہبر اور منسوب الیہ تھے۔ اولیائے کاملین آپؒ سرکارؒ سے اکتسابِ فیض کرتے تھے۔ آپؒ کی باطنی توجہات

زمان و مکان کی حدود و قیود سے آزاد تھیں اور ہر طرف اور ہر سو آپؐ کا باطنی فیض جاری و ساری تھا۔ آپؐ سرکارِ کاملین کے بھی فریادرس تھے اور انکی بھی حاجت روائی کرتے تھے اُن پیچیدہ معاملات میں جو کہ راہِ حق میں کاملین کو پیش آتے ہیں۔

حضرت خواجہ فیض محمد شاہ جمالیؒ پر حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کا کرم خاص:-

حضرت خواجہ فیض محمد شاہ جمالیؒ سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے مایہ ناز ولی اللہ اور کامل بزرگ ہیں آپؐ کا مزارِ اقدس بستی سندیلہ شریف، تحصیل و ضلع ڈیرہ غازیخان میں واقع ہے۔ آپؐ سلسلہ چشتیہ کے آخری دور کی ایک عظیم ترین اور کامل ترین علمی و روحانی شخصیت ہیں آپؐ اکثر خانپور قاضیاں شریف کے اکابرین کے اُعراس میں حاضری کیلئے تشریف لاتے تھے ایک دفعہ دورانِ سماع حضرت خواجہ محمد اسعدؒ وجد میں آگئے حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کا وجد یہ ہوتا تھا کہ آپؐ فضا میں پرواز کر جاتے تھے اور پھر واپس آ جاتے تھے اکثر اوقات جب بھی آپؐ وجد میں آتے تو یہ کیفیتِ حال آپؐ پر طاری ہو جاتی تھی چنانچہ ایک دفعہ کسی شعر پر آپؐ پر وجد کی یہ کیفیت طاری ہو گئی اور آپؐ سرکارِ کا وجد شروع ہو گیا اس دوران آپؐ نے ایک نگاہِ کرم حضرت خواجہ فیض محمد شاہ جمالیؒ کے حال پر ڈالی تو ان کے سر کے بال وجد میں آ کر کھڑے ہو گئے پھر کیا تھا کہ حضرت خواجہ محمد اسعدؒ نے

انہیں کھڑا کر کے اپنے سینہ سے لگا لیا اور انہیں بھی اپنے ساتھ اٹھا کر بہت اوپر تک فضا میں لے گئے اور پھر نیچے لے آئے پھر اوپر گئے اور پھر نیچے آئے کافی دیر تک یہ کیفیت رہی اور جب وجد ختم ہوا حضرت خواجہ فیض محمد شاہ جمالی پہلے والے خواجہ فیض محمد شاہ جمالی نہ رہے تھے اب ان کا رنگ ہی تبدیل ہو گیا تھا یعنی حضرت خواجہ محمد اسعدؒ نے انہیں بھی آن کی آن میں مقام بقا باللہ پر پہنچا دیا تھا۔ حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کے وجد کے دوران جو شخص جو بھی دعا مانگتا تھا اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے قبول کر لیتا تھا ایسے بے شمار واقعات ہیں کس کس کو بیان کیا جائے۔

حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کے تبلیغی دورہ جات :-

سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کی تبلیغ و اشاعت دین اور غلبہ دین حق کی بحالی کیلئے جدوجہد کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جہاں پر آپ سرکارؒ نے اخلاقی و روحانی اقدار کی حفاظت میں اہم کردار ادا کیا اُسکے ساتھ ساتھ ملت اسلامیہ کی اصلاح احوال میں بھی نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ آپ اکثر تنہا تبلیغی دورہ جات پر جاتے تھے اور جس مرید کے ہاں قیام فرماتے اُسے فرماتے کہ تمہارے گھر کیا پکا ہے اُسکے گھر میں جو دال ساگ پکا ہوا ہوتا تھا آپ اس کی دلجوئی کیلئے فرماتے کہ میرے دل میں بھی آج یہ کھانا کھانے کا شوق تھا۔ آپ جہاں بھی قیام فرماتے وہاں کے سارے اہل علاقہ جمع ہو جاتے آپ انہیں پند و نصائح کرتے اور

صحیح عقیدہ و عمل پر پیرا ہونے کی تلقین فرماتے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ جس کا عقیدہ و عمل صحیح نہیں ہوگا قیامت کے روز فقیر کی ذمہ داری میں نہیں ہوگا۔ آپؐ کی تبلیغِ اسلام سے ہزاروں لوگ مسلمان بھی ہوئے کیونکہ آپؐ کے تبلیغی دورہ جات پورے ہندوستان پر محیط ہیں۔ آپؐ نے اپنے اکابرینِ سلسلہ چشتیہ کے مزارات کی زیارت کیلئے جتنے بھی سفر فرمائے دورانِ سفر آپؐ سے بے شمار کرامات کا بھی ظہور ہوتا تھا اور جن علاقوں سے گزرتے تھے دین کی تبلیغ کرتے ہوئے جاتے جس سے بے شمار گم گشتگانِ راہ کو صراطِ مستقیم کی طرف گامزن کیا۔

حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کا طرزِ زندگی:-

سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کا طرزِ زندگی انتہائی سادہ تھا، آپؒ سادہ لباس اور سادہ خوراک استعمال فرماتے تھے، ہر وقت با وضو رہتے تھے زہد و ریاضت انتہاء پر تھا، آپؒ انتہائی ہی شفیق، حلیم اور بردبار و ملنسار تھے جو شخص ایک بار آپؒ کی صحبت میں آجاتا ہمیشہ کیلئے آپؒ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ آپؒ سستی اور سہل پسندی سے نفرت کرتے تھے بغیر تکیہ اور چادر کے نگلی چارپائی پر سو جاتے تھے اور انتہائی ہی مشکل پسندی والی زندگی بسر کرنا آپکا معمول تھا۔ آپؒ سرکار کا فرمان ہے کہ سلوک و تصوف کی منازل کے دوران راہِ حق میں پیش آنے والی مصیبتوں، پریشانیوں اور آزمائشوں پر صبر و شکر اور تحملِ مزاجی سے عمل کرنے سے یہ

مشکلات و آزمائشیں آسان ہو جاتی ہیں اور یہ اوراد و وظائف جو مشائخ کرام بیان فرماتے ہیں ان کا مقصد بھی یہ ہی ہوتا ہے کہ سالک راہِ حق کو اس راہ میں آنے والی آزمائشوں کیلئے تیار کیا جائے۔ آپ کے نزدیک سلوک و تصوف صبر و تحمل، قوتِ برداشت اور مشکل حالات میں زندگی بسر کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور جُہلاء کی باتیں سننے سے انسان کا ظرف وسیع ہوتا ہے اور انوارِ سرمدی کا مرکز بن جاتا ہے، تصوف سراسر اخلاقِ حسنہ کا نام ہے جس کے اخلاق بُرے ہیں وہ صوفی کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ معاشرے میں رہنے والے تمام افراد کے ساتھ پیار، محبت سے رہنا چاہیے اگر کوئی زیادتی کرے تو درگزر سے کام لینا چاہیے، دوست پیدا کرنے چاہییں، دشمنیاں پیدا نہیں کرنی چاہییں، جو دشمن ہو اس سے حتی الامکان حد تک حسن سلوک اختیار کریں تاکہ وہ آپ کا پکا دوست بن جائے۔

حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کے شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کے متعلق اسرار و رموز:

1۔ كُلُّ طَرِيقَةٍ رَدَّتْهَا الشَّرِيعَةُ فَهِيَ زَنْدِيقَةٌ "جسے شریعت نے رد کیا اس پر چلنا بے دینوں کا کام ہے۔"

2۔ مَنْ طَلَبَ شَيْئًا فَلَا تَجِدْ لَهُ خَيْرًا وَمَنْ طَلَبَ الْمُؤَلَى فَلِمَنْ اِنْ كُلُّ "جو شخص کسی دوسرے سے چیز مانگے تو اس میں تم بھلائی نہ

پاؤ گے اور جس نے اللہ تعالیٰ کو طلب کیا تو اسکے پاس سب کچھ موجود ہے۔"

۱۔ پیکرِ من ز توحیدش شد توحید و ز توحید
عین ازاں توحید مطلق ما سوا اللہ دیگر ندید
یعنی میرا تمام وجود اس کی توحید سے تمام کا تمام توحید ہو گیا اور
اسکی عین توحید کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے بغیر کچھ نہ دیکھا۔"

3۔ بغیر مُرشدِ کامل کے سالک پر نفس و شیطان غالب آجاتا ہے اور
پھر وہ شیطان ہی اسکا پیشوا بن جاتا ہے۔ مَنْ لَا شَيْخَ لَهُ يَتَّخِذُوهُ
الشَّيْطَانُ۔ یعنی جس شخص کا کوئی شیخ نہ ہو اسے شیطان پکڑ لیتا ہے۔

4۔ پیرِ کامل و واصل باللہ کی ایک نظرِ کرم بھی ہزار سال کے سجدوں
سے زیادہ فضیلت اور رسمی علم سے زیادہ اثر رکھتی ہے کیونکہ علم ظاہر میں
سراسر قیل و قال اور اُسکی نظرِ کرم میں ہمہ تن وصال ہوتا ہے۔ پیرِ کامل و
اکمل طالب کیلئے ریاضات کا دروازہ کھول دیتا ہے اور ذکرِ الہی اور زہد
و تقویٰ میں مشغول کر دیتا ہے صاحبِ تاثیر کی نظرِ نفس کی تربیت کرتی ہے
دنیا سے فارغ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف راغب کر دیتی ہے۔

5۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ وَمَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ
بِالْفَنَاءِ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ بِالْبَقَاءِ (امام سیوطی "الحاوی"
ج 2 ص 238) ترجمہ " جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے

رب کو پہچان لیا جس نے اپنے رب کو فنا کے ساتھ پہچانا یقیناً اس نے اپنے پروردگار کو بقاء کے ساتھ جانا"

6- جو طالب حق یہ سمجھ لے کہ ہم لوگ مخلوق کے رد کئے ہوئے ہیں سو وہی مخلوق سے رد کیا ہوا ہے فقیر کسی سے رد نہیں ہوتا اور اللہ کے ذکر کے بغیر وہ کسی چیز کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: لَا يَشْفِيهِمْ شَيْءٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ طُرْفَةُ عَيْنٍ "یعنی اللہ کے ذکر کے سوا اور کسی سے ایک سانس کی بھی تشفی نہیں ہوتی۔"

7- اقسام سالک: ۱- سالک مجذوب ۲- مجذوب سالک، جبکہ فقیران دونوں اقسام سے جدا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ سے مانوس اور غیر اللہ سے بیزار ہوتا ہے۔

8- فقر کی راہ میں استقامت چاہیے کیونکہ استقامت ایک خاص مرتبہ ہے اور کرامت بمنزلہ حیض و نفاس کے ہے لہذا اپنی کرامت کو ایسے چھپائے جیسے عورت اپنے حیض و نفاس کو چھپاتی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكِرَامَةِ "یعنی استقامت کا درجہ کرامت سے بڑھ کر ہے"

9- اَلنَّفْسُ كَالْكَلْبِ - یعنی ہوا و نفس سے بھرا ہوا دل گتے کی مانند ہے۔ اور جس گھر میں کُتا ہوتا ہے اسمیں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے، اللہ کا ذکر گویا فرشتے اور نفس کُتا ہے، طہارت ظاہری راہ حق میں

ادنیٰ مگر بنیادی درجہ ہے جبکہ طہارت باطنی اعلیٰ وارفج درجہ ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ دل کو ماسوا اللہ سے فارغ کرنا۔

10۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: حُبُّ الدُّنْيَا وَالِدَيْنِ لَا يَسْعُ فِي قَلْبٍ كَمَا الْمَاءُ وَالنَّارُ إِنَّا وَاحِدٌ "ایک دل میں دین اور دنیا کی محبت یعنی دونوں کی محبت نہیں آسکتی جیسا کہ ایک برتن میں آگ اور پانی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔" زبان پر تسبیح جاری ہے اور دل مکرو فریب سے پر ہے کیا ایسی تسبیح صاحب اثر ہو سکتی ہے۔

11۔ ایسا فقر جو کہ فقیر کو دنیا کا محتاج بنادے اور توجہ الی الحق مطلق نہ ہو تو اس فقر سے حضور ﷺ نے پناہ مانگی ہے ارشاد فرمایا "نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفَقْرِ الْمَكْبِ"۔ "میں پناہ مانگتا ہوں اس فقر سے جو مجھے ذلیل کرے۔" فقر ملکب سے مراد یہ ہے کہ فقیر مال و دولت رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کو فرعون کی طرح فراموش کر دے اور قارون کی طرح بخل اور نمرود کی طرح غرور کرے اور شداد کی طرح دنیا کو زینت دے، حالانکہ یہ مال و دولت اور عزت اُسے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی۔

12۔ حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا إِلَّا وَرَأَيْتُ اللَّهَ فِيهِ۔ "یعنی جب تو کسی چیز کو دیکھے تو اسمیں اللہ کا نور دیکھ۔" اللہ تعالیٰ بندہ کے ساتھ وہی گمان رکھتا ہے جو گمان بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھتا ہے۔ حدیث قدسی ہے: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ فَلْيُظَنَّ بِيْ مَا شَاءَ۔ "میں

اپنے بندہ کے گمان کے نزدیک ہوں پس وہ جیسا چاہے میرے لئے گمان کرے۔" پس جو شخص یقیناً اللہ تعالیٰ کو سمیع و بصیر جانتا ہے اُسے نورِ الہی کی تجلّیٰ ہر چیز میں نظر آسکتی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات میں دیکھنا چاہے وہ شخص سب سے پہلے دل کی آنکھ پیدا کرے پھر اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات میں مشاہدہ کرے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ" اور خود تم میں کیا تجھے سوچتا نہیں" جو شخص معرفتِ حق نہیں رکھتا، ہزاروں کتابوں کا عالم ہونے کے باوجود اسکی زبان اور دل مردہ ہیں۔ ایسا صاحبِ علم عدم معرفتِ حق کی وجہ سے بوجھ اٹھانے والے جانور سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا حالانکہ اللہ تعالیٰ شہِ رگ سے بھی زیادہ انسان کے قریب ہے اگر اللہ تعالیٰ گردن کی شہِ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے پھر دُور کیوں ہے۔ اے طالب! تو حجابِ غفلت میں گرفتار ہے وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ" وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو" جس کو دیکھنے کیلئے دیدہ بینا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ (بنی اسرائیل: 72) مطلب یہ کہ جو اس جہاں میں اللہ تعالیٰ کی معرفت سے اندھا رہا وہ بروزِ محشر بھی معرفتِ حق سے اندھا رہیگا۔

13۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: تَمُوتُ النَّفْسُ وَيُحْيِي الْقَلْبُ" یعنی جب نفس کو موت آجاتی ہے تو دل بیدار ہو جاتا ہے۔" یعنی جب اللہ کا نام

دل پر جم جائے اور اسکی تجلی دل پر غالب ہو جائے تو دل زندہ اور نفس مردہ ہو جاتا ہے۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا فرمان: **الْأُنْسُ بِاللَّهِ وَلِتَوَحُّشْ عَنْ غَيْرِ اللَّهِ** "یعنی اللہ تعالیٰ سے محبت اور اغیار سے وحشت پیدا ہوتی ہے۔" جیسا کہ فرمایا: **الدُّنْيَا لَكُمْ وَالْعُقْبَىٰ لَكُمْ مَوْلَىٰ لِي** . "یعنی دنیا بھی تمہارے لیے ہے اور آخرت بھی تمہارے لیے ہے میرے لیے اللہ ہی کافی ہے" ارشاد نبوی ﷺ ہے: **مَنْ أَرَادَ الدُّنْيَا فَهُوَ أَرَادَ الدُّنْيَا وَمَنْ أَرَادَ الْعُقْبَىٰ فَهُوَ أَرَادَ الْعُقْبَىٰ وَمَنْ أَرَادَ الْمَوْلَىٰ فَهُوَ أَرَادَ الْمَوْلَىٰ** "جس نے دنیا کا قصد کیا اس کیلئے دنیا ہے اور جس نے آخرت کا قصد کیا اس کے لئے آخرت ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کیلئے قصد کیا اسکے لئے اللہ تعالیٰ ہے۔" کیونکہ **الْعِشْقُ نَارٌ يَحْرِقُ مَا سِوَى الْمَحْبُوبِ** ، یعنی عشق وہ آگ ہے جو سوائے محبوب کے سب کو مٹی بنا دیتی ہے" ارشاد نبوی ﷺ ہے: **الْفَقْرُ فَخْرِي فَأَفْتَحِرُ عَلَى سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ** (امام سخاوی "المقاصد ص 745)۔ "فقر میرا فخر ہے اور میں اپنے فقر سے سب کے سب انبیاء و رسل کے اعمال پر فخر کرونگا۔" ارشاد نبوی ﷺ ہے: **حُبُّ الْفُقَرَاءِ مِنْ أَخْلَاقِ الْأَنْبِيَاءِ وَبُغْضُ الْفُقَرَاءِ مِنْ أَخْلَاقِ الْفُرْعَوْنَ** - "فقیروں سے محبت کرنا انبیاء و رسل کے اخلاق میں سے ہے اور ان سے دشمنی کرنا فرعون کے خصال سے ہے۔" ارشاد نبوی ﷺ ہے: **مَنْ نَظَرَ إِلَى فَقِيرٍ**

وَيَسْمَعُ كَلَامُهُ يَحْشُرُهُ اللَّهُ تَعَالَى مَعَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ۔" جو شخص کسی فقیر کو دیکھ کر اسکی بات سُنے تو اللہ تعالیٰ اس کا حشر انبیاء و مرسلین کے ہمراہ کرے گا۔ "یہاں فقیر سے مراد اولیاء اللہ مراد ہیں حدیث قدسی ہے: اَنَا جَلِيْسٌ مَنْ ذَكَرَنِي "یعنی جس نے میرا ذکر کیا میں اسکا ہم نشین ہوتا ہوں۔"

14۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: الْأَنْفَاسُ مَعْدُودَاتٌ وَكُلُّ نَفْسٍ يَخْرُجُ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ فَهُوَ مَيِّتٌ "انسان کا سانس گنتی کا ہوتا ہے اور جو سانس اللہ کے ذکر کے بغیر نکلے وہ مردہ سانس ہے" لہذا اے طالب! دیکھ اپنی سانس کی حفاظت کر یہ سارا جہان گویا ایک سانس ہے اور ایک سانس دانا آدمی کے نزدیک تمام عالم سے بہتر ہے۔ مَنْ طَلَبَ الْخَيْرَ طَلَبَ اللَّهَ۔ "جس نے بھلائی کو ڈھونڈا اس نے اللہ کو ڈھونڈا۔" حدیث قدسی ہے: مَنْ طَلَبَنِي وَجَدَنِي وَمَنْ وَجَدَنِي عَرَفَنِي وَمَنْ عَرَفَنِي أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي عَشَقَنِي وَمَنْ عَشَقَنِي قَتَلْتُهُ وَمَنْ قَتَلْتُهُ فَهُوَ عَلَيَّ دِيْنُهُ فَإِنَّا دِيْنُهُ۔ ترجمہ! جو مجھے چاہتا ہے وہ مجھے پالیتا ہے اور جس نے مجھے پالیا اس نے مجھے پہچان لیا اور جس نے مجھے پہچان لیا اس نے مجھے دوست بنا لیا اور جس نے مجھ سے دوستی کی وہ میرے عشق میں محو ہو گیا اور جو میرے عشق میں محو ہو گیا گویا کہ میں نے اسے قتل کیا اور جسے میں نے قتل کیا اسکی دیت مجھ پر ہے اور میں ہی اسکی دیت ہوں۔ "پس جو شخص

اللہ تعالیٰ کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ اُسے حاصل کر لیتا ہے ارشاد،
نبوی ﷺ ہے: مَنْ طَلَبَ شَيْئًا وَجَدَ وَجَدَ - "یعنی جو شخص جس چیز
کیلئے کوشش کرتا ہے وہ اسے حاصل کر لیتا ہے۔"

15۔ مقام انا کی تشریح:- حدیث قدسی ہے: اِنَّ فِیْ
جَسَدِ اَدَمَ مُضَعَّةً فِیْ فُؤَادٍ وَفِیْ فُؤَادٍ قَلْبٌ وَقَلْبٌ فِیْ الرُّوحِ
فِی السِّرِّ وَالسِّرُّ فِی الْخَفِیِّ وَالْخَفِیُّ فِی اَنَاہُ۔ ترجمہ! جسم انسانی
میں ایک ٹکڑا ہے اور وہ ٹکڑا فؤاد میں ہے اور فؤاد دل میں ہے اور وہ دل
روح میں ہے اور روح سر میں ہے اور سر خفی میں ہے اور خفی انا میں
ہے۔ "اس حدیث میں مقامات قلب کو تذکرہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔
جب فقیر فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچتا ہے تو اس پر سکر غالب ہوتا ہے اور
توحید کا نور تین مقامات یعنی پیشانی آنکھ اور دل میں جلوہ گر ہوتا ہے اگر ان
تین مقامات سے عبادت ظاہر ہوتی ہے تو فقیر صاحب معرفت ہوتا ہے
ورنہ نور سلب ہو جاتا ہے عبادت پیشانی سے مراد سجدہ پر قائم رہنا، عبادت
چشم سے مراد آنکھ کی عبادت یعنی شریعت محمدی پر عمل کرنا ہے اور عبادت
قلبی سے مراد دل کا حضور ﷺ کی تصدیق اور اطاعت پر قائم رہنا۔

مقام انا کی دو اقسام:-

پہلا مقام قُرْبِ فِرَاقِض کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے یعنی قُلْمُ
بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنی اللہ کے حکم سے اُٹھ جا جبکہ دوسرا مقام قُرْبِ نوافل کے

ذریعہ حاصل ہوتا ہے یعنی قُمْ بِإِذْنِي یعنی میرے حکم سے اٹھ۔ حضرت
بایذید بسطامی عالم سکر میں فرمایا کرتے تھے سُبْحَانِي مَا أَعْظَمَ شَانِي "
میں پاکیزہ ہوں اور میری شان اعظم ہے۔" اور حضرت حسین بن
منصور خلّاج فرمایا کرتے تھے أَنَا الْحَقُّ ط یعنی "میں حق ہوں۔" انا سرّ خفی
ہے جو کہ شریعت و طریقت کی پاسداری سے ملتا ہے کُلُّ بَاطِنٍ
بِمُخَالَفِ الظَّاهِرِ فَهُوَ بَاطِلٌ - "جو باطن ظاہر کے مخالف ہو وہ تمام کا
تمام باطل ہے۔"

16- الْعِلْمُ حِجَابُ اللَّهِ الْأَكْبَرُ - "علم بھی اللہ تعالیٰ کے حجابات
میں سے ایک بہت بڑا حجاب ہے۔" کیونکہ جو علم دوست تک پہنچتا ہے
اس سے علم باطن مراد ہے وہ ان کتابوں سے حاصل نہیں ہوتا جو ہم پڑھتے
ہیں، آپؐ کے فرمان کا مقصد یہ ہے کہ ظاہری علم بھی ضروری ہے اور یہ
باطنی علم کی بنیاد ہے مگر محض علم ظاہری کی بنیاد پر حق تعالیٰ تک نہیں
پہنچا جاسکتا کیونکہ یہ علم دُوی ہے اور باطنی علم وحدت واحدیت ہے۔

17- آپؐ کے نزدیک فقر کے 70 ہزار مقامات ہیں اور جب
فقیر ان تمام مقامات سے گذر کر عرش تک پہنچتا ہے تو تمام افراد سے واقف
ہوتا ہے اور ہر ایک کے مقام سے شناسا ہوتا ہے مذہب سلوک میں فقیر
اُسے کہتے ہیں جب وہ عرش و کرسی سے بھی گذر جاتا ہے تو اس کا مقام فہم
و گمان سے ماورئی ہو جاتا ہے بلکہ وہ ایک بھید ہوتا ہے عابد و معبود کے

درمیان جس کا کشف بشرکی وسعت سے باہر ہے مگر اللہ تعالیٰ عَالَمِ عَلٰی
الْاُطْلَاقِ ذات ہے جس پر چاہے اس راز کو منکشف فرما دے حدیث نبوی
ﷺ ہے:۔ اِذْ تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ۔ یعنی جب فقر تمام ہوتا ہے تو اس
کیلئے اللہ ہی ہوتا ہے۔

18۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ ہر جاندار خواہ وہ جن ہو یا انسان ہو، مرغ
ہو یا مور ہو ہر ایک کی سانس سے اسم ہو نکلتا ہے اور جو شخص مقامِ ہو تک
پہنچتا ہے وہ ابتداء و انتہا کو پالیتا ہے اور جو شخص ہو کے ساتھ ہو ہوتا ہے
وہ معارفِ عرفان کو پالیتا ہے مگر کامل پیر کے بغیر کوئی شخص اس راستہ کو عبور
نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس مقام پر پہنچ سکتا ہے۔

19۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: طَالِبُ الدُّنْيَا مُخَنَّتٌ وَطَالِبُ
الْآخِرَةِ مُؤَنَّتٌ وَطَالِبُ الْمَوْلَى مُذَكَّرٌ۔ "دنیا کا چاہنے والا میجر کی
مانند ہے اور آخرت کو چاہنے والا مؤنث ہے اور اللہ کو چاہنے والا مذکر
ہوتا ہے۔" یعنی جواں مرد حضرات صرف حق تعالیٰ کی تلاش میں رہتے
ہیں اور عہدِ اُلسنت میں مست رہتے ہیں۔

20۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: كَمَا تُبْعَثُونَ تَمُوتُونَ، كَمَا تَمُوتُونَ
تُبْعَثُونَ "جس طرح تم پیدا ہوئے مروجے بھی اور جس طرح مروجے اسی
طرح اُٹھو گے۔"

21۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: اِذَا رَأَيْتَ رَجُلًا يَطِيرُ فِي الْهَوَاءِ

وَيَمْشِي عَلَى الْمَاءِ وَتَرَكَ سُنَّةَ مَنْ سُنَّتِي فَأَضْرِبُهُ
بِالنَّعْلَيْنِ - "جب تو کسی کو ہوا میں اڑتا ہوا، پانی پر چلتا ہوا دیکھے اور تجھے
معلوم ہو جائے کہ میری سنت پر عمل نہیں کرتا تو اُسے جوتی مارو۔"

22- تجلّی سے مراد روشنی ہے اور وہ 14 اقسام میں منقسم ہے اور ہر
ایک قسم کیلئے ایک خاص مقام ہے اور ہر مقام پر اس کی تجلی کے آثار
ظاہر ہوتے ہیں:-

تجلّی کی پہلی قسم:- یہ شریعت محمدیہ ﷺ کی ہے اور اس کا تعلق
آنکھ سے ہے کہ جو مشاہدہ کرے اس کا
معائنہ کرے۔

تجلّی کی دوسری قسم:- یہ طریقت کی ہے کہ اس سے دل میں
روشنی پیدا ہوتی ہے۔
تجلّی کی تیسری قسم:- تیسری قسم حقیقت کی ہے اس سے روح
میں روشنی زیادہ ہوتی ہے۔

تجلّی کی چوتھی قسم:- یہ معرفت ہے اور اس سے بھید میں زیادتی
ہوتی ہے۔

تجلّی کی پانچویں قسم:- یہ قسم عشق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسرار کے
نور میں اضافہ ہوتا ہے۔

تجلّی کی چھٹی قسم:- یہ پیر و مرشد کی ہے کہ اس سے نورِ محبت اور
اپنے مربی سے خلوص میں اضافہ ہوتا ہے

تجلی کی ساتویں قسم:- یہ فقر ہے کہ اس سے نورِ حق میں اضافہ ہوتا ہے۔

تجلی کی آٹھویں قسم:- یہ ملائکہ ہے کہ اس سے نورِ تسبیح میں اضافہ ہوتا ہے۔

تجلی کی نویں قسم:- یہ جن ہے کہ اس سے جنوں اور دیوانگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

تجلی کی دسویں قسم:- یہ نفس ہے اس سے نفسانی خواہشات میں اضافہ ہوتا ہے۔

تجلی کی گیارہویں قسم:- یہ شیطان ہے کہ اس سے گناہوں میں زیادتی ہوتی ہے۔

تجلی کی بارہویں قسم:- یہ شمس ہے کہ اس سے نورِ برق زیادہ ہوتا ہے۔

تجلی کی تیرہویں قسم:- یہ چاند ہے کہ اس سے نور کے پرتو میں اضافہ ہوتا ہے۔

تجلی کی چودھویں قسم:- یہ اسم اللہ اور اسم محمد کے ذکر سے ظاہر ہوتی ہے۔ اَلَسَّكُونُ حَرَامٌ عَلَى قُلُوبِ اَوْلِيَائِهِ "یعنی اللہ کے دوستوں پر آرام حرام ہے" اور نفس جو دیو کی مثل ہے اس سے دھوکہ میں نہ آئے۔

تجلیات کا خلاصہ یہ ہے کہ شریعت محمد ﷺ کی تجلی اس کے چہرہ پر روشن وتاباں ہوتی ہے اور اہل طریقت کی تجلی دل پر روشن وتاباں ہوتی ہے اور اہل حقیقت کی تجلی مشاہدہ میں روشن وتاباں ہوتی ہے۔ اور اہل معرفت کی تجلی سر سے پاؤں تک روشن وتاباں ہوتی ہے۔

23۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ: السَّلَامَةُ فِي الْوَحْدَةِ وَالْآفَةِ بَيْنَ الْإِنْسَانِ۔ ترجمہ! "خلوت نشینی میں سلامتی ہے اور کثرت میں مصائب ہیں اس لئے فقیر کثرت کو ترک کر کے وحدت کو اختیار کرتا ہے اور ماسوا اللہ کی طرف رُخ ہی نہیں کرتا۔"

24۔ مشاہدہ 15 اقسام میں منقسم ہے ان میں سے 14 مقامات ناسوت میں اور ایک مقام لاہوت ہے جو کہ خاص مقام توحید خداوندی کیلئے ہے، چنانچہ مقامات مشاہدہ، تسبیح زبان، مشاہدات نفس و قلب، روح، آفتاب، ماہتاب، جن، ملائکہ اور شیطان، آتش، باد، خاک، آب، اور صورتِ شیخ مقامات ناسوت سے ہیں اور مشاہدہ مقام توحید فنا فی اللہ اور بقا باللہ مقام لاہوت سے ہے۔

25۔ فقر ا کا وجود نور سے ہوتا ہے اور عوام کا وجود اربعہ عناصر سے اس لیے فقراء کا وجود لطیف ہوتا ہے اور عوام کا وجود کثیف ہوتا ہے اور لطافت ایک ایسا مقام ہے کہ جب فقیر اس درجہ پر پہنچتا ہے تو زمین و آسمان کی مکانی حدود اس کا راستہ نہیں روک سکتیں وہ ان میں سے پار نکل کر عالم

لامکان میں چلا جاتا ہے جو کہ فانی اللہ کا مقام ہے۔

26- ارشاد نبوی ﷺ ہے: إِنَّ اللَّهَ لَا يُحَرِّبُ الْمُؤْمِنِينَ بِالْبَلَاءِ كَمَا يُحَرِّبُ الذَّهَبَ بِالنَّارِ۔ "بیشک اللہ تعالیٰ بلائیں نازل کر کے مومنین کا امتحان لیتا ہے جیسا کہ سونے چاندی کا امتحان آگ پر ہوتا ہے۔" لہذا راہ سلوک میں درپیش آزمائشوں پر صبر و تحمل سے عمل کرنا چاہیے اور یہی تصوف کا مغز ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: مَنْ عَرَفَ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ۔ "عارف پر کسی چیز کی حقیقت مخفی نہیں رہتی۔" چنانچہ ان آزمائشوں میں کامیاب ہونے پر عارف پر حقیقت کی تمام رمزیں عیاں ہو جاتی ہیں وہ عارف حق کلام کرتا ہے تو قرآن سے، دیکھتا ہے تو نظائر قدرت سے، چلتا ہے تو اللہ کی مرضی سے، یعنی ہر کام اللہ کی رضا سے کرتا ہے اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتا۔

27- ارشاد نبوی ﷺ ہے: مِعْرَاجُ الْفَقْرِ لَيْلَةُ الْفَاقَةِ۔ "یعنی فقیر کیلئے فاقہ کی رات بلند ہوتی ہے۔" ارشاد گرامی ہے: الْمُفْلِسُ فِي أَمَانِ اللَّهِ "مفلس اللہ تعالیٰ کی امان میں ہے" لہذا فقیری آسان نہیں کہ ہر کوئی فقیری کا مرتبہ حاصل کر لے بلکہ اس کیلئے معرفت میں محو اور اپنی خودی سے فنا ہو کر نفس مطمئنہ حاصل کرنا چاہیے۔ مُؤْتُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا یعنی مرنے سے قبل مرجاؤ سے مراد بھی نفس کشی ہے۔ إِذَا تَحَيَّرَ تُمْ فِي الْأُمُورِ فَاسْتَعِينُوا مِنْ أَهْلِ الْقُبُورِ۔ "جب تمہیں راہ سلوک

میں کسی بات پر حیرانی ہو تو اہل قبور سے استعانت طلب کرو۔ "یعنی راہ فقر میں جو اشکالات پیدا ہوں ان کے حل کیلئے کسی مردِ کامل کی قبر سے رجوع کرو کیونکہ کاملین مرتے نہیں ہیں مرتا تو صرف نفس ہے ان کے قلب تو زندہ ہو جاتے ہیں اور کائنات میں مصروف رہتے ہیں۔

28- نفس کو بادشاہ کہتے ہیں اور شیطان نفس کا وزیر ہے اور دنیا اسکی ماں ہے کہ انہیں پروان چڑھاتی ہے پس جو دل ابلیس کی نشست گاہ بن جاتا ہے تو اس دل پر چار موکل گھیراؤ کر لیتے ہیں:

۱۔ خناس، ۲۔ خرطوم، ۳۔ وسوسہ، ۴۔ خطرات جو بجائے نفس کے قائم مقام ہیں۔

29- ارشاد نبوی ﷺ ہے: إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا يَمُوتُونَ بَلْ يَنْتَقِلُونَ مِنَ الدَّارِ إِلَى الدَّارِ۔ "تحقیق اللہ کے دوست مرتے نہیں بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جاتے ہیں۔" ارشاد نبوی ﷺ ہے: الْمَوْتُ جَسْرٌ يُوصِلُ الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ "کامل فقیر کیلئے موت پل ہے کہ حبیب کو حبیب سے ملا دیتی ہے۔" پس مردِ کامل ہمیشہ زندہ رہتا ہے اور اسکے باطنی تصرفات بھی کام کرتے رہتے ہیں، ظاہری طور پر پردہ برزخ میں جانے کے باوجود وہ اپنے چاہنے والوں کی نسبت اویسہ کے ذریعہ تربیت کرتا رہتا ہے۔

30- ارشاد نبوی ﷺ ہے: الْإِيمَانُ غُرْيَانٌ وَلِبَاسُهُ التَّقْوَى

وَزَيِّنَتْهُ الْحَيَاءُ وَثَمَرَتَهُ الْعِلْمُ - ترجمہ! "ایمان عمل کے بغیر عریاں ہوتا ہے اسلئے تقویٰ اس کا لباس ہے اور حیا اسکی زینت ہے اور علم اسکا ثمر ہے۔" لہذا صحت عقیدہ کے ساتھ صحت عمل بھی ہو اور سب سے بڑھ کر تقویٰ و طہارت کا سالک کو خوگر ہونا چاہیے پھر جا کر اس راہ فقر میں قدم رکھے تو کامیابی ہوگی۔

31- الْفَقْرُ لَا يُحْتَاجُ إِلَّا اللَّهَ - "فقیर اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا محتاج نہیں ہوتا اور عرش سے لیکر تحت الثریٰ تک اسکی حکومت ہوتی ہے چاہے تو حرکت کرے یا اپنے حال پر قائم رہے۔

32- قَقْنَسُ پرندہ اور ذکر الہی:- ذکر حق کیلئے ضروری ہے کہ وہ ققنس پرندہ کی طرح ذکر کرے اس پرندہ کا یہ حال ہے کہ یہ لکڑیوں کا انبار جمع کرتا ہے اور اس کے درمیان بیٹھ کر ذکر الہی شروع کرتا ہے اور ذکر ھو میں مشغول ہو کر ھو کے ساتھ سانس نکالتا ہے اور اسی طرح ذکر کرتا رہتا ہے اس پرندہ کی چونچ میں 360 سوراخ ہوتے ہیں اور ہر سوراخ میں سے ذکر ھو کی آواز مختلف سُرّوں کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہے، ذکر اللہ کی گرمی اس سے ظاہر ہوتی رہتی ہے بالآخر ان لکڑیوں میں آگ لگ جاتی ہے وہ خود بھی جل جاتا ہے اور خاک ہی خاک رہ جاتی ہے اور اسکے بعد جب اس پر رحمت کی بارش ہوتی ہے تو اس مٹی سے ایک انڈہ پیدا ہوتا ہے پھر انڈہ سے بچہ نکلتا ہے جب بچہ بڑا ہوتا ہے تو وہ بھی اسی

طرح اپنی جان دے دیتا ہے اور ہمیشہ کیلئے یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، اسی طرح کامل فقیر کو بھی مقام مُؤْتُو قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا حاصل ہوتا رہتا ہے۔

ذکر بدن کی زکوٰۃ ہے جس طرح زکوٰۃ سے مال حلال اور پاک ہو جاتا ہے اسی طرح آدمی کا وجود ذکر الہی سے کفر اور شرک کی پلیدی سے پاک صاف ہو جاتا ہے جب فقیر میں ذکر اللہ خود بخود جاری ہو جاتا ہے تو اب دل بیدار ہو جاتا ہے اور روح کی طرح زندہ رہتا ہے نہ مرتا ہے اور نہ اُسے مٹی کھاتی ہے فقر اُکے نزدیک انسانی جسم کے اندر گوشت کا ٹکڑا قلب نہیں بلکہ یہ کلب یعنی گُتا ہے خاص طور پر جبکہ اسمیں لالچ اور خواہشات بھری ہوں، تو یہ قلب کافر، منافق، مسلم، مومن تمام کیلئے ہوتا ہے جبکہ قلب کی حقیقت کچھ اور ہے کیونکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللَّهِ تَعَالٰی۔ یعنی مومن کا قلب اللہ کا عرش ہے۔ اللہ تعالیٰ ساری کائنات میں نہیں سماتا مگر قلب مومن میں سما جاتا ہے تو ضرور اس قلب سے مراد باطنی قلب ہے جو کہ معرفت حق سے نصیب ہوتا ہے۔

33۔ اللہ تعالیٰ اہل طاعت کو موت کی حالت میں زندہ رکھتا ہے اور اہل معاصی یعنی گنہگاروں کو زندگی کی حالت میں مردہ رکھتا ہے۔

34۔ جَمَعَ وَ تَفَرَّقَ سے یہ مراد ہے کہ حق کے ساتھ متصل ہونا، غیر اللہ سے جدا ہونا اور غیر اللہ سے نجات پانا اور حق تعالیٰ سے متصل

ہونا ہے۔

35۔ حال و مقام کے درمیان یہ فرق ہے کہ حال عارضی کیفیت کا نام ہے جو آتی جاتی رہتی ہے یہ چیز مقام فنا فی اللہ کا خاصہ ہے اسکے مقابلہ میں مقام ہے جب حال جم کر پختہ ہو جاتا ہے اور دائمی ہو جاتا ہے تو اسے مقام کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور یہ چیز بقاء باللہ کا خاصہ ہے۔

36۔ سالک کے حال میں انشراح و بسط کو مشاہدہ جمال کہتے ہیں اور سختی و قبض ہو تو اس کو مشاہدہ جلال کہتے ہیں۔

37۔ سکر سے مراد بے خودی اور محویت ہے جو سالک پر قرب حق میں طاری ہوتی ہے یہ استغراق مقام فنا فی اللہ کا ثمر ہے۔ صحو کا مطلب ہے ہوشیاری، جب سالک مقام فناء کو ترک کر کے مقام دوئی پر واپس آتا ہے تو استغراق سے نکل آتا ہے۔

38۔ غیبت اور حُضُور میں فرق یہ ہے کہ حُضُور سے مراد حضورِ قلب ہے ایسے یقین کے ساتھ جس سے غیب آنکھوں کے سامنے آجائے اور غیب سے مراد یہ ہے کہ خود غائب ہو اور حق تعالیٰ موجود ہو۔

39۔ نفی اور اثبات کے متعلق مشائخ طریقت یہ کہتے ہیں: نفی سے ان کی مراد اپنی بشریت کی فناء اور اثبات سے حق تعالیٰ کی ہستی کی بقاء ہے چونکہ انسان کی ذات کی مکمل نفی ممکن نہیں ہے اسلئے یہاں نفی سے مراد صفاتِ ذمیمہ کا ترک اور صفاتِ حمیدہ کا اختیار کرنا ہے۔

40۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے "اپنے پیٹ کو بھوکا رکھو، حرص ترک کرو، جسم کی زینت کو چھوڑ دو، امیدوں کو گوتاہ کرو، جگر کو پیاسا رکھو، حُبِ دنیا کو ترک کرو تا کہ تمہارے قلوب کو مشاہدہ حق حاصل ہو۔" اور صوفیاء کرام کے نزدیک لفظ مشاہدہ کا مطلب ہے دل کی آنکھوں سے حق تعالیٰ کا دیدار خلوت اور جلوت میں بغیر چُون و چگوں کے۔

یہ تھے حضرت خواجہ سید الاولیاء محمد اسعدؒ کے لطیف اشاراتِ معرفت جن کی روشنی میں ایک سالک سلوک کی منازل کے دوران عمل پیرا ہو کر مقصدِ حقیقی یعنی معرفتِ حق سے مستفیض ہو سکتا ہے۔
حضرت خواجہ محمد اسعدؒ اور نلکا والی سرکارؒ:-

اجمیر شریف کے سفر کے دوران سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کا گذر بورے والے کے قریب ایک چک، ضلع وہاڑی میں سے ہوا تو ایک خوش نصیب ہستی حضرت خواجہ غلام محمدؒ عرف نلکا والی سرکار کو بیعت بھی کیا اور خلافت بھی عطا کی لہذا آج بھی حضرت خواجہ غلام محمدؒ کا مزار زیارت گاہِ خلاق ہے اور ہر وقت وہاں پر زائرین کا ہجوم لگا رہتا ہے۔
وصال اور عرس مبارک:-

سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کا 23 شعبان المعظم 1349 ہجری بمطابق 1928ء میں وصال ہوا اور فرد الحقیقت، سلطان المشائخ حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ یعنی اپنے والد محترم کے پہلو میں دربارِ عالیہ

خانپور قاضیاں شریف میں دفن ہوئے۔ حضرت کے وصال سے پہلے آپ کے دونوں بھائی قلندر زماں حضرت خواجہ رحیم بخشؒ اور سید الصالحین حضرت خواجہ محمد صالحؒ اور بھتیجے حضرت خواجہ غلام دستگیر وصال فرما چکے تھے اور چھوٹا روضہ مبارک میں حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کی معیت میں دفن ہو چکے تھے۔ یہ حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کی زندہ کرامت ہے جو آج بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے کہ آپ کا وصال مذکورہ چاروں ہستیوں کے بعد ہوا تھا اور چھوٹا روضہ مبارک خانپور قاضیاں شریف میں آپ کے دفن کیلئے جگہ موجود نہ تھی مگر آپ کی کرامت اور روحانی مقام کا اندازہ لگائیں حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کی وصیت کے مطابق آپ کی میت پاک کو چھوٹے روضہ مبارک کے سامنے رکھ دیا گیا حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ نے احمد پور شرقیہ اپنے ایک مستری مریدؒ سے خواب میں کہا کہ جاؤ اور دونوں مزاروں کے درمیان یعنی حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ اور خواجہ رحیم بخشؒ کے درمیان تیشہ مارو ایک قبر کیلئے جگہ خود بخود بن جائیگی چنانچہ اس خوش بخت مستری مریدؒ نے ایسا ہی کیا تو ایک اونچی گونج دار آواز پیدا ہوئی اور مذکورہ دونوں قبروں کے درمیان ایک اور قبر خود بخود آ موجود ہوئی جس میں آنحضرتؐ کو دفن کر دیا گیا۔ ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں آپ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی، پہلے سے موجود چاروں مزاریں اپنی اپنی جگہ سے سرک گئیں اور آپ کیلئے جگہ بنادی گئی۔ سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کا

عرس مُبارک ہر سال 22، 23، 24 شعبان المعظم کو دربار عالیہ خانپور
 قاضیاں شریف میں تمام شرعی حدود و قیود کے مطابق منایا جاتا ہے جس میں
 زائرین کی ایک کثیر تعداد شرکت کرتی ہے۔

باب نمبر 8

جمال الاولیاء، سلطان العرفاء حضرت خواجہ محمد اجملؒ

(1275 ہجری تا 1331 ہجری --- 56 سال --- 1854ء تا 1910ء)

آن اجمل المتجملین، جمال الاولیاء، سلطان
العرفاء، عین الفقر، سراج السالکین، مصباح العارفین، تاج العارفین، سید
الجمیلین، شمع صوفیان، جمال طریقت و شریعت، صاحب السلطان،
سید المحبتین صاحب اسرار ربانی حضرت خواجہ محمد اجملؒ، فرد الحقیقت،
سلطان المشائخ حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کے فرزند سوم ہیں، طریقت
میں آپ کا مقام بہت بلند ہے آپ مستجاب الدعوات بزرگ سمجھے جاتے
تھے آپ کا سلسلہ طریقت 37 واسطوں سے حضور پاک ﷺ تک جا
پہنچتا ہے اور 3 واسطوں سے محبوب اللہ، معشوق اللہ حضرت خواجہ محمد خدابخش
خیر پوریؒ تک پہنچتا ہے اور 4 واسطوں سے شہنشاہ ولایت ملتان حضرت
خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ تک جاتا ہے جبکہ 5 واسطوں سے قطب
ارشاد، غوث الاعظم، قطب الاقطاب حضور خواجہ خواجگان قبلہ عالم
وعالمیان حضرت نور محمد مہارویؒ کے ساتھ پیوست ہوتا ہے۔ آپ کی
ولادت تقریباً 1275 ہجری میں ہوئی، والد محترم نے اپنے والد محترم
حضرت خواجہ محمد خدایار خاتم ولایت کا بیعت کرایا اور پھر انہی سے ہی
خلافت بھی پائی۔

آپؐ کے 2 فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد عبدالرزاقؒ اور حضرت خواجہ محمد فضل حقؒ تھے اور ایک لڑکی حضرت بی بی عصمت صاحبہؒ تھی جن کا نکاح حضرت خواجہ احمد بخشؒ سے ہوا۔ آپؐ بے مثل و بے مثال صوفی بزرگ تھے۔ فرد الحقیقت حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ نے آپؐ کے ذمہ لنگر خانہ خواجہ خدایارؒ کے تمام انتظامی امور سونپے ہوئے تھے لنگر کی تقسیم، مریدین و خلفاء کی رہائش و خواراک وغیرہ سب آپؐ کے ذمہ تھی، لنگر خانہ کیلئے مختص وسیع و عریض اراضی کا بھی سارا انتظام آپؐ کے ہاتھ میں تھا۔ آپؐ سرکار اعلیٰ پایہ کے منتظم تھے اور اپنے والد محترم کے محبوب تھے بلکہ اپنی گونا گوں صفات کی وجہ سے اپنے تمام بھائیوں کے محبوب تھے تمام بھائی آپؐ کی قابلیتوں اور لیاقتوں کی وجہ سے آپؐ پر فخر کرتے تھے۔

حضرت خواجہ محمد اجملؒ کا روحانی مقام:-

سلطان العرفاء حضرت خواجہ محمد اجملؒ اپنے شیخ حضرت خواجہ خدایارؒ میں مکمل طور پر فناء ہو کر فنا فی الشیخ کا درجہ حاصل کر چکے تھے اور ثانی خدایارؒ بن چکے تھے ظاہر و باطن میں مکمل طور پر اپنے پیر کی تصویر بن چکے تھے لہذا یہی مقام فناء فی الشیخ آپؐ کی ترقی کا سبب بنا اور آپؐ فناء فی الرسولؐ ہو کر حضور ﷺ کی صفات کا مظہر بن گئے اور پھر اپنے پیر کامل کی مزید توجہ اور تربیت سے فناء فی اللہ اور بالآخر مقام بقا باللہ پر فائز ہو کر خلق خدا کی ہدایت میں مشغول ہو گئے۔ آپؐ نے لنگر خانہ خواجہ خدایارؒ کے

ظاہری انتظامات کے پردہ میں اپنے آپکو انخفاء میں رکھا ہوا تھا مگر ایسے نفوسِ قدسیہ کب چھپتے ہیں لہذا آپ سے ایسی نورانی تجلیات اور انوارات کا ورود ہوا کہ ایک جہان کو اپنے انوارِ سرمدی سے بھر دیا اور ہزاروں گم گشتگانِ راہ کو راہِ ہدایت اور صراطِ مستقیم کی طرف پھیر دیا۔

آپؐ بے بدل درویش فقیر تھے اور جو منہ سے نکلتا فوراً پورا ہو جاتا۔ آخر میں آپؐ پر استغراقی کیفیت کا غلبہ ہونے لگا اور عالمِ سُکر میں رہنے لگے مگر خلقِ خدا کی ہدایت کیلئے پھر عالمِ بقاء یعنی دُئی میں بھی واپس آ جاتے تھے۔ فیضانِ خواجہ خدایارؒ کی آپؐ پر ہر وقت نورانی بارش ہوتی رہتی تھی جس سے آگے متوسلین و طالبین کو مستفیض کرتے رہتے تھے۔ اور آج بھی کوئی دیدہ بینار کھنے والا آپؐ کے مرقدِ انور پر کھڑے ہو کر دیکھے تو اُسے عالمِ انوار کا ایک بے بہا خزانہ ملیگا اور اگر ہمت و استقامت کے ساتھ ساتھ وسیع ظرف بھی رکھتا ہو تو مقصودِ اصلی یعنی معرفتِ حق بھی نصیب ہو سکتی ہے یعنی آپؐ کی روحانی نسبت و فیض آج بھی حیاتِ ظاہری کی طرح قائم و دائم ہے اور خلقِ خدا آپؐ کے فیض و کرم سے اپنی جھولیاں بھر کر جاتی ہے، آپؐ سرکارؒ اپنے خلفاء اور اپنی اولاد کے ذریعہ باطنی طور پر ہر وقت متصرف ہیں اور زائرین کیلئے قبلہ حاجات ہیں۔

حضرت خواجہ محمد اجملؒ کے بیان کردہ حقائق و معارف :-
سلطانُ العرفاء حضرت خواجہ محمد اجملؒ نے ظاہری و باطنی تعلیم

و تربیت مکمل کرنے کے بعد خانقاہ چشتیہ نظامیہ میں سالکین و طالبین راہِ حق کی ہدایت و تربیت کیلئے اپنے فرائض منصبی ادا کئے اور بے شمار لوگ آپ کی توجہ اور تربیت سے ذاتِ حق تک پہنچے۔ سلطانُ العرفاء حضرت خواجہ محمد اجملؒ کے مناقب اتنے بے شمار ہیں جنہیں بیان کرنے کیلئے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے۔ آپؒ کے طریقت کے اشارات و نکات پُر مغز ہیں اور ایک سالک کیلئے دستور العمل کی حیثیت رکھتے ہیں ذیل میں ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

1۔ کامل اور ناقص مرشد میں فرق:- مرشد ناقص طالبین کو ظاہری طاعت و ریاضت کے اعمال میں مشغول کر کے شب و روز اللہ تعالیٰ کے دشمنوں یعنی نفس و شیطان سے لڑائی میں مشغول کر دیتے ہیں جبکہ مرشدِ کامل اسم ذات یعنی اللہ کی تاثیر کے تصرف کی تلوار سے یکبارگی ان اغیار کے سر کاٹ کر رکھ دیتا ہے تاکہ اس کا مرید ان کی مخالفت سے ایک ہی دفعہ محفوظ اور مامون ہو جائے۔

2۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُفْرَبِينَ۔ "نیک لوگوں کی نیکیاں مفرین کے ہاں گناہ شمار ہوتی ہیں۔" آپ سرکارؒ فرماتے ہیں کہ مرشدِ کامل کے کسی قول و فعل پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے کیونکہ طالب اُسکی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا اور اولیاء اللہ کبھی بھی خلاف شریعت کام نہیں کرتے۔ حق تعالیٰ کے مقرب لوگ تو ہر لمحہ ذاتِ حق میں مگن رہتے ہیں اور

ہر لمحہ اپنے پچھلے چھوٹ جانے والے مقام سے توبہ واستغفار کرتے ہیں کیونکہ ذاتِ حق لامتناہی ہے اور مردِ کامل کی ذاتِ حق میں پرواز بھی ہمیشہ جاری و ساری رہتی ہے جوں جوں اس پر ذاتِ حق کے حقائق کھلتے چلے جاتے ہیں وہ مزید آگئے بڑھتا رہتا ہے اور ہلّ مِنْ مَّزِيدٍ یعنی اور جامِ معرفت عطا کیا جائے کے نعرے لگاتا ہے اور اپنے پچھلے مقامات کو چھوڑ کر آگے چلا جاتا ہے لہذا مقربین کی نیکیاں بھی ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق ہوتی ہیں۔

3۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ سِلک و سُلوک کیا ہے اور مجاہدہ، مشاہدہ اور ریاضت کسے کہتے ہیں یہ سب قرب و وصال، محبتِ الہی اور جمیعتِ یعنی اپنے آپ کو بھول کر مشاہدہٗ حق میں غرق ہونے کی طلب، خود رُفگی کے ساتھ فناء فی اللہ اور بقاء باللہ کی طلب و معرفت یہ سب چیزیں ان سے مراد ہیں۔

4۔ حضرت ابو موسیٰؓ راوی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ أَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ كَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ (بخاری، کتاب الرقاق) ترجمہ! "جو اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملنا پسند فرماتا ہے اور جو اللہ سے ملنا پسند نہیں کرتا اللہ بھی اس سے ملنا پسند نہیں کرتا۔" آپؐ فرماتے ہیں کہ موت قُرب وصالِ الہی کا دروازہ ہے حضرت عبداللہؓ راوی ہیں کہ سرکار نبی کریم ﷺ نے ارشاد

فرمایا: تُحَفَّةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ (الترغیب والترہیب) ترجمہ! "موت، مومن کیلئے ایک بیش قیمت تحفہ ہے۔" وجہ یہ ہے کہ بوقت موت انسان کی نگاہوں سے حجابات اٹھائے جاتے ہیں اور اس کی زندگی کے سارے کارنامے یا کثرت اس کے سامنے آ جاتے ہیں جبکہ صوفیاء کے نزدیک مُوتُو قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا "یعنی مرنے سے پہلے مر جاؤ" تاکہ جلوہ یار ہر وقت دل میں جاگزیں رہے یعنی جب نفسِ انسانی نفسِ مطمئنہ کا مقام پالیتا ہے تو تمام حجاباتِ ظلمانی دور ہو جاتے ہیں اور حقیقت کا نہ ختم ہونیوالا سفر شروع ہو جاتا ہے کیونکہ نہ ذاتِ حق کی کوئی حد ہے اور نہ عشاق کے عشق کی حد ہے بلکہ عرفاء کا قول ہے کہ ذاتِ حقیقی کے لحاظ سے وہ خود عاشق ہے خود ہی معشوق ہے اور خود ہی عشق ہے۔

5۔ فقر کے بارے میں فرماتے ہیں اس سے مراد حقیقتِ مصطفیٰ ﷺ کی معرفت اور 18 ہزار عالم کا علم ہے جب فقر کی دولت حاصل ہو جاتی ہے تو طالب جس وقت چاہے وحدانیت میں غرق اور فی التور ہو جاتا ہے اور جب چاہے حضور ﷺ کے دیدار پر انوار سے مُشرف اور مجلسِ محمدی ﷺ میں حاضر ہو سکتا ہے مگر یہ راہ حضور ﷺ کی کامل اطاعت و اتباع اور عشقِ رسول سے کھلتی ہے اور یہ نوری حضوری راستہ کا ملین اصحابِ قبور کی توجہ باطنی سے بھی کھلتا ہے۔

6۔ اے طالب! حضوری سے گزر کر نورِ وحدت میں غرق ہو جا کہ

وہاں وصل اور حضوری کی کوئی حاجت نہیں ہوتی۔

7۔ جب طالب کو صرف رازِ الہی اور معرفتِ الہی کی طلب ہو تو عرش و کرسی اور 14 طبق اس کے قدموں میں ہوتے ہیں۔

8۔ انبیائے کرام کے نفوسِ مقدّسہ انبیاء کرام ہی کی طرح ہوتے ہیں اور اولیائے کرام کے نفوسِ قدسیہ اولیائے کرام ہی کی طرح نیک ہوتے ہیں جبکہ مردہ دل کا نفس انتہائی خبیث ہوتا ہے اگرچہ اسکی زبان پر ہر وقت قرآن و حدیث کا درس ہی کیوں نہ جاری ہو۔

9۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: الدُّنْيَا حَرَامٌ عَلَى أَهْلِ الْعُقْبَىٰ وَالْعُقْبَىٰ حَرَامٌ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا، الدُّنْيَا وَالْعُقْبَىٰ حَرَامٌ عَلَى طَالِبِ الْمَوْلَى (ویلی "الفردوس" حدیث نمبر 3110) ترجمہ! "دنیا حرام ہے اہل آخرت پر اور آخرت حرام ہے دنیا داروں پر اور دنیا و آخرت حرام ہیں طالبانِ حق پر" حضور ﷺ کا فرمان ہے: مَنْ لَّهُ الْمَوْلَىٰ فَلَهُ الْكُلُّ "یعنی جس کا رب اس کا سب" یعنی سالکین راہِ حقیقت کو صرف اور صرف رضائے الہی کو سامنے رکھنا چاہیے۔

10۔ جو معرفتِ ذاتِ حق حاصل کر لیتا ہے وہ اللہ کا آشنا ہو جاتا ہے تو اس کا نفس فنا ہو جاتا ہے اور دل صاف ہو جاتا ہے اور اسکی روح ہمیشہ حضوریِ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر رہ کر بقاء حاصل کر لیتی ہے اور اسکو تماشاے کونین ناخن کی پشت پر نظر آتا ہے۔

11۔ درویش فقیر کی نظر کرم سے دل بیدار ہو جاتا ہے اور وسوسے رفع ہو جاتے ہیں اور درویش کو اللہ تعالیٰ اتنی طاقت عطا کر دیتا ہے کہ وہ ایک غریب چھیرے کو چاہے تو بادشاہ بنا سکتا ہے۔

12۔ معرفت اور قرب الہی کا راستہ سر کو پیر بنانے اور پیروں کو سر بنانے سے طے ہوتا ہے حدیث پاک میں آتا ہے: مَشَى عَنِ الرَّاسِ بِذُنِّ الْأَقْدَامِ۔ یعنی پاؤں کے بغیر سر کے بل چلنا۔

13۔ طالب اور مرید بن جانا تو آسان کام ہے لیکن اپنا آپ مکمل طور پر مرشد کے اختیار میں دیکر اپنا ارادہ ختم کر دینا بہت دشوار کام ہے۔ حدیث پاک ہے: الْمُرِيدُ لَا يُرِيدُ "مرید کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا" عرفاء کا قول ہے: الطَّالِبُ عِنْدَ الْمُرْشِدِ كَالْمَيِّتِ بَيْنَ يَدَيِ الْغَاسِلِ۔ ترجمہ! "یعنی مرید اور طالب مرشد کے سامنے اس طرح ہوتا ہے جیسے مردہ نہلانے والے کے سامنے۔" ایسا مرشد جو کہ طالب کو پہلے ہی دن مجلس محمدی ﷺ میں داخل نہیں کرتا اور صحابہ کرامؓ سے فیض و نعمت نہیں دلاتا اور حضور سید عالم ﷺ کی بیعت سے سرفراز نہیں کراتا اور ایک ساعت میں ریاضت اور اطاعت کے بغیر صرف تصور اسم ذات یعنی اللہ کے ذریعہ ولایت ہدایت تک نہیں پہنچاتا اس کو مرشد کامل نہیں کہنا چاہیے۔

14۔ باطن وہ ہے کہ ظاہری وجود باطن میں جو کچھ دیکھے ظاہری طور پر بھی وہ نص قرآن اور نص حدیث کے بالکل مطابق ہو۔

15۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ جب توحید یعنی وحدت الوجود حق ہے تو پھر خلق

خدا کی رضا جوئی بھی حق تعالیٰ کی رضا جوئی ہوگی یہ سب اسی ایک ہستی کا ظہور ہے۔

حضرت خواجہ محمد اجملؒ کا مقام جامعیت :-

ولایت میں جو چیز عروج بشری کا آخری مقام ہے جہاں سالک بیک وقت فانی فی اللہ بھی ہوتا ہے اور باقی باللہ بھی، چونکہ ذاتِ حق کی کوئی انتہا نہیں اور عارفِ حق کی پرواز کی بھی کوئی انتہا نہیں ہوتی اور اس کے اندر عشقِ الہی کا وہ طوفان ہوتا ہے کہ قرب کی کسی منزل پر بھی مطمئن نہیں ہوتا اور ہر آن اور ہر لحظہ ہَلْ مِنْ مَّوَدِّكَ نَعْرَہ لگاتا ہے اس مقام پر اس کا قرب بھی بُعد بن جاتا ہے۔ حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ فرماتے ہیں۔

نہ حُسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں

بمیرد تشنہ مُستسقی و دریا ہمچنان باقی

ترجمہ! "نہ محبوب کے حسن و جمال کی کوئی حد ہے نہ سعدی کے کلام کی، پس ہوتا یہ ہے کہ استغنیٰ کے مریض کی طرح عاشقِ دریا کے کنارے پانی پی پی کر مر جاتا ہے اور دریا چلتا رہتا ہے۔"

یہ مقام جمع الجمع کہلاتا ہے اسے مقام جامعیت بھی کہتے ہیں سلطان العرفاء حضرت خواجہ محمد اجملؒ کا مقام بھی مقام جامعیت ہے بیک وقت فانی فی اللہ بھی اور باقی باللہ بھی، آپؒ کامل و اکمل تھے اور آپؒ کا عروج و نزول بھی کمال درجہ کا تھا آخر عمر میں عالمِ سکر یعنی فناء فی اللہ میں رہنا زیادہ محبوب تھا۔

چہار اقطاب :- فرد الحقیق، سلطان المشائخ حضرت خواجہ

محمد سیف الدینؒ کے چاروں بیٹے (چہار اقطاب) اور خاتم ولایت، قطب
الاقطاب حضرت خواجہ محمد خدایارؒ کے چاروں (چہار اقطاب) پوتے یعنی
قلندر زمان حضرت خواجہ محمد رحیم بخشؒ، سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ،
سُطان العرفاء حضرت خواجہ محمد اجملؒ اور سلطان الصالحین حضرت خواجہ محمد
صلحؒ اپنے دور میں اس پوری کائنات میں جملہ اولیائے کرام میں ایک
خاص امتیازی شان رکھتے تھے، چاروں اپنے وقت کے کامل و اکمل، چہار
اقطاب، اور اجل صوفیائے کرام سمجھے جاتے تھے اور ولایت کے جملہ
مراتب عالیہ پر فائز تھے۔ حضرت خواجہ خدایارؒ کے فقر کے مظہر کامل تھے
چاروں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کے تھے اور آپس میں حد درجہ رحیم و
کریم تھے۔ تاریخ اسلام میں ایسی مثالیں بہت ہی کم ملیں گی کہ جب ایک
ہی باپ کے چاروں بیٹے اپنے وقت کی صرف کامل ترین ہستیاں ہی نہ
ہوں بلکہ ان کے فیض و کرم سے بے شمار سالکین کامل و اکمل بن گئے۔ یہ
سب حضرت خواجہ فانی فی اللہ باقی باللہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ کی نظر کرم تھی
اور حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ اور حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتائیؒ
کا فیضانِ خصوصی تھا حضرت خواجہ خدایارؒ کی اولاد پر، اور یہ فیضان آج بھی
جاری ہے مگر اس سے مستفیض ہونے کی اولین شرط صحیح عقیدہ و عمل کے
ساتھ ساتھ طلب صادق بھی ہو کیونکہ:

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ کسے دکھلائیں کوئی راہ رو منزل ہی نہیں

سلطان العرفاء حضرت خواجہ محمد اجملؒ کے مناقب و محاسن اتنے

بے شمار ہیں جنہیں بیان کرنے کیلئے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے۔

16- کائنات میں جاری مکافاتِ عمل کا خفیہ نظام جاری و ساری ہے

ظلم اور گناہ کا نتیجہ ضرور نکلتا ہے بعض انتہائی ذلیل اور گھٹیا حرکتوں کا

خوفناک انجام فوراً ظاہر ہوتا ہے اور مجرم کو عبرت کا نمونہ بنا کر رکھ دیتا ہے۔

17- حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے روز لوگوں میں سے میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص

ہوگا جو اس دنیا میں ان سب سے زیادہ درود بھیجتا ہوگا۔ (ترمذی، الجامع)

18- حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ "ہر دُعا اس وقت تک پردہ حجاب میں

رہتی ہے جب تک حضور نبی کریم ﷺ پر اور آپ ﷺ کے اہل بیت

پر درود نہ بھیجا جائے (طبرانی، المعجم الاوسط)۔

19- مُتَابَعَت :- یعنی حکم کو دل و جان سے اور دماغ سے مان

لینا ہے جبکہ اتباع اس حکم کو زندگی کے اندر ڈھال لینا ہے اتباع تب ہوگی

جب ہماری زندگی حضور پاک ﷺ کے ہر حکم سے ذرا بھر بھی انحراف

کرنے نہ پائے جب تک انسان کی عملی زندگی تغیر آشنا نہ ہو اور زندگی کے

احوال میں تبدیلی نہ آئے حضور ﷺ کے ساتھ نسبتِ متابعت پیدا نہیں

ہوگی۔

20- ارشاد نبوی ﷺ ہے: يَسْرُوْا وَلَا تَعْسِرُوْا بَشْرُوْا وَلَا تُنْفِرُوْا۔ دین میں آسانی پیدا کرو تنگی نہ کرو خوشخبری دو متفرق نہ کرو۔" حضور ﷺ کی شانِ رحمۃ اللعالمین سے مشرک و کافر بھی مستفید ہوئے دشمنوں پر بھی رحم ایسا کیا جس کو پڑھ کر اور سن کے ہر کوئی ورطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے، حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں: کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا لوگ یہ دیکھ کر اُسے مارنے کیلئے دوڑ پڑے حضور ﷺ نے فرمایا کہ "اس کو چھوڑ دو اور جہاں اس نے پیشاب کیا ہے وہاں ایک یا زیادہ ڈول پانی بہا دو اور خیال کرو کہ تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو تنگی و دشواری پیدا کرنے والے بنا کر نہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الوضو) لہذا آج کے اس مشکل اور پُر فتن دور میں علماء و مشائخ کو اپنی تبلیغ میں حکمت کا راستہ اپنانا چاہیے۔

21- ارشاد نبوی ﷺ ہے: "مومن بھولا بھالا ہوتا ہے۔ اور کافر دھوکہ باز اور کمینہ" آج اس حدیث کو عالمی سامراج کے ہتھکنڈوں کی روشنی میں بخوبی سمجھا جاسکتا ہے جو کہ وہ بھولے بھالے عالمِ اسلام کے ساتھ کر رہے ہیں۔

22- ذاتِ مصطفیٰ ﷺ مخلوق اور خالق کا سنگم ہے اُدھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق میں شامل پس ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کا احاطہ صرف خدا ہی

کر سکتا ہے۔

23۔ اخلاق در حقیقت نفس کی ایک ہیئتِ راسخہ کا نام ہے اور اسی ہیئتِ راسخہ کو مزاج کہتے ہیں پس اخلاق انسان کے مزاج ہی کا نام ہے۔
وصال اور عرس مبارک:-

قُطْبِ زَمَان، سُلْطَانُ الْعُرَفَاءِ حضرت خواجہ محمد اجملؒ کا وصال کیم شوال المعظم 1331ھ ہجری عید الفطر کے روز اپنے تمام بھائیوں کی موجودگی میں ہوا۔ آپؒ کا مزار اقدس اور روضہ مبارک سلطان المشائخ حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کے روضہ مبارک کی پابندی کی طرف دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف میں زیارت گاہِ خلائق ہے۔ آپؒ سرکارِ عرس مبارک ہر سال کیم شوال کو منعقد ہوتا ہے جس میں زائرین کی کثیر تعداد کے علاوہ باطنی مخلوقات کا بھی جم غفیر ہوتا ہے۔ قُطْبِ زَمَان حضرت خواجہ محمد اجملؒ نے عید اپنے محبوب کے ساتھ جا کر منائی بلکہ ہر سال آپؒ سرکارِ عید اپنے محبوب کے ساتھ مناتے ہیں اور آپؒ کا یومِ وصال مبارک بھی یہی پیغام دیتا ہے کہ اصل چیز رضائے محبوب ہے یعنی ذاتِ حق کی رضا کا حصول ہے جب وہ حاصل ہوگئی تو دنیا کی کسی بھی خوشی اور مال و دولت کی قیمت اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔

باب نمبر 9

سُلطانُ الصّالحین، بُرہانُ الواصلین حضرت خواجہ محمد صالح

(1278 ہجری تا 1338 ہجری --- 60 سال --- 1857ء تا 1917ء)

آنِ صالح الصّالحین، شمس الصّالحین، سرانج الواصلین، سلطانُ

الصّالحین، بُرہانُ الاتقیاء، برہانُ الاصفیاء زبدۃ الاولیاء، قُدوۃ الاولیاء

، چراغِ چشتیاں، دانائے اسرارِ غیب، سید الصّالحاء، صاحب اسرارِ توحید،

صاحب عشق و مستی، مردِ قلندرِ قطبِ وقت حضرت خواجہ محمد صالحؒ،

فردِ الحقیقت سلطانُ المشائخ حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کے فرزند

چہارم اور چہار اقطاب میں سے چوتھے قطبِ زمان ہیں۔ آپ سرکارِ کا

سلسلہ طریقت 37 واسطوں سے حضور پاک ﷺ تک جا پہنچتا ہے اور 3

واسطوں سے حضرت محبوب اللہ سرکارِ خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ اور 4

واسطوں سے شہنشاہِ ولایتِ ملتان حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ

تک جا پہنچتا ہے جبکہ 5 واسطوں سے حضور قبلہ عالم و عالمیان حضرت خواجہ

نور محمد مہارویؒ سے جاملتا ہے۔ آپ کا طریقت میں مقام بہت بلند ہے

اپنے وقت کے ولی کامل اور مردِ کامل اور قطبِ زمان تھے، آپ کی شادی

بستی ہمزاد شیر شاہ ملتان میں قوم ہمزاد میں ایک صالحہ عابدہ خاتون سے ہوئی

تھی جن کا خاندان ایک علمی اور روحانی خاندان کی حیثیت سے مشہور تھا۔

آپ سرکار کی اولاد زینہ نہیں تھی صرف 2 صاحبزادیاں تھیں حضرت بی بی

نور الہی جن کا نکاح سجادہ نشین چہارم خانپور قاضیاں شریف حضرت خواجہ حاجی محمدؒ سے ہوا جبکہ حضرت بی بی بخش الہی کا نکاح مثل خوان خواجہ خدایارؒ حضرت خواجہ عبدالرزاقؒ سے ہوا تھا۔ آپ سرکارِ تقریباً ۱۲۷۸ ہجری میں پیدا ہوئے، علم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد خلق خدا کی رُشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔

حضرت خواجہ محمد صالحؒ کا روحانی مقام:-

قُطبِ زمان، سلطان الصالحین حضرت خواجہ محمد صالحؒ کا روحانیت میں مقام بہت بلند تھا۔ آپؒ کی بیعت و خلافت بھی حضرت قطب الاقطاب خواجہ خدایارؒ سے تھی اور آپؒ کو براہِ راست ان سے روحانی فیوضات و برکات عطا ہوئے۔ آپؒ کا شغل استغراق فی ذاتِ حق تھا آپؒ کو فناء فی اللہ کا مقام زیادہ پسند تھا اور مقام تجرید و تفرید کو زیادہ پسند فرماتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپؒ نے اپنی کوئی اولادِ دنیہ نہ چھوڑی تھی۔ آپؒ ذاتِ مطلق میں اس قدر محو تھے کہ کسی اور طرف دھیان ہی نہ کرتے تھے، آپ سرکارؒ کا مقام بھی فناء الفناء تھا یعنی آپؒ اپنی خودی اور ذات کو بھی ذاتِ حق میں فنا کر چکے تھے اور کامل طور پر اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن چکے تھے اور حالت یہ ہو گئی تھی کہ ہاتھ، پاؤں، زبان، کان اور آنکھ وغیرہ تمام جسمانی اعضاء آپؒ ہی کے تھے مگر وہ خود رضاءِ الہی میں اس قدر محو تھے اور تسلیم و رضا کے ایسے مقام پر فائز تھے کہ آپؒ کے جسمانی اعضاء سے کام

لینے والی ذات اللہ ہی کی تھی یعنی آپؐ فقط آلہ فعل بن چکے تھے جبکہ فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات تھی چونکہ آپؐ اپنے ارادہ رضا و علم و قدرت وغیرہ تمام صفات کو ذات حق کی صفات میں فناء کر کے صفات ذات حق کا مظہر بن چکے تھے بمصادق حدیث نبوی ﷺ تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ (ہیثمی "المجمع" ج 8 ص 20) ترجمہ! "اللہ کے اخلاق اختیار کرو۔" یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن جاؤ اور اپنے تعین اعتباری، اضافی اور اپنی ذاتِ موہومہ کے تصور کو فناء کر کے وجود حقیقی کی معرفت حاصل کر لو جب انسان پر یہ راز منکشف ہوتا ہے کہ وہ تو کچھ بھی نہیں اصل ذات تو ذات حق ہی ہے اسکی حیثیت تو صرف سمندر یا دریا میں اٹھنے والی لہر یا بلبلہ کی سی ہے جو کہ تھوڑی دیر کیلئے اُبھرتے ہیں اور پھر ختم ہو جاتے ہیں جبکہ سمندر و دریا یعنی ذات حق ہمیشہ سے قائم دائم ہے اور قائم و دائم رہیگی، انسان آتے رہینگے اور جاتے رہینگے مگر لازوال انسان وہی ہوگا جس کا قلب زندہ ہو جائے یعنی جسے یہ معرفت اور رازِ حقیقت نصیب ہو جائے تو وہ بھی ہمیشہ کیلئے زندہ ہو جاتا ہے یعنی جب تک ذات حق ہے وہ بھی ہے وہ کیا ہے یہ سب من و تو کی باتیں ہیں صرف سمجھانے کیلئے ہیں وہ کیا ہے بلکہ صرف ذات حق ہی موجود ہے، لہذا انسان کا اس کائنات میں آنے کا مقصد ہی عرفانِ ذات حق ہے جسے حضرت خواجہ محمد صالحؒ پا چکے تھے اور بے شمار لوگوں کو اس مقام پر پہنچا چکے تھے اور آج بھی ذات حق تک

جو طالب پہنچنا چاہے وہ صدقِ دل سے حضرت صاحبؒ کی ذات کا تصور کر کے ان سے روحانی تعلق استوار کر لے تو خواجہ صاحبؒ ایک ہی توجہ سے معرفتِ حق سے روشناس کروا دیتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ عقیدہ و عمل ٹھیک ہو، نیت و طلب بھی سچی ہو اور ظاہری باطنی تقویٰ طہارت بھی ہو۔ ان نفوسِ قدسیہ کے عرفانی چراغ جل رہے ہیں بس کوئی طالب صادق مذکورہ صفات کے ساتھ اپنے من کی لو اس چراغ سے لگا کر روشن کر سکتا ہے یہ ایک عرفانی روشنی کا سفر ہے جو کہ ازل سے چل رہا ہے اور ابد تک اسی طرح چلتا رہیگا عشاق حضرات آتے رہیں گے اور یہ عرفان و حقیقت کا بازار یوں ہی گرم رہیگا خوش قسمت وہ ہے جو کہ مردہ ہو کر زمین کی مٹی میں نہ مل جائے بلکہ عارفانِ حقیقی سے نسبتِ عشق استوار کر کے ہمیشہ کیلئے زندہ ہو جائے جیسا کہ آج بھی حضرت خواجہ محمد صالحؒ ظاہری طور پر تو پردہ فرما گئے مگر روحانی اور نورانی طور پر آج بھی موجود اور زندہ ہیں مگر اس منعِ علم و عرفان سے مستفیض ہونے کیلئے دیدہ بینا درکار ہے جو کہ عشقِ ذاتِ حق کے بغیر روشن نہیں ہو سکتی۔

حضرت خواجہ محمد صالحؒ کا اولیاء اللہ کے تذکرہ کے بارے میں موقف:-

سلطان الصالحین حضرت خواجہ محمد صالحؒ فرماتے ہیں کہ اس بات پر جملہ محبوبانِ خدا کا اتفاق ہے کہ اولیاء اللہ کے ملفوظات و اذکار کا مطالعہ

یعنی ان کا پڑھنا سننا قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کے بعد بہترین عبادت ہے کیونکہ ان کی ہر بات قرآن و حدیث پر مشتمل بلکہ عملی تفسیر ہوتی ہے انکے مطالعہ سے حسن عمل کی رغبت پیدا ہوتی ہے دنیا و مافیہا سے نفرت اور گناہوں سے توبہ نصیب ہوتی ہے نور ایمان حاصل ہوتا ہے خوف خدا دل میں پیدا ہوتا ہے مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں اور انکے کمالات و کرامات پڑھنے سننے سے ذوق و شوق میں اضافہ ہوتا ہے اور ایمان تازہ ہو جاتا ہے ان کی محبت لازمہ فطرت ہے اور حُبِ اولیاء بہشت کی کنجی ہے حضرت شیخ فرید الدین عطار فرماتے ہیں:-

حُبِّ درویشان کلید جنت است

دشمن ایشان لائق لعنت است

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں: کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی آپ ﷺ نے فرمایا تو نے قیامت کیلئے اپنے نیک اعمال میں سے کون سے نیک عمل جمع کئے ہیں جو قیامت کے آنیکی بابت سوال کرتا ہے اس نے عرض کیا کہ میں نے قیامت کیلئے تو کچھ تیاری نہیں کی ہے البتہ خدا تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کو دوست رکھتا ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا: اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحَبَّتَ ترجمہ!" یعنی تو اس کے ساتھ ہوگا جس کو دوست رکھتا ہے۔" اگر خدا کو دوست رکھتا ہے تو اسکے جوار رحمت میں ہوگا اور اگر اس کے رسول کو دوست

رکھتا ہے تو انکی قربت میسر ہوگی اگرچہ ان کا مقام اس قدر بلند اور معزز ہے کہ وہاں تک کسی کی رسائی نہ ہوگی لیکن محبت اور متابعت کا نور آپ ﷺ کے مُحبوں اور مُتبعوں پر چمکے گا اور آپ ﷺ کی معیت و قربت نصیب ہوگی۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ: "ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ یا رسول اللہ اس شخص کیلئے کیا حکم ہے کہ جس نے کسی کو دیکھا نہ ہو اور نہ ہی ملاقات کی ہو اور نہ ہی اسکی صحبت میں رہا ہو اور نہ ہی اسکے عمل پر عمل کیا ہو مگر اس کو دوست رکھتا ہو تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ یعنی جو شخص جسے دوست رکھتا ہے اسکے ساتھ ہوگا۔" حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ: "جو شخص کسی کے نقش قدم پر چلتا ہے اسے اس بزرگ کا مرتبہ و مقام نصیب ہو جاتا ہے۔" (شرح مشکوٰۃ شریف)۔ حضرت خواجہ محمد صالحؒ اپنے تجربہ کی بنیاد پر فرماتے ہیں کہ ہم نے مشاہدہ اور تجربہ کیا ہے کہ محبوبانِ خدا کی تاریخ اور ان کے ملفوظات کا مطالعہ کرنے والے رقیق القلب اور خوفِ خدا اور آخرت کی طرف رجوع والے ہوتے ہیں اور ان کے مطالعہ سے سب سے بڑھ کر یہ فائدہ ہے کہ مرنے کے بعد دل میں امنگ ہوتی ہے کہ قبر و حشر میں ان کی رفاقت نصیب ہو۔ عالم کشف و رؤیاء والوں نے شہادت

دی ہے کہ واقعی ان کی آرزو پوری ہوئی۔

اولیاء اللہ کا ذکر اور نزولِ رحمت :-

حضرت خواجہ خواجگان بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے فرمایا

کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تین اوقات میں نازل ہوتی ہے۔

1- سماع کے وقت جو کہ شرعی اصول کے مطابق ہو ورنہ۔۔۔

2- اولیاء اللہ کے حالات لکھتے اور پڑھتے وقت۔

3- اولیاء اللہ کے ذکر کے وقت۔

حضرت محبوب الہی سرکارؒ حضرت خواجہ محمد نظام الدین اولیاءؒ نے

فرمایا: کہ ذکرِ اولیاء کے وقت رحمتِ حق تعالیٰ نازل ہوتی ہے مزید فرمایا کہ

میں نے حضرت شیخ نجم الدین صغریٰؒ سے سنا کہ "منازل امیر المؤمنین

حضرت علیؑ" میں ہے کہ ذکرِ اولیاء عبادت ہے اور ذکر کرنے والے کے

نامہ اعمال میں عبادت کا ثواب درج کیا جاتا ہے (اسرار الاولیاء)۔

حدیث شریف (رحمتِ الہی کے بارے میں) :-

تذکرۃ الاولیاء کے دیباچہ میں حضرت شیخ عطارؒ نے عِنْدَ ذِکْرِ

الصَّالِحِينَ تَنْزِيلُ الرَّحْمَةِ کو حدیث بتایا ہے یہ حدیث لفظ نہ سہی معنای

ضرور صحیح ہے یعنی جن کے عمل یعنی ذکرِ الہی کی یہ تاثیر ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ

کی رحمت نازل ہوتی ہے تو عامل پر کیوں نہ نزولِ رحمت ہو، جو کہ ان اولیاء

اللہ کا ذکر کرتا ہے یقیناً اس پر بھی اولیاء کرام کے تذکرے کے وقت اللہ

تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ کنز الاعمال شریف میں ایک حدیث شریف ہے کہ ذِکْرُ الصَّالِحِينَ طَاعَةٌ وَكَفَّارَةٌ یعنی "اولیاء اللہ کے ذکر سے اطاعتِ الہی نصیب ہوتی ہے اور ان کے ذکر سے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔"

حضرت جنید بغدادیؒ کا قول:-

شیخ الطائفہ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ سے دریافت کیا گیا کہ مُرید کو قول و احوال بزرگانِ سننے سے کیا فائدہ ہوتا ہے فرمایا کہ ان کی باتیں اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر کی حیثیت رکھتی ہیں اگر مرید کا دل شکستہ ہوتا ہے تو ان بزرگوں کی حکایت سننے سے اس کا شکستہ دل جڑ جاتا ہے اور قوی ہو جاتا ہے اور اس لشکر کی مدد حاصل ہو جاتی ہے اسکی دلیل خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قرآن پاک میں: وَكَلَّا نَقْصُ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُنَبِّئُ بِهِ فُؤَادَكَ (ہود: 120) ترجمہ! "اور ہم رسولوں کی خبروں میں سے سب حالات آپ ﷺ کو سنارہے ہیں جس سے ہم آپ ﷺ کے قلب (اطہر) کو تقویت دیتے ہیں۔" حضرت امام محمد یوسف ہمدانیؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ جب ایسا زمانہ آجائے کہ اولیاء اللہ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہو جائیں تو کیا کرنا چاہیے تاکہ ہمارا ایمان سلامت رہے آپؒ نے جواب میں فرمایا کہ ہر روز آٹھ ورق انکے ملفوظات وارشادات کے پڑھ لیا کرو۔

صُحبتِ اولیاء:-

حضرت شیخ شرف الدین عجمی مئیری چشتی اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ بزرگوں کے تذکرے اور ملفوظات کا مطالعہ کرنا ایسا ہے جیسا کہ ان کی حیات میں انکی صحبت میں رہ کر ان کی زبان سے سنا اور استفادہ حاصل کرنا۔ حضرت مولانا رومؒ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

ۛ یک زمانہ صُحبتِ بہ اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعتِ برِ ریاء

"یعنی اولیاء کرام کی لمحہ بھر کی صحبت صدیوں کی بے ریاء طاعت

سے بہتر ہے۔"

صُحبت کی اقسام:-

صحبت ہم نشینی کا دوسرا نام ہے اور ہم نشینی کئی طرح کی ہوتی

ہے:-

۱۔ توجہ قلبی:- یعنی جب ظاہری جسمانی صُحبت یا ہم نشینی بھی میسر ہو

جیسے حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو توجہ قلبی سے باطنی فیوضات نصیب

ہوئے۔

۲۔ عداوت و دشمنی:- گو کہ ظاہری جسمانی صحبت بھی نصیب ہو مگر

محبوب سے عداوت اور دشمنی برتنا جیسے کفار و مشرکین کو بد قسمتی نے صحبت

ظاہری کے باوجود محروم کر دیا۔

۳۔ قلبی بغض و عداوت :- بندہ کو ظاہری جسمانی صحبت حاصل ہو مگر دل میں بغض و عداوت بھرا ہو تو بھی اس صحبت کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا جیسے منافقین کو دارین کی شقاوت نصیب ہوئی۔

۴۔ صحبتِ عشق و محبت :- یعنی بندہ ظاہری جسمانی لحاظ سے نہ ہو مگر دل میں محبت و عشق سے معمور ہو جیسے سیدنا حضرت اولیس قرنیؑ اور جملہ امتِ مصطفیٰ ﷺ کے عشاق حضرات جنہیں حضور ﷺ کی ظاہری صحبت نصیب نہ ہوئی مگر عشق و محبت کے ذریعہ روحانی صحبت میسر ہوئی۔

۵۔ نادیدہ محبوب کا ذکر :- یعنی سالک کا ایسا محبوب جسے اس نے دیکھا نہ ہو مگر اسکے اوصافِ حمیدہ کا ذکر کر کے محبت کرنا یا پھر اسکے تصور میں استغراق کا ہونا۔

اس وقت موضوعِ سخن یہی پانچویں قسم ہے یعنی اولیاء اللہ کا ذکر کرنا اور انکے تصور میں ہر وقت رہ کر ان سے محبت کرنا وغیرہ، اس سے نہ صرف دل بیدار ہوگا بلکہ تا مطالعہ حالاتِ اولیائے کرام بارانِ رحمت کا نزول ہوتا رہیگا اور وہ وقت اطاعتِ الہی میں لکھا جائیگا اور کل قیامت کو اسی محبوب کے ساتھ اُٹھنا بھی نصیب ہوگا۔

حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کی طرف ایک شعر منسوب ہے:

أَحَبُّ الصَّالِحِينَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ

لَعَلَّ اللَّهَ يَرْزُقُنِي صَاحِبًا

ترجمہ! "میں محبوبانِ خدا سے محبت کرتا ہوں اگرچہ میں ان میں سے نہیں لیکن مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ مجھے ان کے طفیل خیر و بھلائی عطا فرمائے! امین ثم امین۔"

دعویٰ کی دلیل (صحبتِ اولیاء کا فائدہ):۔

ہمارے اس دعویٰ کی دلیل اصحابِ کہف کے گتے کا بہشتی ہونا کافی ہے کہ پئے نیکان گرفتِ مردم شد ترجمہ! یعنی نیکوں کے قدموں کے صدقہ آدمی ہوا۔"

کل قیامت میں عجیب منظر ہوگا کہ بہت بڑے بڑے دین کے ٹھیکیدار، حاجی، نمازی، نیک لیکن خاتمہ برباد اور کفر و ارتداد کی زد میں آکر دوزخ کی طرف گھسیٹے جا رہے ہوں گے اور اصحابِ کہف کا سگ یعنی گنا کو بلعم باعور کی شکل و صورت میں لا کر بہشت کو لے جایا جا رہا ہوگا اس وقت یقین آئیگا کہ صحبتِ محبوبانِ خدا کا فائدہ کتنا بلند و بالا ہے۔ یہ آج کل کے بدقسمتوں کی خام خیالی ہے کہ انبیاء اور اولیاء کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے ہیں کیونکہ قیامت میں انہیں انبیاء و اولیاء سے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا مگر ہم فقیروں کا عقیدہ ہے بحمد اللہ تعالیٰ کہ ہم یہاں ہیں تو ان کے صدقہ جی رہے ہیں اور اُنھیں گے تو بھی اُن کے صدقہ۔

لفظ قطب سے استدلال:۔

اولیائے کرام کے القاب میں سے ایک لقب لفظ قطب بھی ہے

بمعنی چکی کا کیل یہ اشارہ اس طرف ہے کہ جس طرح چکی کا کیل درمیاں میں چکی کے دونوں حصوں کو قابو کئے ہوئے ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا ولی آسمان وزمین کو تھامے ہوئے ہے۔ حدیث شریف ہے: لَا تَأْتِي السَّاعَةُ حَتَّى لَا يَقَالَ اللَّهُ اللَّهُ (بخاری) ترجمہ! "قیامت نہیں آئیگی یہاں تک کہ جب اللہ اللہ کا ذکر کرنے والا کوئی نہ ہوگا" تو اس سے معلوم ہوا کہ چودہ طبق محبوبانِ خدا کے طفیل قائم ہیں پھر اسی چکی کے کیل نے واضح کر دیا کہ جو دامن کیل کے دامن میں ہے وہ چکی کی زد سے محفوظ ہے اور جو اسکے دامن سے دور ہٹا پس گیا، بلا تمثیل اولیاء اللہ کے دامن کو تھامنے والا دارین کا بادشاہ بنا جو ان سے مستغنی ہوا وہ جہنم میں گیا۔ حضرت بلال حبشیؓ، حضرت سلیمان فارسیؓ، اور حضرت صہیب رومیؓ محبوبِ خدا ﷺ کو لپٹتے تھے تو کروڑوں غوثوں اور قطبوں کے شہنشاہ بن گئے۔ ابولہب، ابو جہل، عتبہ شیبہ باوجود یکہ قریشی، ہاشمی اور مُطَّحی تھے لیکن تباہ و برباد ہوئے۔

حضرت بشر حافیؒ کی محبت نجات کا سبب:-

حضرت قاسم بن منبہؒ فرماتے ہیں میں نے خواب میں حضرت بشر حافیؒ کو دیکھا تو ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک فرمایا تو آپؒ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا اے بشر حافیؒ! میں نے تجھے بخش دیا اور جو لوگ تیری نماز جنازہ میں شریک ہوئے انہیں بھی بخش دیا میں نے عرض کیا یا الہی! اور ہر اس شخص کو بھی بخش دے جس کو

مجھ سے محبت ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَبِكُلِّ مَنْ أَحَبَّكَ "اور قیامت تک کے ہر اس شخص کو بھی بخش دیا ہے جسے تم سے محبت ہے۔" (شرح الصدور ص 128) اس حکایت سے معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی محبت سے آدمی بخشا جاتا ہے اسلئے ان پاک لوگوں سے محبت رکھنا چاہیے اور ان کے بغض و حسد سے بچنا چاہیے۔ محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اولیاء اللہ کا ذکر خیر ادب و احترام سے کیا جائے اور ان کی سیرت اور کردار کو اپنایا جائے۔

اولیاء اللہ کی عبادت کی برکت :-

حضرت عبداللہ بن الصالحؒ فرماتے ہیں ابو نواسؒ سے خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے کیا سلوک فرمایا کہا کہ میں تھا تو گہنگا رگر ہمارے قبرستان میں ایک رات کوئی اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ آیا اس نے اپنی چادر بچھا کر دو رکعت نماز پڑھی اور دونوں رکعت میں سورۃ اخلاص کو 1000 مرتبہ پڑھ کر ان دونوں کا ثواب قبرستان والوں کو بخشا پس اس اللہ کے مقبول بندے کے اس اجر و ثواب سے اللہ تعالیٰ نے تمام قبرستان والوں کو بخش دیا اور میں بھی بخشا گیا۔ (شرح الصدور ص 120) اس سے معلوم ہوا کہ کچھ پڑھ کر یا کوئی دوسرا نیک عمل کر کے مثلاً کچھ پکا کر مساکین کو کھلا کر اس کا ثواب میت کو بخشا جائے تو میت کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے اس لئے اموات کیلئے ضرور کچھ پکا کر یا پڑھ کر اس کا ایصال

ثواب کرنا چاہیے۔ جن اولیاء اللہ کے اعمال سے یہ فائدہ نصیب ہوتا ہے تو ان کے ساتھ نسبت جوڑنے میں بھی بہت فوائد ملتے ہیں نہ صرف اس دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی۔

اولیاء کرام کی نسبت کا قرآنی فیصلہ:-

قیامت میں جہاں نفسی نفسی ہوگی، ماں، باپ، بہن، بھائی، دوست، آشنا سب ساتھ چھوڑ جائیں گے وہاں پر محبوبانِ خدا ہی کام آئیں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ
(الزُّخْرَف: 67) ترجمہ! "سارے دوست و احباب اُس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے (انہی کی دوستی اور ولایت کام آئے گی)۔"

امام شعرانی کا حوالہ:-

حضرت امام شعرانی قدس سرہ نے "المیزان الشریعۃ الکبریٰ" میں فرمایا ہے: "بیشک علماء، فقہاء کرام صوفیا عظام و اولیائے کرام اپنے اپنے پیروؤں یعنی ان کی اقتداء کرنے والوں کی شفاعت کرتے ہیں جب ان کا حشر ہو یا جب انکے کسی ایک پیروکار کی روح نکلتی ہے یا جب منکر نکیر سوال کرتے ہیں یا جب اُن کا نامہ اعمال کھلے یا جب ان کا حساب لیا جائے یا جب انکے عمل کا وزن ہونے لگے تو تمام آئمہ مجتہدین اپنے پیروؤں کی

شفاعت کرتے ہیں اور دنیا و حشر میں ہر جگہ سختیوں کے وقت انکی نگہداشت فرماتے ہیں ہر حال میں انکی نگہبانی کرتے ہیں ہرگز کسی جگہ بھی غافل نہیں ہوتے یہاں تک کہ وہ پل صراط سے پار ہوتے ہیں۔ "یہ تمام وسیلے اور ذریعے اور حمایتی و مددگار جو کچھ بھی ہیں یہ سب حضور ﷺ کی ہی خاص رحمت ہے مومنین کیلئے۔ جسکی شرط درست عقیدہ اور عمل صالح ہے۔ یہ تھا حضرت خواجہ محمد صالح کا بیان اولیائے کرام کے تذکروں کے بارے میں کہ ان نفوس قدسیہ کے تذکرے کرنے سے کیا کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں اصل میں یہی ہستیاں ہی ہمارے ایمان کی محافظ ہیں اور شمع اسلام ان کے بابرکت وجود ہی سے روشن چلی آرہی ہے کیونکہ انبیاء کے اصل وارث یہ ہی اولیاء اللہ ہیں کہ اصلی عالم باللہ یہی ہستیاں ہیں۔

حضرت خواجہ محمد صالح کا وصال اور مزار اقدس :-

سُلطان الصالحین حضرت خواجہ محمد صالح کا وصال 1338 ہجری میں ہوا۔ آپ کا مزار اقدس یعنی مرقد انور سلطان المشائخ حضرت خواجہ محمد سیف الدین کے پہلو میں دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف میں زیارت گاہِ خلّاق ہے۔ آپ کی نسبت عشق و معرفت آج بھی قائم و دائم ہے اور خلق خدا کیلئے قبلہ حاجات ہے آپ سرکارِ رازین کا دامن اُن کے ظرف و استعداد کے مطابق آج بھی بھر رہے ہیں جس سے آپ کا باطنی طور پر متصرف ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

باب نمبر 10

مرقد قلندر، سراج الکاملین حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ

(1281 ہجری تا 1338 ہجری --- 57 سال --- 1860ء تا 1917ء)

آن ثانی خواجہ رحیم بخشؒ، مخزن سخا و علم، گنجینہ حیا و حلم، مصباح السالکین، سلطان القائنین، سلطان العاشقین، سید الخلاء، سید الجوادین، سید الزاکرین، سید المشاہدین، سید المسافرین، سید المتأخرین، عارف اکمل، سراج الکاملین، برہان الواصلین، دستگیر ما، قطب زمان، مرقد قلندر حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ قلندر زمان حضرت خواجہ محمد رحیم بخشؒ کے فرزند اول اور سجادہ نشین سوم دربار شریف خانپور قاضیاں شریف ہیں فرد الحقیقت سلطان المشائخ حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کے پوتے ہیں، آپؒ کی بیعت و خلافت اپنے والد محترم حضور قلندر زمانؒ سے تھی۔ آپؒ کا سلسلہ طریقت 38 واسطوں سے حضور پاک ﷺ تک جا پہنچتا ہے اور 2 واسطوں سے قطب الاقطاب حضرت خواجہ خدایارؒ اور 3 واسطوں سے فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ تک جاملتا ہے، آپؒ سرکار کا طریقت میں مقام بہت بلند ہے آپؒ اپنے والد محترم کے عین نقش قدم پر تھے اور قلندر زمان حضرت خواجہ محمد رحیم بخشؒ کے کامل مظہر تھے، حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ دستگیر ما کی پہلی شادی شمس الفقراء حضرت خواجہ محمد خدا بخش خانپوریؒ کے صاحبزادے

حضرت خواجہ غلام یلینؒ کی صاحبزادی حضرت بی بی صورت صاحبہؒ سے ہوئی اور ان سے پانچ لڑکیاں پیدا ہوئیں: پہلی حضرت کندن بی بیؒ جو کہ کنواری ہی فوت ہو گئیں۔ دوسری حضرت فیض الہی بی بیؒ کا نکاح سلطان الاخیاء حضرت خواجہ محمد حضور بخشؒ سے ہوا، تیسری حضرت حبیب خاتون بی بیؒ کا نکاح حضرت خواجہ محمد فضل حقؒ سے ہوا، چوتھی حضرت مقصود بی بیؒ کا نکاح حضرت خواجہ مخدوم محمد عارفؒ سے ہوا جن کا تعلق حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ شہنشاہ ولایت ملتان کے خاندان سے ہے جبکہ پانچویں صاحبزادی حضرت شرم بی بیؒ کا نکاح بھی حضرت مقصود بی بیؒ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ مخدوم محمد عارفؒ سے ہوا۔

دستگیر ما حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ کی دوسری شادی سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کی بڑی صاحبزادی حضرت احسان الہی بی بیؒ سے ہوئی جن میں سے بھی پانچ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں: پہلی صاحبزادی حضرت امڑاں بی بیؒ کنواری فوت ہوئیں دوسری صاحبزادی حضرت منظور الہی بی بیؒ کا نکاح دربار حضرت حافظ محمد جمال اللہ ملتانی شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ مخدوم حامد بخشؒ سے ہوا۔ تیسری صاحبزادی حضرت غلام زہراء بی بیؒ کا نکاح دربار شریف حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ کے حضرت خواجہ پیرزادہ غلام حسینؒ سے ہوا۔ چوتھی صاحبزادی حضرت فضل الہی بی بیؒ کا نکاح دربار حضرت پیر سید حبیب اللہ شاہؒ (گنویں سوڑی)

شجاعباد کے خاندان میں حضرت سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحبؒ سے ہوا۔ پانچویں صاحبزادی حضرت غلام سکینہ بی بیؒ کا نکاح قطب زمان حضرت خواجہ نور محمد پیر خانپور قاضیاں شریف سے ہوا۔ حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ کی تمام صاحبزادیاں قرآن پاک کی حافظ تھیں اور اپنے وقت کی عبادت و صالحات تھیں اور درجہ ولایت پر فائز تھیں جن کے نکاح اس وقت کے کالمین بزرگان سے ہوئے۔

حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ کا روحانی مقام :-

دستگیرؒ ما حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ جب حالت استغراق میں جاتے تھے تو بالکل ذات حق میں محو اور فناء ہو جاتے تھے اور آپؒ کا وجود ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتا تھا اور ہر ٹکڑا ذکرِ ھُو میں مست ہوتا تھا یہ شغل باطنی حضرت خواجہ خدایارؒ کی تقریباً ساری کامل اولاد کا ذکرِ محبوب میں معمول کا مشغلہ تھا مگر حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ میں ضرورت سے زیادہ تھا آپؒ اپنے تبلیغی سفر کے دوران جب جنگلوں بیابانوں سے گذرتے تو خلفاء سے علیحدگی میں جنگلوں وغیرہ میں چلے جاتے تھے اور بارہا دیکھا گیا کہ آپؒ کا وجود کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا اور پھر ہر ٹکڑا ذکرِ الہی میں مگن ہوتا تھا۔ آپؒ سرکارؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم خواجہ خدایارؒ کے غلام ہیں جو کہ خاتم ولایت ہیں اور حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ، خیر پوری سرکارؒ اور قبلہ قاضی صاحبؒ تینوں کے فقر کے امین ہیں اور بابا!

ہمارا سلسلہ فقر صرف 2 واسطوں سے حضرت خواجہ خدایا رپیڑ سے جاملتا ہے تو یہ فناء و بقا تو عام اولیاء کے مقامات ہیں ہمیں تو خواجہ خدایاؒ کے درِ اقدس سے جو نعمت باطنی حاصل ہوئی ہے وہ ناقابل بیان ہے کوئی طلبِ صادق لیکر آئے فقیر اسے پہلے ہی روز با خدا یعنی عارفِ حق بنا دیگا۔ اور پھر ایسا ہی ہوا بے شمار سالکین اور طالبین آپؒ کی نظرِ ولایت سے تکمیل کے درجہ پر پہنچے اور خلقِ خدا کی ہدایت میں مشغول ہوئے۔

حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ کے ذکر و اذکار اور علم کے بارے میں فرمودات:-

1- اللہ تعالیٰ نے ذکر کرنے والوں کی رہنمائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:- **وَادْكُرُوهُ كَمَا هَذَا كُمْ (البقرة: 198)**

ترجمہ! "اور ذکر کرو اسکا جس طرح اس نے تمہیں ہدایت دی۔" یعنی اللہ تعالیٰ کا اس طرح ذکر کرو جس طرح اس نے ذکر کے مراتب کی طرف تمہاری رہنمائی فرمائی، حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے:- **أَفْضَلُ مَا أَقُولُ أَنَا وَمَا قَالَهُ النَّبِيُّونَ مِنْ قَبْلِي لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** (الترغیب والترہیب جلد 2 ص 401) ترجمہ! "بہترین کلمہ وہ ہے جس کا ورد میں کرتا ہوں اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کرتے رہے ہیں وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔" ذکر کے ہر مقام کا ایک خاص مرتبہ ہے خواہ ذکر جہری ہو یا خفی ہو۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی زبانی ذکر کی

طرف رہنمائی کی ہے پھر ذکرِ نفس ہے پھر ذکرِ قلب، ذکرِ رُوح، ذکرِ سرّ، ذکرِ خفی اور آخر میں ذکرِ اخفی الٰہی کا مرتبہ ہے۔

لسانی ذکر:- گو یا دل کو بھولا ہوا سبق یاد کرانا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بھول چکا تھا اس ذکر کے ساتھ اس کو یہ بھولا ہوا سبق یاد آ جائیگا۔

ذکرِ نفس:- یہ ذکر سنائی نہیں دیتا اور اسمیں حرف و صوت پائے جاتے ہیں ہاں یہ باطن میں حس و حرکت کے ذریعہ سنائی دیتا ہے۔

ذکرِ قلبی:- اس کا طریقہ یہ ہے کہ دل اپنی تہہ میں اللہ کے جلال و جمال کو ملاحظہ کرے۔

ذکرِ روحی:- یہ ذکر صرف روح کرتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تجلیات صفات کے انوار مشاہدہ میں آنے لگتے ہیں۔

ذکرِ سرّی:- اس سے مراد اسرار الٰہی کے مُکاشفہ کیلئے مراقبہ کرنا ہے۔

ذکرِ خفی:- مقامِ صدق میں جمالِ ذاتِ احدیّت کے انوار کا مُراقبہ ذکرِ خفی ہے۔

ذکرِ اخفی الٰہی:- حق الیقین کی حقیقت پر نظر رکھنا ذکرِ اخفی الٰہی ہے۔

اس ذکر سے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی مطلع نہیں ہو سکتا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: **فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى** (طہ: 7) ترجمہ! "وہ تو بلاشبہ جانتا ہے رازوں کو بھی اور دل کے بھیدوں کو بھی۔ ذکر کی یہ صورت تمام عالموں تک پہنچنے والی ہے اور تمام مقاصد کو پانے والی ہے یاد رہے کہ ایک اور روح بھی ہے روح کی، روح کی یہ قسم تمام ارواح سے زیادہ لطیف ہے اسی دوسری روح کا نام طفلِ معانی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا ایک خاص عطیہ ہے جو بندے کو ان اطوار کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے۔ عرفاء فرماتے ہیں کہ یہ روح ہر ایک کو نہیں ملتی بلکہ صرف خواص کو دی جاتی ہے یہ روح ہمیشہ عالمِ قدرت میں رہتی ہے اور عالمِ حقیقت کا اس طرح مشاہدہ کرتی ہے کہ اس کی نظر غیر کی طرف کبھی ملتفت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ صبح و شام شریعتِ مطہرہ کی پابندی کر کے صراطِ مستقیم پر گامزن رہے، طالبانِ حقیقت پر فرض عین ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ کی یاد میں رہیں۔

2۔ شرائطِ ذکر:- ذکر کرنے والے کیلئے ضروری ہے کہ اچھی طرح وضو کرے، ذکر کرتے ہوئے نفی اثبات کی ضرب سخت لگائے اور آواز میں قوت پیدا کرے تاکہ انوارِ ذکر اسکے باطن میں پہنچ جائیں اور ان انوار کے ذریعہ اس کا دل حیاتِ ابدی اُخروی حاصل کرے حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:-

الْأَنْبِيَاءَ وَالْأَوْلِيَاءَ يُصَلُّونَ فِي قُبُورِهِمْ كَمَا يُصَلُّونَ فِي بُيُوتِهِمْ (ہیشمی "المجمع" ج: 8 ص 211) ترجمہ! انبیاء و اولیاء اپنی قبروں میں اسی طرح نماز ادا کرتے ہیں جس طرح اپنے گھروں میں نماز ادا کرتے تھے۔ "یعنی وہ ہمیشہ اپنے رب سے مناجات کرتے ہیں یہاں ظاہری نماز مراد نہیں ہے جسمیں قیام، رکوع، سجود اور قعدہ ہوتا ہے بلکہ اس سے مراد بندہ کا اپنے رب سے مناجات کرنا اور رب کی طرف سے مناجات کے صلہ میں اپنی معرفت عطا کرنا ہے پس عارف اپنی قبر میں احرام باندھے اپنے رب کی طرف محو سفر رہتا ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:-

الْمُصَلِّيُ يُنَاجِي رَبَّهُ (الموطا، امام مالک)

ترجمہ! نمازی اپنے رب سے مناجات کرتا ہے۔

پس جس طرح زندہ دل نہیں سوتا اسی طرح وہ مرتا بھی نہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: تَنَامُ عَيْنِي وَلَا يَنَامُ قَلْبِي (صحیح بخاری) ترجمہ! "میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔" ایک اور حدیث شریف میں ہے: جو علم حاصل کرتے ہوئے فوت ہو جائے اللہ تعالیٰ اسکی قبر میں دو فرشتے بھیجتا ہے جو اسے علم معرفت کی تعلیم دیتے ہیں اور ایسا شخص اپنی قبر سے عالم اور عارف بن کر اٹھے گا۔ انسان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس دنیا میں اہل تلقین یعنی مُرشدِ کامل سے حیاتِ قلبی اور حیاتِ

اُخروی طلب کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ وقت گزر جائے کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے: مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا بِأَعْمَالِ الْآخِرَةِ فَلَا نَصِيبَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ طبرانی (الکبیر جلد ۲ ص ۲۶۸) ترجمہ! جس نے اعمالِ آخرت کے ذریعہ دنیا طلب کی اس کا آخرت کی نعمتوں میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو یہاں نہیں بوئے گا وہاں کچھ حاصل نہیں کر پائیگا یہاں کھیتی سے اس دنیا یا آفاق کی زمین مراد نہیں بلکہ انسان کا اپنا وجود مراد ہے۔

3۔ علوم کی تعداد: علم ظاہر بارہ فنون پر مشتمل ہے اسی طرح علم باطن کی بھی 12 شاخیں ہیں اس علم کو عوام، خواص اخص الخواص کی استعداد کا لحاظ رکھتے ہوئے تقسیم کیا گیا ہے، جملہ علوم چار اقسام میں منحصر ہیں:-

- ۱۔ شریعت کا ظاہری علم مثلاً امر و نہی اور دوسرے احکام۔
 - ۲۔ شریعت کا باطنی علم اسے علم طریقت کہتے ہیں۔
 - ۳۔ علم طریقت کا باطن اسے علم معرفت کہتے ہیں۔
 - ۴۔ باطنی علوم کا باطن اسے علم حقیقت کا نام دیا جاتا ہے۔
- ان تمام علوم کا حصول ضروری ہے حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: "شریعت ایک درخت ہے طریقت اس کی ٹہنیاں ہیں معرفت اس کے پتے ہیں اور حقیقت اس کا پھل ہے اور قرآن دلالت، اشارۃ اور تاویلاً

ان تمام کا جامع ہے۔ "المجمع کے مصنف فرماتے ہیں: کہ تفسیر عوام کیلئے ہے اور تاویل خواص کیلئے کیونکہ خواص ہی رسوخ فی العلم کے حامل ہوتے ہیں کیونکہ رسوخ کا معنی ہے علم میں ثبات، استعداد اور استحکام جیسا کہ منظوم تنے کا بلند ترین درخت جس کی شاخیں آسمان تک جا پہنچتی ہوں رسوخ فی العلم کلمہ طیبہ کا نتیجہ ہے جو دل کی زمین کو پاک کر کے اس میں کاشت کیا جاتا ہے۔ حضرت امام فخر الدین رازیؒ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں: "کہ اگر یہ دروازہ کھل جائے تو باطن کے سب دروازے کھل جاتے ہیں۔" انسان اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کا پابند ہے اسے بارگاہِ خداوندی سے یہ حکم مل چکا ہے کہ ان چار دائروں میں ہر ایک دائرہ میں نفس کی مخالفت کرے، نفس دائرہ شریعت میں مخالف شریعت کاموں کا وسوسہ ڈالتا ہے، دائرہ طریقت میں موافقات کی تلبیس کا وسوسہ ڈالتا ہے مثلاً دعویٰ نبوت و ولایت اور دائرہ معرفت میں شرک خفی کا وسوسہ ڈالتا ہے جسے وہ اپنے تئیں نورانیات کے دائرے کی چیز سمجھ رہا ہوتا ہے، مثلاً وہ ربوبیت کے دعویٰ کیلئے وسوسہ اندازی کرتا ہے، رہا حقیقت کا دائرہ تو اسمیں شیطان، نفس اور ملائکہ داخل نہیں ہو سکتے کیونکہ اس دائرے میں غیر خدا جل کر خاکستر ہو جاتا ہے حضرت جبرائیل امینؑ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا: لَوْ دَنَوْتُ اَنْمَلَةً لَّا حَتَرَقْتُ (ابن عربی، کتاب المعراج 239) ترجمہ! "اگر میں انگلی کے پورے کے برابر بھی آگے بڑھا تو جل جاؤنگا۔"

اس مقام پر پہنچ کر بندہ مومن اپنے دونوں دشمنوں نفس اور شیطان سے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے اور جو بندہ حقیقت کے دائرے تک نہیں پہنچ سکتا وہ مُخلص نہیں کہلا سکتا کیونکہ بشری صفات کی فناء بجز تجلی ذات کے ممکن نہیں اور جہولیت معرفت ذات سبحانہ کے بغیر مرتفع نہیں ہو سکتی۔ جب بندہ حقیقت کے دائرے میں پہنچ جاتا ہے تو جہولیت مکمل ختم ہو جاتی ہے کیونکہ وہاں تو اللہ تعالیٰ بندہ کو علم لدنی سے نوازتا ہے، بغیر کسی واسطہ کے اپنی معرفت عطا کرتا ہے اور بندہ حضرت خضر علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق اس کی عبادت میں مشغول ہو جاتا ہے یہی مقام مشاہدہ ہے جہاں انسان ارواحِ قدسیہ کو دیکھتا ہے، اپنے محبوب نبی کریم حضرت محمد ﷺ کو پہچانتا ہے، اس کی انتہا، ابتداء کے ساتھ منطبق ہو جاتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام اسے ابدی وصال کی خوشخبری دیتے ہیں۔ اور جو اس علم حقیقت تک نہیں پہنچا وہ حقیقت میں عالم ہی نہیں اگرچہ اس نے ہزاروں کتب پڑھی ہوں۔ جسمانیات جب ظاہری علوم پر عمل پیرا ہوتی ہے تو جزاء میں اسے صرف جنت ملتی ہے جہاں وہ تجلی صفات کا صرف عکس پاتا ہے مگر وہ حریمِ قدس اور قُربت میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ ظاہری علم کا کام نہیں ہے، حریمِ قدس اور قُربت پرواز کا عالم ہے، پرندہ بغیر پروں کے اڑ نہیں سکتا، صرف وہی بندہ ان علوم تک پہنچ سکتا ہے جو علم ظاہری اور علم باطنی کے دونوں پر رکھتا ہے۔

حدیثِ قدسی ہے:-

"اے میرے بندے! جب تو میرے حرم میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو مُلک، مُلکوت اور جبروت کی طرف متوجہ نہ ہو کیونکہ مُلک عالم کا شیطان ہے، ملکوت عارف کا شیطان ہے اور جبروت واقف کا، جو ان میں سے کسی ایک عالم سے راضی ہو گیا تو وہ میرے نزدیک مردود ہے۔"

مقصد یہ ہے کہ اسے قرب و حضوری نصیب نہیں ہوگا۔ ہاں وہ مطرود اللہ رجات نہیں ہوگا یعنی ثواب سے محروم نہیں ہوگا۔ چھوٹی منزلوں پر قناعت کر نیوالے قربت حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ وہ مقصد کی پوری لگن نہیں رکھتے گویا کہ وہ ایک پر سے اڑنا چاہتے ہیں، اور وہ مُلک و ملکوت اور جبروت کی نعمتیں بھی چاہتے ہیں جب کہ اہل قربت کو تو وہاں تک رسائی ہوتی ہے جہاں وہ کچھ ہوتا ہے جو کہ ناقابل بیان ہے۔ حدیث بخاری نمبر 3072 کا ایک ٹکڑا اس بارے میں: "جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گذرا ہے۔" وہ جنتُ القربت ہے اس جنت میں نہ تو حور و قصور ہیں اور نہ شہد اور دودھ کہ نہریں۔ انسان کو اپنی حیثیت پہچانی چاہیے کسی ایسی چیز کا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے جس کا اُسے حق نہیں پہنچتا۔ حضرت امیر المومنین حضرت علیؑ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ ایسے آدمی پر رحم فرمائے جس نے اپنی حیثیت کا

اندازہ لگایا اور اپنی حیثیت سے آگے نہ بڑھا، اپنی زبان کی حفاظت کی اور اپنی عمر کو ضائع نہیں کیا۔" (تہذیب تاریخ الخلفاء)

پس عالم کو چاہیے کہ انسان حقیقی یعنی طفلِ معانی کا مطلب سمجھے اور اسمائے توحید پر موانعت اختیار کر کے اس کی تربیت کرے اس عالمِ جسمانی سے نکل کر روحانیت میں آنا چاہیے۔ عالمِ روحانیت باطن کی دنیا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں بستا۔ یہ دنیا نور کا گویا ایک صحرا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے اور طفلِ معانی اس میں محو پرواز ہے، اسکے عجائب و غرائب کو دیکھتا پھر رہا ہے مگر کسی کو خبر دینے کا امکان نہیں۔ یہ ان موحّدین کا مقام ہے جو اپنی ذات کو عین وحدت میں فناء کر چکے ہوتے ہیں ان کے باطن میں جمالِ خداوندی کا نور ہوتا ہے جسے وہ دیکھتے ہیں پس یوں سمجھیں کہ جس طرح انسان سورج کو دیکھے تو دوسری کسی چیز کو نہیں دیکھ سکتا اسی طرح جب انسان مشاہدہ حق میں مستغرق ہو جاتا ہے تو جمالِ خداوندی کے مقابلہ میں وہ کسی اور کو کیسے دیکھ سکتا ہے کیونکہ یہ وہ مقام ہے جہاں انسان اپنی ذات سے محو ہو جاتا ہے اور سراپا حیرت بن جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے فرمایا تھا:-

"انسان آسمانوں کی بادشاہی میں اس وقت تک داخل نہیں

ہو سکتا جب تک وہ پرندوں کی طرح دوسری مرتبہ پیدا نہیں ہوتا"

یہاں دوسری پیدائش سے مراد طفلِ معانی کی پیدائش ہے یہ

پیدائش روحانی ہے اور یہ پیدائش انسان کی حقیقی قابلیت سے ہوتی ہے اور وہ ہے انسان کا باطن یعنی طفل معانی کا وجود صرف اسی وقت ظاہر ہوتا ہے جب علم شریعت اور علم حقیقت یکجا ہوتے ہیں۔ کیونکہ بچہ والدین کے نطفوں کے اجتماع سے پیدا ہوتا ہے اس معنی یعنی حقیقت کے ظہور کے بعد بندہ عالم خلق سے عالم امر کی گہرائیوں تک پہنچ جاتا ہے بلکہ تمام عالم عالم الرُّوح کے سامنے ایسے ہی ہیں جسے قطرہ سمندر کے سامنے۔ اس ظہور کے بعد علم لدنی روحانی کا فیض بلا حرف و صوت پہنچتا رہتا ہے۔

یہ تھے وہ اسرار و رموز جو کہ حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ دستگیر مانے ذکر واذکار اور علم ظاہر و علم باطنی کے بارے میں بیان فرمائے۔

حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ کا مزار اقدس اور عرس مبارک:-

حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ کا وصال 1338 ہجری میں ہوا۔ آپؒ نے زینہ اولاد نہیں چھوڑی آپؒ کی صاحبزادیاں جن کا ذکر گذر چکا ہے سب کی سب عالمہ فاضلہ اور اپنے وقت کی متقیہ، پرہیزگار خواتین اور ولایت کے درجہ پر فائز تھیں جن کے نکاح بھی اس وقت کے کالمین اولیاء اللہ سے ہوئے۔ حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ کا مزار مبارک یعنی مرقد انور سلطان المشائخ حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کے روضہ مبارک میں اپنے والد محترم قلندر زمان حضرت خواجہ محمد رحیم بخشؒ کے پہلو میں زیارت گاہ خلاق ہے، آپ سرکارؒ کا عرس مبارک ہر سال 26 ذی الحجہ کو ہوتا ہے۔ اور

آپؐ کے باطنی تصرفات آج بھی جاری و ساری ہیں کیونکہ آپؐ سرکارؐ کا فرمان تھا کہ جب بھی کوئی ہمیں یاد کریگا ہم فوراً اس فریادی کی حاجت پوری کرینگے اور اگر اسکی باطنی صفائی ہوچکی ہوگی تو وہ شخص ہمارے باطنی تصرف کا مشاہدہ بھی کریگا۔ لہذا ہزاروں زائرین جو آپؐ کے مزارِ اقدس پر حاضر ہوتے ہیں ظاہری باطنی فیوضات و برکات سے اپنی جھولیاں بھر کر جاتے ہیں، جو طالبِ ذاتِ حق ہے اسکے ظرف و استعداد کے مطابق اس پر بھی کرم فرماتے ہیں اور اسکی منازل اس پر آسان فرماتے ہیں، آپؐ انتہا درجہ کے مؤدب ہیں کیونکہ والدِ محترمؐ کے ساتھ دفن ہیں لہذا آپؐ زائرین، طالبین، سالکین کی حاجات اپنے قبلہ والدِ گرامی حضورِ خواجہ محمد رحیم بخشؒ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور وہاں سے فیصلے صادر کرواتے ہیں۔ یہ اسلام کا ایک روحانی اور باطنی نظام ہے جس کا تعلق تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب و باطن سے ہے جو سلوک کی ان منازل سے گذر جاتا ہے اس پر مشاہدہ کی یہ راہیں کھلتی ہیں اور وہ پھر ان اہل مزارات سے گفتگو بھی کرتا ہے اور فیض و کرم بھی حاصل کرتا رہتا ہے۔

باب نمبر 11

فخرُ الاولیاء، علامۃُ العصر حضرت خواجہ احمد بخشؒ

(1307 ہجری تا 1342 ہجری --- 35 سال --- 1886ء تا 1921ء)

آن ہم شکلِ خواجہ خدایارؒ، علامۃُ العصر، واقفِ اسرارِ لامتناہی،
 سیدُ العلماء، صاحبِ علمِ لدنی، سیدُ الولیین، سیدُ الصابرین، سیدُ الساجدین
 سیدُ الصادقین، سیدُ الصفیّین، سیدُ الشاہدین، معدنِ صدق و صفاء، شرف
 الاسلام والمسلمین، امام الشریعت، مُقتدائے ملت، وارثِ علم الانبیاء
 حضرت خواجہ احمد بخشؒ سیدُ الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کے فرزندِ اول تھے
 اور آپؒ ہی سے بیعت تھے اور خلافت بھی آپؒ ہی سے حاصل کی تھی آپؒ
 کا سلسلہ طریقت 38 واسطوں سے حضور پاک ﷺ تک جا پہنچتا ہے جبکہ
 2 واسطوں سے قطب الاقطاب حضرت خواجہ محمد خدایارؒ اور 3 واسطوں سے
 فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ سے جاملتا ہے،
 آپؒ 1307 ہجری میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد
 گرامیؒ سے حاصل کی بعد ازاں وقت کے جید علمائے کرام سے تحصیلِ علم
 کیلئے کئی سفر کئے۔ آپؒ جامع المنقول والمعقول تھے، علم کی ہر صنف پر عبور
 رکھتے تھے اور علامۃُ العصر کے خطاب سے مشہور تھے حضرت خواجہ محمد اسعدؒ
 نے آپؒ کی ظاہری تعلیم کیلئے کافی توجہ فرمائی اور اپنے وقت کے اکابرین
 علماء و فضلاء سے آپؒ کو تعلیم دلوائی بعد ازاں باطنی تعلیم و تربیت کیلئے اپنی

آغوش میں لے لیا اور ظاہری باطنی لحاظ سے کامل واکمل ولی اللہ بنا دیا۔
آپؐ اپنے دور میں علم و عرفان کا سورج تھے جس سے ایک جہاں نے فیض حاصل کیا۔

حضرت خواجہ احمد بخشؒ کا نکاح حضرت عصمت بی بیؒ سے ہوا جو کہ حضرت خواجہ محمد اجملؒ سلطان العرفاء کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت خواجہ محمد احمد بخشؒ کا دوسرا نکاح حضرت بی بی رحمت الہیؒ سے ہوا جو کہ حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کے داماد حضرت علامہ مولانا مولوی خواجہ غلام محمدؒ کی صاحبزادی تھیں اس بی بی صاحبہؒ سے ایک فرزند ارجمند قطب زمان حضرت خواجہ نور محمد پیرؒ پیدا ہوئے جبکہ بی بی امیر صاحبہؒ اور حضرت بی بی کندن صاحبہؒ اور ایک صاحبزادے و دو میاں بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔
خواجہ احمد بخشؒ کیلئے میرنشی کا خطاب:-

امام شریعت حضرت خواجہ احمد بخشؒ سرکارؒ اپنے والد محترمؒ کی طرح پاکپتن شریف میں حضرت خواجہ بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے دربار شریف پر اکثر حاضری دیا کرتے تھے حضرت بابا صاحبؒ نے آپؒ کو اپنی بارگاہ میں "میرمنشی" کا فریضہ سونپ رکھا تھا۔ آپؒ لوگوں کی حاجات بابا صاحبؒ کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ عالم کشف و رویاء والوں نے آپؒ کے اس مقام و منصب کی تصدیق کی ہے اور یہ فریضہ آج بھی ادا فرما رہے ہیں آپ سرکارؒ بارگاہ گنج شکرؒ میں محبوبیت و مقبولیت کا

درجہ رکھتے ہیں۔

حضرت خواجہ احمد بخشؒ اور حقیقت انسان:-

امام شریعت حضرت خواجہ احمد بخشؒ نے حضرت انسان کی حقیقت و عظمت کو آشکار کرنے کیلئے درج ذیل حدیث قدسی کا حوالہ دیا کرتے تھے:-
 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّىٰ أَحْبَبْتُهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَبَدَهُ الَّذِي يَبْطِشُ بِهِ وَرِجْلَهُ الَّذِي يَمْشِي بِهِ وَإِنْ سَأَلَنِي لَا أُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لَا أَعِذُّنَهُ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدَّدْتُ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ وَلَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ . (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) مَثَلُوة شَرِيف ص 197 باب ذِكْرُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَتَقَرُّبِ إِلَيْهِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ)۔

ترجمہ! "جس نے میرے ولی سے دشمنی رکھی میں نے اس کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا، میں نے اپنے بندوں پر جو فرض عائد کئے ہیں انکی نسبت کوئی چیز مجھے محبوب نہیں کہ وہ ان کے ذریعہ میرا قرب حاصل کریں، بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا جاتا ہے حتیٰ کہ میرا

محبوب بن جاتا ہے اور جب میرا محبوب بن جاتا ہے تو میں اسکی سمع بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اسکی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اسکے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اسکے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے مانگے تو اسے ضرور عطا کرتا ہوں اگر میری پناہ طلب کرے تو اسے اپنی پناہ میں لے لیتا ہوں میں جو کام بھی کرتا ہوں تردد نہیں ہوتا سوائے مومن کی جان کے کیونکہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کی اس ناپسندیدگی کو ناپسند کرتا ہوں۔"

اس حدیث پاک میں اولیاء اللہ کی شان بیان ہوئی ہے اور اولیاء اللہ کے حقیقی مقام کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب و باطن جو کہ مرشد کامل کی نگرانی میں اور اسکی نظر کرم اور توجہ سے حاصل ہو جائے تو سالک ذات حق ولی اللہ بن جاتا ہے جسکی صفات اس حدیث پاک میں بیان ہوئی ہیں، انسان صرف جسم اور روح ہی کے ملاپ کا نام نہیں ہے، حقیقت انسان کچھ اور ہے جو کہ روح سے بھی اگلا درجہ اور مقام ہے، اصلی انسان عالم لاہوت (واحدیت) سے ہے، جو کہ ایک نور کا جہان ہے اور عالم لامکان ہے اور مرتبہ وجود میں قدامت کا درجہ رکھتا ہے اور اسی مقام کی معرفت ہی مقصد انسان ہے مگر اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ انسان اللہ بن جاتا ہے وہ مخلوق اور بندہ ہی رہتا ہے مگر حقیقت شناس ہو جاتا ہے۔ لہذا ایک عام انسان اور حقیقت شناس انسان میں

زمین آسمان کا فرق ہے وہ خَلِيفَةُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور صفات کا مظہر ہوتا ہے اور خلقِ خدا کی ہدایت پر مامور ہوتا ہے۔

حضرت مولانا رومؒ اپنے مجموعہ ملفوظاتِ موسومہ فیہ مافیہ میں فرماتے ہیں: "افسوس صد افسوس ہے اس انسان پر جس نے اپنے لئے وہی خوراک پسند کر لی ہو جو اسکے گدھے کیلئے تھی۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ جس آدمی کا مقصدِ حیات صرف کھانا پینا اور مباشرت ہے وہ اپنے گدھے سے زیادہ بہتر نہیں ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ مَنْ كَانَ هِمَّتُهُ مَا دَخَلَ قِيَمَتُهُ مَا خَرَجَ "یعنی جس شخص کی ساری ہمت ہمیشہ اس بات پر مرکوز ہے کہ پیٹ میں کیا داخل ہوتا ہے اس شخص کی قیمت وہی ہے جو اس کے پیٹ سے خارج ہوتا ہے۔" انسان اور جانور میں کیا فرق ہے دونوں میں جسم اور جان مشترک ہے، جان کو روح حیوانی بھی کہتے ہیں جو ہر انسان اور جانور میں موجود ہے، جو چیز حضرت انسان کو جانوروں سے ممیز اور ممتاز کرتی ہے اور اسے اشرف المخلوقات کے لقب سے ملقب کرتی ہے وہ ہے رُوحِ انسانی جس کو رُوحِ ملکوتی بھی کہا جاتا ہے۔ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ کہہ کر محبوبِ حقیقی نے اِنائے حقیقی کا پرتو قلبِ انسان پر ڈالا اور اسے آتش کا پرکالہ بنا ڈالا۔ یہ سب اس واسطے تھا کہ کائنات کو پیدا کر کے حق تعالیٰ نے اپنے لیے ایک آئینہ بنایا تاکہ

اپنے حسن و جمال کا خود تماشا کرے اور وہ آئینہ حضرت انسان ہے۔
حدیث قدسی ہے:-

كُنْتُ كَنْزاً مَخْفِياً فَاحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ (ابن
ماجہ) اور مُلا علی قاری "الاسرار المرفوعہ". حق تعالیٰ
فرماتا ہے: کہ میں حسن و جمال کا ایک مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میرا
مشاہدہ کیا جائے تو اس لیے میں نے کائنات کو پیدا کیا۔"
حضرت انسان کے متعلق حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ
فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ
ظَلُومًا جَهُولًا (الاحزاب: 72) ترجمہ! "بیشک ہم نے اپنی
(إطاعت کی) امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تو
انہوں نے اس (بوجھ) کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے
اور انسان نے اُسے اٹھالیا کیونکہ وہ ظلومی اور جہولی تھا۔" اب لفظ ظُلُومًا
جَهُولًا کے معنی علمائے نطواہر نے ظالم اور جاہل کے کیے ہیں حالانکہ حق
تعالیٰ انسان کی تعریف فرما رہے ہیں نہ کہ مذمت۔ تعریف اس لیے کہ جو
کچھ آسمان والے فرشتے اور زمین اور پہاڑ جیسی عظیم و جسام مخلوق نہ اٹھا سکے
اسے ایک چھوٹے سے خاک کی پتلے نے برداشت کر لیا اس وجہ سے نہیں کہ وہ
ظالم اور جاہل تھا بلکہ اس وجہ سے کہ وہ جسم اور روح کا مجموعہ تھا جس کی

ایک سمت یعنی روحانی طرف روشن تھی اور دوسری یعنی جسمانی سمت سیاہ تھی یاد رہے کہ آئینہ اس وقت تک آئینہ نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کی ایک طرف روشن اور دوسری طرف سیاہ نہ ہو، چونکہ فرشتے سراپا نور تھے ان کے اندر آئینہ بننے کی صلاحیت نہ تھی۔ زمین اور پہاڑ سراپا جسمانیت تھے وہ بھی آئینہ نہیں بن سکتے تھے، ساری کائنات میں صرف حضرت انسان کا وجود ہی ایسا تھا جس کی روحانی سمت روشن اور جسمانی طرف سیاہ تھی اسلئے آئینہ بن گیا اور حق تعالیٰ کے حسن و جمال کا عکس اس کے اندر پیدا ہو گیا۔

خواجہ حافظ شیرازی صاحبؒ نے خوب فرمایا ہے:-

آسمان بار امانت نتوانست کشید

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

ترجمہ! "آسمان امانتِ الہی کا بوجھ نہ اٹھا سکا تو قرعہ فال مجھ دیوانے کے نام نکل آیا۔" اور حق تعالیٰ نے مجھے اپنا آئینہ بنا لیا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن حکیم کے الفاظ **ظَلُّوْماً جَهْلُوْلاً** میں انسان کی مذمت نہیں بلکہ انتہائی درجہ کی مدح ہے جو حق تعالیٰ نے اپنے خلیفہ فی الارض کے حق میں فرمائی ہے۔ حضرت انسان کو مسجودِ ملائکہ بننے کا اعزاز اسی لیے حاصل ہوا کہ اس نے جملہ اسماء و صفاتِ الہیہ کا عکس قبول کر لیا وہ عکس کیا تھا شرفِ نیابت و خلافت تھا۔ مراتبِ وجود میں انسان اکمل ہے اور افراد انسانی میں حضور پاک ﷺ سب سے کامل و ارفع ہیں اور حق تعالیٰ

کے مظہر اتم ہیں آپ ﷺ ہی انسانِ کامل ہیں اور آپ ﷺ ہی حق تعالیٰ کے خلیفہ برحق ہیں اور آپ ہی باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ مِّنْ نُورِي (مسلم و زرقانی و عبدالرزاق) "یعنی سب سے پہلے حق تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا اور میرے نور سے ساری کائنات پیدا کی"

آپ سرکار ﷺ تعینِ اوّل، تشخصِ اوّل، اعتبارِ اوّل، محبوبِ اوّل، مطلوبِ اوّل، مقصودِ اوّل، مشہودِ اوّل، موجودِ اوّل ہیں۔ کائنات کا منبع و مصدر حقیقتِ محمدیہ ﷺ ہے جس سے ساری کائنات وجود میں آئی۔ کیونکہ عالمِ لاتعین سے جب حق تعالیٰ نے عالمِ تعین میں نزول فرمایا تو پہلی تجلی حقیقتِ محمدیہ ﷺ میں فرمائی۔ علمائے راسخین، اولیائے کاملین، واصلین، مقربین حضور ﷺ کے نائب اور خلفاء ہیں۔ اور آپ ﷺ ہی کی بدولت اور آپ ﷺ ہی کی متابعت اور محبت سے یہ مراتب ظلی طور پر ان کو عطا ہوئے ہیں جو کچھ کائنات میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے وہ انسان کے اندر بطور اجمال موجود ہے اسی وجہ سے کائنات کو انسانِ کبیر اور انسانِ کوکبا کائناتِ صغیر کہا گیا ہے چنانچہ جب سارے جہان کا جو بن مکمل ہو گیا، تو حضرت انسان کو بطور خلیفۃ اللہ لایا گیا اور جملہ صفاتِ الہیہ سے متصف کر کے کائنات اسکے حوالہ کر دی۔ لہذا انسان کا مقصدِ حیات معرفتِ حق ہے یہ کہ وہ پہلے اپنے آپ کو پہچانے کہ وہ کیا ہے اپنی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش

کرے جب اسے عرفانِ ذاتِ نفس حاصل ہوگا تب جا کر اس پر اصل حقیقت کا راز آشکار ہوگا۔ اس کائنات میں اصل انسان ہی وہی ہے جو اسرارِ معرفت سے آگاہ ہے جن نفوسِ قدسیہ کو حق کا عرفان نصیب ہوتا ہے اصل میں وہ ہی ہستیاں زندہ ہیں ورنہ بے معرفتہ انسان چلتا پھرتا مردہ ہے۔ مزید سمجھنے کیلئے مذکورہ لمبی حدیث قدسی پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ انسان پر ایسی منزل آجاتی ہے راہِ حق کی تلاش میں جبکہ وہ صرف آلہٴ فعل ہوتا ہے فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے یہ انسان کی عظمت کا کتنا بلند مقام ہے جسکی معرفت سے وہ جاہل ہے مگر حق تعالیٰ نے اس کائنات میں ایک ایسا بندوبست کر دیا ہے کہ جن لوگوں کو اسکی مشیت کے مطابق عرفانِ ذاتِ حق نصیب ہونا ہے ان کے ذریعہ اس رازِ معرفت کو خوش نصیب لوگوں پر ظاہر کرتا ہے جو کہ ایک برسرِ عظیم ہے جسے دیکھنے کی چاہت سب سے پہلے اسے خود آپ کو ہوئی اس نے چاہا کہ میں نے تو دیکھ لیا ہے یعنی احدیت وحدت میں ظاہر ہوئی اب ایک کائنات بناؤں اور اس حسن و جمال کے مرقع کو انہیں بھی دکھاؤں چنانچہ یہ ساری بزمِ کائنات سجائی گئی اور آخر میں جو ہستی تشریف لائی وہ وجودِ مصطفیٰ ﷺ اور حسنِ مصطفیٰ ﷺ ہے جسے اس نے ساری کائنات میں پھیلایا ہوا ہے۔ لہذا پوری کائنات کے حُسن کو جمع کریں تو انسان بنتا ہے اور تمام انسانوں کے حُسن جمع کئے جائیں تو انبیاء بنتے ہیں اور پھر تمام انبیاء کے حسن کو اکٹھا کیا جائے

تو حسنِ مصطفیٰ ﷺ بنتا ہے، انسان کا اس کائنات میں آنے کا مقصد بھی معرفتِ ذاتِ حق ہے۔

حضرت خواجہ احمد بخشؒ کا روحانی مقام:-

امام شریعت حضرت خواجہ احمد بخشؒ ظاہری باطنی لحاظ سے کامل و اکمل عارف اور عالم باللہ تھے آپ سرکارِ کاسب سے بڑا روحانی مقام یہ ہے کہ آپ کا ظاہر باطن کے ساتھ پیوست تھا اور باطن ظاہر کے ساتھ۔ آپ کا ہر قدم شریعتِ مصطفیٰ ﷺ کے مطابق تھا۔ آپ سرکارِ مقامِ الْفَقْرُ فَخْرِیٰ پر فائز تھے آپ کا فقر اختیاری تھا بظاہر مفلسی اور تنگدستی کا عالم ہوتا تھا مگر روحانی طاقت کا یہ عالم تھا کہ ایک ہی نگاہِ کرم سے مٹی کو بھی سونا بنا دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اصل کرامت بابا! ہماری کامل متابعتِ رسول ﷺ ہے، اور مفلسی اور تنگدستی میں زندگی گزارنیوالی سنت پر صرف صوفیائے کرام ہی عمل پیرا ہوتے ہیں یہ علمائے ظواہر کے بس کی بات نہیں ہے۔ آپ کے فیض و کرم سے بے شمار لوگوں کو علم و عرفان کی دولت نصیب ہوئی۔

وصال اور عرس مبارک:-

امام شریعت حضرت خواجہ احمد بخشؒ نے بہت تھوڑی ظاہری عمر پائی اور 3 رمضان المبارک 1342 ہجری میں صرف تقریباً 35 سال کی عمر میں اپنے والدِ محترم سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کی حیاتِ ظاہری

ہی میں وصال فرمایا، حضرت خواجہ محمد اسعدؒ آپ کے وصال کے وقت گھر سے باہر تبلیغی دورہ جات پر تھے، نگاہ باطنی سے حقیقتِ حال کا مشاہدہ کر کے فوراً خانپور قاضیاں شریف واپس پہنچ گئے اور آتے ہی اپنے محبوب بیٹے سے مخاطب ہوئے کہ بیٹا میرا انتظار بھی نہ کیا اور پہلے تیاری کر لی یہ الفاظ کہتے ہی حضرت خواجہ محمد اسعدؒ جلال میں آ گئے اور حضرت خواجہ احمد بخشؒ کے منہ پر اپنا ہاتھ پھیرا اور پھر ہاتھ اٹھا کر لوگوں سے مخاطب ہوئے کہ جس نے آج حضرت خواجہ خدایار پیرؒ کی زیارت کرنی ہو میرے بیٹے کی زیارت کر لے تو اسے حضرت خواجہ خدایار پیرؒ کی ہی زیارت ہوگی کیونکہ حضرت خواجہ احمد بخشؒ کی شکل کامل طور پر حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کی کرامت سے بالکل حضرت خواجہ خدایارؒ کی طرح ہو گئی تھی بس پھر ایک جہاں آپؒ کی زیارت کے لئے اُمڈ پڑا اور دفن کرنے تک آپؒ کی شکل حضرت خواجہ خدایارؒ کی طرح ہی رہی۔ آپؒ کے وصال سے آپؒ کا روحانی مقام لوگوں پر ظاہر ہو گیا جسکو آپؒ نے اخفاء میں رکھا ہوا تھا اصل میں آپؒ ولایت کے جملہ مراتب عالیہ پر فائز ہو چکے تھے مگر یہ سب کچھ آپؒ کو خواجہ خدایارؒ کی ذات میں کامل فنایت سے نصیب ہوا تھا آپؒ کا مزار مبارک یعنی مرقدا نور سلطان العرفاء حضرت خواجہ محمد اجملؒ کے روضہ پاک میں ان کے پہلو میں ہے۔ آپؒ سرکار کا عرس مبارک ہر سال 3 رمضان المبارک کو منعقد ہوتا ہے جس میں زائرین کی ایک کثیر تعداد شرکت کرتی ہے۔ حضرت

خواجہ خدایارؒ کے خاندان میں جو شخص دینی علم ظاہری و باطنی معارف کا
 جویاں ہوتا ہے تو آپؒ کا باطنی تصرف فوراً عمل میں آتا ہے اور اس خوش
 نصیب کی رہنمائی کرتا ہے آپؒ سرکارؒ کے باطنی تصرفات آج بھی جاری
 و ساری ہیں۔

باب نمبر 12

سُلطانُ الاسخياء، سُلطانُ المتوکلین حضرت خواجہ محمد حضور بخشؒ

(1313 ہجری تا 1374 ہجری --- 61 سال --- 1892ء تا 1953ء)

آن سخی بادشاہ، سُلطانُ الاسخياء امامُ الفقراء والغُرَباء، زُبْدُ العارفين،
مُعَاوِنِ بکيسان، دَسْتِکِرِ عاجزاں، پناہِ بے پناہاں، مُشکلِ کُشا، حُجَّتِ
الاولياء، سُلطانُ المُوَحِّدِین، قُطْبُ زمان، سَيِّدُ الحُجُوْدِین، سَيِّدُ الاکملین،
سَيِّدُ الاسرار، سَيِّدُ الافضلیں، سَيِّدُ الاَوْبِین، سَيِّدُ المتوکلین حضرت خواجہ پیر محمد
حضور بخشؒ سَيِّدُ الاولياء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کے فرزندِ دوم اور انکے فقر
کے امین تھے، حضرت خواجہ پیر حضور بخشؒ کا سلسلہ طریقت 38 واسطوں
سے حضور پاک ﷺ تک جا پہنچتا ہے جبکہ 2 واسطوں سے قطب الاقطاب
حضرت خواجہ پیر خدایارؒ اور 3 واسطوں سے فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت
خواجہ قاضی محمد عیسیٰؒ سے جا ملتا ہے۔ طریقت میں آن سرکارؒ کا مقام بہت
بلند ہے اپنے وقت کے آپ سرکارؒ خانپور قاضیاں شریف کے قطبِ زمان
تھے اور حضرت خواجہ خدایارؒ باطنی طور پر آپؒ ہی کے ذریعہ مُتَصَرِّف تھے
پورے خاندان پر آپؒ کا فیض و کرم جاری و ساری تھا اور ہر ایک ظاہری
باطنی لحاظ سے آپؒ کے زیرِ نگرانی تھا آپ سرکارؒ نے بھی اس منصب کو
کما حقہ نبھایا۔

حضرت خواجہ حضور بخشؒ سخی بادشاہ 1313 ہجری میں پیدا

ہوئے۔ حضرت خواجہ حضور بخشؒ کا پہلا نکاح حضرت فیض الہی بی بیؒ دختر نیک اختر دستگیر ما حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ سے ہوا، جن سے ایک صاحبزادی حضرت بی بی حمد الہیؒ پیدا ہوئی جنکا نکاح دربار فتح پور کمال شریف کے بزرگ متوکل علی اللہ حضرت خواجہ پیر میاں محمد یار صاحب مدظلہ سے ہوا آپؒ حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کے نبیرہ ہیں جن سے آگے ایک صالح فرزند جناب صاحبزادہ میاں احمد یار صاحب سینئر آفیسر الغازی ٹریکٹر فیکٹری ڈیرہ غازیخان اور حضرت حمیدہ بی بی صاحبہ پیدا ہوئے۔ آپؒ کے ایک صاحبزادہ صاحب حضرت خواجہ خدا بخشؒ بچپن ہی میں وصال فرما گئے۔ حضرت خواجہ پیر حضور بخشؒ کا دوسرا نکاح حضرت بی بی مراد خاتونؒ سے ہوا۔ جن سے تین صاحبزادے حضرت خواجہ پیر محمد امینؒ، حضرت خواجہ پیر حاجی عبدالحمیدؒ، حضرت خواجہ پیر قاضی محمد شفیعؒ اور ایک صاحبزادی حضرت زبیدہ بی بی صاحبہؒ پیدا ہوئے۔ حضرت بی بی زبیدہ صاحبہؒ کا نکاح صوفی باصفا مرد کامل حضرت خواجہ پیر محمد اقبال حسین مدظلہ سے ہوا۔

حضرت خواجہ حضور بخشؒ کی سخاوت کا بیان :-

سلطان الاتخیاء حضرت خواجہ پیر حضور بخشؒ اپنے وقت کے ولی کامل اور قطب زمان تھے اور اپنے وقت میں حضرت خواجہ خدایار پیرؒ کے حلقہ ولایت میں ظاہری باطنی لحاظ سے مستصرف تھے اپنے پورے علاقہ کی

ظاہری باطنی حاجات کا قبلہ اور فریادرس تھے۔ ایک عالم اپنی حاجات کے سلسلہ میں آپؐ سے رجوع کرتا تھا۔ یتیموں، بیواؤں، غریبوں اور مسکینوں کی دیکھ بھال کرنا، انکی ضروریات زندگی کا خاص خیال رکھنا حتیٰ کہ انکی شادیاں تک کے انتظامات بھی خود سرانجام دیا کرتے تھے، ان کے ہر دھک سکھ میں شریک ہوتے تھے، پورا علاقہ آپؐ کو اپنا باپ سمجھتا تھا، لوگوں کی خور و نوش کیلئے آپؐ کے لنگر خانہ میں رات دن انتظام ہوتا تھا، اگر آپؐ کو پتہ چل جاتا کہ فلاں شخص بھوکا سویا ہوا ہے تو خود اسکے لئے کھانا پکوا کر اسکے گھر دے آتے تھے، کھانا کھانے کے دوران جب بھی باہر سے کسی سائل نے آواز دی آپؐ سرکار فوراً اپنا سامنے رکھا ہوا کھانا اٹھا کر اُسے خود دے آتے تھے۔

اکثر اوقات اپنے علاقہ کیلئے بھینسیں ذبح کرتے اور اسکا سارا گوشت غریب مسکین لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔ تبلیغی سفر سے واپس جب خانپور قاضیاں شریف لاتے تو لوگ آپؐ سرکار کی انتظار میں ہوتے تھے آپؐ ہر سائل کی حاجت پوری فرماتے۔ آپؐ کا روزانہ کا ایک یہ بھی معمول تھا کہ آپؐ سرکارؒ بستی خانپور قاضیاں شریف کے چوراہے پر زمین پر بیٹھ جاتے صبح کے وقت اور ہر آنے جانے والے کو اپنے ساتھ بٹھا کر لسی مکھن پراٹھ کے ساتھ ناشتہ کراتے تھے۔ آپؐ کے لنگر خانہ میں کثیر تعداد میں بھینسیں ہوتی تھیں جن سے کافی مقدار میں دودھ اکٹھا ہوتا تھا وہ

بھی آپؐ لوگوں میں تقسیم فرما دیتے تھے، یتیموں اور بیواؤں کے آپؐ نے وظائف بھی مقرر کر رکھے تھے جو کہ ان کو ان کے گھروں میں بیٹھے پہنچ جاتے تھے۔ آپؐ کی یہ باطنی نگاہ تھی کہ جو بھی سائل آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اس کا دل رکھنے کی خاطر اسکے سوال سے پہلے ہی اسکی حاجت پوری کر دیتے تھے اور کوشش فرماتے تھے کہ سائل کو اپنی حاجت پیش کرنے میں کسی قسم کی شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور اگر کبھی ایسا نہ کر سکتے تو سائل سے معذرت کرتے تھے کہ بھئی! مجھے معاف کر دینا کہ فقیر نے آپؐ کی حاجت پوری کرنے میں تاخیر کی اور آپؐ کو سوال کرنے کی زحمت ہوئی۔

حضرت خواجہ حضور بخشؒ کا حسن اخلاق:-

سلطان الاتخیاء حضرت خواجہ حضور بخشؒ اعلیٰ درجہ کے بااخلاق اور باحیاء انسان تھے۔ کسی کا عیب ظاہر نہیں کرتے تھے، حسد، بغض، عناد اور گلہ شکوہ سے اجتناب فرماتے اور جو شخص ایسا کرتا اسے ناپسند فرماتے تھے، کامل عجز و نیاز مندی کا ہر وقت مظاہرہ فرماتے تھے۔ خود بھی بڑے باادب تھے اور لوگوں کو بھی بزرگوں کے ادب و احترام کی تلقین کرتے تھے۔ لوگوں کی گالیاں سن کر بھی انہیں دُعائیں دیتے تھے یہ دستورِ زمانہ ہے جہاں پر اللہ کا کامل ولی بزرگ ہوگا وہاں حاسدین حضرات بھی ہونگے لہذا جو لوگ آپؐ کی ظاہری باطنی شان کو دیکھ کر حسد کرتے تھے آپؐ سرکارؒ ان سے نیاز مندی کرتے تھے آپؐ سرکارؒ کے دور میں چونکہ ابھی ہندو حضرات بھی بستی

میں موجود تھے مگر ہندوؤں کی ایک کثیر تعداد نے آپؐ کے حُسنِ اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد جب ہندو حضرات واپس ہندوستان جانے لگے تو خواجہ حضور بخشؒ کے ایثار و قربانی کے جذبے اس وقت دیدنی تھے آپؐ نے ہر ممکن حد تک ان لوگوں کیلئے آسانیاں پیدا کیں اسلام کے حق ہمسائیگی کے تحت۔ وہ ہندو حضرات برملا کہتے تھے کہ ہم نے ایسا پیر کامل صرف ہندوستان میں دیکھا ہے، آپؐ کے حُسنِ اخلاق اور روحانی رُعب و دبہ کا یہ عالم تھا کہ کسی کو آپؐ کے سامنے آنکھ اٹھا کر بات کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی، پورے علاقے میں آپؐ سرکارؒ باطنی قوت کے علاوہ ظاہری لحاظ سے بھی شہ زور تھے، کسی مسلمان کی زمین پر ہندوؤں کے قبضہ کا تنازعہ تھا اور وہ ہندو حضرات نہ صرف اس مسلمان کی زمین پر قابض ہو گئے بلکہ اسے اور اسکے سارے خاندان کو زد و کوب کرنا شروع کر دیا چونکہ آپؐ سرکارؒ اپنے پورے اہل علاقہ کی خیریت کے ذمہ دار بھی تھے فوراً وہاں پہنچے مظلوم کی مدد کیلئے اور ظالمین کی کثیر تعداد سے صرف آپؐ اکیلے ہی نبرد آزما ہوئے اور سب کو وہاں سے بھگا دیا۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ روحانی تجلیات کو جذب کرنے کیلئے وسعتِ قلبی کے ساتھ ساتھ ظاہری جسم کا قوی ہونا بھی ضروری ہے تاکہ انسان کے اعضاء مضحمل نہ ہو جائیں۔ آدمی معرفت کے جام در جام پیتا جائے نہ مست ہو اور نہ ہی روزمرہ زندگی کے معاملات یعنی خدمتِ خلق

سے دور بھاگے۔ قلب کو حق کے ساتھ لگائے اور ظاہری جسم کو خلقِ خدا کی خدمت میں ہر وقت مصروف رکھے۔ لہذا آپؐ کی ساری زندگی کا جائزہ لیں تو ساری کی ساری خلقِ خدا کی خیر و بھلائی اور خدمت سے پُر نظر آتی ہے۔ مظلوموں کی خدمت اور ان کی دادرسی کرنا آپؐ کا شیوہ تھا۔ آپؐ کا دور خانپور قاضیاں شریف کا امن و امان کا دور تھا۔ کسی کو بھی نقص امن کی اجازت نہ تھی اور نہ ہی خلاف شرع حرکت کی کسی کو اجازت تھی ورنہ آپؐ کی فکر کی ظاہری باطنی تیغ برہنہ حرکت میں آجاتی تھی اور حق کا بول بالا کرتی تھی۔

ایک مشہور زمانہ کرامت:-

ایک دفعہ امامُ الاخیاء حضرت خواجہ حضور بخش سرکارؒ کے مریدین آپؒ کو اپنے علاقہ مراد آباد، ضلع مظفر گڑھ میں اس لئے لے گئے کہ دریائے چناب کا پانی ان کے گھروں کی طرف بڑھ رہا تھا اور انکی زمینوں کا بیشتر حصہ دریا برد ہو چکا تھا، لہذا سرکار کرم فرمائیں اور اس آزمائش سے نجات دلائیں آن سرکارؒ نے فرمایا ایک بہت لمبی بانس کی لکڑی کو لے جا کر جہاں آپ لوگوں کی مرضی ہو دریا میں گاڑ دیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ایک کشتی کے ذریعہ دریا کے وسط میں جا کر بانس کی لکڑی کو گاڑ دیا تو حضرت خواجہ حضور بخش سرکارؒ نے وہی الفاظ دہرائے جو حضرت امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروقؓ نے دریائے فرات سے فرمائے تھے۔

حضرت خواجہ حضور بخشؒ نے فرمایا: اے دریا! اپنی مرضی سے چل رہا ہے تو چلتا رہ اگر اللہ کے حکم سے چل رہا ہے تو ان غریب لوگوں کی زمینوں کو چھوڑ کر اپنے اصلی اور صحیح رستہ پر چلا جا! بس آپ سرکارؒ کا یہ فرمانا تھا کہ دریا کا سارا پانی جہاں پر بانس کی لکڑی گاڑ دی گئی تھی وہاں پر چلا گیا اور پیچھے تمام دریائی مخلوق مثلاً مچھلی مینڈک وغیرہ تڑپنے لگے۔ آپ سرکارؒ نے دریا سے فرمایا کہ اس مخلوق خدا کو بھی اپنے ساتھ واپس لے جاؤ چنانچہ پانی کی ایک بہت بڑی اور لمبی لہر واپس مڑی اور ساری پانی والی مخلوقات کو اپنے ساتھ بہا کر لے گئی۔ اس کرامت سے سارے علاقہ میں آپؒ کی شہرت ہوئی اور مراد آباد کا سارا علاقہ آپؒ کا مرید ہوا اور ابھی تک آپؒ کی اولاد کے مرید ہوتے چلے آ رہے ہیں۔

حضرت حافظ محمد جمال اللہ ملتائیؒ سے عقیدت اور انکے عرس کیلئے لنگر کا سامان:

حضرت خواجہ محمد حضور بخشؒ سرکارؒ کو شہنشاہ ولایت ملتان حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتائیؒ سے انتہا درجہ کی محبت اور عقیدت تھی، آپ سرکارؒ کا حضرت حافظ صاحبؒ کی دربار میں حاضری کا انداز ملاحظہ فرمائیں، آپ سرکارؒ حد و ملتان میں جب داخل ہوتے تو پا پیادہ ہو جاتے یعنی سواری سے اتر کر اس انداز سے پیدل چلنا شروع کرتے کہ جوتی اتار دیتے اور اپنے دونوں بازوؤں کو پشت کے بل رسی سے بندھوا دیتے اور سر

جُھکا کر حضور سیدنا حافظ صاحبؒ کے دربار شریف کی طرف رخ کر کے کامل توجہ کے ساتھ سفر شروع کر دیتے دربار شریف پر پہنچ کر آپ سرکارؒ کا ادب و احترام اور نیاز مندی دیکھ کر لوگ حیران رہ جاتے تھے مگر جو نبی دربار اقدس کے اندر تشریف لے جاتے آپؒ کے پشت پر بندھے ہوئے بازو خود بخود کھل جاتے تھے بعد ازاں آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم بازو باندھ کر اس انداز میں اسلئے حاضر ہوتے ہیں کہ محبوب خود اپنے ہاتھوں سے اس قیدِ نفس سے رہائی دلائے اور اسرارِ باطنی عطا فرمائے اور آپ سرکارؒ کے ساتھ ایسا ہی ہوتا تھا۔ حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ خود کرم نوازی فرماتے تھے اور مزار سے نکل کر آپؒ کا استقبال بھی کرتے تھے اور بے پایاں فیض عطا فرماتے تھے۔ اس لطف و کرم کی وجہ یہ تھی کیونکہ آپ حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کے فقر کے امینِ کامل تھے جنہیں حضرت حافظ صاحبؒ نے خود براہ راست باطنی فیوضات و برکات عطا فرمائے تھے یوں حضرت خواجہ حضور بخشؒ سرکار بھی حضرت قبلہ سیدنا حافظ صاحبؒ کی ولایت و فقر کے مظہر و امین تھے۔

حضرت خواجہ حضور بخشؒ کی حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کے ساتھ یہ عقیدت اس وقت زوروں پر ہوتی تھی جب آنحضرتؐ کا عرس مبارک ہوتا تھا۔ حضرت خواجہ محمد حضور بخشؒ حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کے عرس مبارک کے دوران لنگر کے جملہ مصارف و اخراجات کا انتظام خود فرماتے

تھے اور رات دن لنگر تقسیم کرتے تھے۔ چونکہ دربار حضرت حافظ جمال شریفؒ پر حضور سیدنا قبلہ حافظ صاحبؒ زائرین و سالکین کی حاجات کی تکمیل کیلئے حصہ وافر عطا فرماتے ہیں مگر ان تمام باطنی فیوضات کی تقسیم حضرت خواجہ خدایارؒ کے ذمہ ہے تادم قیامت۔ حضرت خواجہ حضور بخشؒ اپنے دور کے قطبِ زمان تھے لہذا حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کا فیض و کرم بذریعہ حضرت خدایارؒ آپ سرکارؒ تقسیم فرماتے تھے اور ایک عالم کے حاجت روا اور فریادرس تھے، عوام و خواص آپ سرکارؒ سے رجوع کرتے تھے اور اپنا دامن مراد بھر کر جاتے تھے۔

حضرت خواجہ حضور بخشؒ اور علمِ کیمیا گری:-

سلطانُ الاسخياء حضرت خواجہ حضور بخشؒ آغازِ جوانی میں علمِ کیمیا گری میں بڑی دلچسپی رکھتے تھے اور آپ سرکارؒ کی دوستی اس فن کے حکماء سے تھی اور ان کے ساتھ مل کر سونا بنانے کی جستجو میں رہتے تھے بس یہ آپؒ کا ایک مشغلہ تھا بعد ازاں جب سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ نے اپنی ولایت و فقر کی خلافت عطا فرما کر کامل و اکمل کر دیا تو ایک دفعہ آپؒ کے پرانے یار دوست آپؒ سے ملنے کی خاطر آئے اور کہا کہ یار! ہمیں ایک ایسا نسخہ مل گیا ہے کہ اب سونا بنانا آسان ہے آؤ فلاں جگہ چلتے ہیں وہاں جا کر سونا بناتے ہیں آپ سرکارؒ نے بڑی بے نیازی کا مظاہرہ فرمایا اور ان پر ذرا برابر بھی التفات نہ کیا اور فرمایا وہ نسخہ تو دکھاؤ ان لوگوں

نے نسخہ دکھایا اور چند ٹکڑے تانبے کے بھی دکھائے۔ آپ سرکارؐ نے ان تانبے کے ٹکڑوں کو دیکھنے کیلئے ہاتھ لگایا تو وہ فوراً سونے کے بن گئے، آپ کے دوست یہ دیکھ کر حیران ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ دوستو! ہمیں ایک نسخہ عرفان مل گیا ہے کہ جس کے سامنے اس ساری کائنات کی بھی کوئی حیثیت نہیں رہی اور فقیر کو قدرت نے یہ طاقت دی ہے کہ جس زمین پر تم لوگ کھڑے ہو ابھی آن کی آن میں ایک ہی نگاہ سے سونے کی بن سکتی ہے مگر ہم فقیروں نے راہ فقر کو اختیار کر لیا ہے اور یہی حضور پاک ﷺ کی سنت ہے، بظاہر تنگدستی اور مفلسی میں اپنے اختیار سے زندگی گزارنا اور دنیا کے راحت و سکون کو ترک کر کے مشکل پسندی کی زندگی گزارنا ہی اصلاً متابعت رسول ﷺ ہے اور اس کامل تابعداری کا نتیجہ تم نے دیکھ لیا ہے، آؤ! فقیر کی صحبت میں رہو فقیر تمہیں بھی اس منزل مقصود پر پہنچا دیگا۔ وہ سب آپؐ کے بیعت ہوئے اور اپنے وقت کے کامل بزرگ بنے۔

حضرت خواجہ حضور بخشؒ کا روحانی مقام:-

سید الاولیا حضرت خواجہ محمد اسعدؒ نے ایام جوانی ہی میں حضرت خواجہ حضور بخشؒ کو خلافت عطا فرما کر عارف کامل بنا کر مریدین کی رشد و ہدایت پر لگا دیا تھا مگر اپنے وصال سے کچھ عرصہ پہلے حضرت خواجہ محمد اسعدؒ، قبلہ خواجہ محمد حضور بخشؒ کو روضہ مبارک حضرت خواجہ خدایارؒ میں لے گئے اور وہاں جا کر آپؒ کو حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰؒ اور خواجہ خدایارؒ کی بارگاہ میں

حاضر کر کے خاص نعمت فقر کی استدعا کی جو کہ قبول ہوئی اور حضرت خواجہ خدایار گو جو نعمت باطنی حضرت قبلہ حافظ محمد جمال اللہ ملتائی، حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوری اور حضرت قاضی محمد عیسیٰ خان پوری سے عطا ہوئی تھی حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کے ذریعہ حضرت خواجہ حضور بخش سرکارؒ کو بھی عطا کر دی گئی، کہتے ہیں جب روضہ مبارک سے دونوں باپ بیٹا نکلے تو دونوں ہم شکل تھے دونوں میں تمیز کرنا مشکل تھا، اصل میں حضرت خواجہ خدایارؒ نے حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کی وساطت سے حضرت خواجہ حضور بخشؒ کو بھی ولایت و فقر میں کامل و اکمل عارف بنادیا تھا اور وراثتاً جو نعمت باطنی چلی آرہی تھی وہ بھی عطا کر دی تھی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ حضور بخشؒ کی ذات انوار و برکات کا منبع و مرکز بن گئی تھی جسکی کرنیں پورے عالم میں ہر طرف پھیل رہی تھیں اور پھر ایک جہاں کو فیض یاب کیا، آپ سرکارؒ کی وساطت سے بے شمار لوگ سلوک کی منازل طے کر کے درجہ تکمیل تک پہنچے اور اپنے اپنے علاقوں میں لوگوں کی ہدایت کیلئے مقرر ہوئے۔

حضرت خواجہ حضور بخشؒ کے بیان کردہ اسرارِ طریقت:-

جب سلطانُ الاخیاء حضرت خواجہ حضور بخشؒ کو "خاص نعمتِ باطنی" عطا ہوئی تو آپؒ کا حال سراسر بدل گیا آپؒ پر روحانی کیفیات کثرت سے وارد ہونے لگیں بحرِ احدیت میں مستغرق رہنے لگے آپ سرکارؒ کے اس دور کے چند فرمودات درج ذیل ہیں:-

1۔ دیدارِ الہی:- دیدارِ الہی کی دو صورتیں ہیں: ۱۔ آخرت میں آئینہ دل کی وساطت کے بغیر اللہ کے جمال کا دیدار کرنا اور ۲۔ دنیا میں آئینہ دل پر صفاتِ خداوندی کا عکس ملاحظہ کرنا۔ دنیا میں دیدارِ دل کی آنکھ سے ہے اور اس میں صفاتِ خداوندی کا عکس آئینہ دل پر پڑتا ہے تو انسان دل کی آنکھ سے اس عکس کا مشاہدہ کرتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى (النجم: 11) "نہ جھٹلایا دل نے جو دیکھا (چشمِ مصطفیٰ ﷺ) نے"۔ حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: الْمُؤْمِنُ مِرَاةُ الْمُؤْمِنِ۔ (سُتْنِ ابی داؤد "کتاب الادب" حدیث نمبر 4818) "مومن مومن کا آئینہ ہے۔" پہلے مومن سے مراد بندہ مومن کا دل ہے جبکہ دوسرے مومن سے مراد ذاتِ باری تعالیٰ ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے: السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهِيمُنُ (الحشر: 23) "سلامت رکھنے والا، امان بخشنے والا نگہبان"۔ جس نے دنیا میں صفاتِ خداوندی کا دیدار کر لیا وہ بلا کیف آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے دیدار کا شرف حاصل کریگا وہ دعوے جو اولیاء اللہ نے دیدارِ خداوندی کے بارے میں کئے ہیں مثلاً حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا "میرے دل نے میرے رب کا دیدار کیا یعنی میرے رب کے نور کے ذریعہ" حضرت علیؓ کا فرمان ہے: "میں ایسے خدا کی عبادت نہیں کروں گا جسے میں نے دیکھا نہ ہو۔" ان تمام دعوؤں کو مشاہدہ صفات پر محمول کریں گے۔ پس جو شخص شیشے

میں سورج کا عکس دیکھے وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے سورج دیکھا۔
 اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے نور کو باعتبار صفات مشکوٰۃ سے تشبیہ
 دیتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: كَمْشَكْوَةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ (النور: 35)
 "جیسے ایک طاق ہو جس میں چراغ ہو۔" صوفیا کرام فرماتے ہیں طاق
 سے مراد بندہ مومن کا دل ہے اور المصباح یعنی چراغ باطن کی آنکھ ہے
 یہی رُوحِ سلطانی ہے اور شیشے سے مراد جان ہے اسکی صفتِ دریت جو
 شدت نورانیت کو ظاہر کرتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس نور کے معدن و ماخذ کا
 تذکرہ فرماتا ہے: يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ (نور: 35)۔ "جو روشن
 کیا گیا ہے برکت والے زیتون کے درخت سے۔" یہاں درخت سے
 مراد تلقین کا درخت ہے یعنی وہ بوٹی جو کہ مرشد کامل سالک کے دل کی
 زمین میں بوتا ہے، توحیدِ خاص کا صُدرِ زبانِ قدس سے بلا واسطہ ہوتا ہے
 جس طرح حضور ﷺ کا قرآن کریم سے اصل تعلق ہے پھر یہ قرآن
 حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی وساطت سے تدریجاً نازل ہوتا رہا۔
 دوبارہ نزول بذریعہ حضرت جبرائیل امین عوام کے فائدہ کیلئے تھا اور اسلئے
 بھی کہ کافر و منافق اسکا انکار نہ کر سکیں۔ اس پر دلیل ربّ قدوس کا یہ فرمان
 مبارک ہے: وَ اَنْتَ لَتَلْقٰى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ (النمل: 6)۔
 "اور بے شک آپ ﷺ کو سکھایا جاتا ہے قرآن حکیم بڑے
 داناسب کچھ جاننے والے کی جانب سے۔" اسی لیے حضور ﷺ پہلے ہی

ایک قانون مرتب فرماتے ہیں اور اس کے بعد جبرائیل امین وحی لیکر حاضر ہوتے۔ ارشادِ خداوندی ہے: "اور نہ عجلت کیجئے قرآن کے پڑھنے میں اس سے پہلے کہ پوری ہو جائے آپ کی طرف اسکی وحی۔" (طہ: 114) یہی وجہ تھی کہ معراج کی رات حضرت جبرائیل امین سدرۃ المننتہی پر رک گئے اور ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے درخت کی توصیف کی اور فرمایا: "لَا شَرْقِيَّةٌ وَلَا غَرْبِيَّةٌ (النور: 35)" جو نہ شرقی ہے نہ غربی ہے۔ "اسے حدوث، عدم، طلوع و غروب معارض نہیں آتے بلکہ یہ درخت ازلی ہے کبھی زائل نہیں ہوا، جس طرح کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے قدیم ہے ازلی اور ابدی ہے کیونکہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کا نور اور تجلیات ہیں اور یہ ایک نسبت ہے جو اس کی ذات سے قائم ہے۔ ناممکن نہیں کہ نفس کا حجاب دل کے چہرے سے ہٹ جائے، دل ان انوار کے عکس سے زندہ ہو جائے اور روح اس طاق سے صفات کا مشاہدہ کرے، کیونکہ تخلیق کائنات کا اصل مقصد بھی اس مخفی خزانہ کا عیاں کرنا ہے، رہا ذاتِ خداوندی کا دیدار تو وہ صرف آخرت میں ہوگا اور بلا واسطہ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ، یہ دیدار باطن کی آنکھ سے ہوگا جسے طفل معانی بھی کہتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: رَأَيْتُ رَبِّي عَلَى صُورَةِ شَابٍ أَمْرَدٍ (از سیوطی: اللآلی ج اول، صفحہ 30) "میں نے اپنے رب کا ایک بے ریش نوجوان کی صورت میں دیدار کیا۔" شاید اس ارشاد گرامی میں نوجوان سے مراد بقول حضرت

غوث الاعظم سرکارِ طفلِ معانی ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس صورت میں آئینہ
 روح پر بلا کسی واسطے کے تجلی فرمائی ہو، ورنہ اللہ تعالیٰ تو صورت، مادہ، جسم
 کے خواص سے پاک ہے۔ صورت دکھائی دینے والے کیلئے آئینہ ہے وہ نہ
 تو خود شیشہ ہے اور نہ خود دیکھنے والا ہے پس اس کو سمجھنے کی کوشش کرنی
 چاہیے کیونکہ یہ ایک سرِ عظیم ہے، صفات کا انعکاس عالمِ صفات میں ہے
 عالمِ ذات میں نہیں کیونکہ عالمِ ذات میں تو سارے واسطے جل جاتے ہیں
 اور محو ہو جاتے ہیں، وہاں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سما سکتی ہے کوئی غیر
 نہیں۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے: عَرَفْتُ رَبِّي بِرَبِّي "میں نے
 اپنے رب کو اپنے رب کے ذریعہ پہچانا۔" یعنی اپنے رب کے نور کے
 ذریعہ۔ جیسا کہ حدیث قدسی ہے: الْإِنْسَانُ سِرِّي وَأَنَا سِرُّهُ۔
 انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں۔ "حضور ﷺ کا ارشاد ہے: أَنَا
 مِنَ اللَّهِ تَعَالَى وَالْمُؤْمِنُونَ مِنِّي (کتالی "تنزیہ الشریعہ ج
 2: ص 402)۔ "میں اللہ تعالیٰ سے ہوں اور مومن مجھ سے ہیں۔" ایک
 اور حدیث قدسی ہے: خَلَقْتُ مُحَمَّدًا مِنْ نُورٍ وَجْهِي (کتالی "
 تنزیہ الشریعہ ج 1 ص 37)۔ "میں نے محمد ﷺ کو اپنی ذات کے نور
 سے پیدا کیا۔" یہاں مقصود اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مقدسہ ہے جو صفاتِ رحمت
 میں تجلی فرماتی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث قدسی ہے: سَبَقْتُ رَحْمَتِي
 غَضَبِي (صحیح بخاری، باب التوحید) "میری رحمت میرے غضب پر

سبقت لے گئی۔ "اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ ﷺ کو مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کیلئے۔ (الانبیاء: 107) ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (المائدہ: 15) "بیشک تشریف لایا ہے تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور (یعنی حضرت محمد ﷺ) اور ایک کتاب ظاہر کرنے والی (یعنی قرآن مجید)۔" ایک اور حدیث قدسی ہے: لَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ (از ملا علی قاری، الاسرار المرفوعہ) "اگر آپ مقصد نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔"

الحاصل کلام یہ ہے کہ اگر ذات حق کا خیال کیا جائے تو ہمہ اوست ہے اور اگر صفات ذات حق کا خیال کیا جائے تو ہمہ از اوست، اس کائنات میں ہمہ از اوست کا مشاہدہ ہوتا ہے کیونکہ حقیقت میں وحدت ہے اور مجاز میں کثرت ہے اور اس دنیا میں دیدار الہی دل کی آنکھ سے ممکن ہوتا ہے۔

2۔ ظلمانی و نورانی حجابات :- ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ اَعْمٰی فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِيْلًا (الاسراء: 72) "اور جو شخص اس (دنیا) میں (حق سے) اندھا بنا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور بڑا گم کردہ راہ ہوگا۔" یہاں اندھے پن سے مراد دل کا اندھا پن ہے جیسا کہ ایک دوسری آیت کریمہ میں ہے:

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبَ الَّتِي فِي الصُّدُورِ
(الحج: 46) "حقیقت تو یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل
اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہوتے ہیں۔" دل کے اندھا ہونے کا
سبب حجابات کی ظلمت، غفلت اور نسیان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کیے گئے
وعدہ کو ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے، غفلت کا سبب امر الہی کی حقیقت سے
ناواقفیت ہے اور جہالت اس لیے ہے کہ دل پر ظلماتی صفات چھا گئی ہیں مثلاً
تکبر، کینہ، حسد، چغلی، جھوٹ اور اس قسم کی کئی دوسری بری چیزیں، یہی
صفات انسان کی بدترین حالت کی طرف لوٹنے کا سبب بنتی ہیں۔ ان
صفات مذمومہ کے ازالہ کی واحد صورت یہ ہے کہ دل کے آئینے کو تو حید کی
ریتی "کے ساتھ صیقل کیا جائے اور علم، عمل اور ظاہر و باطن میں سخت مجاہدہ
اپنا کر دل کو صاف کیا جائے، اگر اس طریقہ کو اپنایا جائے تو دل اسماء
وصفات کے نور سے ایک نئی زندگی حاصل کر لیگا اور اسے اپنا وطن اصلی یاد
آ جائیگا پھر یہ دل اپنے وطن کے لئے مشتاق ہوگا وہاں لوٹنے کیلئے بے
تاب ہوگا اور اللہ رحمن و رحیم کی عنایت سے اپنی منزل تک پہنچنے میں
کامیاب ہو جائیگا۔ حجاباتِ ظلمانیہ کے ازالہ کے بعد نورانیت باقی رہ
جائے گی، اب روح کی آنکھ بینا ہو جائیگی، اسماء و صفات کے نور سے باطن
میں روشنی پھیل جائیگی، پھر ایک وقت وہ بھی آئیگا کہ نورانی حجابات بھی
اٹھتے چلے جائیں گے اور دل نور ذات سے منور ہو جائیگا۔ یہ بات قابل

ذکر ہے کہ باطن میں دل کی دو آنکھیں ہیں ایک چھوٹی آنکھ ہے اور دوسری بڑی آنکھ۔ چھوٹی آنکھ اسماء و صفات کے نور سے تجلیاتِ صفات کا انتہائے عالم درجات تک مشاہدہ کرتی ہے جبکہ بڑی آنکھ عالم لاہوت میں انوارِ ذات کی تجلی کا مشاہدہ کرتی ہے، اس سے مراد نورِ توحیدِ احدیت کے ذریعہ قُرب ہے، یہ وہ مرتبہ ہے جسے انسان موت کے بعد حاصل کرتا ہے یا موت سے پہلے بشری نفسانی صفات کو فنا کر کے حاصل کرتا ہے، جوں جوں وہ بشری صفات سے منقطع ہوتا جائیگا اسی قدر وہ اس عالم تک رسائی حاصل کرتا جائیگا، وصول الی اللہ کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ انسان کا جسم نعوذ باللہ اللہ تک پہنچ جائے جیسے ایک جسم دوسرے جسم تک، علم معلوم تک، عقل معقول تک یا وہم مہوم تک پہنچتا ہے بلکہ اللہ تک پہنچنے کا مفہوم یہ ہے بلا قرب و بُعد، جہت و مقابلہ اور اتصال و انفصال کے بغیر اللہ تک رسائی حاصل کی جائے، جس قدر غیر سے انقطاع ہوگا اُسی قدر اللہ تعالیٰ سے وصال ہوگا، اللہ تعالیٰ پاک ہے، جس کے ظہور و خفا، تجلی و استتار اور جس کی معرفت میں عظیم حکمت پوشیدہ ہے۔ جسے یہ مقام دنیا میں مل گیا اور اس نے احتساب سے پہلے اپنا احتساب کر لیا تو وہ دونوں جہانوں میں کامیاب ہو اور نہ اسے عذابِ قبر و حشر اور عذابِ حساب و میزان اور شداہدِ پلِ صراط کا سامنا کرنا ہوگا۔

3۔ سعادت و شقاوت :- حضرت سیدنا غوث الاعظم سرکار

شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی، قطب ربانی کا قول حضرت خواجہ حضور بخشؒ بیان فرماتے ہیں کہ خوش بخت وہ شخص ہے جو ازل سے سعادت مند ہے وہ کبھی ناکام نہیں ہوگا اور جوازی بد بخت ہے افسوس وہ کبھی بھی مقبول بارگاہِ خداوندی نہیں ہو سکے گا۔ لوگ ان دو صورتوں سے خالی نہیں ہیں، اسی طرح یہ دونوں یعنی سعادت و شقاوت ایک انسان میں بھی پائی جاسکتی ہیں۔ جب انسان کی نیکیاں اور اخلاص برائیوں پر غالب آجاتا ہے تو اس کی بد بختی خوش بختی میں بدل جاتی ہے، نفسانیت کی جگہ روحانیت لے لیتی ہے لیکن جب انسان خواہشاتِ نفسانی کی اتباع شروع کر دیتا ہے تو معاملہ اس کے برعکس ہو جاتا ہے اگر نیکی اور برائی کی دو جہتیں برابر ہو جائیں تو ایسے میں رجاء اور خیر کی توقع رکھنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فَلَهُ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ عَشْرًا مِثْلًا لَهَا**۔ (انعام: 160)" جو کوئی لائے گا ایک نیکی تو اسکے لئے دس ہوگی اور اسکی مانند۔" وضع میزان انہی دونوں کی وجہ سے ہے کیونکہ جب نفسانیت گلیتاً روحانیت کا روپ دھار لیتی ہے تو میزان کی ضرورت نہیں پڑتی اور انسان بغیر حساب کے بارگاہِ قدس میں حاضر ہو جاتا ہے اور اسکا ٹھکانہ جنت قرار دے دیا جاتا ہے۔ اسی طرح جس شخص میں صرف برائی اور بد بختی ہو وہ بلا حساب و کتاب جہنم رسید ہو جاتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ ایک انسان کی برائیاں ورنیکیاں دونوں نامہ اعمال میں درج ہیں اگر نیکیاں زیادہ

ہیں تو ایسا شخص بلا عذاب جنت میں جائیگا اور جس شخص کی برائیاں زیادہ ہوگی تو اسے برائیوں کے مطابق عذاب دیا جائیگا پھر جہنم سے نکال کر جنت میں پہنچایا جائیگا لیکن ایمان شرط ہے جبکہ کفار کیلئے دوزخ کا عذاب دائمی ہے۔

سعادت و شقاوت سے ہماری مراد نیکیوں اور برائیوں کا ایک دوسرے کی جگہ لینا ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: السَّعِيدُ قَدْ يَشْقَى وَالشَّقِيُّ قَدْ يَسْعُدُ (صحیح مسلم کتاب القدر) "سعادت مند کبھی بد بخت بن جاتا ہے اور بد بخت سعادت مند ہو جاتا ہے۔" جب نیکیاں غالب آجاتی ہیں تو انسان سعادت مند شمار ہونے لگتا ہے اور جب برائیاں غالب آجاتی ہیں تو سعادت مند شقی کہلانے لگتا ہے۔ انسان اگر توبہ کر کے ایمان لائے اور نیک روش اختیار کر لے تو اللہ تعالیٰ اسکی بد بختی کو خوش بختی میں بدل دیتا ہے، رہی ازلی سعادت و شقاوت جو ہر انسان کی تقدیر میں لکھی جا چکی ہے جیسا کہ حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: السَّعِيدُ سَعِيدٌ فِي بَطْنِ أُمِّهِ وَالشَّقِيُّ شَقِيٌّ فِي بَطْنِ أُمِّهِ (صحیح مسلم، کتاب القدر) ترجمہ سعید اپنی ماں کے پیٹ میں سعید ہوتا ہے اور شقی اپنی ماں کے پیٹ میں شقی ہوتا ہے۔ "بہت سے راز ایسے ہیں جنہیں سمجھا تو جاسکتا ہے لیکن ان کے متعلق گفتگو نہیں کی جاسکتی جیسا کہ تقدیر کا راز۔ ابلیس نے اپنی سرکشی کو تقدیر کے سر تھوپ دیا اسی لیے اس پر لعنت کی گئی

جبکہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی خطا کو اپنی ذات کی طرف منسوب کیا اس وجہ سے وہ کامیاب ہوئے اور ان پر رحم کیا گیا۔ انسان اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کا آئینہ اور پوری کائنات کا مجموعہ ہے۔ انسان پوری کائنات اور عالم کبریٰ کہلاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں یعنی صفت قہر و لطف سے پیدا فرمایا ہے، قہر و لطف دو متضاد صفات کی وجہ یہ ہے کہ آئینہ کی دو جہتیں ہوتی ہیں ایک کثیف اور دوسری لطیف۔ پس انسان دوسری تمام اشیاء کے برعکس اسم جامع کا مظہر ہے کیونکہ باقی تمام اشیاء کی تخلیق ایک ہاتھ یعنی ایک صفت سے ہوئی ہے۔ رہی صرف صفت لطف تو اس سے صرف ملائکہ جیسی مخلوق کی پیدائش عمل میں آئی ہے، اور فرشتے اسم سُبُوْح و قُدُّوْس کے ہی مظہر ہیں، ابلیس اور اسی کی ذریت کی پیدائش صفت قہر سے ہے جو کہ اسم الْجَبَّار کا مظہر ہے، اسی لیے اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور تکبر میں مبتلا ہو گیا۔ جب انسان پوری کائنات علوی و سفلی کے تمام خواص کا جامع ہے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ انبیاء و اولیاء لغرض سے خالی ہوں، پس انبیاء نبوت و رسالت کے بعد کبار سے معصوم ہوتے ہیں صغائر سے نہیں جبکہ اولیاء معصوم نہیں ہیں، ہاں یہ عموماً کہا گیا ہے کہ کمال ولایت کے بعد اولیاء کبار سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

حضرت سیدنا محمد شفیق بلخیؐ فرماتے ہیں سعادت کی پانچ علامتیں

ہیں:-

- ۱۔ دل کی نرمی۔ ۲۔ کثرتِ بُگاء۔ ۳۔ دنیا سے بے رغبتی،
- ۴۔ امیدوں کا کم ہونا۔ ۵۔ حیا کی کثرت

اور شقاوت کی پانچ نشانیاں ہیں :

- ۱۔ دل کا سخت ہونا۔ ۲۔ آنکھوں کا آنسوؤں سے خالی ہونا۔
- ۳۔ دنیا میں رغبت ۴۔ لمبی امیدیں ۵۔ حیا کی کمی۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "سعادۃ مندی چار نشانیاں

ہیں جب کوئی امانت سپرد ہو تو عدل کریگا، وعدہ کریگا تو پورا کریگا، بولے گا تو سچ بولے گا، جھگڑے گا تو گالی نہ دے گا۔ اور بد بخت کی بھی چار نشانیاں ہیں، جب اسے امین بنایا جائیگا تو خیانت کریگا، وعدہ کریگا تو وعدہ خلافی کریگا، بولے گا تو جھوٹ بولے گا، کسی سے لڑے گا تو گالیاں دے گا اور لوگوں کو معاف نہیں کریگا۔"

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ شقاوت کا سعادت میں تبدیل

ہونا اور سعادت کا شقاوت کی جگہ لینا تربیت کے بغیر ممکن نہیں جیسا کہ حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: كُلُّ مَوْلُودٍ يُوَلَّدُ عَلَى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ وَلَكِنْ أَبَوَاهُ يَهُودِيَّةً أَوْ نَصْرَانِيَّةً أَوْ مَجَسَّانِيَّةً (صحیح بخاری: کتاب الجنائز) "ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن اسکے والدین اسے یہودی بنا دیتے ہیں نصرانی بنا دیتے ہیں یا مجوسی بنا دیتے

ہیں۔"

اس حدیث سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ ہر ایک انسان میں سعادت اور شقاوت دونوں کی قابلیت ہوتی ہے یہ نہیں کہنا چاہئے کہ یہ شخص سعید محض ہے یا شقی محض ہے ہاں یوں کہنا جائز ہے کہ فلاں شخص خوش نصیب ہے جب کہ دیکھ رہا ہو کہ اس کی نیکیاں برائیوں پر غالب ہیں، اسی طرح کسی کو اعمالِ بد کی وجہ سے بد بخت بھی کہہ سکتا ہے جو شخص اس اصول کو توڑے گا گمراہ ہو جائیگا، کیونکہ اس نے گویا یہ عقیدہ اپنا لیا کہ کچھ لوگ نیک عمل اور توبہ کے بغیر بھی جنت میں جاسکتے ہیں یا کچھ لوگ برائیوں کے بغیر جہنم میں جاسکتے ہیں ایسا کہنا قرآن و سنت کے منافی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نیک لوگوں سے جنت کا وعدہ ہے اور شرک و کفر میں مبتلا برے لوگوں کو جہنم کی آگ کی وعید سنائی گئی ہے۔

الحاصل کلام یہ ہے کہ دیدارِ الہی، ظلمانی و نورانی حجابات سے چھٹکارا حاصل کرنا اور شقاوت کو سعادت میں تبدیل کر دینا وغیرہ جیسے امور کا تعلق سلوک و تصوف کی منازل سے ہے جو کہ مرشدِ کامل کی موجودگی میں طے کروائی جاتی ہیں۔ عقیدہ ٹھیک ہو عمل صالح ہو، نیت سچی ہو اور پیرِ کامل کی توجہ بھی حاصل رہے تو انسان پر عالمِ باطن کے اسرار کھل جاتے ہیں اور بندہ صحیح معنوں میں مومن بن جاتا ہے، اصل میں قرآن و سنت کے تمام وعدے ایمان سے مشروط ہیں اور ایمان سے مراد ظاہر

و باطن کی اصلاح ہے، لہذا تصوف کا بنیادی مقصد انسان کو مومن حقیقی بنانا ہے، اور حقیقی ایمان کا حصول غلامی رسول اور عشق رسول کے بغیر ناممکن ہے، صرف ظاہر داری اور خالی خولی دعوؤں سے ہاتھ میں سوائے نفاق کے کچھ بھی نہیں آتا۔ لہذا مشائخ عظام نے طریقت میں جو مجاہدے اور ریاضتیں مقرر کیے ہیں ان سب کا مقصد ظاہر کے ساتھ من کی دنیا کو بھی صاف کر کے اسمیں درودل کے نور کو بھرنا ہے، جب انسان میں درودل پیدا ہو جاتا ہے تو وہ پھر خلق خدا کی خدمت کو اپنا شعار بنا لیتا ہے۔ اور سب سے بڑا مشغلہ خدمت خلق خدا ہے کیونکہ خدا اپنی مخلوق میں بستا ہے لہذا اپنے خالق و مالک کو تلاش کرنا ہے تو اسے درد مندوں کے سوز و گداز میں تلاش کرو۔

یہ ہے حضرت خواجہ حضور بخش سرکار کا استدلال ظاہر و باطن کی اصلاح کے بارے میں جس پر حضور ساری زندگی عمل پیرا ہے، آپ سرکار کسی کی دل شکنی سے حتی الامکان حد تک احتراز کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ:

دل بدست آور کہ حج اکبر است

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

(مولانا روم)

یعنی کسی کا دل رکھ لینے سے بھی حج اکبر جیسا ثواب ملتا ہے لہذا

انسان کو شش کرے کہ شکستہ دل والوں یعنی عاشقینِ الہی کی قدر کرے
 کیونکہ وہ اللہ کے محبوب ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے ان محبوبوں میں بستا ہے
 لہذا اہلِ طریقت کے نزدیک ان ہستیوں کا ادب و احترام بھی فرض ہے
 کیونکہ ان کے ادب و احترام سے حق تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوتی ہے جو
 کہ مقصودِ اصلی ہے۔

وصال اور عرس مبارک:-

سلطانِ الاسخياء، قطبِ زمان حضرت خواجہ پیر محمد حضور بخشؒ کا
 وصال 29 شعبان المعظم بمطابق 1374ھ ہجری میں ہوا، اور آستانہ عالیہ
 خانپور قاضیاں شریف میں چھوٹا روضہ مبارک کے متصل دفن ہوئے جہاں
 آپ سرکارؒ کا مزار اقدس زیارت گاہِ خلّاق ہے، آپؒ کا عرس ہر سال
 28، 29 شعبان المعظم کو خانپور قاضیاں شریف میں دربار عالیہ حضرت
 قاضی محمد عیسیٰؒ و خواجہ خدایارؒ پر منعقد ہوتا ہے جس میں زائرین کی ایک کثیر
 تعداد شرکت کر کے باطنی فیوضات و برکات حاصل کرتی ہے۔

باب نمبر 13

امام الاولیاء، امام الاصفیاء حضرت خواجہ حاجی محمدؒ

(1319 ہجری تا 1379 ہجری --- 60 سال --- 1898ء تا 1958ء)

آن رکن الملت والدین، عارف کامل، سید المرأء، سید الفضلاء،
سید الرؤساء، سید اکابرین، سید الغنیاء، سید الشرفاء، امام الاولیاء، امام
الاصفیاء، امام الفقراء، ناصر شریعت، واقف اسرارِ حدیث، دستگیر عاصیاں
، دستگیر در ماندگان، قطب زمان حضرت خواجہ حاجی محمد قلندر زمان حضرت
خواجہ رحیم بخشؒ کے فرزند دوم اور سجادہ نشین چہارم دربار عالیہ خانپور قاضیاں
شریف ہیں، آپؒ کی بیعت و خلافت اپنے والد مکرمؒ سے تھی، آپؒ سرکارؒ کا
سلسلہ طریقت 38 واسطوں سے حضور پاک ﷺ تک جا پہنچتا ہے جبکہ دو
واسطوں سے قطب الاقطاب حضرت خواجہ خدایارؒ اور 3 واسطوں سے فانی
فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ سے جاملتا ہے۔ آپؒ
اپنے وقت کے شریعت و طریقت کے امام اور قطب زمان تھے کیونکہ
حضرت خواجہ خدایار پیر کا فرمان ہے کہ میری نسل میں قیامت تک قطب
زمان پیدا ہوتے رہینگے جن کے ذریعہ میں یعنی خواجہ خدایارؒ باطنی طور
پر متصرف رہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ خدایارؒ کی ساری اولاد آپؒ
سرکارؒ کے نام کی بیعت لیتے ہیں اس طرح مرید براہ راست حضرت خواجہ
خدایارؒ کی تربیت و نگرانی میں چلا جاتا ہے مگر ظاہری برزخ یعنی دست

بیعت شیخ کا تصور بھی ضروری ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ خدایارؒ کو اللہ تعالیٰ نے ولایت کا ایک ایسا مقام عطا کر رکھا ہے کہ آپؒ کی ساری اولاد آپؒ کی مظہر ہے البتہ اس مظہریت میں، مجاہدہ و ریاضت اور ذاتی استعدادِ باطنی وغیرہ کے تحت درجات کا فرق ضرور قائم رہتا ہے۔ اسی طرح حضرت خواجہ حاجی محمدؒ جب اپنے وقت میں قطبِ زمان کے عہدے پر فائز ہوئے تو ایک عالم آپؒ سے فیض یاب ہوا۔ خاندانِ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ میں صرف 2 ہستیاں ایسی گذری ہیں جو ظاہری باطنی اور دین و دنیا کے لحاظ سے کامل و اکمل تھیں، ایک طرف ان کا فقر کمال پر تھا تو دوسری طرف دنیوی جاہ و جلال بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وافر مقدار میں میسر تھا یہ دو ہستیاں فرد الحقیقت، سلطان المشائخ حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ اور امام الفقراء حضرت خواجہ حاجی محمدؒ تھے جن کے دم قدم سے ایک عالم فیض یاب ہوا۔ حضرت خواجہ حاجی محمدؒ کے حلقہٴ ولایت اور علاقہ کے تمام فقراء، مساکین، غریب، یتیم، بیوگان اور حاجت مند خواتین و حضرات آپؒ سرکارؒ سے اپنی حاجات کے سلسلہ میں رجوع کرتے تھے اور آپؒ ہر ایک کی ضرورتوں کا خاص خیال رکھتے ہوئے مناسب بندوبست فرما دیتے تھے، ان کے شادیوں تک کے انتظامات بھی آپؒ نے اپنے ذمہ لئے ہوئے تھے جو بھی سائل حاضر خدمت ہوتا تھا آپؒ کے آستانہ سے خالی نہیں جاتا تھا، آپؒ حد درجہ کے سخی انسان تھے، طالبِ دنیا کی دنیوی

ضرورتیں پوری کرتے اور طالبِ العقلم والمولیٰ کی ذات حق تک رسائی کر دیتے تھے۔ آپؑ اپنے وقت کے ایسے شیخِ کامل تھے جن کی توجہ سے بے شمار لوگ درجہ تکمیل کو پہنچے۔ آپؑ سرکارؒ کا یہ فیض اور لطف و کرم تاحیات جاری و ساری رہا اور آج بھی باطنی طور پر سالکین کو پہنچ رہا ہے۔ مگر اس کیلئے بنیادی شرط صحتِ عقیدہ و عمل کے ساتھ مجاہدہ و ریاضت، عقیدتِ شیخ اور تصویرِ شیخ بھی ضروری ہے تب جا کر باطنی آنکھ کھلتی ہے۔

حضرت خواجہ حاجی محمدؒ تقریباً 1898ء میں پیدا ہوئے اور ظاہری و باطنی تعلیم و تربیت کی تکمیل کے بعد مرتبہ رُشد و ہدایت پر فائز ہوئے، آپؑ سرکارؒ نے چار شادیاں کیں، پہلا نکاح حضرت نور الہی بی بیؒ بنت حضرت خواجہ محمد صالحؒ سلطان الصالحین سے ہوا، دوسرا نکاح دختر نیک اختر سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ حضرت لعل الہی بی بیؒ سے ہوا، تیسرا نکاح حضرت خواجہ مخدوم شاہ بخشؒ دربار شریف حضرت حافظ جمال شریف کے بزرگ کی دختر نیک اختر حضرت بخش الہی بی بیؒ سے ہوا، جبکہ چوتھا نکاح حضرت فیض الہی بی بیؒ سے ہوا مگر آن سرکارؒ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ ایک بار آپؑ حاجی پور شریف حضرت خواجہ نور محمد ناروالہؒ جو کہ حضور قبلہ عالم کے خلیفہ اعظم ہیں کے مزار اقدس پر معتکف ہوئے، حضور قبلہ عالم کا فرمان ہے کہ جس شخص کی جو بھی حاجت ہو وہ میرے محبوب خلیفہ ناروالہ سرکارؒ کی خدمت میں حاضر ہو ظاہری و باطنی نعمتوں سے سرفراز

ہو کر جائیگا، چنانچہ حضرت خواجہ حاجی محمدؒ کو دورانِ اعتکاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت خواجہ نور محمدؒ نارودالہ کے ذریعہ اختیار دیا گیا کہ اپنے لئے اولاد پسند کریں یا پھر اپنے چھوٹے بھائی حضرت خواجہ خیر محمدؒ کیلئے، مگر آپ سرکارؒ کے جذبہٴ ایثار و قربانی پر قربان جائیں آپ سرکارؒ نے اپنے چھوٹے بھائی کیلئے اولاد پسند فرمائی اور وہ اولاد بھی ایسی سعادت مند اور خوش بخت ہے کہ وہ حضرت خواجہ حاجی محمدؒ کو اپنا بڑا ابا جان سمجھتی ہے اور اسی طرح عزت و احترام بھی کرتی ہے اور آن سرکارؒ کا سالانہ عرس مبارک بھی منعقد کراتی ہے۔

حضرت خواجہ حاجی محمدؒ کا رُوحانی مقام:-

امام الفقراء حضرت خواجہ حاجی محمدؒ کو رُوحانی فیض براہِ راست قلندرِ زمان حضرت خواجہ رحیم بخشؒ سے حاصل ہوا اسکے علاوہ اپنے برادرِ اکبر دستگیرؒ ما حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ کے باطنی فیوضات بھی نصیب ہوئے، سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ نے بھی آپؒ کی رُوحانی تربیت کی جس سے آپ سرکارؒ عارفِ کامل و اکمل بن گئے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ صوفیائے عظام کی ملفوظات میں ولایت کے جو مقامات و درجات بیان ہوئے ہیں ان کی حقیقت ناقابلِ بیاں ہے کیونکہ حقیقت کا جہاں بے صورت اور بے مکان ہے وہاں نہ ذات ہے اور نہ صفات ہیں بس ذاتِ احدیت کا ایک بحرِ بیکران ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے جسکی جتنی باطنی

استعداد و قوت اور ظرف ہوتا ہے اتنا ہی اس پر ذاتِ حق کا انکشاف ہوتا ہے کیونکہ ذاتِ حق کی کوئی حد نہیں ہے لہذا ولایت کے درجات کا تعین بھی اس کسوٹی پر ہوتا ہے کہ کوئی ولی کامل ذاتِ حق میں کہاں تک پرواز کرتا ہے۔ حضرت صاحبؒ فرماتے ہیں کہ فقیر پر اللہ کا بڑا کرم ہے اور فقیر کو اللہ تعالیٰ نے ایسی روحانی قوت عطا کی ہے کہ ساری کائنات ہتھیلی پر ایک رائی کے دانہ کے برابر نظر آتی ہے مگر یہ بھی فرماتے تھے کہ درویش فقیر کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ وہ اتباعِ رسول ﷺ میں کامل ہو اور اس سے کوئی مستحب بھی قضا نہ ہو اور صوفیاء کرام مستحبات کو بھی فرائض کی طرح اہمیت دیکر ان کی بھی ویسی ہی پابندی کرتے ہیں، جس سے معرفت کا نور ان کے قلوب میں پیدا ہوتا ہے۔ معرفت کا نور کاملاً اطاعت و اتباعِ رسول ہی سے نصیب ہوتا ہے اور جو شخص اس اصول سے ہٹ کر معرفتِ حق کا جو یاں ہو وہ گمراہ اور بے دین ہے۔

حضرت خواجہ حاجی محمد شریعت کی پابندی سختی سے کرتے تھے اور خلافِ شرع امور کو ناپسند فرماتے تھے بلکہ ایسے شخص سے اپنی توجہ کا رخ موڑ لیتے تھے۔ اپنے آپ کو دنیوی جاہ و جلال میں پوشیدہ رکھتے تھے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ حضور ﷺ کو وہی شخص پسند ہے جو اپنے مقام اور حال کو لوگوں سے اخفاء میں رکھے اور ریا کاری نہ کرے اور جو کرامت خود بخود ذاتِ حق کے حکم سے ظاہر ہوا سکے اظہار سے وہ معذور ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ

اپنے محبوبان کی شان مختلف انداز سے دکھاتا رہتا ہے تاکہ کوئی غلط فہمی میں بھی نہ رہے۔

حضرت خواجہ حاجی محمدؒ کے بیان کردہ اسرار و رموز:-

1۔ امام الفقراء حضرت خواجہ حاجی محمدؒ کو اسرارِ طریقت و معرفت بیان کرنے میں بڑا ملکہ حاصل تھا، آپؒ ہر چھوٹی سے چھوٹی بات سے بھی اسرارِ معرفت اخذ کر لیتے تھے آپؒ کی گفتگو حقیقت و معرفت کے اشارات و نکات سے بھرپور ہوتی تھی جب گفتگو فرماتے سامعین پر ایک سحر طاری ہو جاتا اور ہمہ تن گوش ہو کر آپؒ کے ارشادات کو سُنتے، آپؒ سرکار کو علم لدنی میں سے وافر حصہ ملا تھا، ہر صنفِ علم میں بڑی مہارت کے ساتھ گفتگو کر سکتے تھے۔ سماع صوفیاء کی روحانی غذا ہے آپؒ سرکار کو اسرارِ موسیقی پر بھی عبور حاصل تھا، محفلِ سماع کے دوران قوال حضرات جہان چھوٹی سی بھی غلطی کرتے آپؒ فوراً ٹوک کر اصلاح کر دیتے تھے، سُر، تال، اور راگوں کے بارے میں آپؒ کا علم بہت وسیع تھا جسکی تحصیل قوال حضرات بھی آپؒ سے کرتے تھے، بہر حال آپؒ کی ذات حقائق و معارف کا ایک گنجِ بے بہا تھی، عارفانہ کلام بصورت اشعار آپؒ کو بہت مرغوب تھا، شعر و شاعری کے فن پر بھی کافی حد تک دسترس رکھتے تھے۔

معرفت سرِ یست ز اسرارِ خدا
عارفانِ راشد نصیب از مصطفیٰ

ترجمہ! معرفتِ اسرارِ خدا کے رازوں میں سے ایک راز ہے جو عارفوں کو حضور ﷺ کی بارگاہ سے نصیب ہوتا ہے۔ "عارف دو حال سے خالی نہیں ہوتا اگر وہ بیدار ہوتا ہے تو عبادت و بندگی میں ہوشیار و چالاک رہتا ہے اور اگر خواب میں ہوتا ہے تو مشاہدہ میں غرق ہو کر باادب رہتا ہے، یہ مرتبہ ظاہر و باطن میں شریعتِ محمدی ﷺ کی پیروی سے حاصل ہوتا ہے جو انسان کو منصف مزاج، حق شناس اور عادل بنا دیتا ہے اور ادائے حقوق اللہ اور ادائے حقوقِ مخلوق کی طرف مائل کر دیتا ہے اور اب فقیر اپنی جان و مال کو راہِ خدا میں فدا کرنے لگتا ہے۔

ۛ روز و شب در طلبِ نبوی با حضور

مردِ مُرشد میرِ ساندِ خاصِ نور

ترجمہ! "دن رات مجلسِ نبوی ﷺ کی حضوری کی طلب میں رہ

کر کاملِ مرشدِ خاصِ نور تک پہنچا دیتا ہے"

ۛ مُرشدِ کامل بُودِ صاحبِ قلب

مُرشدِ ناقص بُودِ ہچموں کلب

"کاملِ مرشدِ صاحبِ دل ہوتا ہے اور ناقصِ مرشد کتے کی

طرح۔" یعنی مرشدِ کامل دل کو معرفتِ الہی میں جوشِ زن کرتا ہے اور

ناقصِ مرشد خود فروش ہوتا ہے۔

2۔ عارف کون ہے:- عارف باللہ اسے کہتے ہیں کہ اولِ نفس

بت پرست کی گردن میں طاعت و عبادت کی زنجیر ڈالے اور ہمیشہ اسے فنا فی اللہ کے قید خانہ میں رکھے بلکہ تصور اسم ذات یعنی اللہ کے ذکر سے اسے ہلاک کر دے اسکے بعد فقیر مشعل نور ایمان و یقین سے روشن ضمیر ہو کر نفس پر قادر ہو جاتا ہے اور اس پر پانچ مقام کشادہ ہو جاتے ہیں:-
 اول: مقام نفی، دوم: مقام اثبات سوم: تصور اسم ذات یعنی اللہ
 چہارم: مقام تلاوت پنجم: مقام ورد دعائے سیفی بلا رجعت، بلکہ یہ مقام
 حضور ہے۔

اس مقام پر طالب منظور نظر مجلس محمدی ہو جاتا ہے اور اس کا باطن معمور ہو جاتا ہے، عالم فاضل، عاقل اور دانش مند کو چاہیے کہ نفس کو درس دے اور ہر ایک مصیبت و بلا میں اس کا امتحان کرے۔ حدیث شریف ہے "اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مصیبت اور بلاؤں سے اس طرح آزماتا ہے جس طرح سونا چاندی آگ پر رکھ کر پہچانا جاتا ہے۔" مگر فقیر کیلئے نفس سے بڑھ کر کوئی مصیبت اور بلا نہیں، نفس کو تابع فرمان کرنے کیلئے بڑی جوانمردی کی ضرورت ہے کیونکہ نفس شکم سیری کے وقت فرعون بن جاتا ہے اور بھوک اور بے سروسامانی کی حالت میں دیوانہ بنا جاتا ہے اور شہوت و خواہش نفسانی کے وقت بے عقل اور بے شعور ہو جاتا ہے جیسا کہ جانوروں کا حال ہے اور سخاوت کے موقع پر قارون بن جاتا ہے، اسی لیے تو صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ تیرا مقابلہ کا فرانہ عادات کے مالک

نفس امارہ سے ہے کوئی مضبوط جال لیکر آ کہ یہ بڑا عیار اور مکار ہے اور اگر کالا ناگ آستین میں ہو تو وہ نفس امارہ لعین جو کہ تیرا ہم نشین ہے اس سے بہتر ہے۔

3۔ تزکیہ نفس اور مقام قلب و روح :- مسلسل اسم ذات اللہ کے تصور اور ذکر سے نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور نفس کے تزکیہ سے تصفیہ قلب ہوتا ہے اور تصفیہ قلب سے تجلیہ روح اور تجلیہ روح سے تجلیہ برسر حاصل ہوتا ہے جب یہ چاروں متفق ہو جاتے ہیں تو نفس نفس مطمئنہ بن جاتا ہے مگر نفس کی مخالفت مرشد کامل کی توجہ کے بغیر ممکن نہیں ہے کیونکہ نفس بمنزلہ بادشاہ کے ہے اور شیطان گویا اس کا وزیر اعظم ہے جب وجود میں نفس بادشاہ ہو جاتا ہے تو پھر وہ صاحب نفس کا معبود بن جاتا ہے، مرشد کامل ان دونوں دیوؤں کو پہچانتا ہے اور طالب کے وجود سے ان دونوں کو جدا کرتا ہے۔ جس وقت طالب ظاہری باطنی طاعت و عبادت بجالانے لگے اس وقت جاننا چاہیے کہ نفس و شیطان اس کے وجود سے جدا ہو گئے اور وہ معرفت ذات حق حاصل کر لیتا ہے۔ علم بمنزلہ دودھ کے ہے اور معرفت بمنزلہ مکھن کے ہے۔ جس طرح کہ مکھن دودھ سے نکالا جاسکتا ہے اسی طرح معرفت علمی سے معرفت حالی حاصل کی جاسکتی ہے۔ علم باطن مکھن کی طرح ہے اور علم ظاہر دودھ کی طرح، جس طرح دودھ کے بغیر مکھن نہیں بن سکتا بالکل اسی طرح شریعت کے بغیر طریقت، حقیقت

اور معرفت کی تمام باتیں گمراہی اور بے دینی کے زمرے میں آتی ہیں۔

4۔ مراقبہ: مراقبہ دل کی نگہبانی کو کہتے ہیں کہ دل کے اندر غیر حق

جانے نہ پائے، خطراتِ نفسانی اور خطراتِ شیطانی پریشانی کا باعث ہوتے ہیں، مراقب اس شخص کو کہتے ہیں جو غیر حق کو محو کر دے، مراقبہ کرتے وقت اس بات کا خیال رہے کہ اس دوران خطراتِ نفسانی یعنی بے جا نفسانی خیالات و تفکرات وغیرہ اور توہماتِ شیطانی اور فاسد خیالات پیدا نہ ہوں بلکہ ہمیشہ صاحبِ مراقبہ ذکر و فکر اور تسبیح میں رہا کرے۔ بہر حال مراقبہ کا طریقہ اس طرح ہے کہ جب طالبِ حق باطن کی طرف توجہ کرے تو اس کو چاہیے کہ شغل و اشغال باطنی شروع کرنے سے پہلے تین دفعہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھے اور ۳ دفعہ درود شریف، تین دفعہ آیۃ الکرسی، تین دفعہ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنَ الرَّبِّ الرَّحِیْمِ، تین دفعہ چاروں قل شریف، تین دفعہ سورۃ فاتحہ، تین دفعہ کلمہ تجید یعنی تیسرا کلمہ اور تین دفعہ کلمہ طیبہ یعنی پہلا کلمہ پڑھے اور کلمہ طیبہ پڑھتے وقت اسم اللہ اور اسم محمد ﷺ پر توجہ اور نظر رکھے اور آنکھیں بند کر کے انبیاء و اولیاء اللہ کی ملاقات کی یت کرے، اگر مرشدِ کامل کی توجہ ہوگی تو بے شک وہ سالک کو حضوری کی کیفیت میں پہنچا دیگا اور انبیاء و اولیاء کی مجلس میں یہ حضوری کا مقام طالب و سالک کی باطنی قوت کے موافق ہوگا۔ پھر چند روز کے بعد جب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ انبیاء و اولیاء کی ارواح سے مانوس ہو جائیگا

تو پھر ظاہری باطنی حصار کی احتیاج نہ رہیگی کیونکہ طالب حق، حق کو پایگا اور اسکے دل میں اسم ذات اللہ کا نقش جم جائے گا مگر یہ مقام کثرت ذکر الہی سے اور تصویر شیخ کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔

5۔ مقام فناء فی الشیخ و مقام فنا فی الرسول کی شناخت :-

مقام فنا فی الشیخ یہ ہے کہ جب طالب ذات حق اپنے شیخ کی صورت کا تصور کرے تو صورت شیخ حاضر ہو کر طالب کو جس مقام پر چاہے پہنچا دے، درحقیقت اسے مقام فنا فی الشیخ کہتے ہیں، ورنہ صرف صورت شیخ کا تصور کرنا بت پرستی میں داخل ہے اور مقام فنا فی الرسول یہ ہے کہ جب طالب اسم محمد ﷺ کا تصور کرے تو فوراً مجلس محمدی ﷺ میں حاضر ہو جائے اور حضور ﷺ کی ملاقات سے مشرف ہو اور اسکے اخلاق و عادات میں خلق محمدی ﷺ کی خُو پیدا ہو جائے اور اس کا نفس باطل سے بالکل جدا ہو جائے اور مقام فنا فی اللہ یہ ہے کہ طالب حق جب اسم اللہ کا تصور کرے تو اسم اللہ اس کے وجود میں ایسا اثر کرے کہ اس کا وجود سر سے پیر تک معرفت الہی سے پُر ہو جائے اور اس میں وحدت مطلق جلوہ گر ہو اور اگر معرفت کے دریا میں غوطہ لگائے تو ازل سے ابد تک مدہوش رہے مگر یہ سب کچھ مُرشدِ کامل کی عطاء سے ہوتا ہے۔ علم ظاہری اور ظاہری عبادت و ریاضت بغیر تزکیہ نفس کے ہو تو انسان کا نفس بہت ہی محظوظ ہوتا اور حلاوت پاتا ہے شہرت اور خلق کے رجوع سے خوش ہو کر فرہ ہو جاتا ہے

جبکہ راہِ باطنی یعنی تزکیہ نفس و تصفیہ قلب و باطن اسکے حق میں زہرِ قاتل کا اثر رکھتی ہے، صحبتِ شیخِ کامل فقیر کے وجود کے اندر تُو رتو حید اور راہِ الہی پیدا کرتی ہے اور قُربِ الہی سے نفس مقہور ہوتا ہے اور اس میں ادب و حیاء، حلم اور اخلاص پیدا ہوتا ہے۔

۶۔ نفس و قلب کے مقامات :- انسان کے وجود میں چار چیزیں نفس، قلب، روح اور سر ہیں۔ نفس اور اہل نفس دنیا اور ذکرِ دنیا سے پہچانے جاتے ہیں اور قلب و اہل قلب ذکرِ الہی، باطنی صفائی اور ذاتِ حق میں غرق و استغراق سے پہچانے جاتے ہیں، اور روح و صاحبِ روح تلاوتِ قرآن و ذکرِ الہی اور احادیث و مسائل فقہ میں دلچسپی سے پہچانے جاتے ہیں، جبکہ سر اور صاحبِ سر مشاہدہ ذاتِ حق اور معرفتِ الہی سے پہچانے جاتے ہیں۔

7۔ فقیری علم کے بغیر مذموم ہے :- طالبِ ذاتِ حق کو چاہیے کہ پہلے علم حاصل کرے اس کے بعد فقر کا ارادہ کرے ورنہ جہالت سے وہ اس راہ میں گمراہ ہو جائیگا۔ حضور ﷺ کا فرمان مبارک ہے: "علم سیکھنا ہر ایک مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔" لہذا پہلے علم حاصل کرے اسکے بعد معرفتِ الہی کیلئے راہِ حق پر چلے کیونکہ جاہلوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں کوئی پذیرائی نہیں ہے۔ جس راہ کو شریعت نے رد کیا وہ راہِ کفر ہے اور شریعت کی اصل قرآن و حدیث ہے۔

8۔ اسم ذات اللہ کے تصور کی تاثیر:- اسم ذات اللہ تعالیٰ

کی تاثیر سے چشمِ باطن روشن ہوتی ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے "میری آنکھیں سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا۔" دل کے سونے سے اسکی غفلت مراد ہے جبکہ اسکے جاگنے سے ذکر الہی کرنا مراد ہے اس لیے جب فقیر کو ذکرِ قلبی حاصل ہوتا ہے تو وہ ہمیشہ خواہ سوتا ہے یا جاگتا ہے ہر وقت یادِ مولا میں رہتا ہے اور جب دل یادِ الہی سے زندہ ہو جاتا ہے تو وہ پھر ہرگز نہیں مرتا۔

9۔ قلب سے خود بخود ذکر کا جاری ہونا:- جب قلب اس

طرح خواب و بیداری میں ذکر الہی میں مصروف رہتا ہے تو ذکر اللہ کی جنبش سے قلب کی زبان کھل جاتی ہے اور وہ صاف کہنے لگتا ہے یا اللہ یا اللہ یا اللہ، ایسے صاحبِ قلب کی نسبت اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ دیکھو میرا بندہ مخلوق کے ساتھ تو خواب غفلت میں ہے اور ہمارے ساتھ ذکر و مشاہدہ میں ہے اور ہمیں وہ کسی حال میں بھی نہیں بھولتا اور ہر وقت ہماری یاد میں مشغول رہتا ہے، اسی بندہ کا جب دل یا اللہ کہتا ہے تو خدا تعالیٰ اسے جواب دیتا ہے لَبَّيْكَ عَبْدِي (ہاں میرے بندے مجھ سے مانگ کیا مانگتا ہے میں تجھے عطا کروں گا)۔

10۔ ذکرِ قلبی کی شناخت:- ذکرِ قلبی کی شناخت یہ ہے کہ

جب صاحبِ ذکرِ قلبی سوتا ہے تو اس کا قلب وحدت میں غرق ہو کر حضور

پاک ﷺ کی محفل میں پہنچ جاتا ہے اور زندہ دل کا نفس مرجاتا ہے اور اس کا نفس مر کر اربعہ عناصر میں مل جاتا ہے اور اس کا وجود ذکر اللہ سے پُر نور ہو جاتا ہے۔ کسی نے اربعہ عناصر کے بارے میں کیا خوب کہا ہے کہ پہلے میں چار تھا پھر تین ہوا اب دو ہوں اور جب دُوئی سے گزرونگا تو یکتا ہو جاؤنگا۔

11۔ انسان کے وجود میں اربعہ عناصر کی تمثیل:-

انسان کے وجود میں اربعہ عناصر سے مراد چار پرندے ہیں جو کہ ذکرِ قلبی حاصل ہونے پر مرجاتے ہیں اور وہ چار پرندے یہ ہیں:

۱۔ مرغ: جو کہ شہوت کا مظہر ہے اس سے مراد آگ ہے۔

۲۔ کبوتر ہوا و ہوس کا نمائندہ ہے اس سے مراد ہوا ہے۔

۳۔ طاؤس یعنی مُور زینت و آرائش کا مظہر ہے اس سے مراد پانی ہے۔

۴۔ جبکہ زاغ یعنی کُؤا سے حرص و لالچ مراد ہے یہ خاک یعنی مٹی کا قائم مقام ہے۔

ذکرِ الہی سے یہ چاروں ذبح ہو کر فناء ہو جاتے ہیں اور اربعہ عناصر کا اس کے وجود میں کوئی اثر باقی نہیں رہتا اور اس کا وجود سراسر نور ہو جاتا ہے۔

12۔ نفس کی جائے پیدائش:- حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق

کے بعد جب انہیں اس بات کا علم ہوا کہ نبی آخر الزمان حضرت سیدنا محمد

مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھ میں شفاعت کا جھنڈا ہوگا تو ان کے دل میں غیرت پیدا ہوئی کہ بیٹا باپ کا شفیع کس طرح بنے گا، اس غیرت سے حضرت آدم علیہ السلام کے وجود میں نفس پیدا ہوا، جس سے انہوں نے گندم کا دانہ کھا لیا اور بہشت سے نکالے گئے، اور حسد سے حرص پیدا ہوئی کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا، اور حسد ہی سے کبر یعنی غرور پیدا ہوا جو لعنتی شیطان کا لباس ہے اور غرور و تکبر ہی سے مَنی پیدا ہوئی اور آب مَنی سے دنیا رہزن پیدا ہوئی، اور دنیا رہزن سے چار پسر یعنی خناس، خرطوم، وسوسہ اور خطرات پیدا ہوئے، جو شخص مندرجہ بالا شیطانی قبائل کو منقطع نہ کریگا وہ معرفتِ مولا کو نہیں پہنچ سکتا اور ہوا و ہوس اور نفسانیت سے بھی نہیں نکل سکتا۔ عارفین فرماتے ہیں کہ وہ شخص اپنے دعویٰ میں صادق نہیں ہے جو تکلیفِ مولا میں صبر نہیں کرتا، اسمیں لذت نہیں پاتا اور اپنے مولا کی دی ہوئی تکلیف پر شکر گزاری نہ کرے بلکہ اپنے مولا کی دی ہوئی تکلیف میں اپنے مولا کے مشاہدہ میں اسکی دی ہوئی تکلیف کو بھول جائے تب جا کر روشن ضمیر ہوتا ہے صاحبِ وصال ہوتا ہے اور شب و روز حق تعالیٰ سے راز و نیاز میں مشغول رہتا ہے۔

13۔ رُوحِ پاک و رُوحِ ناپاک :- رُوح کی دو قسمیں ہیں ایک رُوحِ پاک اور دوسری رُوحِ پلید یعنی رُوحِ ناپاک۔ کافروں اور منافقوں کی رُوح پلید ہوتی ہے اسی لیے وہ خود بھی پلید ہوتے ہیں چونکہ

اُن کی روح پاک نہیں ہوتی اسلئے مجاہدہ سے خوف کرتی ہے، جبکہ مومنوں کی رُوح پاک ہوتی ہے اسی لیے تو بہت سے لوگ بے حساب و کتاب جنت میں داخل ہو گئے۔

14۔ مُرشدِ کامل اور مُرشدِ ناقص:- مُرشدِ کامل وہ ہے کہ اس کی توجہ سے طالب کے وجود میں محبتِ الہی پیدا ہو، نورِ الہی اس کی توجہ سے طالب کے دل میں جلوہ گر ہو، اس کی توجہ سے یکبارگی ماسوا اللہ سے نکل آئے اور راہِ باطن اختیار کرے، مشاہدہ حقیقی اور لذتِ تحقیقی اسے حاصل ہو، درمیان میں کوئی حساب نہ رہے، ہمیشہ ذاتِ حق میں مستغرق رہے، جبکہ مُرشدِ ناقص وہ ہوتا ہے جو کہ اگر دنیائے مردار کا طالب ہوگا تو اس کے طالب یعنی مرید بھی اہل دنیا و اہل بدعت ہو گئے جبکہ مُرشدِ کامل مُرید کو مردار و حرام کھانے نہیں دیتا اور ہر ایک پہلو سے اسے بچاتا ہے، مُرشدِ کامل وہ ہوتا ہے جو اپنی روحانی قوت سے مرید کے باطن میں سے حرص، حسد، غرور، غفلت، معصیت و گناہ جہالت وغیرہ جیسے اوصاف ذمیمہ کو نکال باہر کرتا ہے۔ جبکہ مُرشدِ ناقص مقامِ ناسوت میں ہے اسے مقامِ لاہوت کی کچھ خبر نہیں، مریدوں سے صرف نذر و نیاز لینا اس کا کام ہے جبکہ مُرشدِ کامل پر یہ مطلق حرام ہے مُرشدِ کامل عالمِ لاہوت میں رہتا ہے مقامِ ناسوت سے اُسے تعلق نہیں ہوتا۔

15۔ اہلِ تصوّف کے بارہ فرقے:- اہلِ تصوّف کے بارہ

فرقے ہیں ان میں سے صرف ایک فرقہ اہل السنّت والجماعت سے تعلق رکھتا ہے صرف اسی گروہ کے افعال اور اقوال شریعت اور طریقت کے موافق ہیں ان میں سے کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ بلا حساب و کتاب جنت میں جائیں گے اور کچھ ایسے ہیں کہ جہنم عذاب کے بعد جنت میں جانے کی اجازت ہوگی۔ اس گروہ کے علاوہ باقی گیارہ فرقے اہل بدعت کے ہیں ان فرقوں کے نام یہ ہیں:-

۱۔ حلو یہ:- ان کا نظریہ ہے کہ خوبصورت عورت یا بے ریش بچے کو دیکھنا حلال ہے ایسے خوبصورت چہرے میں حق کی صفت پائی جاتی ہے یہ لوگ رقص و سرود کی محفلیں منعقد کرتے ہیں تقبیل و معاانقہ کی تمنا رکھتے ہیں اور یہ سب چیزیں کفر ہیں۔

۲۔ حالیہ:- ان کے عقیدے میں رقص و سرود جائز ہے، کہتے ہیں کہ شیخ پر ایک ایسی حالت بھی طاری ہوتی ہے جس کی تعبیر شریعت نہیں دے سکتی یہ نظریہ بدعت ہے اس میں حضور ﷺ کی سنت کی موافقت نہیں ہے۔

۳۔ اولیائہ:- یہ گروہ اس نظریہ کا قائل ہے کہ اولیاء اللہ کیلئے شریعت کی پابندی ضروری نہیں کیونکہ وہ جب ولایت کے مرتبہ کو پہنچ گئے تو شریعت کے مکلف نہیں رہے ان کے نزدیک ولی نبی سے افضل ہے کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جبریل امینؑ کی وساطت سے علم ملا لیکن ولی کا علم

جبریل کے واسطے کے بغیر ہوتا ہے یہ تاویل محض غلطی ہے ایسا عقیدہ کفر ہے۔

۴۔ ثمر احیہ :- یہ گروہ کہتا ہے کہ محبت قدیم ہے اسی لیے امر و نہی کی پابندی ضروری نہیں ہے ثمر احیہ گانے بجانے اور دوسری مناہی کو شرعاً حلال گردانتے ہیں پہلے گھر سے عورت کی بچی کو خاوند کیلئے حلال بتاتے ہیں یہ لوگ کافر ہیں اور ان کا قتل مُباح ہے۔

۵۔ حلیہ :- ان کے نظریہ کے مطابق جب انسان اللہ کے ہاں درجہ محبت تک پہنچ جاتا ہے تو اس سے شریعت کی ساری پابندیاں اٹھ جاتی ہیں۔ یہ لوگ ایک دوسرے سے جسم کے مخصوص حصے یعنی شرمگاہیں نہیں چھپاتے۔

۶۔ حُوریہ :- ان کے نظریات فرقہ حالیہ سے ملتے جلتے ہیں جب یہ لوگ وجد و حال سے افاقہ حاصل کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے حُور سے مباشرت کی ہے، افاقہ کے بعد غسل کرتے ہیں یہ گروہ پر لے درجہ کا جھوٹا ہے۔

۷۔ اَباحیہ :- یہ امر بالمعروف کے قائل نہیں حرام کو حلال سمجھتے ہیں اور عورتوں سے بلا قید اکٹھے ہونے کو حلال بتاتے ہیں۔

۸۔ مُتکاسلہ :- یہ لوگ کسب کے قائل نہیں گھر گھر جا کر مانگتے ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ ہم نے دنیا ترک کر دی ہے۔

۹۔ مُتجاہلہ:- یہ لوگ فاسقوں جیسا لباس پہنتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ باطن اللہ والے ہیں۔

۱۰۔ وقفیہ:- انکے خیالات میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا ان لوگوں نے طلب معرفت کی راہ کو ترک کر دیا ہے اور یہ ان کے ہلاک ہونے کی وجہ ہے۔

۱۱۔ ہامیہ:- یہ علم کے قائل نہیں تدریس سے روکتے ہیں اور حکماء کی پیروی کرتے ہیں ان کے نزدیک قرآن حجاب ہے اشعار طریقت کا قرآن ہیں۔

یہ تمام مندرجہ بالا فرقے اہل سنت سے کوئی تعلق نہیں رکھتے کیونکہ اہل سنت والجماعہ کا تو یہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام نے حضور ﷺ کی صحبت سے عشق کا جذبہ حاصل کیا پھر یہ جذبہ حضرت مولانا علی کرم اللہ وجہہ کے بعد مختلف مشائخ تک پہنچا، ان سے کئی سلاسل طریقت آگے کی طرف چلے گئی کہ وہ جذبہ عشق ماند پڑ گیا کئی لوگ اصل راہ سے ہٹ گئے اور صرف رسوم بلا معنی کی تقلید کرنے لگے اور سنت کو چھوڑ کر بدعت کی راہ اپنالی۔ موجودہ دور میں اہل فقر و صاحب ارشاد بہت ہی قلیل ہیں۔ اہل حق کی دو نشانیاں ہیں۔

ظاہری نشانی:- ظاہری علامت تو یہ ہے کہ وہ شریعت کے اوامر و نواہی کی پابندی کرتے ہیں۔

باطنی علامت: جبکہ ان کی باطنی علامت یہ ہے کہ ان کا سلوک مُشاہدۂ بصیرت پر ہے اور ان کو دیکھ کر اسوۂ حسنہ کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے یہ لوگ اللہ اور حضور ﷺ کی روحانیت کے درمیاں واسطہ ہیں اور اپنی جگہ جسمانیت کیلئے بھی واسطہ ہیں، شیطان ان لوگوں کی مثالی صورت اختیار نہیں کر سکتا کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ دکھانے والے ہوتے ہیں اور اپنے مریدوں کیلئے راہِ حقیقت کا نشانِ منزلت ہوتے ہیں یہ لوگ اندھی تقلید کے قائل نہیں ہوتے بلکہ خود مجتہد ہوتے ہیں۔ اسکے علاوہ بھی ان کی اور بہت سی علامات ہیں جنہیں صرف چند لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔

حضرت خواجہ حاجی محمدؒ ان مذکورہ گمراہ فرقوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ گو کہ یہ تاریخ اسلام کا حصہ بن چکے ہیں اور ماضی بعید میں گذر گئے ہیں مگر آج بھی ان جیسے عقائد رکھنے والے گمراہانِ دین موجود ہیں جو کہ خود بھی گمراہ ہیں اور لوگوں کو بھی طریقت کے پردہ میں گمراہ کر رہے ہیں لہذا طالبینِ حق و سالکین کا فرض ہے کہ کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے پہلے مکمل تحقیق کر لینی چاہیے اسکے سلسلہ طریقت کی جانچ پڑتال کر لینی چاہیے، اسکے علاوہ ظاہری باطنی علامت کا بھی جائزہ لیکر ہی اسے اپنا مُرشد بنانا چاہیے ورنہ مُرشدِ کامل کے روپ میں بے شمار بہروپے موجود ہیں جن سے اپنا دامن بچا کر رکھنا چاہیے ورنہ دولتِ ایمان کا بھی

ضائع ہونے کا خطرہ ہے، کیونکہ ہمارا دور گلی دورِ زوال ہے اور اخلاقی و روحانی اقدار کی پاسداری خال خال ہی نظر آتی ہے اور اہل روحانیت پردہٴ اخفاء میں چلے گئے ہیں کیونکہ یہ دور ایک بھرپور طوفانِ بدتمیزی اور بے ادبی کا ہے، لوگ دنیا پرست ہو گئے ہیں اور حق پرستوں کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، بے حیائی عریانی اور فحاشی کا دور دورہ ہے بس بابا! ہمارے اس دور میں اس نعمتِ ایمان کو جو بھی صحیح سلامت بچا کر چلا گیا وہی آج کا ولی ہے کیونکہ ایمان کو جڑ سے اکھاڑنے کے انتظامات ہو رہے ہیں۔

حضرت خواجہ حاجی محمدؒ کے یہ آخری جملے بڑے معنی خیز ہیں اور آج کے دور کی ساری صورتحال ہمارے سامنے ہے لہذا اس افراتفری کے دور میں اپنا ایمان بچانا ہی بڑی کرامت ہے، جسکی بہترین صورت صرف اور صرف صحبتِ اولیاء کرام ہے انکی معیت و قربت میں نفس زیر ہوتا ہے اور بندہ کا دھیان اللہ کی طرف اور آخرت کی طرف ہوتا ہے، یہ قرب و معیت کی دولتِ لازوال ان اولیاء کرام کے ملفوظات پڑھنے سے بھی نصیب ہوتی ہے اور ان کے آستانہ ہائے عالیہ پر ادب و احترام سے حاضری دینے سے بھی حاصل ہوتی ہے دلوں کو اطمینان ملتا ہے اور بندہ ایک بار پھر تروتازہ ہو جاتا ہے۔

شاہانِ وقت کی آپؐ کی خدمت میں حاضری:-

امام الفقراء حضرت خواجہ حاجی محمدؒ کی خدمت عالیہ میں اُس

وقت کی مقتدر سیاسی و سماجی شخصیات زیارت و دعائے خیر کیلئے حاضر ہوتی تھیں اور اپنا دامن مراد بھر کر جاتی تھیں۔ ایک بار وزیر اعظم پاکستان فیروز خان نون بھی زیارت کیلئے حاضر ہوا اور دعا کا خواستگار ہوا۔ ملتان شریف کی سیاست کے دو بڑے خاندان یعنی گیلانی اور قریشی اپنے سیاسی تنازعات کے فیصلہ جات حضرت خواجہ حاجی محمد صاحبؒ سے کرواتے تھے اور آپ سرکارؒ جو فیصلہ فرمادیتے اسے دونوں خاندان بسر و چشم قبول کرتے تھے۔ خانپور قاضیاں شریف میں بھٹی قوم کے اکابرین شورکوٹ سے حضرت قبلہ قاضی الحاجات صاحبؒ کے ساتھ خانپور قاضیاں شریف ہجرت کر کے آئے تھے ان میں مرحوم و مغفور میاں محمد عبداللہ صاحب بھٹی، مرحوم و مغفور میاں نور احمد بھٹی صاحب اور مرحوم و مغفور میاں ضیاء الدین صاحب بھٹی خواجہ حاجی محمدؒ کے خاص خدمت گار تھے اور ہر موقع پر اپنی خدمات پیش کر کے دعائیں حاصل کرتے تھے۔

خانپور قاضیاں شریف کی بھٹی قوم کی شاندار تاریخ اور اس قوم کے اکابرین کی دینی و ملی خدمات :-

فانی فی اللہ، باقی باللہ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ جب شورکوٹ، ضلع جھنگ سے ہجرت کر کے بحکم شہنشاہِ ولایت ملتان حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ خانپور قاضیاں شریف، تحصیل شجاعباد، ضلع ملتان میں مقیم ہوئے تو آپ کے ساتھ اس عظیم بھٹی قوم کے اکابرین بھی

قدیمی خلیفہ ہونے کی حیثیت سے ہجرت کر کے یہاں پر آ کر آباد ہو گئے اور زرعی زمین کی کاشتکاری کے شعبہ سے منسلک ہو گئے۔ وقت گزرتا رہا آخر کار ایک عظیم شخصیت میاں محمد عبداللہ-۱ بھٹی صاحب مرحوم و مغفور پیدا ہوئی، انہوں نے از سر نو اپنے خاندان کو منظم کیا اور ایک بھرپور انداز سے محنت و جفاکشی کی مثالیں قائم کر دیں اور تقریباً 300 بیگھہ زمین پیدا کر لی۔ یہ برطانوی دور حکومت تھا اور 19 ویں صدی عیسوی کا تقریباً وسط تھا، لوگوں کا رجحان جدید تعلیم کی طرف بہت کم تھا مگر آپ نے اپنے تینوں بیٹوں میاں محمد فیض بخش بھٹی مرحوم و مغفور، میاں نور احمد بھٹی مرحوم و مغفور اور میاں ضیاء الدین بھٹی مرحوم و مغفور کو جدید تعلیم دلوائی اور ساتھ ساتھ دینی تعلیم و تربیت کا بھی بندوبست کیا، جبکہ دینی و روحانی تعلیم و تربیت حضرت قبلہ قاضی صاحب کی قائم کردہ خانقاہ چشتیہ نظامیہ سے دلوائی۔ دینی و دنیوی تعلیم دلوانے کے بعد آپ نے اپنے تینوں بیٹوں کو سرکاری ملازمتوں کے ساتھ ساتھ ٹھیکیداری کے شعبہ میں بھی نہ صرف رغبت دلائی بلکہ بھرپور تربیت بھی کی اور آپ کے تینوں بیٹے اپنے اپنے وقت میں ضلع ملتان بلکہ پورے پنجاب میں نامور اور مشہور و معروف ذیلدار اور ٹھیکیداری کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے تھے۔

1۔ میاں محمد فیض بخش بھٹی صاحب مرحوم:-

آپ پوری تحصیل شجاعباد میں ایک ہر دلعزیز شخصیت کے طور پر

معروف تھے اور آپ کی شخصیت ایک ایماندار، دیانتدار اور پرہیزگار ٹھیکیدار کی حیثیت سے مُسلم تھی، برطانوی دورِ حکومت میں سرکاری سطح پر آپ کی خدمات قابلِ صد تحسین رہیں، آپ کی خدمات کے اعتراف میں حکومتِ وقت نے بارہا مروجہ اعزازات اور سندرات سے آپ کو نوازا۔ آپ نے اپنے بیٹے میاں محمد عبداللہ-2 بھٹی صاحب مرحوم و مغفور کی تعلیم و تربیت میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم بھی دلوائی اور انہیں بھی سرکاری ملازمت کے ساتھ ساتھ ٹھیکداری کے شعبہ میں بھی لگا دیا، ذیل میں اُن کی شخصیت کے جائزہ کیلئے

Biographical Encyclopaedia of Pakistan,

Land and Farming کے باب Edition 1960-61

میں صفحہ 293 تا صفحہ 474 سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے:-

"Muhammad Abdullah-II Mian born in 1921 at Khanpur, Tehsil: Shujaabad, District: Multan is well-versed in English, Urdu and Persian; belongs to respectable "Jat Bhatti" family of Tehsil Shujaabad; grandfather Mian Muhmmad Abdullah-I, was a big contractor; father, Mian Faiz Bakhsh was also contractor and popular

personality of this area; Uncle, Mian Zia-ud-Din, was a well-known contractor, and another Uncle K.S. Mian Noor Ahmad, was title-holder and Zaildar; Mian Muhammad Abdullah-II obtained good experience in administration while serving in Central Excise Department; worked as contractor and gained experience in business; is Assessor; President, Central Co-operative Bank Ltd; Khanpur Branch, and Village uplift committee; is Surpanch, Panchayat Khanpur; has donated to various National funds; has received Sanads for meritorious services to Govt; is a respectable and educated Zamindar; has planted a mango garden; married and has five sons, Muhammad Nasrullah, Muhammad Zafar Ullah, Muhammad Hamid Ullah, Muhammad Saif Ullah and

Muhammad Saleem Ullah."

یعنی میاں محمد عبداللہ - 2 بھٹی صاحب زمیندارہ بینک خانپور کے صدر تھے، اسکے علاوہ حکومت کی طرف سے بنائی گئی پنچایت کمیٹی کے بھی سربراہ تھے اور حکومت وقت نے اُن کی خدمات کے صلہ میں اُن کو اعلیٰ سرکاری اعزازات سے بھی نوازا۔ میاں محمد عبداللہ - 2 بھٹی صاحب نے اپنے پانچوں بیٹوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی اور سب اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز ہیں۔ آپ کے بڑے بیٹے میاں محمد نصر اللہ بھٹی صاحب مرحوم و مغفور Irrigation Department میں سپرنٹنڈنٹ انجینئر کے عہدے تک پہنچے ہی تھے کہ اُدھر سے یعنی عالم بقاء سے بلاوے کا وقت آ گیا، میاں محمد نصر اللہ بھٹی صاحب مرحوم میاں محمد عبداللہ - 1 بھٹی صاحب کے خاندان کی پگ کے وارث تھے، انہوں نے اپنے خاندان میں صرف اور صرف سرکاری ملازمت کا نیا رُحجان شروع کیا اور آبائی پیشہ یعنی ٹھیکیداری کو خیر باد کہہ دیا اور اپنے پورے خاندان میں اس لحاظ سے Pioneer کی حیثیت رکھتے تھے، بعد ازاں آپ کی تقلید میں پورے خاندان کے افراد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بعد اعلیٰ اعلیٰ ملازمتوں پر فائز ہوئے۔ میاں محمد نصر اللہ بھٹی صاحب کے بڑے صاحبزادے میاں محمد حسن عبداللہ بھٹی صاحب MBA ہیں اور میزان بینک ملتان میں اعلیٰ افسر ہیں۔ میاں محمد نصر اللہ بھٹی صاحب مرحوم و مغفور راقم فقیر کا بھی بہت احترام کرتے تھے، ڈی جی خان میں تعیناتی کے دوران ان سے اکثر

ملاقات رہتی تھی، انتہائی با اخلاق مؤدب اور ملنسار نیک انسان تھے۔ دوسرے لڑکے میاں محمد ظفر اللہ بھٹی صاحب ہیں یہ بھی محکمہ آبپاشی میں ایکسین ہیں، حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ و حضرت خواجہ خدایار پیرؒ سے خاص محبت اور عقیدت رکھتے ہیں اور دربارِ عالیہ خانپور قاضیاں شریف کے خادم خاص ہیں اسکے علاوہ اپنے خاندان کو بھی متحرک رکھنے میں ہر وقت اہم کردار ادا کرتے رہتے ہیں، انتہائی با اخلاق، نیک، مؤدب اور ایک ایماندار سرکاری افسر ہیں۔ تیسرے لڑکے میاں محمد حمید اللہ بھٹی صاحب ہیں جو کہ سابقہ ناظم یونین کونسل چک آر۔ ایس، تحصیل شجاعباد ہیں، اپنے آبائی پیشہ یعنی زمینداری سے منسلک ہیں اور ایک بہت بڑے زرعی رقبہ کی نگہداشت کر رہے ہیں، میاں صاحب بھی گریجویٹ ہیں۔ چوتھے لڑکے میاں محمد سیف اللہ بھٹی صاحب ہیں یہ بھی محکمہ آبپاشی میں ایکسین ہیں جبکہ پانچویں لڑکے میاں محمد سلیم اللہ بھٹی صاحب واساء، ایم ڈی اے میں ٹرانسپورٹ آفیسر ہیں اور آگے میاں عبداللہ-2 بھٹی صاحب کے پانچوں لڑکوں کے بچے بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

یہ مذکورہ بالا تمام حضرات دربارِ عالیہ خانپور شریف قاضیاں سے خاص عقیدت رکھتے ہیں اور حضرت خواجہ خدایار پیرؒ کی ساری اولاد کا ادب و احترام کرتے ہیں اور ان کی خدمت بھی کرتے رہتے ہیں۔

2۔ میاں نور احمد بھٹی صاحب مرحوم:-

آپ میاں محمد عبداللہ-1 بھٹی مرحوم کے دوسرے بیٹے ہیں،

1894ء میں خانپور قاضیاں شریف میں پیدا ہوئے، آپ نے اپنے برادر عزیز میاں حاجی ضیاء الدین بھٹی مرحوم اور میاں فیض بخش بھٹی مرحوم کے ساتھ مل کر دورانہ لیشی، کفایت شعاری، اور محنت شاقہ کی بدولت اپنی جائیداد کو بہت وسیع کر لیا تھا، چنانچہ آپ تینوں بھائیوں کی ملکیت میں تقریباً اڑھائی ہزار بیگھہ زمین ہو گئی تھی اور خاص ملتان شہر میں ایک درجن کوٹھیاں اور مکانات تھے۔ میاں نور احمد بھٹی صاحب مرحوم زمینداری کے علاوہ مختلف محکموں کے کام ٹھیکہ پر لیا کرتے تھے، زیادہ تر آپ کی توجہ محکمہ انہار کی طرف تھی۔ آپ نہایت ہی شریف النفس اور منکسر المزاج آدمی تھے، سادگی آپ کا خاص وصف تھا اور صلح جوئی و خدمتِ خلق آپ کا مسلک تھا، انہی اوصاف کی وجہ سے آپ ہر خاص و عام کے علاوہ برطانوی گورنمنٹ کی نظر میں بھی نہایت عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، آپ ایک مذہبی اور روحانی شخصیت کے مالک تھے، صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے، علم دین کی اشاعت میں خاص دلچسپی رکھتے تھے، خانپور قاضیاں شریف کی خانقاہ چشتیہ نظامیہ میں مقیم سالکین و طالب علم حضرات کی خدمت میں پیش پیش رہتے تھے، اسکے علاوہ خانپور قاضیاں شریف میں آپ نے لویر مڈل کے درجہ تک سکول بھی بنوایا تھا، علاوہ ازیں آپ مختلف انجمنوں اور یتیم خانوں کی ہر سال گراں قدر امداد کیا کرتے تھے، ادائیگی زکوٰۃ کے دنوں میں آپ کے ڈیرہ پر دو دروازے مساکین اور یتیمی کا جھمگھٹا لگا رہتا تھا،

آپ نے خانپور قاضیاں شریف کے کاشتکاروں اور زمینداروں کی سہولت کیلئے ایک زمیندارہ بینک بھی کھول رکھا تھا جو کہ "A" کلاس بینک تھا اور آپ اُسکے صدر تھے۔ آپ 1934ء میں سکندر آباد کے ذیلدار مقرر ہوئے اور اپنے فرائض منصبی بڑی دیانتداری اور نیک نیتی سے انجام دئے۔ برطانوی دور حکومت میں حُکامِ بالا نے آپ کی دینی و ملی خدمات کے صلہ میں بے شمار سرکاری اعزازات اور سندتات سے آپ کو نوازا جن میں سے چند سندتات کا اجمالی حال بیان کیا جاتا ہے جو کہ آپ کو پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے وقفاً فوقاً عطا ہوئیں:-

نمبر 1- یکم مارچ 1927ء میں ایک مدرسہ کے لئے زمین عطا کرنے کے صلہ میں سند امتیاز ملی۔

نمبر 2- 27 مارچ 1929ء میں محکمہ پولیس کیلئے جرائم پیشہ افراد کی گرفتاری کے سلسلہ میں سند ملی۔

نمبر 3- اور 27 مارچ 1929ء ہی میں حفاظت بند ہائے نہر کے صلہ میں سند ملی۔

نمبر 4- 4 جون 1930ء میں دریائے چناب میں اچانک طغیانی آنے کی وجہ سے اور سیلاب کی وجہ سے آپ کی خدمات کے صلہ میں سند امتیاز عطا کی گئی۔

نمبر 5- 28 فروری 1931ء میں محکمہ امدادِ باہمی میں خدمات کے صلہ

میں سند ملی۔

نمبر 6۔ 9 جنوری 1932ء میں محکمہ تعلیم میں خدمات و امداد پر سند امتیاز ملی۔

نمبر 7۔ 6 دسمبر 1934ء میں محکمہ پولیس اور کواپریٹو ڈیپارٹمنٹ میں خدمات و امداد پر سند ملی۔

نمبر 8۔ 23 جنوری 1937ء میں محکمہ پولیس کیلئے خدمات کے صلہ میں سند امتیاز ملی۔

علاوہ بریں محکمہ پولیس کی سندات اور نقد انعام کے سرٹیفکیٹ بے شمار ہیں جو کہ میاں صاحب موصوف کی حُسن خدمات کا بین ثبوت ہیں۔

سلور جوبلی میڈل:-

میاں نور احمد بھٹی مرحوم صاحب کو 6 مئی 1936ء میں وائسرائے ہند نے اُس وقت کے مُلک برطانیہ کے بادشاہ جارج ششم کے حکم پر "سلور جوبلی میڈل" عطا کیا جو کہ آپ کے لئے بہت بڑے اعزاز کی بات تھی اور آپ کی خدمات کا حکومت برطانیہ کی طرف سے گھلا اعتراف تھا اور بقول مسٹر ٹوئن بیرو سپرنٹنڈنٹ پولیس "کہ میاں نور احمد بھٹی صاحب ضلع بھر میں بہترین ذیلدار مشہور ہیں ان کو سلور جوبلی میڈل عطا ہوا ہے یہ ایک ایسا امتیاز ہے جو ان کے همعصروں میں سے بہت کم کسی

کو ملا ہے۔" میاں نور احمد بھٹی مرحوم صاحب کے یہ تمام حالات و واقعات کتاب "مُرقع ملتان" تصنیف سید محمد اولاد علی گیلانی (سیکرٹری ڈسٹرکٹ بورڈ، ملتان) سن تصنیف 1938ء اور

Biographical Eneylopaedia of Pakistan,

کے Land and Farming میں Edition 1960-61

باب میں Page No. 293-474 سے اخذ کئے گئے ہیں۔ آپ کے دو صاحبزادے میاں محمد افضل بھٹی مرحوم و مغفور اور میاں محمد اکرم بھٹی صاحب مرحوم و مغفور تھے۔ میاں نور احمد بھٹی صاحب مرحوم کے بڑے بیٹے میاں محمد افضل بھٹی صاحب مرحوم و مغفور اولاد تھے وہ بھی خانپور قاضیاں شریف کے معروف زمیندار تھے۔ میاں محمد اکرم بھٹی صاحب مرحوم بھی اپنے دور میں معروف ذیلدار تھے اسکے علاوہ ایک بہت وسیع زرعی رقبہ کے بھی مالک تھے، میاں محمد اکرم بھٹی صاحب ایک نیک بااخلاق اور پرہیزگار انسان تھے آپ کے دو صاحبزادے ہیں میاں محمد اختر بھٹی صاحب اور میاں محمد امجد بھٹی صاحب، یہ دونوں بھائی خانپور قاضیاں شریف کے مشہور و معروف زمیندار ہیں، دونوں بھائی انتہائی سادہ، بااخلاق، باحیاء نیک سیرت، درویش، جدید تعلیم یافتہ اور اور حضرت خواجہ خدا یار پیر کی ساری اولاد کا ادب و احترام کرنے والے صاحبان ہیں، ہر موقع پر دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف کی تزئین

وآرائش اور خدمت میں پیش پیش رہتے ہیں اور دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف پر ایک بار پھر خانقاہ چشتیہ نظامیہ کے قیام میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں جس میں سلوک و تصوف کے عملی دستور کے نفاذ کیلئے راقم فقیر اپنے آپ کو وقف کر چکا ہے۔

میاں حاجی ضیاء الدین بھٹی صاحب مرحوم:-

آپ میاں محمد عبداللہ بھٹی۔ اصحاب مرحوم کے تیسرے فرزند ارجمند ہیں، جدید و قدیم تعلیم پر دسترس رکھتے تھے، انتہا درجہ کے درویش، نیک بااخلاق اور مٹھی انسان تھے، اور صالحین کی صحبت میں زیادہ تر اپنا وقت گزارتے تھے، آپ بھی اپنے خاندانی پیشہ یعنی زمینداری اور ٹھیکیداری سے منسلک تھے، آپ نے اپنے برادر محترم میاں نور احمد بھٹی صاحب اور میاں محمد فیض بخش بھٹی صاحب کے ساتھ مل کر خاندانی رقبہ کو اڑھائی ہزار بیگھہ تک پہنچا دیا تھا، برطانوی دور حکومت میں حکام بالانے آپ کی مذہبی و ملی خدمات کے صلہ میں آپ کو بھی بارہا سرکاری اعزازات اور سندس امتیاز سے نوازا، معاشرے میں آپ کا ایک معزز و محترم مقام تھا۔ میاں ضیاء الدین بھٹی صاحب مرحوم کے دو صاحبزادے تھے پہلے میاں محمد شفیع بھٹی صاحب مرحوم و مغفور جو کہ انتہا درجہ کے سادہ اور نیک انسان تھے، کم گو، خاموش طبع اور بااخلاق انسان تھے، وہ بھی اپنے والد محترم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے زمینداری کے شعبہ سے وابستہ

ہوئے اور اپنی محنت و جفاکشی، دیانتداری اور نیک نیتی کی وجہ سے اس شعبہ میں بہت ترقی کی، آپ کے دو بیٹے میاں محمد اشفاق بھٹی صاحب اور میاں محمد طاہر بھٹی صاحب PIA میں اعلیٰ آفیسرز ہیں، دونوں بھائی اپنے والد گرامی کی طرح بہت ہی بااخلاق، نیک، ملسار اور مؤدب ہیں اور اپنے سرکاری فرائض منصبی پوری دیانتداری و ایمانداری سے سرانجام دے رہے ہیں۔ میاں ضیاء الدین بھٹی صاحب کے دوسرے بیٹے میاں خدا بخش بھٹی صاحب باحیات ہیں، وہ حضرت خواجہ خدایار پیرؒ کی ساری اولاد کا ادب و احترام کرتے ہیں اور خود بھی انتہائی نیک، پارسا اور بااخلاق انسان ہیں اور اپنے علاقہ میں ایک ہر دلعزیز اور ایک عظیم زمیندار شخصیت کے طور پر پہچانے جاتے ہیں، آپ کے صرف ایک فرزند میاں محمد علی بھٹی صاحب ہیں جو کہ واپڈا میں ایکسمن ہیں، وہ بھی اپنے والد گرامی کی طرح نیک، نیک صورت اور نیک سیرت انسان ہیں اور اپنے سرکاری فرائض منصبی باحسن و خوبی سرانجام دے رہے ہیں اور خلقِ خدا کی خدمت میں ہر وقت مصروف رہتے ہیں۔

میاں محمد فیض بخش بھٹی صاحب، میاں نور احمد بھٹی صاحب اور میاں حاجی ضیاء الدین بھٹی صاحب، ان کے تمام صاحبزادگان اور تمام پوتے دربارِ عالیہ خانپور قاضیاں شریف کے خاص خادین میں شامل ہیں اور قدیمی خلیفہ ہونے کی حیثیت سے آج تک حق خدمت ادا کر رہے ہیں

اور قیامت تک کرتے رہینگے، چونکہ حضرت خواجہ خدایار پیرؒ کا اس بھٹی قوم کے بارے میں فرمانِ ہدایت ہے کہ "میری اولاد کا ادب و احترام کرنا اور اُن کی دلجوئی میں مصروف رہنا، فقیر تمہارا دنیا و آخرت میں نگہبان، محافظ و مددگار رہیگا۔"

دربارِ عالیہ خانپور قاضیاں شریف پر محفلِ سماع کیلئے " مجلس خانہ"، جامع مسجد اور بڑے اور چھوٹے روضہ مبارک کے گرداگرد غلام گردش جیسی تعمیرات میاں محمد عبداللہ - 1 بھٹی صاحب مرحوم کے صاحبزادگان یعنی میاں فیض بخش بھٹی صاحب، میاں نور احمد بھٹی صاحب اور میاں ضیاء الدین بھٹی صاحب حضرات گرامی نے تعمیر کروائیں اور آج تک اس خاندان کے حضرات ہر موقع پر اپنی خدمات پیش کرتے ہیں، میاں نور احمد بھٹی صاحب اور میاں ضیاء الدین بھٹی صاحب دربارِ عالیہ خانپور قاضیاں شریف کے اندر حضرت خواجہ حضور بخشؒ اور حضرت خواجہ حاجی محمدؒ کی پابندی میں دفن ہوئے اور رہتی دنیا تک اپنی اولاد کیلئے یہ پیغام چھوڑ گئے ہیں کہ یہ سعادت صالحین و اولیاء کرام کی خدمت اور ادب و احترام سے حاصل ہوتی ہے۔ واقعی نسبتِ صالحین اس دنیا میں بھی کام آتی ہے اور آخرت میں بھی کام آئیگی۔ آخر میں اس بھٹی صاحبان کی قوم کیلئے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب پاک ﷺ کے صدقہ اور حضرت خواجہ خدایار پیرؒ کے وسیلہ سے ان سب حضرات کو حضور پاک ﷺ

کا عاشق و دیوانہ بنادے اور ادب و احترام و محبتِ صالحین کی توفیق عطا فرمائے اور سب سے اعلیٰ نعمت یعنی ایمان کی سلامتی عطا فرمائے آمین ثَمَّہ آمین۔

وِصال اور عرسِ مبارک:-

امام الفقراء حضرت خواجہ حاجی محمد کا وصال 1958ء بمطابق 1379 ہجری میں ہوا۔ آپ سرکارِ گارس مبارک ہر سال 11، 12، 13 شوال المکرم کو دربارِ عالیہ خانپور قاضیاں شریف میں آپ کے چھوٹے برادر محترم حضرت خواجہ خیر محمد کی اولاد پاک منعقد کراتی ہے جس میں زائرین کی ایک کثیر تعداد شرکت کر کے آپ کے باطنی فیوضات و برکات سے مستفیض ہوتی ہے۔ آپ سرکارِ گارِ اقدس بڑے روضہ مبارک کے ساتھ متصل ہے اور زیارت گاہِ خواص و عوام ہے اور آج بھی سالکین و طالبین کو جامِ معرفت پلا رہے ہیں مگر اس کے لئے عقیدہ و عمل کی درستگی کے ساتھ ساتھ عقیدت و ادب و احترامِ اولیاء بھی ضروری ہے تب جا کر اندر کی یعنی من کی آنکھ کھلتی ہے اور بندہ پر باطنی اسرار و رموز منکشف ہوتے ہیں۔

باب نمبر 14

تانج العارفین، عارف اکمل حضرت خواجہ خیر محمدؒ

(1325 ہجری تا 1386 ہجری --- 61 سال --- 1904ء تا 1965ء)

آن گنجینہ علم و فقر، رازدان الفقہ فخری، سید الفصحاء، سید الحکماء، سید الخرباء، سید البلغاء، عمدہ مشائخ دہر، زبدۃ الاولیائے عصر، صاحب اسرار معرفت، تانج العارفین، امام شریعت و طریقت، مونس بیکساں، عارف اکمل، قطب زمان حضرت خواجہ خیر محمدؒ، حضرت خواجہ محمد رحیم بخشؒ کے فرزند سوم اور سجادہ نشین پنجم دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف ہیں۔ آپ سرکار کا سلسلہ طریقت 38 واسطوں سے حضور پاک ﷺ تک جا پہنچتا ہے اور 2 واسطوں سے قطب الاقطاب حضرت خواجہ خدا یارؒ اور 3 واسطوں سے حضرت فانی فی اللہ باقی باللہ، قاضی الحاجات حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ سے جا ملتا ہے، آپ کا طریقت میں مقام بہت بلند ہے، آپ کے بیان کردہ نکات طریقت بہت ہی لطیف اور نادر ہیں، آپ تقریباً 1904ء میں پیدا ہوئے اور ظاہری باطنی تعلیم و تربیت کی تکمیل کے بعد مسند ارشاد پر فائز ہوئے۔ آپ بھی اپنے دور اور وقت کے خانپور قاضیاں شریف کے قطب زمان تھے، خانپور قاضیاں شریف کے حلقہ ولایت کی حدود جو کہ جلالپور پیر والا، ضلع لودھراں ضلع مظفر گڑھ اور شیر شاہ ملتان تک متصل ہیں، ان علاقوں میں باطنی تصرف ہر دور میں اولیائے

خانپور قاضیاں شریف کا رہا ہے اور قیامت تک رہیگا اور یہ حقیقت اہل
 روحانیت پر آشکارا ہے اور خواص حضرات اس سے مستفیض بھی ہو رہے
 ہیں۔ سالکین کیلئے معرفت الہی کے حصول کیلئے تاج العارفین حضرت
 خواجہ خیر محمدؒ نے اپنے دور اور وقت میں اس حلقہ ولایت میں اپنی طاہری
 باطنی ذمہ داریاں بحیثیت قطب زمان باحسن و خوبی سرانجام دیں۔ آپ
 سرکارؒ اپنے دور کے اولیائے کاملین کے امام تھے اور اپنے حلقہ میں جملہ
 مخلوقات کے فریادرس تھے۔ حضرت خواجہ خیر محمدؒ نے تین نکاح کئے، آپؒ
 کا پہلا نکاح مثل خواں خواجہ خدایارؒ حضرت خواجہ عبدالرزاق کی دختر نیک
 اختر حضرت منصب بی بیؒ سے ہوا، ان سے 2 صاحبزادیاں حضرت ممتاز
 بی بی صاحبہ جن کا نکاح شیخ المشائخ حضرت خواجہ پیر قاضی محمد حسن مدظلہ
 سے ہوا، اور حضرت دلشاد بی بیؒ کا نکاح سے قبل ہی وصال فرما گئیں جبکہ ایک
 فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد فضل کریمؒ پورے عالم شباب میں وصال
 فرما گئے۔ دوسرا نکاح حضرت شرم بی بی صاحبہ سے ہوا جن کا تعلق قوم جئی
 موضع جائی والا متصل خانپور قاضیاں شریف سے ہے ان سے کوئی اولاد
 پیدا نہیں ہوئی۔ تیسرا نکاح حضرت الطاف بی بی صاحبہ سے ہوا جن کا تعلق
 ملتان شریف کے مشہور و معروف خواجہ صاحبان کے خاندان سے ہے جن
 سے تین صاحبزادے شیخ المشائخ حضرت خواجہ پیر قاضی میاں محمد خدا بخش
 مدظلہ سجادہ نشین ششم دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف، دوسرے

صاحبزادہ عاشق رسول شیخ المشائخ حضرت خواجہ پیر قاضی میاں محمد بخش مدظلہ اور تیسرے صاحبزادے مرحوم و مغفور جناب میاں اللہ بخش پیدا ہوئے جبکہ میاں اللہ بخش بچپن ہی میں وصال فرما گئے جو کہ راقم کے بچپن کے دوست بھی تھے وصال سے ایک روز پہلے اپنے گھر کے صحن میں انہوں نے مٹی سے مختلف قبریں بنائیں اور ان میں ایک کی طرف اشارہ کر کے راقم سے کہا کہ کل میری یہ قبر ہوگی اور دوسرے روز وصال بھی فرما گئے بہت ہی حسین نوجوان تھے۔ اور دو صاحبزادیاں: حضرت شہناز بی بی صاحبہ جن کا نکاح شیخ المشائخ حضرت خواجہ پیر قاضی غلام صدیق مدظلہ سے ہوا اور حضرت عذرا بی بی صاحبہ جن کا نکاح شیخ المشائخ حضرت خواجہ پیر قاضی محمد اختر صاحب مدظلہ سے ہوا۔

صالح اولاد کا تذکرہ:- تاج العارفین حضرت خواجہ خیر محمد کی دونوں صاحبزادیاں اپنے وقت کی عابدہ زاہدہ صالحہ بلکہ ولیہ ہیں اور خواتین میں تبلیغ و اشاعت دین کا کام بھرپور انداز سے سرانجام دے رہی ہیں، ان کی ظاہری باطنی تربیت سے بے شمار خواتین ذات حق کی طالب و سالک بن گئی ہیں اور اطاعت الہی و اتباع رسول ﷺ پر کار بند ہو گئی ہیں۔ جبکہ آپ کے دونوں صاحبزادے شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد خدا بخش صاحب دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف کا طریقت میں ایک بلند روحانی مقام ہے جسے ظاہر نہیں کیا جاسکتا

اور شیخ المشائخ حضرت خواجہ پیر محمد بخش مدظلہ نیک، پرہیزگار، عالم باعمل اور عاشق رسول ﷺ ہیں اور ہر سال دربار عالیہ حضرت حافظ جمال شریف پر ایک عظیم الشان محفل میلاد پاک کا انعقاد کراتے ہیں، آپ سرکار عشق رسول ﷺ میں فناء کے درجہ پر ہیں، ہر وقت حضور ﷺ سے محبت و عشق کی باتیں آپ کی زبان پر جاری رہتی ہیں۔ بہر حال دونوں صاحبزادگان ہمارے دور کے فقیر، درویش، مرد قلندر اور اولیاء اللہ ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اپنے مشائخ عظام کے طریقہ و سنت رسول ﷺ پر استقامت سے چلنے کی توفیق عطا فرمائے امین۔

حضرت خواجہ خیر محمدؒ کی بھی بیعت و خلافت اپنے والد محترم حضرت خواجہ محمد رحیم بخشؒ سرکار سے تھی اور آپؒ میں بھی قلندرانہ صفات تھیں۔ آپ سرکارؒ جب کلام فرماتے تو محفل میں موجود ہر شخص پر سکتہ کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ یہ آپؒ کا روحانی رعب و دبدبہ تھا کہ جب خاموش ہوتے تو ایسا لگتا کہ ایک سمندر سا کن ہے اور جب جلال میں آتے تو زمین بھی کانپتی تھی، آپؒ کی محفل میں کوئی بھی شریعت و طریقت کا مسئلہ پیش ہوتا تو آپ سرکارؒ ایسا مدلل جواب مرحمت فرماتے کہ لوگ حیران رہ جاتے۔ آپؒ لوگوں کو آداب محفل کی بھی تعلیم دیتے تھے کہ مشائخ کے کیا آداب ہیں اور آداب مریدی کیا ہے، محفل سماع کے دوران آپؒ پر زبردست جذب کی کیفیت طاری رہتی تھی اور عالم باطن سے جیسی بھی تجلیات کا

نزول ہوتا عزم و حوصلہ سے برداشت کر جاتے مگر ظاہری طور پر کسی پر ظاہر نہ ہونے دیتے تھے، آپؐ فرماتے تھے کیفیاتِ باطنی کو جذب کیا جائے، لہذا محفلِ سماع کے دوران اگر کوئی صوفی خواہ خواہ صرف حالتِ اضطراری کی وجہ سے آپؐ سے باہر ہو جاتا تو آپؐ اسے محفل سے باہر نکال دیتے تھے، اُس وقت کے بڑے بڑے قوال حضرات عارفانہ کلام سناتے تھے اور آپؐ سب کی مناسب خدمت بھی کرتے اور دادِ تحسین بھی دیتے۔

آپؐ سرکارِ غریبوں، مسکینوں اور یتیموں و بیواؤں کا بھی خاص خیال رکھتے تھے اور ان کی جملہ ضروریات پوری فرماتے تھے۔ راقم کا نام "محمد ناصر" بھی آپؐ نے رکھا تھا اور خوش بختی و سعادت مندی کی بھی پیشین گوئی کی تھی۔ آپؐ پورے خاندان کے اتحاد کی علامت تھے اور خاندان کے اکابرین کے قائم کردہ خانقاہی نظام کو احسن انداز میں آگے چلایا۔ ایک عالم آپؐ کے فیض و کرم سے بہرہ ور ہوا آپؐ دنیا کے طالب کو دنیوی سامان عطا فرمادیتے اور طالبِ حق کی معرفتِ الہی تک رسائی کر دیتے تھے۔ اپنا روحانی مقام لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے مگر ایسی ہستیاں کب تک چھپ سکتی ہیں آخر کار اُنکے باطن میں چھپا ہوا معرفت کا چراغ اپنی روشنی اور لو سے آگے بے شمار چراغِ معرفت جلاتا ہے۔ اور یہی اسلام کا روحانی نظام ہے جس سے اغیار بے خبر ہیں۔ جب مشیتِ ایزدی ہوگی ایسے چھپے ہوئے ہزاروں نورِ معرفت کے چراغ

روشن ہونگے اور پورے عالم کو اسلام کی روشنی سے بھر دیں گے اور ایک بار پھر غلبہٴ دین حق ہوگا اور پوری دنیا میں اسلام ہی مؤثر اور غالب قوت کے طور پر ابھرے گا۔ دوسرے لفظوں میں ہم اسے عشق رسول ﷺ کی چنگاری سے موسوم کر سکتے ہیں جو کہ ابھی جلی ہوئی راکھ میں موجود پڑی ہوئی ہے جب وقت آئیگا بلکہ جلد آنے والا ہے پوری دنیا میں دین حق اسلام ہی کا بول بالا ہوگا اور ہر طرف عدل و انصاف اور امن و امان کا دور دورہ ہوگا اور پوری نسلِ انسانی کو انکے بنیادی حقوق میسر آئیگی کیونکہ بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت صرف اور صرف اسلام میں ہے باقی سب پراپیگنڈہ ہے اور لوگوں کو اسلام کی اصل اور حقیقی روحانی قوت و نظام زندگی سے بے خبر رکھا جا رہا ہے، اس سلسلہ میں بانی تحریک منہاج القرآن نیشنل وائٹنیشنل، مجتہدِ دوستان، مجتہدِ وقت شیخ الاسلام حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی (راقم کے اُستادِ مکرم) کی خدمات ملکی و بین الاقوامی سطح پر غلبہٴ دین حق کی بحالی کیلئے قابلِ صد تحسین ہیں جہاں وہ فکری و علمی اجتہاد کر رہے ہیں وہاں عملی طور پر اس اسلامی نظامِ زندگی کو نافذ کرنے کی بھی کوششوں میں مصروف عمل ہیں اللہ تعالیٰ انہیں عمرِ خضریٰ صحت و سلامتی کے ساتھ عطا فرمائے امین۔ ثناء امین۔

حضرت خواجہ خیر محمدؒ کے فرمودات:-

تاج العارفین حضرت خواجہ خیر محمدؒ علم الکلام میں بڑی مہارت

رکھتے تھے اس علم میں آپؐ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ اسلام کا عقائد کا نظام جس کا تعلق علم الکلام سے ہے ہو یا علم الاحکام ہو یا علم الاحسان، ان میں سے کسی بھی علم کے کسی بھی موضوع پر جب گفتگو فرماتے تو اسرار و معارف کے جواہر پارے بکھیر دیتے۔ آپؐ اصل میں زبردست علم لدنی کے حامل تھے جو کہ کالمین صوفیاء کا خاصہ ہے ذیل میں آپؐ کے شریعت و طریقت کے چند فرمودات دئے جاتے ہیں:-

1- ذکرِ الہی سے قلب کا زندہ ہو جانا:- **النَّوْمُ اخْوَةٌ الْمَوْتِ** "یعنی نیند موت کی بہن ہے" جس شخص کا قلب ذکرِ الہی سے زندہ ہو جاتا ہے اس کا خواب، نیند اور بیداری سب کا حال برابر ہو جاتا ہے۔

2- لفظ قلب کے تین حروف کے معانی:- **قلب** کے تین حروف "ق"، "ل" اور "ب" ہیں۔ "ق" سے مراد قُربِ الہی، "ل" سے مراد لِقائے الہی اور "ب" سے بقا باللہ مراد ہے جو شخص ان صفات سے مُتَّصِف ہے وہ صاحبِ قلب ہے ورنہ اہلِ کلب یعنی کُتا ہے۔

3- حضور ﷺ کی حضرت علیؑ کو تلقین:- **حضور ﷺ** کا فرمان مبارک ہے: اے علیؑ! اپنی آنکھیں بند کر کے اپنے دل میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کی آواز سنو "آسمیں تلقینِ مُرشدِ کامل کا ثبوت ملتا ہے مُرشدِ کامل کے دستِ بیعت کے بغیر ذکر کی تلقین اور یقین

کی تصدیق حاصل نہیں ہوتی خواہ ساری عمر ہی کیوں نہ پڑھتا رہے مگر باطنی معرفت سے ہمیشہ محروم رہیگا، عالم سے ظاہری تعلیم حاصل ہوتی ہے لیکن مُرشدِ کامل سے باطنی اسرار و معرفتِ الہی حاصل ہوتی ہے اسلئے سالکین کو دست بیعت ہونے کی تلقین کا ارشاد و حکم ہے۔ چنانچہ دست بیعت کا طریقہ حضور پاک ﷺ سے شروع ہو کر چہار پیر اور پھر 14 خانوادوں سے ہوتا ہوا آگے آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہیگا۔

4۔ لفظ طالب کے چار حروف کے معانی:- طالب کے چار حروف ہیں "ط" سے یہ مراد ہے کہ وہ طمع نفس اور دکھلاوے کی طاعت کو تین طلاقیں دے اور تمام طاعتیں ایک گھڑی میں طے کرے۔ "الف" سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے محبت والفت نہ کرے اور نہ ہی مخلوق سے التجا کرے۔ حرف "ل" سے یہ مراد ہے کہ لَا یَحْتَاجُ یعنی بغیر احتیاج کے لائق دیدار پرورگار ہو۔ اور حرف "ب" سے مراد یہ ہے کہ وہ باادب، باوفا، باحیا، عارف باللہ اور باوصال ہو۔

5۔ لفظ مُرشد کے چار حروف کے معانی:- لفظ مُرشد کے بھی چار حروف ہیں:- حرف "م" سے مراد یہ ہے کہ مومن مومن کا آئینہ ہے کا مصداق ہو اور اسرارِ حق کا محرم ہو، حرف "ر" سے مراد یہ ہے کہ دنیا کی طرف راغب نہ ہو اور نہ ہی عقبی کی طرف توجہ کرے بس صرف اور

صرف راضی برضائے الہی رہے۔ حرف "ش" سے مراد یہ ہے کہ وہ لامکانی ہو، تو قدرت اور اسرارِ سبحانی کا شہباز ہو۔ حرف "د" سے مراد یہ ہے کہ اس کا دل توحید فی اللہ کے دریا میں مستغرق رہے اور اے دوستو! طالبِ صادق جان سے بھی زیادہ عزیز ہوتا ہے اور طالبِ کاذب شیطان کی دشمنی کی طرح جان کا دشمن ہے بلکہ شیطان سے بھی بدتر، کیونکہ شیطان تو لا حول پڑھنے سے بھاگ جاتا ہے لیکن یہ 100 مرتبہ بھی لا حول پڑھنے سے نہیں بھاگتا بلکہ جان لے لیتا ہے۔

6۔ لذاتِ نفس:- دوستو! جہان میں چار لذتیں ہیں جن سے نفس کو توجہ حاصل ہوتا ہے لیکن یہ معرفت اور وصال کیلئے بمنزلہ جاب کے ہیں۔

۱۔ اول: نفس کا بڑے ذوق و شوق سے انواع و اقسام کے طعام کھانا۔

۲۔ دوم: عورت کی مجامعت سے حظ اٹھانا کیونکہ شہوتِ نفس پر سوار ہو جاتی ہے۔

۳۔ سوم: حکومت کی لذت جو کہ خلقت کیلئے زوال کا باعث ہے۔

۴۔ چہارم: علم کے دائمی مطالعہ سے لذت کا حاصل ہونا جو کہ لذت کا کمال ہے

یہ چاروں لذتیں نفس کو جان کے برابر عزیز ہیں لیکن جب پانچویں لذت یعنی معرفتِ الہی طالب کو حاصل ہوتی ہے تو پہلی چاروں محو و مٹ جاتی ہیں، اور ان چاروں لذتوں سے نفس ایسا منتفر ہو جاتا ہے جیسے بیمار کھانے سے۔

7۔ اگر کسی کے دل میں ذرہ برابر بھی دنیوی محبت ہو تو خواہ روئے زمین کے تمام اولیاء ایک جگہ جمع ہو کر چاہیں کہ معرفتِ الہی کی محبت کا ایک ذرہ اسے عطا کریں تو ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ پس معلوم ہوا کہ جس قدر کسی کے دل میں دنیوی محبت ہوگی اسی قدر وہ نفاق، جھوٹ، طمع و لالچ، خود پسندی، حرص و ہوس اور حسد و خواہش اور کبر و غرور کا وہ انسان مجموعہ ہوگا۔ حضور پاک ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے "جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر و غرور ہوگا وہ ہرگز بہشت میں داخل نہیں ہوگا۔"

8۔ اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللَّهُ "یعنی جب فقر اپنی انتہا کو پہنچتا ہے تو وہ اللہ ہی ہے۔" یعنی اس انتہائے مقام فقر پر ذات ذات میں مل جاتی ہے اور فقیر جس چیز کو کہتا ہے کہ امرِ الہی سے ہو جاوہ فی الفور ہو جاتی ہے کیونکہ فقیروں کی زبانِ رحمانی تلوار ہوتی ہے۔

9۔ خاموشی کی اقسام:- اس کی چار قسمیں ہیں۔
اول: اہل دنیا، متکبر اور ظالم انسان اپنے تکبر کی وجہ سے غریب، عاجز اور مظلوم و مسکین فقیر کے ساتھ ہم کلام نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضور ﷺ کا فرمان

ہے "اے پروردگار! تو مجھے مظلوم بنانہ کہ ظالم" اور یہ بھی فرمان نبوی ﷺ ہے: "اے پروردگار! تو مجھے بحالت مسکینی زندہ رکھ، بحالت مسکینی موت دے اور مسکینوں ہی کے زمرے میں میرا حشر کرنا۔"

دوم: کسی کی عیب پوشی کی خاطر خاموشی اختیار کرنا۔
سوم: وہ خاموشی جو قلب و دماغ کے تفکر، ذکر، فکر، مراقبہ اور دل کی طرف متوجہ ہونے سے ہوتی ہے۔ یعنی قلب اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

چہارم: اس شخص کی خاموشی جس کی جان شوقِ الہی کی آگ سے کباب ہوئی اور حُوقُنِ جگر پیتا ہو اور وہ مخلوقِ خدا شیطان اور دنیا کو فراموش کر کے معرفت فی اللہ میں محو ہو، ایسی خاموشی عارف باللہ کے لئے فرض عین ہے جو توحیدِ ذات میں غرق ہو اور جسے توحیدِ ذات کا دیدار حاصل ہو، ایسی خاموشی اللہ تعالیٰ سے خلوت ہے اسمیں باطنِ مست و بے خود اور ظاہرِ شریعت میں ہوشیار رہتا ہے۔ حضور پاک ﷺ ارشاد گرامی ہے: "جاہلوں کے پاس حکمت کی باتیں نہ کیا کرو یعنی جو شخص علمِ تصوف یعنی علمِ باطن اور معرفتِ الہی سے جاہل ہے۔ ایک اور حدیث پاک ہے: "جس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا اس کی زبان گونگی ہو گئی۔" ایک اور حدیث پاک میں ہے: السَّكُوتُ رَأْسُ الْإِسْلَامِ "خاموشی اسلام کا مغز ہے۔" حدیث پاک میں آیا ہے کہ "خاموشی مومن کا تاج ہے" جو خاموش رہا وہ سلامت

رہا اور جو سلامت رہا وہ بچ گیا۔ خاموشی قرب الہی ہے، خاموشی انیس رحمانی ہے، خاموشی اللہ سے قلب کا قول ہے، خاموشی علوم کو زندہ کرتی ہے، خاموشی بہتر ہے، خاموشی بہشت کی چابی ہے۔ خاموشی شر شیطان سے بچنے کیلئے قلعہ ہے۔ خاموشی حکمت کی چابی ہے خاموشی سے دل بچ رہتا ہے اور خاموشی سے نفس مردہ ہو جاتا ہے، اور دل زندہ ہو جاتا ہے۔ خاموشی روح کی سلامتی ہے، خاموشی ہدایت کا نور ہے، خاموشی ایمان کا ثمرہ ہے، خاموشی خلقت کی نجات ہے، خاموشی توحید کی خلوت ہے، خاموشی جامع الجمعیت ہے۔

10۔ جس کا دل ذکر الہی اور مرشد کامل کی توجہ سے زندہ ہو جاتا ہے اسے موت بھی فنا نہیں کر سکتی اور موت کے بعد قبر میں خاک اور کیڑے مکوڑوں اور گل سڑ جانے سے محفوظ رہتا ہے اور جو قلب ایک دفعہ بیدار ہو جاتا ہے وہ ہمیشہ رویت ربوبیت میں مستغرق اور دیدار الہی کیلئے مشتاق رہتا ہے اور اسے دائمی بقاء حاصل ہو جاتی ہے ایسے صاحبِ قلب کیلئے قبر بمنزلہ خلوت خانہ کے ہے۔

11۔ حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "خُلِقَتِ الْعُلَمَاءُ مِنْ صَدْرِي وَخُلِقَتِ السَّادَاتُ مِنْ صُلْبِي وَخُلِقَتِ الْفُقَرَاءُ مِنْ نُورِ اللَّهِ تَعَالَى" علماء میرے سینے سے، سادات میری پشت یعنی پیٹھ سے اور فقراء نور الہی سے پیدا کیے گئے ہیں۔

فقیر میں طمع، حرص، لالچ اور حسد اور کبر و غرور اسلئے نہیں ہوتا کہ اس کا دل اسم ذات اللہ کی تاثیر سے سیر ہوتا ہے اور اسے دائمی دلجمعی حاصل ہوتی ہے، چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: "اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کو تو زمین پر موجود مٹی سے پیدا کیا لیکن فقراء کو بہشت کی مٹی سے پیدا کیا۔" رحمت الہی سے فقراء کو ابتداء ہی میں دو باتیں حاصل ہو جاتی ہیں:

اول: دنیا کی طرف سے ان کا دل سرد ہو جاتا ہے۔

دوم: انہیں باطنی جمعیت کا ملّا حاصل ہو جاتی ہے یعنی جس کی طرف توجہ کرتے ہیں اسے بھی حق کی معرفت کی طرف لگا دیتے ہیں حدیث پاک ﷺ میں ہے:

مَنْ لَّهُ الْمَوْلَى فَلَهُ الْكُلُّ "جس کا خدا اس کا سب کوئی۔"

12- معرفت الہی بڑی بھاری اور وزنی چیز ہے اسکے اٹھانے کیلئے بڑا وسیع حوصلہ و عزم اور ظرف چاہیے، حدیث پاک ہے: الدُّنْيَا لَكُمْ وَالْعُقْبَىٰ لَكُمْ مَوْلَىٰ لِيْ۔ "دنیا اور عقبی تمہارے لیے اور اللہ تعالیٰ کی ذات میرے لئے۔" ایک اور حدیث پاک میں ہے "اگر اللہ تعالیٰ کے جمال کے بغیر مشتاقوں کو جنت نصیب ہو تو سخت افسوس اور بد قسمتی ہے اور اگر اس کا جمال دوزخ میں بھی ملے تو بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔"

13- حدیث شریف میں ہے: "دنیا بمنزلہ کمان کے ہے اسکے حادثے

تیر اور انسانِ ان کا نشانہ، پس اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگو یہاں تک کہ تم ان سے بچ جاؤ۔" پس فقیر کے دل سے دُنیا اور عقلی کی محبت مٹو ہو جاتی ہے اور اس کا دل معرفتِ الہی سے سیر ہو جاتا ہے۔

14۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "جس نے خدا تعالیٰ کو پہچانا اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی اور وہ اپنی زبان کو بند کر لیتا ہے یا پھر کھول دیتا ہے" ایک اور حدیث پاک میں ہے: **فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ يُقْبَلِ اللّٰهُ وَفَارِقِ النَّفْسِ** "اپنا نفس چھوڑ کر تم خدا کی طرف آؤ کیونکہ خدا انفسانیت چھوڑنے والے کو اپنے پاس جگہ دیتا ہے" یعنی نفسانیت اور آرام طلبی کینا طر خدا کے حقوق کا خون نہ کرے۔ ان حقوق میں سے اہم معرفتِ الہی کا حصول ہے جو کہ اصلی مقصدِ انسان ہے، حضور ﷺ کا فرمان مبارک ہے "اللہ کے ذکر کے بغیر جو سانس باہر نکلے وہ مردہ ہے۔"

ذاکر صادق کا نفس ذکر کی وجہ سے قلب ہو جاتا ہے اور قلب رُوح اور رُوح برّ اور سر اسم ذات اللہ ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ "جو چیز تمہیں خدا کے ذکر سے بھگا دے وہی تمہارا بُت ہے۔" جو شخص دنیا سے محبت کرتا ہے وہ ناشکرا اور نامقبول ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "دین و دنیا دونوں کی محبت ایک دل میں نہیں رہ سکتی جس طرح آگ اور پانی ایک برتن میں نہیں رہ سکتے" بہت سے ریاکار اپنے آپ کو بزرگ اور مقدّس بناتے ہیں اور درحقیقت اُنکے دل میں دنیا کی

محبت بھری ہوتی ہے لیکن بظاہر خدا کے دعویدار بنے پھرتے ہیں۔

۱۔ اے بسا ابلیس آدم رُوے ہست

پس بہر یک کس نباید داد دست

ترجمہ! ہاں بہت سے ابلیس، آدم یعنی انسان کی شکل میں

موجود ہیں اسلئے ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دے دینا چاہئے۔

15۔ دُرُوش فقیر کو اللہ کی ذات کافی ہے اسے کافیہ اور شرح ملا جامی کی

ضرورت نہیں، جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہ ہدایہ اور گنزالہ قائق کا محتاج

نہیں، جو شخص اللہ تعالیٰ سے واصل ہے اس کے نزدیک تحصیل علم صرف ونحو

واصول و منطق لا حاصل ہے، علم عین ثواب ہے، لیکن دوزخ سے نجات

اور بہشت کا ثواب اہل حُجّت کو درکار ہے اور نفس کا مُحاسبہ کرنا اور اللہ کی یاد

میں دل جلانا درویشوں کا کام ہے، انہیں نہ عذاب و ثواب سے بحث اور نہ

دوزخ و جنت سے کچھ سروکار اُن کیلئے تو صرف یہ ہے کہ اَللّٰهُ بَسْ مَا

سَوَّاءَ اللّٰهُ هَوَّسْ۔

۱۔ مَا مُقِيمَانِ كُوْنِي دِلْدَارِيْم

رُخِ بِلْدُنِيَا وَ دِيْنِ نَمِي آریْم

ترجمہ! ہم دلدار کے کوچے میں رہنے والے ہیں یعنی ذاتِ حق

میں فناء ہیں اسلئے ہم دنیا و دین دونوں کی طرف نہیں دیکھتے۔"

یہاں علمِ باطن کی اہمیت بتائی گئی ہے ورنہ علمِ ظاہری بھی

ضروری ہے کیونکہ اگر کوئی جہالت سے خدا تعالیٰ کو پاسکتا تو ابوجہل خانہ کعبہ اور حضور ﷺ کے قریب رہ کر مرتد و مشرک نہ ہوتا کیونکہ "جو بغیر علم کے زاہد بنے آخر کو وہ مجنون ہو جائیگا یا اس کی موت کفر پر ہوگی۔" پس معلوم ہوا کہ راہ فقر و درویشی عشق و محبت حقیقی سے حاصل ہوتی ہے۔

16۔ اخلاص نیت: ظاہر بین علماء اہل ظن ہیں، ظن کی نسبت فرمایا گیا ہے: ظَنُّ الْمَرْءِ عَدُوُّهُ "یعنی انسان کا گمان اس کا دشمن ہے" اور علمائے باطن یعنی علماء باللہ اور فقراء اہل وطن ہوتے ہیں اور وطن کی نسبت فرمایا گیا ہے: حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيْمَانِ "یعنی وطن کی محبت ایمان کی نشانی ہے۔ وطن مقامِ ازل ہے، علماء منازل و مقامات بہشت کے امیدوار ہیں اور فقراء پر منزل و مقام حرام ہیں، انہوں نے دیدارِ الہی حاصل کر کے حج کامل ادا کرنے کی غرض سے جنت کی کل نعمتوں اور لذتوں کا ازل سے ابد تک احرام باندھا ہے حدیث قدسی ہے: إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صَوْرَتِكُمْ وَلَا إِلَى أَعْمَالِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَنِيَّاتِكُمْ "اللہ تعالیٰ نہ تو تمہاری ظاہری صورتوں کو دیکھتا ہے اور نہ تمہارے کاموں کو مگر وہ تمہارے دل اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔"

فقراء اہل قلوب ہوتے ہیں اور ان کے مناصب و مراتب محبوب ہیں، ریا کاری کے بارے میں حضور ﷺ کا فرمان مبارک ہے: الرِّيَاءُ أَشَدُّ مِنَ الْكُفْرِ وَالْكُفْرُ مِنَ النَّارِ - "ریا کاری کفر سے بھی بدتر ہے اور

کفر آگ میں لے جائیگا۔" اسی لیے علماء باللہ ریا کاری اور دکھاوے سے دور بھاگتے ہیں کیونکہ سر کا ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ "جن اور انس کا بہتر عمل ترک دنیا ہے۔" یعنی دنیا مال و زر کمانے کیلئے نہیں ہے بلکہ نیکیاں کمانے کیلئے ہے اور نیکی وہ ہے جس میں ریا کاری نہ ہو ورنہ ریا کاری تمام نیک اعمال برباد کرتی ہے۔

17۔ علم حقیقی ایک نکتہ ہے:۔ علم حقیقی صرف ایک حرف ہے

طالب صادق کو وہی کافی ہے اور وہ حقیقی علم یہ ہے کہ طالب پر سوائے ذات الہی کے ماسوائے اللہ مطلق حرام ہے، اس لئے کہا گیا ہے کہ اَلْعِلْمُ نُكْتَةٌ وَكَثَرَتُهَا لِلْجُهَالِ "علم حقیقی ایک راز ہے باقی علوم بھال کیلئے ہیں۔" لہذا علم تھوڑا ہو یا بہت صرف عمل کے ساتھ مفید ہوتا ہے ورنہ محض وبال جان ہوتا ہے، علم با عمل ہی با کمال بناتا ہے ورنہ کتنا ہی پڑھ لے بے عمل صاحب علم بد نصال ہوتا ہے۔ اہل علم کی نظر سبب پر ہوتی ہے اور فقراء کی نظر مسبب یعنی اسباب کے پیدا کرنے والے پر ہوتی ہے۔ فقیر جو کچھ مانگتا ہے اپنے خدا سے مانگتا ہے وہ سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی کا محتاج نہیں ہوتا حدیث شریف ہے: اَلْفَقِيرُ لَا يُحْتَاجُ اِلَّا اِلَى اللّٰهِ وَكُلُّ شَيْءٍ يُحْتَاجُ اِلَيْهِ۔ "فقیر اللہ کے سوا اور کسی کا محتاج نہیں ہوتا اور کل شے اسکی محتاج ہوتی ہے۔" فقیر کامل دنیا اور اہل دنیا کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ شریعت میں فقیر سے مراد وہ ہے کہ جو صاحب نصاب نہ

ہو جبکہ طریقت میں فقیر وہ ہے کہ جو مال و دنیا کو اپنے پاس رکھتا ہی نہیں کہ صاحبِ نصاب بن سکے وہ صرف اور صرف ذاتِ حق کا طالب اور عاشق ہوتا ہے، اور اسے ساری کائنات میں ذاتِ حق ہی کی جلوہ گری نظر آتی ہے۔ پس فقیر سے مراد طالبِ اُمّولی ہے جب ایسے فقیر میں علم، عمل، حلم، شُرع اور فقر جیسی پانچ صفات جمع ہو جائیں اسکو جمعیتِ قلبی حاصل ہو جاتی ہے، جمعیتِ قلبی سے مراد یہ ہے کہ اس کا دل روحانی لحاظ سے بہت طاقتور اور مضبوط ہو جاتا ہے اور اپنی روحانی طاقت سے طالبینِ حق کے قلوب کی طرف متوجہ ہو کر ان کی اصلاح احوال کرتا ہے۔ ایک فقیرِ کامل ان پانچ چیزوں جُہل، دنیا، اہل دنیا، نفس اور ریا و کفر کو ہمیشہ کیلئے طلاق دے دیتا ہے۔ اور پانچ صفات یعنی توکل علی اللہ، پابندیِ شرع، مُفلس یعنی فقیر اللہ کی امان میں ہے، مُرشدِ کامل کا دامن تھامنا، اور قرآن و سنت سے محبت اختیار کرتا ہے۔

وصال اور عرس مبارک :-

تاجُ العارفین حضرت خواجہ خیر محمدؒ کا وصال 7 رمضان المبارک 1965ء 61 سال کی عمر میں ہوا اور آپ سرکارِ بڑے روضہ مبارک کے متصل اپنے برادرِ محترم امام الفقراء حضرت خواجہ حاجی محمدؒ کے پہلو میں دربارِ عالیہ خانپور قاضیاں شریف میں دفن ہوئے۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال 7 رمضان المبارک کو منعقد ہوتا ہے جس میں زائرین کی ایک کثیر تعداد

شرکت کرتی ہے۔ آپ سرکارؐ کا مزارِ اقدس آج بھی زیارت گاہِ خلّاق ہے
اور آپؐ کے باطنی فیوضات و برکات کا سلسلہ جاری ہے اور قیامت تک
جاری رہیگا۔

باب نمبر 15

مثل خواں خواجہ خدایارؒ، پیر کامل حضرت خواجہ عبدالرزاقؒ

(1305 ہجری تا 1387 ہجری --- عمر 82 سال --- 1884ء تا 1966ء)

آن صاحبِ مشربِ رندی، صاحبِ ملامت، مثل خواں خواجہ خدایارؒ، محبوبِ خواجہ خدایارؒ، مرقدِ قلندر، واقفِ اسرارِ حقیقت، جمالِ طریقت، کمالِ حقیقت، معدنِ انوار، صاحبِ کشف و کرامات، صاحبِ سُکر، پیرِ کامل حضرت خواجہ عبدالرزاقؒ جمالِ الاولیاء حضرت خواجہ محمد اجملؒ کے فرزندِ اول ہیں اور ان ہی سے آپؒ کی بیعت و خلافت ہے، آپ سرکارِ کمال سلسلہ طریقت 38 واسطوں سے حضورِ پاک ﷺ تک جا پہنچتا ہے اور 2 واسطوں سے قطبِ الاقطاب حضرت خواجہ خدایار پیرؒ اور 3 واسطوں سے فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ سے جاملتا ہے۔ آپؒ اپنے وقت کے مرقدِ قلندر تھے اور مشربِ رندی رکھتے تھے، اور ہر وقت حالتِ سُکر اور جذب میں رہتے تھے، رسوم و قیود کی پابندی سے آزاد رہتے تھے، حالتِ فنائیت میں رہتے تھے، آپ سرکارِ کمال تعلقِ اہل ملامت کے گروہ سے تھا۔ میدانِ طریقت میں گروہِ ملامتیہ کے احوال بہت بلند ہیں یہ لوگ باطن میں واصل باللہ ہوتے ہیں اور ظاہر میں خلافِ شرع صرف نظر آتے ہیں مگر ہوتے بالکل موافق شرع ہیں۔ حضرت خواجہ عبدالرزاقؒ بظاہر مشربِ رندی و ملامتی رکھتے تھے مگر باطن آپؒ کا مقام

طریقت بہت بلند تھا جو کہ اہل روحانیت پر آشکار تھا۔ آپ سرکارؒ کا ملاً فنا فی الشیخ کے درجہ پر فائز تھے اور اپنے شیخ کے علاوہ کسی اور شیخ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے، لہذا اسی صفتِ خصوصی کی بناء پر محبوبِ خواجہ خدایارؒ بنے بالآخر مثلِ خواں خواجہ خدایارؒ کے مقام پر فائز ہو کر تاحال لوگوں کی حاجات حضرت خواجہ خدایارؒ کے حضور پیش کرتے ہیں آج بھی جو سائل آپؒ کے حضور میں داخل ہو کر اپنی جو بھی حاجت پیش کرتا ہے آپ سرکارؒ حضرت خواجہ خدایار پیرؒ کے دربار میں حاضر ہو کر اسکی بھرپور سفارش کر کے اسکا کام کروا دیتے ہیں اس طرح آپؒ کے باطنی فیوضات کا سلسلہ جاری و ساری ہے اور لوگ اپنا دامن مراد بھر کر واپس جاتے ہیں۔ مثلِ خواں خواجہ خدایارؒ حضرت خواجہ عبدالرزاقؒ کا ایک نکاح کا ن فقر، سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کی صاحبزادی حضرت شرف الہی بی بیؒ سے ہوا جن سے ایک صاحبزادی حضرت منصب بی بیؒ پیدا ہوئیں جن کا نکاح تاج العارفین حضرت خواجہ خیر محمدؒ سے ہوا۔ آپ سرکارؒ کا دوسرا نکاح سلطان الصالحین حضرت خواجہ محمد صالحؒ کی صاحبزادی حضرت بخش الہی بی بیؒ سے ہوا جن سے شیخ المشائخ حضرت خواجہ قاضی پیر محمد وارثؒ پیدا ہوئے۔

حضرت خواجہ عبدالرزاقؒ کے فرمودات :-

توبہ اور تلقین :- معرفتِ الہی سچی توبہ اور تلقینِ مرشد کے بغیر حاصل نہیں ہوتی ، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے : وَالزَّمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ

(الفح: 26) "اور انہیں استقامت بخش دی تقویٰ کے کلمہ پر"۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تلقین اپنے مرشدِ کامل سے لے جس کا دل پاک و صاف ہو اور اس کے دل میں اللہ کے سوا کسی اور کا بے سیرانہ ہو۔ اس سے مراد وہ کلمہ نہیں جو عوام الناس کی زبان پر جاری ہوتا ہے اگرچہ عوام اور خواص کے کلمہ کے الفاظ تو ایک جیسے ہیں لیکن ان کے معانی میں زمین آسمان کا فرق ہے، کیونکہ دل تو حید کا بیج جب کسی زندہ دل سے اخذ کرتا ہے تو وہ بھی زندہ ہو جاتا ہے، اور ایسا بیج کا مل بیج بن جاتا ہے ایک نامکمل بیج کبھی نہیں اُگ سکتا، اسی لئے کلمہ توحید کے بیج کا تذکرہ قرآن کریم میں دو جگہ پر آیا ہے ایک تو طاہر قول کے ساتھ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (الصافات: 35) "جب انہیں کہا جاتا ہے کہ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا" اور دوسری جگہ علم حقیقی کے ساتھ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (محمد: 19) ترجمہ "پس آپ جان لیں کہ نہیں کوئی معبود بجز اللہ کے اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگیں۔" یہ آیت کریمہ اپنے شانِ نزول کے سبب خواص کی تلقین کیلئے نازل کی گئی ہے، بُتانِ شریعت میں ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے بارگاہِ نبوت میں قریب ترین، آسان اور افضل راستے کی تمنا ظاہر کی وہ حضرت علی ابن ابی

طالب ہیں، نبی کریم ﷺ نے وحی کا انتظار فرمایا حتیٰ کہ جبرائیل امین حاضر ہوئے اور کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تین بار تلقین کی حضور ﷺ نے اس کلمہ کو دھرایا اور حضرت علی المرتضیٰ کو اس کی تلقین فرمائی پھر آپ ﷺ صحابہ کرام کے پاس تشریف لے گئے انہیں بھی تلقین کی اور فرمایا "ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے" یہاں جہاد اکبر سے مراد نفس کے خلاف جہاد ہے جیسا کہ ایک اور حدیث میں ہے: اَعْدَى اَعْدَائِكَ نَفْسُكَ الَّتِي بَيْنَ جَنْبِكَ (امام غزالی "الاحیاء ج 3 ص 4) "تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا اپنا نفس ہے جو تیرے پہلو میں ہے"

تو اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی کامل محبت حاصل نہیں کر سکتا جب تک اپنے اندر نفسِ امارہ، نفسِ لواہ، اور نفسِ ملہمہ کو شکست فاش نہیں دے لیتا، نفسِ شکست کھا گیا تو گویا اخلاقِ ذمیمہ سے پاک صاف ہو گیا، یعنی اخلاقِ حیوانیہ مثلاً کھانے پینے اور سونے میں زیادتی، لغو و بیہودہ گفتگو اور اخلاقِ سبعیہ مثلاً غصہ، گالی گلوچ، لڑنا جھگڑنا وغیرہ اور اخلاقِ شیطانیہ مثلاً کبر و نخوت، حسد و کینہ وغیرہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اخلاقِ ذمیمہ ہیں یہ تمام نفس سے تعلق رکھتے ہیں خواہ بدنی ہو یا قلبی۔ جب انسان ان اخلاقِ ذمیمہ سے پاک ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ گناہوں سے واقعی پاک ہو چکا ہوتا ہے، اور اس کا شمار مُتَطَهِّرین اور تَوَابِین میں ہونے

لگتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (البقرہ: 222) ترجمہ "بے شک اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے صاف ستھرا رہنے والوں کو۔"

ظاہری گناہوں سے توبہ کرنے والے اس آیت کا مصداق نہیں ہیں اگرچہ وہ تائب ہیں لیکن وہ تواب نہیں ہیں کیونکہ تواب مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس سے مراد خواص کی توبہ ہے، ظاہری گناہوں سے توبہ کرنے والے شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے جو گھاس کو کاٹ دیتا ہے جڑ سے اکھیڑتا نہیں، ظاہر ہے یہ گھاس دوبارہ اُگے گی اور پہلے سے زیادہ اُگے گی۔ جبکہ تواب کی مثال گھاس کو جڑ سے اکھیڑنے والے کی ہے یہ گھاس دوبارہ نہیں اُگے گی اگر اُگ بھی آئی تو معمولی سی ہوگی جسے باسانی اکھیڑا جا سکتا ہے۔ تلقین مرشدِ کامل ایک ایسا آلہ ہے جو مرید کے دل سے غیر اللہ کو کاٹ ڈالتا ہے کیونکہ کڑوا درخت کاٹ کر ہی اس کی جگہ میٹھے پھل کا درخت لگایا جاسکتا ہے، اس بات میں غور و فکر کرو اور سمجھنے کی کوشش کرو۔ توبہ کی دو قسمیں ہیں عوام کی توبہ اور خواص کی توبہ۔ عوام کی توبہ تو یہ ہے کہ انسان گناہ کو چھوڑ کر اطاعت کی طرف آجائے، اخلاقِ ذمہ کو ترک کر کے اخلاقِ حمیدہ کو اپنالے، جبکہ خواص کی توبہ یہ ہے کہ انسان عوام کی توبہ حاصل کر لینے کے بعد خُصَنات سے مُعارف کی طرف، مُعارف سے

درجات کی طرف، درجات سے قربت کی طرف، قربت و لذاتِ نفسانیہ سے لذاتِ روحانیہ کی طرف لوٹے، خواص کی توبہ گویا ترکِ مآسوا اللہ ہے، یہ تمام چیزیں وجود کے کسب سے تعلق رکھتی ہیں اور وجود کا کسب گناہ ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ "تیرا وجود گناہ ہے اس سے بڑے گناہ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔" عُرفاء کہتے ہیں کہ ابرار کی حسنات مُقرَّبین کی سیئات ہیں اور مُقرَّبین کی سیئات ابرار کی حسنات ہیں اسی لئے حضور ﷺ روزانہ 100 بار استغفار کرتے تھے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْبِكَ (محمد: 91) ترجمہ! "آپ (اظہارِ عبودیت اور تعلیم امت کی خاطر اللہ سے) معافی مانگتے رہا کریں کہ کہیں آپ سے خلافِ اولیٰ (یعنی آپ کے مرتبہ عالیہ سے کم درجہ کا فعل صادر نہ ہو جائے)" یہاں گناہ سے مراد وجود کا گناہ ہے اور اسی کا نام انابت ہے کیونکہ انابت ماسوا اللہ کو چھوڑ کر اللہ کا ہو جانا، آخرت میں قُربت کے واسطے میں داخل ہونا اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی کا دیدار حاصل کرنا ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا اَبَدًا نُّهْمُ فِي الدُّنْيَا وَقُلُوبُهُمْ تَحْتَ الْعَرْشِ ترجمہ! "اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں جن کے بدن تو دنیا میں ہیں لیکن ان کے دل عرش کے نیچے ہوتے ہیں۔"

2۔ دیدارِ الہی:-

اللہ تعالیٰ کا دیدار اس دنیا میں نہیں ہو سکتا، ہاں صفاتِ خداوندی

کے عکس کو دل کے آئینہ میں دیکھنا ممکن ہے جیسا کہ حضرت سیدنا امیر المومنین عمر فاروقؓ کا ارشاد ہے۔ "میرے دل نے اپنے رب کا دیدار کیا یعنی میرے رب کے نور کے ساتھ۔" پس "دل" جمالِ خداوندی کے عکس کو دیکھنے کا آئینہ ہے یہ مشاہدہ مرشدِ کامل کی تلقین کے بغیر حاصل نہیں ہوتا، مگر ضروری ہے کہ شیخِ واصل بحق ہو اور اس کا سلسلہ طریقت آخر تک متصل ہو وہ حضور ﷺ کے واسطہ سے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ناقصوں کی تکمیل کی لئے مقرر کیا گیا ہو یعنی صاحبِ خلافت ہو۔

3۔ انبیاء و اولیاء میں فرق:-

اولیاء خواص کیلئے بھیجے جاتے ہیں عوام کیلئے نہیں، یہی فرق ہے ولی اور نبی میں، نبی عام و خاص ہر ایک کیلئے مستقل بنفسہ مبعوث ہوتا ہے لیکن اولیاء اللہ کو صرف خواص کیلئے بھیجا جاتا ہے اور وہ مستقل بنفسہ نہیں ہوتے۔ ولی کو ہر حال میں اپنے نبی کی اتباع کرنا ہوتی ہے اگر وہ استقلال بنفسہ کا دعویٰ کرے تو کافر ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی امت کے علماء کو انبیاء بنی اسرائیل جیسا فرمایا ہے، کیونکہ انبیاء بنی اسرائیل حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی شریعت کی اتباع کرتے تھے لیکن ان کے علماء دین کی تجدید کرتے اور نئی شریعت لائے بغیر اس شریعت کے احکام کی تاکید کرتے تھے، اس طرح اس امت کے علماء جنہیں منصبِ ولایت پر فائز کیا گیا ہے خواص کیلئے بھیجے گئے ہیں تاکہ وہ امر و نہی کی تجدید کریں اور

تاکید و تبلیغ اور اصل شریعت کے تزکیہ کے ذریعہ عمل میں استحکام پیدا کریں۔ تصفیہ اور تزکیہ سے مراد دل کی پاکیزگی ہے دل معرفت کا محل ہے، یہ لوگ حضور ﷺ کے علم کے ذریعہ خبر دیتے ہیں، جیسا کہ اصحاب صفہؓ معراج سے پہلے اسرارِ معراج بتایا کرتے تھے۔ اُمت محمدیہ ﷺ کا کامل ولی وہ ہے جس کو یہ نور عطا کیا گیا ہو اور یہ نور نبوت کا ایک جزو ہے اور ولی اللہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ عالم وہ نہیں جس کے پاس صرف ظاہری علم ہو، اگرچہ ظاہری عالم بھی وراثتِ نبوت کا حقدار ہے لیکن اس کی حیثیت ذی الارحام کی سی ہے، کامل وارث وہ ہے جو بیٹے کی جگہ ہو بچہ اپنے والد کا ظاہر و باطن میں راز ہوتا ہے۔

4۔ علمِ باطن :-

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **إِنَّ مِنَ الْعِلْمِ كَهَيْئَةِ الْمَكْنُونِ لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا الْعُلَمَاءُ بِاللَّهِ تَعَالَى فَإِذَا نَطَقُوا بِهِ لَمْ يُنْكِرْهُ إِلَّا أَهْلُ الْغُرَّةِ** (از ویلی فی الفردوس صفحہ 802) ترجمہ! "علم ایک چھپی ہوئی چیز کی مانند ہے جسے صرف علماء باللہ ہی جانتے ہیں جب وہ اس علم کو زبان پر لاتے ہیں تو غافل لوگوں کے سوا کوئی انکار نہیں کرتا۔" یہی وہ راز ہے جو معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے قلبِ اطہر میں ودیعت فرمایا تھا، علم کے جو 30 ہزار باطن ہیں ان میں سے یہ آخری باطن ہے، نبی کریم ﷺ نے اس راز سے اپنے

مُقرَّبین صحابہ اور اپنے اصحابِ صُفّہ علیہم الرضوان کے علاوہ کسی آدمی کو آگاہ نہیں فرمایا۔ علم باطن اسی راز کی طرف رہنمائی کرتا ہے، تمام علوم و معارف اسی راز کا چھلکا ہیں، جو علمائے ظاہر ہیں وہ بھی اس راز کے وارث ہیں، بعض کی حیثیت صاحبِ ذوی الفروض کی ہے بعض کی عَصَبات اور بعض کی ذَوِی الارحام کی، یہ لوگ علم کے چھلکے کی دعوت پھیلا رہے ہیں، یہ مَواعظِ حسنہ سے کام لیتے ہیں لیکن مشائخِ اہلِ سُنّت جن کا سلسلہ طریقت حضرت مولانا علیؒ سے ملتا ہے وہ علم کے مغز کے وارث ہیں انہیں بابِ مدینۃ العلم کی وساطت سے یہی علم ارزانی ہوا ہے، یہ لوگ حکمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اے محبوب! بُلّائیے لوگوں کو اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت سے اور عمدہ نصیحت سے اور ان سے بحث و مناظرہ اس انداز سے کیجئے جو کہ بڑا پسندیدہ اور شائستہ ہو۔" (النحل: 125) علماءِ ظاہر اور علماءِ باطن کی گفتگو تو ایک جیسی ہوتی ہے لیکن فروعات میں فرق ہوتا ہے علماءِ باطن کی اُسی بات میں زبردست رُوحانی تاثیر ہوتی ہے جس کی طرف قلوب جلد راغب ہو جاتے ہیں۔

5۔ علوم کی اقسام:-

علم کے تین معانی ہیں جو کہ حضور ﷺ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود ہیں لیکن مجموعی طور پر کسی اور کو عطا نہیں کئے گئے، ان معانی کو تین

قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے، جن سے تین قسم کے علم وجود میں آ گئے۔

پہلی قسم:- یہ علم کا مغز ہے یہ علم حال ہے یہ علم صرف مردانِ با صفا کو عطا ہوتا ہے جن کی ہمت کی تعریف حضور ﷺ نے فرمائی ہے: **هِمَّةُ الرَّجَالِ تَقْلَعُ الْجِبَالَ** (الازہری "تخذیر" صفحہ 183) ترجمہ! مردوں کی ہمت پہاڑوں کو اکھیڑ پھینکتی ہے۔ "یہاں پہاڑوں سے مراد قساوتِ قلبی ہے جو بندگانِ خدا کی دعا و تضرع سے محو ہو جاتی ہے۔

دوسری قسم:- یہ علم کے مغز کا چھلکا ہے یہ علماء ظاہر کا حصہ ہے اور اس سے مراد موعظتِ حسنہ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے جیسا کہ حضور پاک ﷺ ارشاد گرامی ہے: **اَلْعَالِمُ يَعِظُ بِالْعِلْمِ وَالْاَدَبِ وَالْجَاهِلُ يَعِظُ بِالضَّرْبِ وَالْغَضَبِ**۔ "عالم علم اور ادب کے ذریعہ سمجھاتا ہے جبکہ جاہل مار پیٹ اور ناراضگی سے۔"

تیسری قسم:- یہ علم چھلکے کا بھی چھلکا ہے یہ حصہ امراء کو دیا جاتا ہے وہ عدلِ ظاہری اور سیاست ہے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی صفتِ قہر کے مظاہر ہیں، یہ نظامِ دین کی حفاظت کا سبب بنتے ہیں، جس طرح کہ سفید چھلکا اخروٹ کی حفاظت کرتا ہے، ظاہری علماء کا مقام سُرخ اور سخت چھلکے کی مانند ہے اور فقراء، صوفیاء اور عارفین مغز ہیں جو درخت اُگانے کا اصل مقصود ہوتا ہے اس لئے حضور ﷺ کا ارشاد ہے: **عَلَيْكُمْ بِمَجَالِسَةِ الْعُلَمَاءِ وَالسَّمَاعِ كَلَامِ الْحُكَمَاءِ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُحْيِي الْقُلُوبَ**

بِنُورِ الْحِكْمَةِ كَمَا يُحْيِي الْأَرْضَ الْمَيِّتَةَ بِمَاءِ الْمَطَرِ (الْهِشْمِيُّ
 "المجمع" جلد اول صفحہ 1251) ترجمہ! علماء کی مجلسوں میں بیٹھو اور
 حکماء کا کلام سُنو کیونکہ اللہ تعالیٰ نورِ حکمت سے مُردہ دلوں کو زندگی بخشتا ہے
 جس طرح مُردہ زمین کو بارش کا پانی زندہ کر دیتا ہے۔ "ایک اور حدیث
 پاک میں ہے: کَلِمَةُ الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ الْحَكِيمِ أَخَذَهَا حَيْثُ وَ
 جَدَهَا (امام قضاوی "مسند" جلد اول صفحہ 65) ترجمہ! "دانائی کی بات
 عقلمند آدمی کی گویا کہ گمشدہ چیز ہے وہ اسے جہاں ملتی ہے حاصل کر لیتا
 ہے۔"

6- قُرب و معیت :-

لوگوں کی زبانوں پر جاری کلمہ طیبہ لوحِ محفوظ سے نازل
 ہوا ہے، لوحِ محفوظ عالمِ جبروت کے درجات سے ہے، اور جو کلمہ واصلین
 کی زبانوں پر جاری ہے وہ لوحِ اکبر سے بلا واسطہ زبانِ قدرت کے
 ذریعہ قُربت میں نازل ہوا ہے، ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے، اسی
 لئے اہلِ تلقین یعنی مُرشدِ کامل کی تلاش فرض ہے کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان
 مبارک ہے: "علم کا حصول ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔" (سنن
 ابن ماجہ) اس حدیث پاک میں علم سے مراد علمِ معرفت و قُربت ہے باقی
 علوم ظاہرہ کی ضرورت اتنی ہے کہ انسان فرائض کو بجالا سکے کیونکہ دل کی
 زندگی علم ہے اسے ذخیرہ کر لے اور دل کی موت جہالت ہے اس سے

دامن بچالے۔ تیری بہترین مراد تقویٰ ہے اسمیں اور اضافہ کر، میری یہ نصیحت تیرے لئے کافی ہے پس اسے پلے باندھ لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اسمیں ہے کہ بندہ قرب و معیت کا سفر کرے اور درجات یعنی ثواب کی طرف التفات نہ کرے۔

حضرت خواجہ حافظ محمد نظام بخشؒ کا فرمانِ مبارک:-

سلطانُ العارفین حضرت خواجہ حافظ محمد نظام بخشؒ بالاتفاق اولیائے کاملین اپنے وقت کے قُطبِ زمان اور قُطبِ دوران تھے اور بقول سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کہ میرا یہ لڑکا یعنی خواجہ نظام بخشؒ سرکار حضرت خواجہ محبوب الہی سرکار حضرت خواجہ محمد نظام الدین اولیاءؒ کے نقش قدم پر چلے گا۔ آپ سرکارؒ یعنی خواجہ نظام بخشؒ سرکار فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ عبدالرزاقؒ قُطبُ الاقطاب حضرت خواجہ محمد خدایارؒ کے دربار میں مثلِ خواں کا عہدہ رکھتے ہیں جس کی جو حاجت ہو وہ اپنے رجسٹر میں نوٹ فرمالیتے ہیں اور پھر خواجہ پیر محمد خدایارؒ کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں۔

وصال اور عرس مبارک:-

مثلِ خواں خواجہ خدایار پیرؒ حضرت خواجہ عبدالرزاقؒ کا وصال 1966ء میں ہوا۔ آپ سرکارؒ دربارِ عالیہ خانپور قاضیاں شریف میں چھوٹا روضہ مبارک کے مُتصل سلطانُ الاسخیاہ حضرت خواجہ حضور بخشؒ کے پہلو

میں دفن ہوئے، جہاں پر آپ سرکارؐ کا مزارِ اقدس زیارت گاہِ خلّاق ہے
 اور ہر سال لوگوں کی ایک کثیر تعداد آپؐ کے عرس مبارک میں شرکت کرتی
 ہے۔

حق موجود

﴿ نذرانہ عقیدت بحضور نظام الاولیاء ﴾

جس سے ملتا ہے خدا وہ نظام بخش سرکار ہے
جو بھی قدموں میں جھکا اُس کا بیڑا پار ہے

جو بھی چاہے دیدِ مدنی ﷺ یا نظام لب پہ چپ
ان کا بیڑا سوئے طیبہ ہر گھڑی تیار ہے

دُنیا والو آنکھ کھولو ثانی نظام الدینؒ ہے یہ
لاڈلا عیسےؑ سائیں کا ثانی خدا یا رہے

ہے قلندر بے نظیر و بے مثل قطبِ زمان
خواجه اسعدؒ، خواجه سیف الدینؒ کا شاہکار ہے

محبوب محبوب اللہ کا مولا علیؑ کا راز ہے
اور جمال اللہ کے انوار کا چمکار ہے

منگتوں کو نورِ محمد ﷺ کی تجلّی بخش دے
سگ ولی بنتے ہیں یاں یہ نظام کا دربار ہے

ٹھوکروں پہ رکھتے ہیں تاج شہی راج شہی
والی ہو جس کا نظام اُس کو کیا درکار ہے

نسبتِ بابا نظام لا مکان تک لے گئی
ان کے دم سے اب نظامی صاحبِ اسرار ہے
﴿ سگِ نظام فقیر محمد اکبر نظامی ﴾

باب نمبر 16

سُلطانُ العارفین، سلطانُ الکاملین

حضرت خواجہ حافظ محمد نظام بخشؒ

(1329 ہجری تا 1399 ہجری --- عمر 70 سال --- 1909ء تا 1979ء)

آن ثانی خواجہ خدایار، امین فقر خواجہ خدایار، سلطانُ العارفین، سلطانُ السالکین، سلطانُ الواصلین، سلطانُ الفقراء، سلطانُ الذاہدین، سلطانُ المتّقین، سلطانُ الکاملین، سلطانُ الابرار، سلطانُ لاصفیاء، سلطانُ الاخیار، امامِ اولیائے متاخرین، قطبُ الْمُحَقِّقِین، حُجَّتُ الکاملین، قدوۃُ الاقطاب، قطبِ زمان، قطبِ دوران حضرت خواجہ حافظ محمد نظام بخشؒ کانِ فقر، سیدِ الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کے سب سے چھوٹے مگر محبوب فرزند ارجمند اور خلیفہ ہیں۔ آپ سرکار کا سلسلہ طریقت 38 واسطوں سے حضور پاک ﷺ تک جا پہنچتا ہے جبکہ 2 واسطوں سے قطب الاقطاب حضرت خواجہ محمد خدایارؒ اور 3 واسطوں سے حضرت قاضی الحاجات خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ سے جا ملتا ہے۔ آپ تقریباً 1909ء میں پیدا ہوئے۔ ظاہری و باطنی تعلیم و تربیت کی تکمیل کے بعد مسندِ ارشاد پر فائز ہوئے، حضرت خواجہ محمد اسعدؒ نے آپ کی پرورش اور تربیت پر خاص توجہ دی، آپ سرکارؒ حضرت خواجہ حافظ محمد نظام بخشؒ کو

اس طرح عزیز و محبوب رکھتے تھے جس طرح کہ خود (خواجہ محمد اسعدؒ) کو حضرت خواجہ خدایارؒ چاہتے تھے، حضرت خواجہ محمد اسعدؒ فرمایا کرتے تھے کہ دورِ آخر میں میرا یہ لڑکا سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے فقر کا وارث ہوگا اور اسکی نسبت براہِ راست حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری سرکارؒ سے قائم ہوگی اور ایسا ہی ہوا کیونکہ ایک شخص اجیر شریف حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی بارگاہ میں مرشدِ کامل کی تلاش کیلئے معتکف ہوا تو حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے خواب میں فرمایا تمہارا مرشد خانپور قاضیاں شریف میں خواجہ نظام بخشؒ ہے ان کے پاس جاؤ اور بیعت ہو جاؤ اور ان کی بیعت میری بیعت ہے۔ چنانچہ وہ شخص تلاش کرتا ہوا خانپور قاضیاں شریف پہنچ کر آپؒ کی بیعت ہوا اور خواجہ غریب نوازؒ کا فرمان مبارک بھی سنایا۔ حضرت خواجہ نظام بخشؒ اپنے مقامات و درجاتِ عالیہ کو اخفاء میں رکھتے تھے اور اپنی ولایتِ کاملہ کو کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔

حضرت خواجہ حافظ محمد نظام بخشؒ سلطان العارفین کا نکاح قلندرِ وقت حضرت خواجہ محمد فضل حقؒ کی دختر نیک اختر حضرت غلام صغریٰ بی بیؒ سے ہوا، جن سے تین صاحبزادے شیخ المشائخ حضرت خواجہ پیر محمد اقبال حسین مدظلہ، شیخ المشائخ حضرت خواجہ پیر محمد نور حسن مدظلہ، اور حضرت خواجہ پیر میاں محمد امیر عمرؒ (راقم کے بچپن کے دوست) پیدا ہوئے، حضرت خواجہ پیر میاں محمد امیر عمرؒ 1983ء میں ٹرین کے المناک حادثہ میں شہید

ہو گئے، آپؐ کا مزارِ اقدس حضرت خواجہ حافظ محمد نظام بخشؒ کی پابنتی میں زیارت گاہِ خلاق ہے، آپؐ انتہائی بااخلاق، ملنسار اور فقیردوریش جوان تھے، حضرت خواجہ پیر میاں محمد امیر عمرؒ کے ایک صاحبزادہ حضرت خواجہ پیر صاحبزادہ میاں محمد اویس چشتی نظامی صاحب ہیں جو کہ انتہائی خاموش طبع، بااخلاق اور مودب جوان ہیں اور اپنے والد مکرم کے نقش قدم پر ہیں، حضرت خواجہ حافظ نظام بخشؒ صاحب کی ایک صاحبزادی صاحبہ حضرت الطاف بی بی بھی پیدا ہوئیں جن کا نکاح شیخ المشائخ حضرت خواجہ پیرزادہ میاں غلام مرتضیٰ صاحب مدظلہ سے ہوا جو کہ حضرت خواجہ محمد فضل حقؒ کے پوتے ہیں۔

حضرت خواجہ نظام بخشؒ کی علمی کتب کے ذخیرہ کے بارے میں روایت:-

حضرت خواجہ حافظ محمد نظام بخشؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا خاندان قریشی ہاشمی ابتداء ہی سے علم و عرفان کا مرکز چلا آ رہا ہے اور ہمارے اکابرین کی علمی و روحانی خدمات ہر دور میں قابلِ صد تحسین رہی ہیں، چنانچہ اس طرح علمی و عرفانی کتب کا ایک بیش بہا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا جو کہ حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ (سجادہ نشین سوم) تک موجود رہا، مگر علمی کتب کا یہ نادر ذخیرہ اس دور کے چند حاسدین کی نظر ہو گیا۔ حاسدین نے اُسے آگ لگا کر جلا کر رکھ کر دیا، اس عملِ بد کی وجہ سے آنے والے وقتوں کے

لوگ ان بیش بہا مفید علمی و عرفانی کتب کے استفادہ سے محروم ہو گئے اور بعد میں آنے والے مؤرخین بھی ان تاریخی حوالہ جات اور علمی جواہر پاروں سے فیض یاب نہ ہو سکے، حاسدین کو اس عمل بد سے کیا فائدہ ہوا؟ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ کا خاندان روز بروز علمی اور روحانی لحاظ سے ترقی کر رہا ہے۔

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغِ مُقبلاں ہرگز نمیرد

مفہوم: یعنی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں یعنی صالحین کا چراغ قیامت تک روشن رہیگا، چاہے دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے اور جتنے بھی عروج و زوال آتے جاتے رہیں اولیائے کاملین کے چراغ یونہی جلتے رہینگے۔ مقام عبرت ہے کہ جن حاسدین نے اس عظیم علمی کتب کے نادر ذخیرہ کو جلا کر رکھ کر دیا تھا انہیں کونسی عرفانی منازل حاصل ہوئیں ان کے نام بھی صفحہ ہستی سے مٹ گئے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسد کی آگ سے محفوظ رکھے۔ امین، ثم امین۔

حضرت خواجہ نظام بخشؒ بحیثیت راوی روایات و واقعات:-
چونکہ فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ کے خاندان کے متعلق تمام علمی و تاریخی ریکارڈ ضائع ہو چکا ہے لہذا اس عظیم خاندان کے از ابتداء تا حال تمام اجمالی حالات و واقعات کے

مُسْتَد اور مُعْتَبَر راوی حضرت خواجہ حافظ محمد نظام بخشؒ ہیں ان سے تمام روایات شیخ المشائخ حضرت خواجہ فقیر قاضی محمد اکبر چشتی نظامی مدظلہ جو کہ حضرت خواجہ نظام بخشؒ سرکار کے محبوب خلیفہ و مرید ہیں انہوں نے مجلس بہ مجلس یہ تمام روایات قلمبند کیں اور راقم فقیر سے بیان فرمائیں جو کہ اس کتاب کے لکھنے کیلئے بنیاد بنیں۔ حضرت خواجہ نور محمدؒ عرف نور فقیرؒ کی حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ چشتی قادریؒ کو روحانی فیض عطا کرنے والی روایت اور حضرت خواجہ عبدالرزاقؒ کی مثل خواں خواجہ خدایارؒ والی روایات وغیرہ سب حضرت خواجہ نظام بخشؒ کی بیان کردہ ہیں، آپؒ کے روایت کردہ تمام واقعات معتبر، مستند، صحیح اور قابلِ اعتماد ہیں اور کسی بھی شک و شبہ سے بالاتر ہیں کیونکہ حضرت خواجہ نظام بخشؒ اس دورِ آخر کے قطبِ زمان، غوثِ زمان اور قطبِ دوران ہیں، آپؒ کے حقیقی مقام ولایت کو ظاہر کرنا بہت ہی مشکل ہے اور آپؒ کے مقام ولایت کے مراتبِ عالیہ کو کا محققہ بیان بھی نہیں کیا جاسکتا البتہ اشارتاً صرف اتنا عرض ہے کہ کاملین ولایت بھی آپؒ کی بارگاہ میں سنبھل کر آتے تھے اور آتے ہیں آپؒ ان سب کے بھی فریادرس ہیں، آپؒ سرکارِ کامل گر تھے۔ راقم فقیر کے آپؒ سرکارؒ پیر صحبت بھی ہیں، بچپن میں راقم فقیر آپؒ کو بے ربط تقاریر سنا کر بہت محظوظ کرتا تھا اور آپؒ سرکارؒ بھی بے حد لطف و کرم فرماتے تھے۔

محفل سماع کے دوران کیفیاتِ وجد:-

قطب الاقطاب حضرت خواجہ محمد خدایار کو فقر کی جو دولت تین اقطاب و اغواث شہنشاہ ولایت ملتان حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتائی، محبوب اللہ سرکار حضرت خواجہ محمد خدا بخش خیر پوری اور فانی فی اللہ قاضی الحاجات حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوری سے وراثتاً منتقل ہوئی تھی، حضرت سلطان العارفین خواجہ محمد نظام بخش اس خاص نعمت فقر کے امین و مظہر تھے۔ آپ کے روحانی مقامات کی کوئی حد نہیں ہے نہ ہی وہ الفاظ میں بیان ہو سکتے ہیں کیونکہ فہم من فہم یعنی جس نے سمجھا خود ہی سمجھا ہمارا سمجھنا ممکن نہیں ہے کیونکہ آپ سرکار مرتبہ احدیت کے بحر بیکراں میں اسقدر مستغرق اور آگے جا چکے تھے کہ جہاں پر امت محمدیہ ﷺ کے صرف اکابرین کی رسائی ہوئی ہے، مگر یہ حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتائی کی خاص نظر عنایت تھی کہ حضرت خواجہ حافظ نظام بخش کو سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے اعلیٰ مراتب ولایت حاصل ہوئے۔ حضرت خواجہ نظام بخش سرکار بھی حضرت قبلہ حافظ صاحب سے شدید محبت رکھتے تھے اور ان کی ذات میں فناء تھے، آپ کی محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ سرکار نے اپنی رہائش کیلئے دربار شریف حضرت حافظ جمال شریف کے نزدیک ترین ایک مکان انتہائی ہی زیادہ قیمت پر خریدا تاکہ ہر وقت دربار شریف کی حاضری نصیب ہوتی رہے اور جس ادب و

احترام سے آپؐ حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کی زیارت کیلئے جاتے تھے وہ مُریدین و سالکین کیلئے قابلِ تقلید ہے کیونکہ آپؐ سرکارؒ دورانِ زیارت ادب و احترام کا بے مثال مظاہرہ کرتے تھے۔

اس پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے اب آپؐ کے محفلِ سماع کے دوران وجد کی طرف آتے ہیں، آپؐ سرکارؒ پر جب عالمِ باطن سے تجلیات کا نزول ہوتا تھا اور آپؐ سرکارؒ وحدانیت سے نکل کر وحدت میں پہنچتے اور آخر کار احدیت کے سمندر میں مستغرق ہو جاتے یعنی عالمِ مکان سے عالمِ لامکان میں باطنی لحاظ سے منتقل ہو جاتے تھے تو آپؐ کا ظاہری جسم بھی باطنی کیفیات کے زیرِ اثر لطافت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتا تھا اور آپؐ سرکارؒ اپنی نشست سے پرواز کر جاتے اور اپنے شیخِ کریمؒ کے قدموں میں جا کر سر رکھ دیتے تھے، اس سے مراد یہ ہے کہ نفی ذاتِ مہومہ کر کے اثباتِ ذاتِ حق کرتے تھے، دربارِ حضرت حافظؒ جمالِ شریف ہو یا دربارِ خیرپور شریف یا پھر دربارِ خانپور قاضیاں شریف، محفلِ سماع میں آپؐ کے وجد کے دوران تمام اکابرینِ مشائخ ہاتھ باندھ کر وجدانی کیفیاتِ فُرو ہونے تک با ادب کھڑے رہتے تھے، آپؐ کی ان وجدانی کیفیات کے چشمِ دید بے شمار حضرات آج بھی موجود ہیں راقمِ فقیر کو بھی آپؐ کے وجد اچھی طرح سے یاد ہیں۔

حضرت خواجہ نظام بخشؒ نے حضرت خواجہ خیر محمدؒ کے وصال کے

بعد پورے خاندان کا ظاہری باطنی نظام بھی باحسن و خوبی سنبھالا اور اپنے پورے حلقہٴ ولایت کی ذمہ داریاں بھی نبھائیں۔ آپ سرکار کی چشمِ کرم سے بے شمار لوگ درجہٴ تکمیل کو پہنچے اور لاتعداد لوگوں نے جامِ معرفت نوش کئے اور آپؐ کے محفلِ سماع میں وجد کے دوران جن حضرات نے جو بھی دعائیں مانگیں وہ اللہ تعالیٰ نے ان کے صدقہ و وسیلہ سے پوری فرمادیں۔

حضرت خواجہ نظام بخشؒ کے بیان کردہ اسرارِ معرفت:-

1۔ انسان کی وطنِ اصلی کی طرف واپسی:-

انسان کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ جسمانی ۲۔ روحانی

جسمانی انسان عام ہے اور روحانی انسان خاص ہے، روحانی انسان تو احرام باندھے اپنے اصلی وطن کی طرف یعنی قُربِ خداوندی کے حصول کی راہ پر گامزن ہے، جبکہ جسمانی انسان کی واپسی کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ درجات کی طرف رجوع کرے، شریعت و طریقت اور معرفت پر بلا نمود و ریاء عمل پیرا ہو کہ ثواب حاصل کرے کیونکہ درجات یعنی ثواب کے تین طبقے ہیں۔

پہلا طبقہ:- عالمُ الملک میں جنت اور یہ جنت الماویٰ ہے۔

دوسرا طبقہ:- عالمُ المملکوت کی جنت اسے جنت التعمیم کہتے ہیں۔

تیسرا طبقہ:- عالمُ الجبروت کی جنت یہ جنت الفردوس ہے۔

یہ نعمتیں جسمانی کیلئے ہیں ان عوالم تک جسمانی اس وقت

تک نہیں پہنچ سکتی جب تک کہ تین علوم کو حاصل نہ کر لے یعنی علم شریعت، علم طریقت اور علم معرفت جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "الْحِكْمَةُ الْجَامِعَةُ مَعْرِفَةُ الْحَقِّ وَالْعَمَلُ بِهَا مَعْرِفَةُ الْبَاطِنِ"۔ کامل دانائی حق تعالیٰ کی معرفت ہے اور اس کے مطابق عمل پیرا ہونا باطن کی معرفت ہے۔ "اسی طرح حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَاَرْزُقْنَا اِتِّبَاعَهُ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَاَرْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ"۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اول صفحہ 444) ترجمہ! "اے اللہ ہمارے سامنے حق کو واضح فرما اور اس کی پیروی کی توفیق دے اور باطل کو باطل کر کے دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق دے۔" اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے: مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ وَخَالَفَهَا فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ وَتَابَعَهُ (امام سیوطی "الحاوی" جلد دوم صفحہ 238) "جس نے اپنے نفس کو پہچانا اور اسکی مخالفت کی تو اس نے یقیناً اپنے رب کو پہچان لیا اور اسکی فرمانبرداری کی" انسان خاص کا اپنے وطن یعنی قربت کی طرف رجوع اور رسائی علم حقیقت کے ذریعہ ہی ممکن ہے، علم حقیقت عالم لاہوت میں توحید ہے اور دنیا میں اللہ کی یکتائی کا عقیدہ ہے اور یہ مقام سوتے جاگتے عبادت سے حاصل ہوتا ہے بلکہ جسم پر جب نیند طاری ہو جاتی ہے تو دل کو زیادہ فرصت ملتی ہے اور وہ اپنے وطن اصلی کی طرف رجوع کرتا ہے یہ رجوع یا تو کلی طور پر ہوتا ہے یا جزوی طور پر جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اللہ تعالیٰ

قبض کرتا ہے جانوں کو موت کے وقت اور جن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا ان کی روہیں حالتِ نیند میں پھر روک لیتا ہے، ان روہوں کو جن کی موت کا فیصلہ کرتا ہے اور واپس بھیج دیتا ہے دوسری روہوں کو مقررہ میعاد تک، بے شک اسمیں اسکی قدرت کی نشانیاں ہیں ان کیلئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔" (الزمر: 42) اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا: نَوْمُ الْعَالَمِ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ الْجَاهِلِ۔ "عالم کا سونا جاہل کے عبادت کرنے سے بہتر ہے۔" مگر عالم کو یہ شرف صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ عالم کا دل توحید سے زندہ ہو چکا ہو اور اسمائے توحید باطن کی زبان پر بغیر حرف و صوت جاری ہو چکے ہوں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے:

إِنَّ عِلْمَ الْبَاطِنِ هُوَ سِرٌّ مِّنْ سِرِّي أَجْعَلَهُ فِي قَلْبِ عَبْدِي وَلَا يَقِفْ عَلَيْهِ أَحَدٌ غَيْرِي۔ "ترجمہ! بے شک علم باطن میرے رازوں میں سے ایک راز ہے میں نے اس راز کو اپنے بندہ کے دل میں رکھ چھوڑا ہے اس پر میرے سوا کوئی واقف نہیں ہو سکتا۔

انسان کے وجود کا اصل مقصد ہی علمی تفکر ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةٍ سَبْعِينَ سَنَةً (ویلیمی "الفردوس" صفحہ 70) ترجمہ! "ایک پل کا غور و فکر 70 سال کی عبادت سے بہتر ہے۔" یہ علم تفکر علم توحید ہے اسی کی بدولت عارف اپنے مقصود و محبوب تک رسائی حاصل کرتا ہے، عارف اسی علم کے نتیجہ میں

روحانیت کی پرواز کر کے عالمِ قربت تک پہنچتا ہے، پس عارفِ قربت کی طرف محوِ پرواز ہے، جبکہ عابدِ جنت کی طرف پایادہ گا مزن ہے، عارف کے متعلق کسی نے کیا سچ کہا ہے "عُرفاء کے دلوں کی آنکھیں ہوتی ہیں یہ آنکھیں وہ سب کچھ دیکھتی ہیں جو ظاہری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ ان اہل اللہ کے پر ہیں لیکن یہ پرندوں کی طرح پر نہیں ہیں وہ ان پروں کے ساتھ پروردگارِ عالم کی بادشاہی کی طرف محوِ پرواز رہتے ہیں۔" یہ پرواز عرفاء کے باطن میں جاری و ساری ہے، عارف انسانِ حقیقی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب، محرم راز اور اسکی دلہن ہے، جیسا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں: کہ اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی دلہنیں ہیں، دلہنوں کو محرموں کے سوا کوئی نہیں دیکھ سکتا اور اولیائے کرام اللہ تعالیٰ کے حضور حجابِ اُنس میں مستور ہوتے ہیں نہ انہیں کوئی دنیا میں دیکھ پاتا ہے اور نہ ہی آخرت میں، ہاں صرف ایک آنکھ ان کے حق کا مشاہدہ کرتی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی آنکھ۔ جیسا کہ حدیثِ قدسی ہے: **أُولِيَائِي تَحْتَ قَبَائِي لَا يَعْزِفُهُمْ غَيْرِي** "میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں انہیں میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔" یعنی اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی دلہنیں ہیں اور لوگ اللہ تعالیٰ کی ان دلہنوں کی صرف ظاہری شان و شوکت دیکھ سکتے ہیں مگر ان کے مقام کو نہیں پہچان سکتے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ فرماتے ہیں: "ولی اللہ زمین میں اللہ تعالیٰ کی خوشبو ہے جسے صرف صدیق سونگھ سکتے ہیں یہ

خوشبو صد یقوں کے دلوں تک پہنچتی ہے اسی لیے وہ اپنے مولا کی طرف مشتاق رہتے ہیں، تفاوتِ اخلاق کی مطابقت ان کی عبادت بڑھتی ہے اور جوں جوں یہ لوگ عبادت میں بڑھتے ہیں اسی قدر فناء میں بڑھتے جاتے ہیں، کیونکہ فانی جس قدر باقی کا قرب حاصل کرتا ہے اسی قدر فناء ہوتا جاتا ہے۔" (رسالہ الفشیر یہ صفحہ 202)

ولی وہ ہے جو اپنے حال میں فناء ہو اور مشاہدہ حق میں باقی ہو، اسے اپنی ذات پر کوئی اختیار نہ ہو اور نہ ہی اسے غیر خدا کے ساتھ سکون نصیب ہو، ولی وہ ہے جس کی تائید کرامات سے ہو، لیکن یہ مقام اس کی نگاہوں میں فروتر ہو وہ خود افشاء کا ارادہ نہ رکھتا ہو کیونکہ ربوبیت کے راز کو افشاء کرنا کفر ہے۔ جیسا کہ صاحب المرصادؒ نے فرمایا کہ اصحاب کرامات تمام کے تمام پس پردہ ہیں، کرامت مردانِ خدا کیلئے بمنزلہ حیض ہے ہے یعنی جس طرح عورت اپنے حیض کو چھپاتی ہے اس طرح ولی بھی اپنی کرامت کو چھپاتا ہے۔ ولی کیلئے ہزار مقامات ہیں جبکہ پہلا مقام کرامت ہے جو اس سے گزر گیا تمام مقامات کو پانے میں کامیاب ہو گیا۔

2۔ انسان کا پست ترین حالت یعنی اسفل السافلین کی طرف لوٹنا:-

جب اللہ تعالیٰ نے عالمِ لاہوت میں روحِ قدسی کو بہترین اعتدال پر پیدا فرمایا تو چاہا کہ اسے پست ترین حالت کی طرف

لوٹائے تاکہ وہ اُنسیت اور قُربت میں ترقی کرے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:- **فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ (القمر: 55)**" بڑی پسندیدہ جگہ میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے پاس بیٹھے ہونگے۔" پہلے انسان عالمِ لاہوت سے عالمِ جبروت میں آیا اس کے پاس توحید کا بیج تھا اس نے یہاں اپنی نورانیت کا بیج بویا اور رُوحِ قُدسی کو جبروتی لباس پہنایا گیا، اس کے بعد اسے یکے بعد دیگرے عالمِ ملکوت پھر عالمِ الملک کی طرف بھیجا گیا، اسے لباسِ عنصری دیا گیا تاکہ وہ اس عالم کو جلانہ دے، لباسِ عنصری سے مراد جسدِ کثیف ہے، جبروتی لباس کی وجہ سے اسے روحِ سلطانی، ملکوتی لباس کی وجہ سے روحِ سیرانی و روانی اور ملکی لباس کی وجہ سے اسے روحِ جسمانی کہتے ہیں۔ الاسفل کی طرف روحِ قدسی کے رجوع سے مقصود جسم اور دل کے واسطے سے زیادہ درجہ اور قربت کا حصول ہے یہ رُوحِ ارضِ قلب میں توحید کا بیج بوتی ہے اس سے توحید کا درخت اُگتا ہے جس کا تنابطن کی گہرائی میں پیوست ہوتا ہے اور اس درخت پر رضائے خداوندی کے لئے ثمرہ توحید لگتا ہے، اسی طرح شریعت کا بیج جسم کی زمین بوتی ہے جس سے شریعت کا درخت اُگتا ہے اور اس سے ثواب کا پھل حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کو حکم دیا کہ ان اجساد میں داخل ہو جاؤ اور ہر ایک روح کیلئے جسم میں ایک خاص جگہ متعین فرمادی، روح جسمانی

کا مقام خون اور گوشت کی درمیانی جگہ قرار پائی اور روح سیرانی و روانی کو قلب میں رکھا گیا، رُوحِ سُلطانی کو جان میں جبکہ روحِ قدسی کا مقام باطن ٹھہرایا گیا، ہر ایک روح کی مملکت جسم کے اندر دکان ہے ہر ایک سامان تجارت رکھے نفع کما رہا ہے یہ کاروبار ہر قسم کے نقصان کے خدشہ سے پاک ہے، ہر انسان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے وجود کے اندر جاری معاملہ کو سمجھے کیونکہ یہاں جو کچھ وہ حاصل کریگا، وہ اسکی گردن کا نوشتہ ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: وَكُلُّ إِنْسَانٍ لِّزُومَنَّهُ طَائِرَةٌ فِیْ غُنْقِهِ ط (بنی اسرائیل: 13) ترجمہ! "اور ہر انسان کی قسمت کا نوشتہ اسکے گلے میں ہم نے لٹکا رکھا ہے۔"

3۔ اجساد میں روحوں کی دکانیں:-

۱۔ روح جسمانی:- اس روح کی دکان پورا جسم ظاہری اعضاء و جوارح کے ساتھ ہے اس کا سامان تجارت شریعت ہے اور اس کا کاروبار شرک سے بچتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا تُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا۔ "اور نہ شریک کرے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو۔" (الکھف: 110) حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اَنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا الطَّيِّبَ (صحیح مسلم)۔ "اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاک ہی کو قبول فرماتا ہے۔" اسی طرح ایک اور حدیث پاک میں ہے: اِنَّ اللّٰهَ وَتُرَّ

يُحِبُّ الْوَيْتَرَ - "اللہ تعالیٰ وِتر ہے اور وِتر کو پسند فرماتا ہے۔" لفظ وِتر سے مراد نمود و نمائش سے بلند تر ہونا ہے یعنی اللہ تعالیٰ بناوٹ سے پاک ہے اور اعمال میں اخلاص کو پسند فرماتا ہے (یہاں وِتر سے مراد یکتائی ہے)۔

روح جسمانی کا نفع ولایت، مُکاشفہ اور تحت الثریٰ سے آسمان بالاتک پوری کائنات کا مشاہدہ ہے، اس کی مثال کراماتِ کونیہ ہیں جو مراتبِ رہبانیت سے ہے مثلاً پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، طے مکانی، طے زمانی، طے لسانی، دور سے سننا اور باطن میں جھانکنا اور اس قسم کی دوسری کرامات وغیرہ، آخرت میں اس کا نفع جنت، حور و قصور، غلمان، شرابِ طہور، تمام نعمتیں، جنتِ الاولیٰ میں گھر جو جنتِ الماویٰ ہے۔

2۔ روح سیرانی و روانی:- اس روح کی دکانِ قلب ہے،

اس کی متاعِ علمِ طریقت اور اسکا کاروبار اللہ تعالیٰ کے 12 اصولی سماء میں سے پہلے چار اسماء میں مشغول ہونا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا۔ (الاعراف: 180) ترجمہ!

"اور اللہ ہی کے لئے ہیں نام اچھے اچھے، سو پکارو اسے انہی ناموں سے۔"

اور یہ آیت اشارہ کر رہی ہے کہ اسماء مشغول ہونے کا محل ہیں اور یہی علم

باطن ہے، معرفتِ اسمائے توحید کا نتیجہ ہے، جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد

گرامی ہے: اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ اِسْمًا مِّنْ اَحْصَاہَا دَخَلَ

الْجَنَّةَ۔ امام ترمذی (الجامع الاصول، کتاب الدعوات)۔ "بے شک

اللہ تعالیٰ کے 99 نام ہیں جس نے ان کا ورد کیا وہ جنت میں داخل ہوا۔
 حدیث میں لفظ احصاء سے مراد ان اسماء سے مُتَّصِف ہونا ہے
 اور ان اخلاقی خداوندی کو اپنی ذات میں جاری کرنا ہے، یہ 12 مذکورہ اسماء
 (اللہ، ھُو، حیّ، واحد، عزیز، ودود، حق، قہّار، قیّوم،
 وھاب، مہیمن، باسط) اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء کی بنیاد اور اصول ہیں
 جن کے عدد کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے حروف کے برابر ہیں، پس اللہ تعالیٰ
 نے قلوب کی گہرائیوں میں ہر ایک حرف کیلئے ایک اسم کو ثبت فرما دیا ہے،
 ہر ایک عالم کیلئے تین اسماء ہیں، اللہ تعالیٰ انہی اسماء کے ذریعہ محسنین کے
 دلوں کو اثبات بخشتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر اُنسیت کی خاص کیفیت
 نازل فرماتا ہے جسے سکینہ کہا جاتا ہے، اسمیں شجر توحید پروان چڑھتا ہے
 جس کی جڑ ساتویں زمین میں بلکہ تحت الثریٰ میں ہے اور شاخیں ساتویں
 آسمان تک بلند ہیں بلکہ عرش کے اوپر تک پہنچی ہوئی ہیں، جیسا کہ ارشاد
 باری تعالیٰ ہے: كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي
 السَّمَاءِ (ابراہیم: 24) "

ترجمہ! " پاکیزہ درخت کی مانند ہے جس کی جڑیں بڑی مضبوط
 ہیں اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ "روح سیرانی یا روانی کو اس
 کاروبار سے جو نفع ہوتا ہے وہ دل کی زندگی ہے، عالم المملکت کو وہ اپنی
 دل کی آنکھ سے عیاں دیکھتا ہے، جنت کے باغ اُسے دکھائی دینے لگتے

ہیں، اہل جنت، جنت کے انوار اور فرشتے اس کے روبرو ہوتے ہیں اور جب وہ اسمائے باطن کا مشاہدہ کرتا ہے تو اپنی زبان سے باطنی گفتگو کرتا ہے جو بلا حرف و صوت ہوتی ہے اس کا روبرو کی وجہ سے اس کا ٹھکانہ دوسری جنت یعنی جنت النعیم قرار پاتا ہے۔

3۔ رُوحِ سُلْطَانِی:۔ اس روح کی دکان جان ہے اس کا سامان تجارت معرفت اور کاروبار 12 اسماء میں سے درمیانی 4 اسماء کا دل کی زبان سے ورد ہے، جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمٌ بِاللِّسَانِ وَذَالِكَ حُجَّةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلٰی ابْنِ اٰدَمَ وَعِلْمٌ بِالْجَنَانِ فَذَالِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ**۔ "علم کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ علمِ لسانی، ۲۔ علمِ جنانی، علمِ لسانی اللہ تعالیٰ کی ابنِ آدم پر حجت ہے اور علمِ جنانی ہی علمِ نافع ہے۔" کیونکہ علم کے تمام فائدے اس دائرہ میں ہیں۔ حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **اِنَّ لِلْقُرْآنِ ظَهْرًا وَبَطْنًا وَلِبْطْنَةً بَطْنًا اِلَى سَبْعَةِ اَبْطُنٍ** (طبرانی "الکبیر" جلد 10 صفحہ 130) "قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے اور ہر باطن کا پھر ایک باطن ہے یہ سلسلہ سات باطنوں تک دراز ہے۔" ایک اور حدیث پاک ﷺ میں ہے: **اِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ الْقُرْآنَ عَلٰی عَشْرَةِ اَبْطُنٍ فَكُلُّ مَا هُوَ اَبْطُنٌ فَهُوَ اَنْفَعُ وَاَرْبَحُ لِاَنَّهُ مِفْنٌ**۔ "بیشک اللہ تعالیٰ نے قرآن کو دس باطنوں پر نازل فرمایا پس ہر باطن پہلے باطن سے زیادہ نفع بخش اور مفید ہے کیونکہ اس میں

پہلے کی نسبت زیادہ عجائب ہیں۔"

یہ اسماء ان بارہ چشموں کی مانند ہیں جو عصائے موسیٰ کی ضرب سے پھوٹے تھے، علم ظاہری اس پاک پانی کی مانند ہے جو عارضی ہو جبکہ علم باطن چشمہ کے اصلی پانی جیسا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا، علم باطنی، علم ظاہری کی نسبت زیادہ نفع بخش ہے اور علم کا یہ چشمہ ابدی ہے کبھی خشک نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین سے ایک دانا نکالا جو حیواناتِ نفسانیہ کی خوراک ہے جبکہ زمینِ انفس سے ایک دانا پیدا کیا جو ارواحِ روحانیہ کی خوراک ٹھہرا، جبکہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: مَنْ أَخْلَصَ لِلَّهِ تَعَالَى أَرْبَعِينَ صَبَاحًا ظَهَرَ ثَنَابُ الْعِزِّ مِنْ قَلْبِهِ عَلَى لِسَانِهِ (ابونعیم "الحلیہ" ج 5 ص 189) جس نے چالیس صبحیں اللہ کے اخلاص میں کیں تو اللہ نے اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر جاری کر دیے۔" (اس سے صوفیاء کرام چلہ کا تصور اخذ کرتے ہیں)۔

رہا رُوحِ سلطانی کا نفع تو انسان اس سے جمالِ خداوندی کا عکس دیکھتا ہے جیسا کہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے: الْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب) "ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے" پہلے مومن سے مراد بندہ کا دل ہے اور دوسرے سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات ہے، صاحب المرصاد فرماتے ہیں کہ اس طائفہ کا مسکن

تیسری جنت یعنی جنت الفردوس ہے۔

4۔ رُوحِ قُدسی:۔ اس روح کی دکان باطن ہے دکان سے

مراد روح کا جائے مقام ہے جیسا کہ حدیثِ قدسی ہے: **أَلَا نُنَسِّئُ سِرِّي وَأَنَا سِرُّهُ**۔ "انسان میرا راز اور میں اس کا راز ہوں۔" روحِ قدسی کی متاعِ علم الحقیقت ہے جسے علمِ اَلْوَحید کہتے ہیں اور اس کا کاروبار یعنی معاملہ اسمائے توحید کا ورد ہے یعنی آخری چار اسماء کا ورد، مگر یہ وظیفہ ظاہری زبان سے نہیں باطن کی زبان سے بغیر نطق کے کرنا ہوتا ہے، اور اس کی لئے وقت مقرر نہیں بلکہ یہ دائمی ہے، اس کا کاروبار یعنی معاملہ کا فائدہ یہ ہے کہ طفلِ معانی یعنی معرفتِ الہی کا ظہور ہو جاتا ہے اور وہ باطن کی آنکھ سے جلال و جمالِ خداوندی کو روبرو بغیر کسی پردہ کے دیکھتا ہے اور یہ دیدار بلا کیف و کیفیت اور بلا تشبیہ ہوگا جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ**۔ (الشوریٰ: 11) "نہیں ہے اسکی مانند کوئی چیز اور وہی سب کچھ سننے والا دیکھنے والا ہے۔" جب انسان اپنے مقصود کو پالیتا ہے عقلیں سوچنے سے قاصر، دل عالمِ تحیر میں سرگرداں اور زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں حتیٰ کہ صاحبِ مقام خود بھی کوئی خبر نہیں دے سکتا، وہ کہہ بھی تو کیا کہے اللہ تعالیٰ مثال سے پاک ہے یہ مرحلہ فناء الفناء کا ہے جب سالک کی ذات بھی فناء ہو جاتی ہے اور اسے اپنے فناء ہونے کا بھی احساس نہیں رہتا، یہ مقام مرتبہِ احدیّت میں کاملاً استغراق سے حاصل

ہوتا ہے۔

4۔ وَجِدْ اور صفا:۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: تَقْشَعِرُّ مِنْهُ

جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ

ذِكْرِ اللَّهِ (الزمر: 23) ترجمہ: "اور کاپنے لگتے ہیں اس کے پڑھنے سے

بدن ان کے جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے، پھر نرم ہو جاتے ہیں ان

کے بدن اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف۔" اس سے پہلی آیت

کریمہ میں ہے: ترجمہ! "بھلا وہ سعادت مند! کشادہ فرما دیا ہوا اللہ نے جس کا

سینہ اسلام کے لئے تو وہ اپنے رب کے دئے ہوئے نور پر ہے، پس

ہلاکت ہے ان سخت دلوں کے لئے جو ذکر خدا سے متاثر نہیں ہوتے

۔" (الزمر: 22) جیسا کہ ارشاد ہے: جَذْبَةٌ مِّنْ جَذَبَاتِ الْحَقِّ

تُؤَاوِي عَمَلَ الثَّقَلَيْنِ (عجلونی "الکشف" ج 1 ص 397) ترجمہ! "حق

تعالیٰ کے عشق کا جذبہ جن و انس کے عمل کے برابر ہے۔" حضرت علی

المرتضیٰ کا ارشاد مبارک ہے: "جس میں وجد نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔" سید

الطائفہ حضرت جنید البغدادیؒ فرماتے ہیں: وجد سے مراد باطن میں

اچانک اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایک ایسی کیفیت کا پیدا ہو جانا ہے جو

سرور یا غم کا وارث بنا دے۔ وجد کی دو قسمیں ہیں

۱۔ جسمانی نفسانی وجد۔ ۲۔ روحانی رحمانی وجد۔

1۔ جسمانی وجد:۔ نفسانی وجد یہ ہے کہ انسان اپنے اوپر

بتکلف وجد جیسی کیفیت طاری کر لے لیکن کوئی ایسا جذبہ کارفرمانہ ہو جس کا تعلق غلبہٴ حال اور روحانیت سے ہو، یہ وجد محض نمود و نمائش اور شہرت کے جذبہ سے کیا جاتا ہے وجد کی یہ صورت باطل ہے کیونکہ اس میں انسان بے اختیار نہیں ہوتا اور نہ اسکی قوت سلب ہوتی ہے ایسے وجد کی موافقت جائز نہیں ہے۔

2۔ روحانی رحمانی وجد: اس صورت میں عشق کی قوت کارفرما ہوتی ہے مثلاً کوئی شخص خوش الحانی سے قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے یا کوئی موزوں شعر پڑھتا ہے یا پھر کوئی پرتا شیر ذکر کرتا ہے تو دل پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ جسم پر سے اختیار اٹھ جاتا ہے یہ وجد روحانی اور رحمانی ہے ایسے وجد میں موافقت مستحب ہے۔ اسی طرح عشاق اور پرندوں کی آواز اور گانوں کی خوش کن "لے" روح کی قوت کا موجب بنتی ہو تو شیطان اور نفس ایسے وجد میں دخل اندازی نہیں کر سکتے کیونکہ شیطان ظلمانیت اور نفسانیت میں تصرف کرتا ہے، نورانیت اور روحانیت میں اس کا تصرف ممکن نہیں ہے کیونکہ نورانیت اور روحانیت سے وہ اس طرح پگھل جاتا ہے جس طرح نمک پانی میں۔ حدیث پاک ﷺ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ آیاتِ کریمہ کی تلاوت، حکمت، محبت، اور عشق پر مبنی اشعار اور غم بھری آوزیں روح کیلئے نورانی قوت ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ نور نور سے ملے، یہاں نور سے

مراد روح ہے، مگر جب وجد شیطانی اور نفسانی ہو تو اسمیں نورانیت نہیں ہوتی بلکہ اسمیں تاریکی اور کفر ہوتا ہے، تاریکی، ظلمانی یعنی نفس کو پہنچتی ہے اور اسکی سرکشی میں اضافہ کرتی ہے، اس وجد میں روح کیلئے کوئی قوت نہیں ہوتی۔ حرکات وجد کی دو صورتیں ہیں: ایک اختیاری اور دوسری اضطراری، پہلی صورت اختیاری حرکات کی ہے اس کی مثال ایک تندرست و توانا آدمی کی حرکت جیسی ہے جسے نہ کوئی درد ہو اور نہ کوئی بیماری، یہ حرکات غیر مشروع ہیں، وجد میں جب روحانی حرکات غالب ہوں تو ایسا وجد حقیقی اور روحانی ہوتا ہے۔ وجد اور سماع ایک ایسا آلہ ہیں جو جسم میں حرکت پیدا کر دیتے ہیں جس طرح عشاق اور عارفوں کے دلوں میں جذبات امنڈ آتے ہیں، وجد اہل محبت کی غذا ہے اور طالبین کی قوت کا سبب ہے۔ ایک قول کے مطابق سماع کچھ لوگوں کیلئے فرض اور کچھ لوگوں کیلئے سنت اور کچھ لوگوں کیلئے بدعت ہے، خواص کیلئے فرض، اہل محبت کے لئے سنت اور عافلوں کیلئے بدعت ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سر پر پرندے ٹھہر جاتے تھے کہ آپ کی آواز سن سکیں۔

حرکت وجد کی 10 صورتیں ہیں بعض جلی ہیں جن کا اثر حرکات میں ظاہر ہوتا ہے اور بعض خفی ہیں کہ ان کا اثر جسم میں ظاہر نہیں ہوتا مثلاً دل ذکر الہی کی طرف مائل ہو جاتا ہے، آدمی خوبصورت آواز میں قرآن کریم کی تلاوت کرنے لگتا ہے اور غم و الم کا اظہار کرتا ہے، خوف و حزن

سے کانپ اٹھتا ہے۔ جب اللہ کا ذکر ہو رہا ہو تاؤسف اور حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ باطن و ظاہر میں تجرد، نصرت اور تغیر ظاہر ہوتا ہے، طلب، شوق، اور سوز و گداز وجد ہی کی صورتیں ہیں۔

وجد، وجود اور تو اوجد :- وجد اور وجود دو مصدر ہیں ایک کا مطلب ہے غم اور دوسرے کا معنی ہے پالینا۔ لیکن فاعل دونوں کا ایک جیسا ہے یعنی "واجد" اس لئے ان کے درمیان فرق کو سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے، وجد اور وجود کے دو حال مراد ہیں: اول حالت نایافت یعنی غم دوم: حالت یافت یعنی وصال۔ حالت غم جدائی کی وجہ سے طاری ہوتی ہے اور حالت یافت وصال کے وقت۔ کیفیت وجد کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا، وجد کا بیان کرنا اسلئے مشکل ہے کہ یہ وہ الم اور غم ہے جو کہ حالت وصل میں طاری ہوتا ہے کسی نے خوب کہا ہے: کہ "الم کو قلم سے بیان نہیں کیا جاسکتا۔" پس وجد ایک راز ہے طالب اور مطلوب کے درمیان جس کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اس طرح یا اس طرح ہے کیونکہ یہ ایک حالت خوشی و فرحت ہوتی ہے جو مشاہدہ حق کے وقت پیدا ہوتی ہے اور اس طرب یعنی حالت انبساط کو طلب یعنی جدائی میں محسوس نہیں کیا جاسکتا، پس وجود وصال محبوب کا فضل ہے محبت پر، جس کا الفاظ میں بیان کرنا ناممکن ہے۔

تو اوجد سے مراد تکلف اور کوشش سے وجد کا لانا ہے یعنی حق تعالیٰ

کی نوازشات و انعامات کی یاد کر کے۔ حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ "جس نے کسی قوم کی مشابہت کی اسی کا ہوا۔" نیز آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تم قرآن پڑھو تو گریہ کرو، گریہ نہ آئے تو کوشش سے گریہ کرو" اس حدیث کے مطابق کوشش کر کے وجد کرنا جائز ہے کیونکہ ان حرکات اور رسوم کے ذریعہ سالکین اور طالبین مشائخ عظام کے بلند درجات اور مقامات کے طلبگار ہوتے ہیں۔

آج کے اس دورِ پُرفتن میں اصل تو خال خال ہی نظر آتی ہے اور اگر کوئی اصل کی نقل بھی اُتار رہا ہو اور وہ ایسا چونکہ تقلیدِ صوفیاء میں کر رہا ہوتا ہے لہذا اس کا یہ فعل بھی قابلِ احترام ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان صوفیاء کی نقل کی برکت سے اصلی وجد بھی عطا فرمادے آمین۔

وصال اور عرس مبارک:-

سلطانُ العارفین حضرت خواجہ حافظ محمد نظام بخشؒ کا وصال 18 جمادی الاول 1399ھ ہجری بمطابق 16 اپریل 1979ء 70 سال کی عمر میں ہوا، آپ سرکارؒ کا عرس مبارک ہر سال 18، 19، 20 جمادی الاول کو دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف پر منعقد ہوتا ہے جسمیں ملک اور بیرون ملک سے زائرین کی ایک کثیر تعداد شرکت کر کے آپؒ کے باطنی فیوضات و برکات اور انوارات سے مستفیض ہوتی ہے۔ آپؒ کا مزار اقدس بڑے روضہ مبارک کے ساتھ مغربی جانب زیارت گاہ خلّاق ہے۔ آپ سرکارؒ آج بھی حیاتِ ظاہری کی طرح سالکین، طالبین اور سالکین میں

اپنے فیض و کرم کی خیرات بانٹ رہے ہیں اور ہر ایک اپنی استعداد اور طرف کے مطابق مستفید ہو رہا ہے۔

اجمیر شریف کے سجادہ نشین کی آمد:-

سلطان العارفین حضرت خواجہ محمد نظام بخشؒ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری سرکارؒ کے سجادہ نشین خانپور قاضیاں شریف تعزیت کیلئے تشریف لائے تو فرمایا کہ "میں آپ لوگوں سے اس چیز پر تعزیت کرنے آیا ہوں کہ حضرت خواجہ نظام بخش سرکارؒ سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی "فقر کی گھڑی" اپنے ساتھ لے گئے ہیں، آپ اس دورِ آخر میں سلسلہ چشتیہ کے نقیب تھے اور اپنے وقت کے قطبِ زمان اور قطبِ دوران تھے۔" حضرت خواجہ نظام بخشؒ کے دونوں صاحبزادگان یعنی سید الاولیاء کان فقر حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کے پوتے محترم جناب حضرت خواجہ پیر محمد اقبال حسین صاحب مدظلہ اور جناب حضرت خواجہ پیر نور حسن صاحب مدظلہ عالم باعمل، صوفی باصفا، فقیر درویش، اسلاف کی نشانی، اور اس زمانہ کے اولیاء اللہ ہیں، اپنے والد محترم حضرت خواجہ نظام بخشؒ کے نقش قدم پر رواں دواں ہیں اور سالکین و طالبین کی رشد و ہدایت کا کام باحسن و خوبی سرانجام دے رہے ہیں، دونوں صاحبزادگان کی آگے اولاد پاک بھی نیک سیرت اور نیک خو ہے ان میں سب سے زیادہ نمایاں نظامی ہستی حضرت خواجہ صاحبزادہ قاضی غلام سیف الدین نظامی صاحب کی ہے۔

باب نمبر 17

قُدْوَةُ السَّالِكِينَ، زُبْدَةُ الْوَاصِلِينَ، قَلَنْدَرِ وَقْتُ

حضرت خواجہ محمد فضل حقؒ

(1317 ہجری تا 1402 ہجری --- عمر 85 سال --- 1896ء تا 1981ء)

آن قَلَنْدَرِ وَقْتُ، قُدْوَةُ السَّالِكِينَ، زُبْدَةُ الْوَاصِلِينَ، سَيِّدُ الصَّالِحِينَ،
 عِمْدَةُ الْكَامِلِينَ، بَرَهَانُ الْوَاصِلِينَ، زَاهِدٌ مُتَمَكِّنٌ، سَرَاخُ الْكَامِلِينَ، تَابِعُ الْوَاصِلِينَ،
 حُجَّتُ الْكَامِلِينَ، سَيِّدُ الْمُتَّقِينَ، سَيِّدُ الْمَشَائِخِ وَالْفُقَرَاءِ، قُطْبُ زَمَانِ حَضْرَتِ
 خَوَاجَةِ مُحَمَّدِ فَضْلِ حَقِّ جَمَالِ الْأَوْلِيَاءِ حَضْرَتِ خَوَاجَةِ مُحَمَّدِ اجْمَلؒ کے دوسرے فرزند
 ارجمند ہیں، آپ سرکارؒ نے خرقہ فقر و ارادت قَلَنْدَرِ زَمَانِ حَضْرَتِ خَوَاجَةِ مُحَمَّدِ
 رَجِيمِ بَخْشؒ سے حاصل کیا، آپؒ کا سلسلہ طریقت 38 واسطوں سے حضور
 پاک ﷺ تک جا پہنچتا ہے جبکہ 2 واسطوں سے قُطْبُ الْاَقْطَابِ حَضْرَتِ
 خَوَاجَةِ مُحَمَّدِ خُدَايَاؒ اور 3 واسطوں سے فانی فی اللہ باقی باللہ حَضْرَتِ خَوَاجَةِ قَاضِي
 مُحَمَّدِ عِیْسٰی خانپوریؒ سے جاملتا ہے، طریقت میں آن سرکارؒ کا مقام بہت بلند
 ہے، آپؒ اپنے وقت کے مردِ قَلَنْدَرِ اور قَلَنْدَرِ وَقْتُ تھے۔ نسبتِ اویسیہ کے
 ذریعہ قَلَنْدَرِ زَمَانِ حَضْرَتِ خَوَاجَةِ مُحَمَّدِ رَجِيمِ بَخْشؒ نے آپؒ کی روحانی
 تربیت بھی کی اور فقر و درویشی کی لازوال نعمت عطا کی۔

حضرت خواجہ محمد فضل حقؒ تقریباً 1317 ہجری بمطابق 1896ء

ء میں پیدا ہوئے، ظاہری باطنی تعلیم و تربیت کی تکمیل کے بعد مسندِ ارشاد پر فائز ہو کر ہزاروں گم گشتگانِ راہ کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔ آپ سرکارِ کی ذرا سی روحانی توجہ سے سالکین و طالبین کے دلوں کے زنگ اتر جاتے تھے اور وہ راہِ حق کے جویاں ہوتے تھے، آپ اپنے وقت کے عابدِ کامل زاہدِ کامل اور کاملِ درویش فقیر تھے بلکہ کاملِ گریخت تھے، زہد و اتقاء کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، آخر عمر میں بھی نوافل کھڑے ہو کر ادا فرماتے تھے۔ راقمِ فقیر کے پیر صحبت بھی ہیں، اور بچپن میں بے حد شفقت و کرم فرماتے تھے، قلندرِ وقت حضرت خواجہ محمد فضل حق کا نکاح حضرت خواجہ غلام دستگیر کی دختر نیک اختر حضرت بی بی حبیب خاتون صاحبہ سے ہوا، جن سے چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں، پہلی حضرت صغریٰ بی بی جن کا نکاح حضرت خواجہ نظام بخش سے ہوا، دوسری حضرت خورشید بی بی ان کا نکاح حضرت خواجہ منشی غلام حسن شہید، خلیفہ حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانوی کے سجادہ نشین حضرت خواجہ مخدوم منظور احمد سے ہوا جو کہ اپنے وقت کے ولی اللہ تھے، تیسری صاحبزادی حضرت عصمت بی بی صاحبہ کا نکاح دربار حضرت حافظ جمال شریف کے مخدوم حضرت خواجہ مخدوم ظہور احمد سے ہوا، جبکہ چوتھی صاحبزادی حضرت کنیز بی بی صاحبہ کا نکاح دربار عالیہ مخدوم رشید (مضافاتِ ملتان شریف) کے حضرت خواجہ پیر محمد امیر شاہ صاحب مدظلہ سے ہوا، جبکہ ایک فرزند ارجمند شیخ المشائخ حضرت خواجہ پیر قاضی محمد

حسن چشتی نظامی مدظلہ پیدا ہوئے جو کہ بالکل اپنے والد محترم کے مظہر و نمونہ ہیں، حضرت خواجہ پیر قاضی محمد حسن چشتی نظامی مدظلہ سالکین و طالبین کی تربیت میں مہارت تامہ رکھتے ہیں، عالم باعمل، قاری قرآن، عمدۃ العابدین والراہدین، فقیر کامل اور ہمارے زمانہ کے ولی اللہ ہیں، راقم فقیر کے بچپن کے قرأت کے استاد بھی ہیں، مدرسہ انوار العلوم ملتان شریف میں بھی بحیثیت مدرس کے فرائض سرانجام دے چکے ہیں، ساری زندگی نیکی، پاکیزگی اور تقویٰ و طہارت میں بسر کی ہے، اور آگے آپ سرکار کی اولاد بھی نیک، عالم باعمل اور مؤدب ہے۔

حضرت خواجہ محمد فضل حق کا روحانی مقام:-

قلندرِ وقت حضرت خواجہ محمد فضل حقؒ بحرِ توحید کے غواص اور مستغرق فی بحر الشہود تھے، قلندرِ زمان حضرت خواجہ محمد رحیم بخشؒ کے بعد مشرب قلندری کے آپؒ سرخیل تھے، ذاتِ حق میں آپؒ کی پرواز کامل تھی، آپؒ کا مقام ولایت بھی مقامِ جامعیت پر مشتمل تھا۔ جیسا کہ نہ اسماء و صفاتِ ذاتِ حق کی کوئی حد ہے اور نہ ہی سالکین و طالبین ذاتِ حق کے ذوق و شوق کی کوئی حد ہے، آپ سرکارؒ کا ذاتِ حق میں استغراق بھی کامل تھا، بظاہر لوگوں میں شامل رہتے تھے مگر باطن ذاتِ حق کے ساتھ شامل رہتے تھے یعنی ہتھ کارِ دل اور دلِ یارِ دل والا معاملہ ہوتا تھا، حضرت خواجہ محمد فضل حقؒ کا وجودِ سعید بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ذکر "ہُو" میں مست

رہتا تھا، اپنے وقت میں واصلین و سالکین کیلئے مینارہ نور تھے اور آپ سرکارؐ کی ذات باطنی انوارات و اسرار و معارف کا معدن و مصدر و منبع تھی اور آج بھی ہے۔

حضرت خواجہ محمد فضل حقؒ کے بیان کردہ اسرار طریقت:-

1- تصوف:- تصوف اپنے اجزائے ترکیبی میں اخلاق

صافیہ، معرفت حق یا سلوک کی راہوں کا مکاشفہ، مشاہدہ تجلیات اور جذبات کے ذریعہ اللہ تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہے، یہ علم شریعت سے خروج نہیں اور نہ محرمات میں غفلت برتنے سے عبارت ہے بلکہ شریعت ہی کا عطیہ اور ثمرہ ہے۔ تصوف شریعت کے اوامر کی پابندی کا نام ہے، یہ شریعت کے حلال و حرام کی پابندی کو بنیاد یقین کرتا ہے مگر کھوکھلی پابندی کا قائل نہیں بلکہ اس میں ایک خاص جذبے کا قائل ہے، تصوف شریعت کی گویا روح ہے جب سینہ تصوف سے جگمگا اٹھتا ہے تو انسان کے عمل سے اخلاص کی روشنی پھوٹے لگتی ہے اس طرح اسکے دل میں عشق الہی رچ بس جاتا ہے اور وہ اپنے وطن اصلی کو لوٹنے کیلئے بے قرار نظر آتا ہے، قرب کی ان منزلوں پر چلتے ہوئے اسے وجد کی کئی صورتوں سے واسطہ پڑتا ہے، خوف و رجاء کے اسلحہ سے لیس انسان اللہ تعالیٰ کا ہو کر رہ جاتا ہے اور مخلوق سے ناٹھ توڑ لیتا ہے دنیا اس کی نظروں میں حقیر ہو جاتی ہے، تقویٰ و پرہیزگاری اس کی پہچان بن جاتی ہے پس انسان اُنس کا ذائقہ چکھ

لیتا ہے، معرفتِ حق سے دلشاد ہو جاتا ہے اور فناء کے سمندر میں غرق ہو جاتا ہے۔

2۔ ہر دور میں علمائے محققین نے تصوفِ حقیقی کی روشنی کا ادراک کیا ہے جھوٹ کیا ہے اور سچ کیا ہے انہوں نے خوب جانچ پڑتال کی ہے، انکا نتیجہ فکر مدح و ستائش کی صورت میں آج بھی ہمارے سامنے ہے ان میں سے صرف چند محققین کی آراء ذیل میں درج ہیں۔

i۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ: حضرت امام احمد بن حنبلؒ جو کہ فقہ کے چوتھے امام ہیں کے صاحبزادے حضرت ابو حمزہ بغدادیؒ کی تربیت میں تھے تو ان دنوں حضرتؒ نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی "بیٹے ان لوگوں کی صحبت ضرور اٹھائیے، یہ لوگ علم، مراقبہ، خشیت زہد اور علو ہمت میں ہم سے آگے ہیں۔" صوفیاء کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: "میرے علم میں ان سے بہتر کوئی نہیں، عرض کی گئی حضور! یہ لوگ سماع کے قائل ہیں وجد میں آ جاتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا جانے دیجئے ایک ساعت انہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش ہو لینے دو۔ (تنویر القلوب: ص 437)

ii۔ حضرت امام مالکؒ: جو کہ فقہ کے دوسرے بڑے امام ہیں، فرماتے ہیں "جو ظاہری علوم سیکھتا رہا اور تصوف کی راہ اختیار نہ کی فاسق ہوا اور جو تصوف کی کٹھن راہوں پر علم ظاہری کی روشنی کے بغیر

چل دیا کفر والحاد کا شکار ہوا اور جس نے دونوں یعنی علم ظاہری اور علم باطنی یعنی تصوف کو یکجا کر لیا منزل مقصود تک پہنچ گیا۔" (شرح عین العلم ص: 33)

iii۔ امام عز الدین بن عبدالسلامؒ :- "صوفیاء میں سے کئی لوگوں نے اپنے فکر و عمل کی بنیاد شریعت مطہرہ پر رکھی جسے نہ دنیا منہدم کر سکتی ہے اور نہ آخرت۔ مگر دوسرے صرف رسوم کے پرستار رہے اور جو چیز صوفیائے کرام کی کامیابی کی دلیل ہے وہ ان کے ہاتھوں صادر ہونے والی کرامات اور خوارق ہیں، درحقیقت کرامت قربت حق کی اور رضائے حق تعالیٰ کی فرع ہے، اگر اللہ تعالیٰ علم بغیر عمل سے راضی ہوتے تو پھر ظاہر بین علماء بھی صاحب کرامت اور خوارق ہوتے لیکن ایسا ہرگز نہیں۔" (ردود علی شبہات السلفیہ ص: 13)

iv۔ تاج الدین سبکیؒ :- "صوفیاء کرام کے بارے میں بہت زیادہ بے ہودہ باتیں کی گئی ہیں مگر یہ باتیں جہالت کا نتیجہ ہیں، درحقیقت لوگ ان کے نظریات اور مقام سے واقف نہیں، ان کے ظاہری احوال حقیقت تک رسائی سے مانع ہیں، شیخ ابو محمد جوینیؒ فرماتے ہیں کہ ان کے بارے میں توقف صحیح نہیں کیونکہ انکی کوئی حتمی تعریف نہیں کی جاسکتی، پھر شیخ ابو محمد جوینیؒ تصوف کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں: حاصل کلام یہ ہے کہ صوفیاء اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ

نے چن لیا ہے ان کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی توقع کی جاسکتی ہے
انکی دعاؤں سے نزولِ بارش کے امکانات بڑھ جاتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں
کہ اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔"

۷۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ:۔ "میرا مؤقف صوفیاء کے
بارے میں بھی وہی ہے جو فقہاء کے بارے میں ہے جس نے کتاب و
سنت اور سلف صالحین کی پیروی کی وہ نجات پا جائیگا، اور عند اللہ
کامیاب ٹھہریگا اور جو قرآن و سنت اور سلف صالحین کے طریقے سے
اعراض برتے گا خائب و خاسر ہوگا۔" ابن تیمیہؒ ان لوگوں کو مرفوع القلم
گردانتے ہیں جو مقامِ سکر میں ہوتے ہیں کیونکہ وہ تمیز کی قوت کھو بیٹھتے
ہیں مگر ان کے دل میں ایمان کی حلاوت موجود رہتی ہے، ان کی مثال
شراب کے نشہ میں دھت انسان کی ہے جو عقل و خرد کی قوت سے عاری
ہو جاتا ہے، یا تصویر کا عاشق کہ یہ عشق اسے پاگل بنا دیتا ہے، اسی طرح
صوفی خوف و رجاء کے احوال کے طاری ہونے سے فناء کا مقام حاصل
کر لیتا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ج 10 ص 486-516)

3۔ مراتب وجودِ احدیت:۔ اس سے مراد مخلوق کو چھوڑ کر
اللہ تعالیٰ کی ذاتِ یکتا ہے، مرتبہِ احدیت میں نہ ذات تھی اور نہ ہی صفات
، مگر ذات بالقوت مرتبہِ احدیت میں موجود تھی جو کہ بعد ازاں وحدت میں
ظاہر ہوئی اور یہی تعینِ اول ہے اور حقیقتِ محمدیہ ﷺ کے نام سے موسوم

ہے، پھر وحدت سے وحدانیت ظاہر ہوئی جس سے مراد صفات ذات حق ہیں جو کہ حقیقتِ انسانی کے نام سے منسوب ہے اور یہ تمام درجات قدیم ہیں مخلوق نہیں ہیں، اسکے بعد ارواح، اجسام اور حضرت انسان کا وجود ظاہر ہوا، ان تمام مراتب وجود کی سیر کو معرفتِ الہی کہتے ہیں کہ انسان اپنی حقیقت کو سمجھے اور دیکھے کہ کہاں سے شروع ہوا اور کہاں تک پہنچا ہے اور نفسِ امارہ کے ہاتھوں کھلونا بنا ہوا ہے حالانکہ اس کا اپنا مقام کتنا بلند ہے، یہ جوہر حقیقت ہر انسان میں موجود ہے مرشدِ کامل کا مقصد اسے چکانا اور اسکی حقیقت کو سالک پر آشکارا کرنا ہے۔

4۔ بصیرت :- یہ وہ قوت ہے جو اولیاء اللہ کے قلوب سے پھوٹی ہے اور نورِ قدس سے منور ہوتی ہے اس سے انسان اشیاء کی حقیقت اور ان کے باطن کو دیکھتا ہے اسے قوتِ قدسیہ بھی کہتے ہیں۔

5۔ تجرید :- اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنا واجب ہے انسان کا اپنے دل کو اغراضِ دنیا اور حال و مستقبل کے مصلحتوں سے پاک کر لینا تجرید ہے۔

6۔ تجلّی :- اس سے مراد وہ انوارِ الہی ہیں جو بندہ کے قلب پر اس کی قابلیت و صلاحیت کے مطابق وارد ہوتے ہیں، اور جن کی بدولت وہ حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے لیکن مشاہدہ اور رویت یعنی آنکھ سے دیکھنا کے درمیان فرق ہے، مشاہدہ کی حالت میں اگر وہ چاہیں تو مشاہدہ

کرتے ہیں نہ چاہیں تو مشاہدہ نہیں کرتے، لیکن رویت یہ ہے کہ اہل بہشت اگر دیکھنا چاہیں یا نہ دیکھنا چاہیں رویت جاری رہتی ہے، بالفاظ دیگر تجلی کیلئے حجاب روا ہو سکتا ہے رویت کیلئے کبھی حجاب نہیں ہوتا۔

7۔ العالم :- خداوند تعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا ہے اس

کو عالم کہا جاتا ہے، کہتے ہیں کہ 18 ہزار یا 50 ہزار جہاں ہیں، اہل فلسفہ کی اصطلاح کے مطابق دو جہاں ہیں ایک عالم علوی اور ایک عالم سفلی، علمائے متکلمین کا کہنا ہے کہ عرش سے تحت الثریٰ تک جو کچھ موجود ہے عالم ہے، اہل طریقت کے نزدیک عالم ارواح اور عالم نفوس دو جہاں بھی مذکور ہیں ان کی مراد وہ نہیں جو اہل فلسفہ کی ہے لیکن ان کی مراد ہے ارواح و نفوس کا اجتماع جیسا کہ انسان ہے۔

8۔ خطرات :- تفرقہ کی باتیں جو دل پر گزریں یعنی عالم

مجاز میں بندہ اور مولا کے درمیان امور و معاملات وغیرہ۔

9۔ ملجاء :- حصول مراد کی جگہ۔

10۔ منجاء :- آفت کی باتوں سے بچ جانے کا مقام۔

11۔ لوائح :- انوار الہی کی جلوہ گری جو کہ آنافاناً ہوا سمیں

ٹھہراؤ نہ ہو۔

12۔ لوامع :- انوار الہی کی جلوہ گری جس میں کچھ ٹھہراؤ

ہوا اور ثبات ہو۔

13۔ لطائف :- اُن حقائق و معارف کا دل پر منکشف ہونا جو الفاظ کے ذریعہ سمجھ میں نہ آسکیں۔

14۔ سر :- عشق و محبت الہی کے راز و نیاز کا چھپانا۔

15۔ اشارات :- واضح الفاظ کے بغیر مطالب بیان کرنا۔

16۔ واردات :- یعنی اسرار و معارف کا قلب پر نزول ہونا

17۔ قدیم :- وہ ہستی جو ازل سے ابد تک موجود ہے اور یہ لفظ سوائے ذات حق تعالیٰ کے اور کسی پر صادق نہیں آتا۔

18۔ ازل :- وہ جس کی ابتداء نہ ہو۔

19۔ ابد :- جس کی کوئی انتہا نہ ہو۔

20۔ ذات :- کسی چیز کی ہستی یا حقیقت کو لفظ ذات سے موسوم کیا جاتا ہے۔

21۔ صفت :- جو موصوف نہ ہو سکے کیونکہ وہ خود بخود قائم نہیں، صفت اور موصوف لازم ملزوم ہیں۔

22۔ نفی :- جو قابل نفی اشیاء کے عدم یعنی نہ ہونے کو ظاہر کرے۔

23۔ اثبات :- جو قابل اثبات اشیاء کے وجود کو ظاہر کرے۔

24۔ جوہر :- ہر چیز کی اصلیت جو بذات خود قائم ہو۔

25۔ عرض :- جو جوہر سے قائم ہو اپنی ذات سے قائم نہ ہو

26۔ جسم :- جو اجزاء پر اگندہ سے مرکب ہو۔

27۔ امتحان :- امتحان سے مشائخ عظام کی مراد ہے حق

تعالیٰ کی طرف سے اولیاء کی آزمائش کی خاطر ان کو مختلف اوہام و مصائب میں مبتلا کرنا مثلاً خوف، غم، قبض اور ہیبت وغیرہ۔

28۔ بلا :- اسی طرح بلا یعنی آفات میں اولیاء اللہ کو

مبتلا کیا جاتا ہے مثلاً مصیبت، مرض اور غم وغیرہ اور جس قدر تکلیف زیادہ ہوتی ہے قرب حق زیادہ حاصل ہوتا ہے اس وجہ سے بلا لباس زینت ہے اولیاء اللہ کیلئے، آرام گاہ ہے اہل صفاء کیلئے اور غذا ہے انبیاء کیلئے۔

29۔ شرب :- صوفیا کرام کی اصطلاح میں حلاوت،

طاعت، لذت کرامت اور راحت اُنس کو شرب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور عارف کیلئے حق تعالیٰ کی معرفت کی لذت یعنی شرب ضروری ہے۔

30۔ ذوق :- ذوق بھی شرب کی مانند ہے لیکن شرب بلا

ذوق میں فرق یہ ہے کہ شرب صرف راحت کی حالت میں استعمال ہوتا ہے اور ذوق رنج و راحت دونوں کیلئے یعنی شربت وصل اور شربت ہجر۔

31۔ طریقت :- سالکین و طالبین کی راہ جو انہیں اصل

بحق کرتی ہے مثلاً منازل سلوک کا طے کرنا اور مقامات میں ترقی کرنا وغیرہ۔

32۔ طفلِ معانی :- عالمِ لاہوت میں روح کی پہلی صورت

جس صورت پر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا اسے انسانِ حقیقی بھی کہتے ہیں۔

33۔ عالمِ اصلی :- وہ عالم جس میں اللہ تعالیٰ نے نور

محمدی ﷺ سے تمام ارواح کو پیدا فرمایا اسے عالمِ لاہوت بھی کہتے ہیں۔

34۔ عالمِ جبروت :- عالمِ لاہوت سے ارواح جس دوسرے

عالم کی طرف اتریں اس دوسرے عالم کو عالمِ جبروت کہتے ہیں، عالمِ جبروت دو عالموں عالمِ لاہوت اور عالمِ ملکوت کے درمیان واقع ہے، عالمِ جبروت کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں احکامِ خداوندی کی مطابق امور سرانجام پاتے ہیں۔

35۔ عالمِ حقیقت :- یہ عالم لاہوت میں انبیاء و اولیاء کا مقام ہے اس کی تشریح میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد محلّ وصال ہے جہاں انسان واصل بحق ہوتا ہے، اس کے متعلق ایک تیسرا قول بھی ہے کہ عالمِ حقیقت سے مراد عالمِ احسان میں دخول ہے، اسی کو عالمِ قُربت کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

36۔ عالمِ لاہوت :- روحوں کا پہلا وطن جہاں وہ تخلیق ہوئیں، اسی عالم میں محو و فناء ہے کیونکہ فانی کو اسی عالم میں قُربِ خداوندی حاصل ہوتا ہے اس عالم تک ملائکہ نہیں پہنچ سکتے۔

37۔ عالمِ الملک :- عالمِ شہادت یا عالمِ ناسوت یا عالمِ اجسام و اعراض، اسی عالم میں روحیں جسموں میں داخل ہوتی ہیں اس کا دوسرا نام عالمِ سفلی ہے۔

38۔ عالمِ الباطن :- دِل میں ظاہر ہونے والا علم نہ کہ ظواہر میں، صوفیاء کرام کی جماعت نے اس کی کئی قسمیں بیان کی ہیں مثلاً علم، حال، خواطر، یقین، اخلاص، اخلاقِ نفس کی معرفت، اقسامِ دنیا کی معرفت، توبہ کی ضرورت، توبہ کے حقائق، توکل، زُہد، انابت، فناء اور علم لدّنی۔

39۔ علمِ حقیقت :- اس سے مراد علم ظاہری اور باطنی کا مجموعہ

ہے اس علم کا حصول ہر مرد و عورت پر فرض ہے اسی کو علم شریعت کہتے ہیں۔

40۔ علم العرفان:- یہ علم دل کا چراغ ہے اس کی روشنی میں

انسان خیر و شر کو دیکھ سکتا ہے، انسان جس قدر اللہ تعالیٰ کی بادشاہی، اس کی پیدا کردہ کائنات اور اسکی صفات میں غور و فکر کرتا ہے اُسی قدر اس کا اشتیاق بڑھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے جمال کو منکشف دیکھنا چاہتا ہے وہ اسماء و صفات خداوندی میں اور زیادہ غور و تدبر کرتا ہے اسے علم تفکر بھی کہتے ہیں۔

41۔ علم یقین:- یہ علم عطائی ہے اور صرف اولیائے کاملین

و مقربین کو نصیب ہوتا ہے اس کا طریق الہامات، تجلیات، فتوحات، مکشوفات اور مشاہدات ہیں اسی کو علم لدنی کہتے ہیں۔

42۔ فانی:- اس شخص کو کہتے ہیں جو حظوظ نفس کے شہود

سے فنا ہو گیا۔

43۔ فقر:- یہ تصوف میں بہت بلند مقام ہے اس

مقام پر فائز لوگ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جاتے ہیں اور انہیں بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کی ضرورت نہیں رہتی۔

44۔ فناء:- بشریت کی صفات ذمیمہ کو اللہ تعالیٰ کی

ذات سے نہیں بلکہ صفات سے بدل دینا فناء ہے۔

45۔ قُربت :- اسماء و صفات سے بندہ کا علم و معرفت

میں مستحکم ہو جانا اس طرح کہ کوئی چیز اسے مقصود سے دور نہ کر سکے۔

46۔ قدرت :- وہ قوت جو ممکنات کو عدم سے وجود میں

لائی ہے اسے صفتِ ربوبیت بھی کہتے ہیں۔

47۔ لباسِ غنصری :- اس سے مراد نور کا لباس ہے جو روحوں کو

عالمِ الملک میں عطا ہوا ہے۔

48۔ کنز :- ذاتِ احدیت جو غیب کے پردوں میں

چھپی ہوئی تھی۔

49۔ محویت :- بندہ کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ ہر

وجود سے لاتعلق ہو جانا۔

50۔ مشاہدہ :- دل کی آنکھ سے حق تعالیٰ کو دیکھنا مشاہدہ

ہے۔

51۔ معرفت :- یہ ولی اللہ کی صفت ہے جو حق تعالیٰ کو اس

کے اسماء و صفات سے پہچانتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اسکے معاملات میں سچائی

پیدا کر دیتا ہے اور اس کو اخلاقِ رذیلہ اور اس کی آفات سے پاک و صاف

کر دیتا ہے اس تزکیہ کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کا ہو کر رہ جاتا ہے وہ "سِرّ"

میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مُناجات کرتا ہے اور یہاں اس کی حاضری دائمی

صورت اختیار کر جاتی ہے، ایسے میں وہ حق کا ترجمان بن جاتا ہے، اس کے اَسرارِ قدرت کو بیان کرتا ہے، اور تصرّفات کے بارے میں گفتگو کرتا ہے، معرفت کے حامل شخص کو عارف کہتے ہیں۔

52۔ مُقام :- اس سے مراد بندہ کا وہ مرتبہ ہے جو وہ توبہ،

زُہد، صبر و توکل جیسی عبادات، ریاضات اور مجاہدات کے ذریعہ بارگاہِ خُداوندی میں حاصل کرتا ہے، جب تک وہ ایک مقام کے احکام پر پورا نہیں اترتا دوسرے مقام کی طرف ترقی نہیں کر سکتا۔

53۔ مُکاشفہ :- اتصال یا تعلق باللہ کا نام مُکاشفہ ہے

، مُکاشفہ سے چھپے راز عیاں ہو جاتے ہیں اور انسان باطن کی آنکھ سے سب کچھ دیکھنے لگتا ہے۔

54۔ نفسِ امارہ :- جو نفسِ بشری شہوانی طبیعت کے تقاضوں

کا مطیع و فرمانبردار ہو نفسِ امارہ کہلاتا ہے، نفسِ امارہ اوامر و نواہی کی کچھ پرواہ نہیں کرتا اور لذّتِ نفسانی میں منہمک رہتا ہے۔

55۔ نفسِ مُلہمّہ :- ایسا نفسِ الہامِ خداوندی سے بھلائی کے

کام کرتا ہے لیکن بتقاضائے طبیعت اس سے برے کام بھی ہو جاتے ہیں۔

56۔ نفسِ مُطمئنّہ :- ایسا نفس جسے حق تعالیٰ سے سکون حاصل

ہو جاتا ہے اور وہ طمانیت کی کیفیت پاچکا ہو، اس مقام پر پہنچ کر بندہ اللہ سے راضی ہو جاتا ہے اور اللہ بندہ سے راضی ہو جاتا ہے یہ اولیاء اللہ کا مقام ہے۔

57۔ وصال:- اتصال بالحق کا دوسرا نام ہے، وصال مخلوق سے منقطع کرتا ہے، وصال کا ادنیٰ درجہ دل کی آنکھ سے مشاہدہ ہے جب حجاب اٹھ جاتا ہے اور تجلی پڑتی ہے تو سالک کو اس وقت واصل کہا جاتا ہے۔

58۔ یقین:- یعنی شک کا ازالہ کرنا اور مکمل یقین کا درجہ حاصل کرنا جو کہ علم الیقین سے شروع ہو کر بذریعہ عین الیقین، حق الیقین تک سالک کو پہنچاتا ہے، اس مقام پر پہنچ کر سالک یا طالب کے تمام شکوک و شبہات، وہمات، خیالات، اور خطرات وغیرہ دم توڑ جاتے ہیں اور بندہ پر حقیقت آشکار ہو جاتی ہے اور وہ حقیقت معرفتِ الہی ہے۔

59۔ علم:- علم ایک عالی مرتبت، قابلِ فخر، نفع اندوز اور بزرگ ترین دولت ہے اسی دولت کے ذریعہ انسان رب العالمین تک پہنچتا ہے اور انبیاء مرسلین علیہم السلام کی تصدیق کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بندگانِ خدا کی ہدایت و رہنمائی کیلئے جن برگزیدہ اشخاص کو منتخب فرمایا ان میں علماء کرام کو خصوصیت حاصل ہے، یہ لوگ انسانیت کے سرخیل اور ہادیانِ عالم کے چُنیدہ ہیں، علماء انبیاء کرام کے وارث اور

نائب ہیں، وہ مسلمانوں کے آقا و مولا ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

الْعُلَمَاءُ وَرِثَةُ الْأَنْبِيَاءِ بِالْعِلْمِ يُحِبُّهُمْ أَهْلُ السَّمَاءِ وَتَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْحَيَاتَانِ فِي الْبَحْرِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (ابوداؤد، کتاب العلم) ترجمہ! "علماء علم میں انبیاء کے وارث ہیں، آسمان والے ان سے محبت کرتے ہیں اور سمندر کی مچھلیاں قیامت تک ان کیلئے دُعاے مغفرت کرتی رہیں گی۔" ایک اور حدیث پاک ہے: يَبْعَثُ اللَّهُ الْعِبَادَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يُمَيِّزُ الْعُلَمَاءَ فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى يَا مَعْشَرَ الْعُلَمَاءِ إِنِّي لَمْ أَضَعْ عِلْمِي فِيكُمْ إِلَّا لِعِلْمِي بِكُمْ وَلَمْ أَضَعْهُ فِيكُمْ لِأَعَذِّبْكُمْ أَنْطَلِقُوا إِلَى الْجَنَّةِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ۔ (ویلمی "فی الفردوس" ص 4209)۔

ترجمہ! "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا تو علماء کرام کو ان سے الگ کر لے گا اور فرمائے گا اے علماء کے گروہ! میں نے اپنا علم تمہارے سینوں میں ودیعت فرمایا کیونکہ میں تمہیں جانتا تھا یہ نور تمہارے سینوں میں اس لئے تو نہیں رکھا کہ تمہیں عذاب دوں جاؤ تم سب جلتی ہو میں نے تمہارے قصور معاف فرمادئے۔"

60۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کو عابدوں کیلئے انعام کی جگہ بنایا اور عارفوں کیلئے قربت کا محل۔

61۔ حقیقتِ محمدیہ ﷺ:۔ حدیث قدسی ہے:

خَلَقْتُ مُحَمَّدًا أَوَّلًا مِنْ نُورٍ وَجْهِی (کتاب "تنزیہ الشریعہ" ج اول ص 37) ترجمہ! "میں نے سب سے پہلے اپنی ذات کے نور سے محمد ﷺ کو پیدا کیا۔" ایک اور حدیث پاک میں ہے: أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ رُوحِي وَأَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي وَأَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ وَأَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْعَقْلَ۔ (سنن ابی داؤد، کتاب السنہ، باب القدر حدیث نمبر 4700) ترجمہ! "سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روح کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا فرمایا۔" ان تمام چیزوں کا مصداق ایک ہی ہے یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حقیقت محمدیہ ﷺ کو پیدا فرمایا، اسے نور کہا گیا ہے اسلئے کہ یہ ظلماتِ جلالت سے پاک ہے، حقیقت محمدیہ ﷺ کو عقل کہا گیا ہے کیونکہ وہ تمام کلیات کا ادراک رکھتی ہے، اسے قلم کہا گیا ہے کیونکہ یہ علم کی منتقلی کا سبب ہے جس طرح عالمِ حروفات میں قلم انتقالِ علم کا سبب ہے پس روح محمدی ﷺ ان تمام چیزوں کا خلاصہ ہے کائنات کی ابتدا اور اصل ہے۔ حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: أَنَا مِنَ اللَّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ مِنِّي۔ (تنزیہ الشریعہ ج 2 ص 402) ترجمہ! میں اللہ سے ہوں اور مومن مجھ سے ہیں۔"

62۔ وطنِ اصلی:- عالمِ لاہوت میں تمام ارواحِ نور

محمدی ﷺ سے بہترین اعتدال پر پیدا ہوئیں، عالمِ لاہوت میں اس کا نام جُملۃ الانس ہے اور عالمِ انسان کا وطنِ اصلی ہے، جب ذاتِ محمدی ﷺ کی تخلیق پر 4 ہزار سال کا عرصہ بیت گیا تو اللہ تعالیٰ نے نورِ پاکِ مصطفیٰ ﷺ سے عرش اور دوسری تمام کلیات کو پیدا فرمایا اور اسکے بعد ارواح کو عالمِ اسفل کی طرف لوٹا دیا اور اس عالم میں یہ روحیں جسموں میں منتقل ہو گئیں یعنی پہلے اس عالمِ لاہوت سے عالمِ جبروت کی طرف لوٹا یا اور اُسے یہاں دونوں حرموں کے درمیان یعنی عالمِ جبروت کے نور سے ایک لباس پہنایا اس لباس کا نام رُوحِ سلطانی ہے، پھر روح کو اس لباس کے ساتھ عالمِ ملکوت کی طرف لوٹا یا اور یہاں اسے نورِ ملکوت کا لباس پہنایا گیا اس کا نام رُوحِ روانی ہے اسکے بعد روح عالمِ الملک کو لوٹی، الملک کے نور کا لباس پہنا اور روحِ جسمانی کا نام پایا، اور اس عالم میں اجسادِ تخلیق ہوئے۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے: مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ (طہ: 55) ترجمہ! "اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا۔" روحِ بحکمِ ایزدی اجساد میں داخل ہوئی جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے: وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (الحجر: 29) ترجمہ! "اور پھونک دی آمیں اپنے فضل سے روح۔" پس جب اجساد سے روحوں کا تعلق قائم ہو گیا تو وہ وعدۃ الست کو بھول گئیں جو وعدہ انہوں نے اپنے رب سے عالمِ ارواح میں کیا تھا اور کہا تھا کہ ہاں تو ہمارا رب ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (الاعراف: 172)

ترجمہ!" کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب۔ "پس وہ نسیان کی وجہ سے یہیں کی ہو کر رہ گئیں اور اپنے وطن اصلی کو نہ لوٹیں۔ اللہ تعالیٰ جو کہ بے حد رحم فرمانے والا اور انسان کا حاجت روا ہے اسے اپنی مخلوق پر رحم آگیا اور اس نے اپنی جناب سے ایک کتاب نازل کی تاکہ اسے پڑھ کر انسان کو وطن اصلی یاد آجائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَذَكِّرْهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ (ابراہیم: 5) ترجمہ!" اور یاد دلاؤ انہیں اللہ کے دن۔ "یعنی وہ دن جب وہ واصل بحق تھے، نبوت اور رسالت کا ایک طویل سلسلہ چلا، بہت سارے انبیاء و رسل اور کتابیں اپنے اپنے وقت پر آئیں، تمام انبیاء و رسل کی بعثت اور تمام کتابوں کے نزول کی غرض و غایت ایک ہی تھی کہ بنی آدم کی روح کو وطن اصلی یاد آجائے، مگر بہت کم لوگوں کو وہ وطن یاد آیا، معدودے چند روحیں تھیں جنہیں اس دنیا میں رہ کر یہ اشتیاق پیدا ہوا کہ وہ وطن اصلی کو لوٹ جائیں اور اپنے رب سے ملاقات کریں، نبوت و رسالت کا یہ سلسلہ روح اعظم خاتم الانبیاء سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اختتام پذیر ہوا، آپ ﷺ ایک دور یا ایک خطے کے نبی نہیں تھے پوری انسانیت کے تختِ خُفّہ کو بیدار کرنے کیلئے تشریف لائے اور ہر علاقے کے لوگوں کو خواب غفلت سے جگانا آپ ﷺ کا منصب قرار پایا، آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ دلوں کو بصیرت کا نور دیں اور روحوں کے سامنے تنے پردوں کو منکشف کریں، بصیرت روح کی آنکھ ہے جو اولیاء کیلئے مقامِ جان میں کھلتی ہے یہ

آنکھ ظاہری علم سے وَا نہیں ہوتی اس کے لئے علم لدنی کا سرمہ چاہیے جو باطن سے تعلق رکھتا ہے، انسان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اہل بصیرت کی یہ آنکھ کسی ولی، صاحب تلقین و ارشاد اور عالم لاہوت سے باخبر مرشدِ کامل کے ذریعہ حاصل کرے۔

اے سالکین و طالبین! ہوش میں آؤ اور توبہ کر کے اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو، اس راہِ سلوک میں داخل ہو جاؤ اور روحانی قافلوں کے ساتھ اپنے رب کی طرف لوٹ جاؤ، قریب ہے کہ راستہ منقطع ہو جائے اور کوئی ہم سفر نہ رہے۔ یاد رکھو! ہم اس کمینی ذلیل دنیا کو بسانے نہیں آئے، ہمیں اس خرابات سے آخر کوچ کرنا ہے لہذا دوستو! ہمیں خواہشاتِ نفس کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔ دیکھو! تمہارے نبی کریم ﷺ تمہارے لئے چشمِ براہ ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: غَمَمِي لَا جَلَّ أُمَّتِي الَّذِينَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ "میں اپنی امت کے ان لوگوں کیلئے غمگین ہوں جو آخری زمانہ میں ہونگے۔"

63۔ علم ظاہر اور علم باطن :- جو علم ہمیں بارگاہِ خداوندی سے عطا فرمایا گیا ہے اس کی دو قسمیں ہیں علم ظاہر اور علم باطن یعنی شریعت اور معرفت۔ شریعت کا حکم ظاہر پر لاگو ہوتا ہے اور معرفت کا حکم باطن پر۔ ان دونوں علوم کو نازل کرنے کا مقصد علمِ حقیقت کو پانا ہے۔ صرف علمِ ظاہری سے علمِ حقیقت تک رسائی نہیں ہو سکتی اور نہ ہی مقصود ہاتھ آ سکتا ہے، کامل

عبادت کیلئے علم ظاہری اور علم باطنی کی تحصیل ضروری ہے، معرفت کے حصول کا صرف ایک ذریعہ ہے کہ انسان آئینہ دل سے حجابِ نفس کو ہٹا دے، جب حجاب سرک جاتا ہے تو انسان دل کی گہرائیوں میں چھپے راز کے حُسن کو اس آئینے میں عیاں دیکھتا ہے جیسا کہ حدیثِ قدسی ہے:

كُنْتُ كَنْزاً مَخْفِياً فَاحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِكُنِّي أُعْرَفَ، (ملا علی قاریؒ) "الاسرار المرفوعہ" میں فرماتے ہیں کہ معنائیہ حدیث صحیح ہے) ترجمہ! "میں حسن و جمال کا ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا کہ میری معرفت حاصل ہو جائے۔" جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی بتا دیا کہ تخلیقِ آدم کی وجہ معرفتِ خداوندی ہے تو انسان پر لازم ہے کہ وہ معرفت حاصل کرے۔

معرفت کی دو قسمیں ہیں: معرفتِ صفات اور معرفتِ ذات۔ معرفتِ صفات دارین میں جسم کیلئے خیر و فضل ہے اور معرفتِ ذات آخرت میں روحِ قدسی کیلئے نعمت ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے: وَآيٰذُنَاہُ بِرُوحِ الْقُدُسِ (البقرہ: 87) "اور ہم نے تقویت دی اسے روحِ القدس سے۔" عارفین روحِ القدس سے مؤید ہوتے ہیں، معرفت کی یہ دونوں قسمیں صرف اس وقت حاصل ہو سکتی ہیں کہ انسان دونوں علم، علم ظاہر اور علم باطن کو حاصل کرے، سب سے پہلے انسان کو علمِ شریعت کی ضرورت ہے، روح اس علم کے ساتھ جو ارح کے

کسب کو حاصل کرتی ہے، جو ارح کا کسب درجات یعنی ثواب ہیں اسکے بعد اسے علم باطن کی ضرورت پڑتی ہے اور اس علم کے ذریعہ روح علم معرفت میں معرفت خداوندی کے کسب کو حاصل کرتی ہے، علم معرفت کے حصول کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ انسان ان رسوم کو ترک کر دے جو کہ شریعت اور طریقت کے مخالف ہیں اور نمود و نمائش سے بچتے ہوئے صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے نفسانی اور روحانی ریاضتوں کو قبول کر لے۔ عالم معرفت یعنی عالم لاہوت انسان کا اصلی وطن ہے اس عالم میں روح قدسی کی بہترین اعتدال پر تخلیق ہوئی، روح قدسی سے مراد انسان حقیقی ہے، انسان حقیقی کا اظہار صرف اسی وقت ہوتا ہے جب توبہ کی جائے اور تلقین مرشد کامل پر عمل کیا جائے، انسان حقیقی یا روح قدسی کا دوسرا نام طفل معانی ہے کیونکہ اس کا تعلق قدسی معنویات سے ہے، روح قدسی کو یہ نام لطافت اور نظافت کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اَنَّ لِلّٰهِ جَنَّةً لَا فِيْهَا حُوْرٌ وَلَا قُصُوْرٌ وَلَا جَنَانٌ وَلَا عَسَلٌ وَلَا كَبْنٌ بَلْ يُنْظَرُ اِلَيْهِ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰی . ترجمہ! "بیشک اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک ایسی جنت بھی ہے جس میں نہ تو حور و قصور ہیں اور نہ باغ و بہار نہ شہد کی نہریں ہیں اور نہ ہی دودھ کے چشمے وہاں صرف دیدار الہی کی دولت ہے۔"

یہ تھے حضرت خواجہ محمد فضل حقؒ کے باطنی اسرار و رموز جن سے آپؒ کے علم و عرفان کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے

آپ سرکار کو علم لدنی سے سرفراز فرمایا ہوا تھا جو کہ کالمین اولیاء کا خاصہ ہے جس سے آپؐ بھی بخوبی مُتَّصِف تھے، آپ سرکارؐ کے بیان کردہ حقائق معرفت ایک سالک یعنی راہِ حق کے طالب کیلئے مشعلِ راہ ہیں، اگر وہ مرشدِ کامل کی نگرانی میں ان پر عمل پیرا ہو کر ان کی حقیقت کو اپنے من میں اتارے تو معرفتِ الہی کا حصول ممکن ہو سکتا ہے۔

وصال اور عرس مبارک :-

قلندرِ وقت، قدوةُ السالکین و زُبدۃُ الواصلین
حضرت خواجہ محمد فضل حقؒ کا وصال 8 جمادی الثانی 1402ھ ہجری بمطابق 1981ء میں 85 سال کی عمر میں ہوا۔ آپ سرکارؐ کا مزارِ اقدس دربارِ عالیہ خانپور قاضیاں شریف پر بڑے روضہ مبارک سے متصل مغربی جانب زیارت گاہِ خلائق ہے۔ آپؐ کا سالانہ عرس مبارک ہر سال 7، 8، 9 جمادی الثانی کو دربارِ عالیہ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰؒ و خواجہ خدایارؒ پر منعقد ہوتا ہے جس میں زائرین کی ایک کثیر تعداد ملک اور بیرون ملک سے آکر شرکت کرتی ہے، اور آپؐ کے فیض و کرم سے اپنا دامن بھر کر جاتی ہے۔ حضرت خواجہ شیخ المشائخ فقیر قاضی محمد اکبر نظامی مدظلہ نے اس عبارت سے آن سرکارؐ کی تارتخ وصال نکالی: فَضِّلِ حَقُّ بَرِّ جُورِمَ مَا! اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنا فضل اور رحمت بنا کر بھیجا تھا جس کی جھلک آپؐ کی ساری زندگی میں نظر آتی ہے جس پر نگاہِ توجہ فرمائی اس کی من کی دنیا ہی بدل دی

اور وہ تائب ہو کر ذاتِ حق کے عرفان کے حصول کیلئے مشغول ہو گیا
غرضیکہ آپ سرکارؐ کی ذاتِ مقدّسہ عاصیوں اور گناہ گاروں کیلئے اللہ تعالیٰ
کا ایک عظیم فضل اور رحمت تھی اور آج بھی ہم بے کسوں کے بلاء و مادی
ہیں۔

باب نمبر 18

سُلطانُ الاولیاء، ولی کامل حضرت خواجہ نور محمد پیرؒ

(1338 ہجری تا 1418 ہجری --- عمر 80 سال --- 1917ء تا 1997ء)

آن محبوبِ خواجہ محمد اسعدؒ، سلطانُ الاولیاء، سیدُ الطالبین، ملجاءُ الّٰملین، سیدُ السّاجدین، فخرُ المشائخ، ولی کامل، سیدُ الفقراء، سرانُ المتّقین، فخرُ العابدین، سیدُ الغریبین، سیدُ الاُخلاء، سیدُ الجُباء، امامِ طریقت، زُبدهٴ صُلحٰء، مُستجابُ الدّٰعوات بزرگ، عارفِ اسرارِ حقیقت، قطبِ زمان حضرت خواجہ نور محمد پیرؒ فخرُ الاولیاء علامۃ الدّٰہر حضرت خواجہ احمد بخشؒ کے فرزندِ ارجمند اور سیدُ الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کے پوتے ہیں آپ سرکارؒ نے (راقم فقیر کے پیرِ طریقت) خرقہ فقر و ارادات حضرت خواجہ محمد اسعدؒ سے حاصل کیا، بچپن ہی میں سیدُ الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ نے اپنے فقر میں سے خاص حصہ آپؒ کو عطا فرمادیا تھا۔ آپؒ تقریباً 1917ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی زمانہ کی تعلیم و تربیت اور پرورش حضرت خواجہ محمد اسعدؒ ہی نے سرانجام دی، بعد ازاں حضرت خواجہ حضور بخشؒ سرکارؒ حضرت خواجہ حاجی محمدؒ، حضرت خواجہ خیر محمدؒ، حضرت خواجہ حافظ محمد نظام بخشؒ اور حضرت خواجہ محمد فضل حقؒ نے آپؒ کی تکمیل میں نمایاں کردار ادا کیا، اس طرح آپ سرکارؒ ظاہری باطنی تعلیم و تربیت کی تکمیل کے بعد مسندِ ارشاد پر فائز ہوئے پھر ایک جہان آپؒ کے فیوضات سے بہرہ ور ہوا۔ آپؒ کا

سلسلہ طریقت 38 واسطوں سے حضور پاک ﷺ تک جا پہنچتا ہے، جبکہ 2 واسطوں سے قطب الاقطاب حضرت خواجہ خدا یارؒ اور 3 واسطوں سے حضرت خواجہ فانی فی اللہ باقی باللہ قاضی محمد عیسیٰ خان پوریؒ سے جاملتا ہے۔

حضرت خواجہ نور محمد پیرؒ زہد و اتقاء کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، نماز تہجد کی عادت بچپن ہی سے تھی، کان فقر حضرت خواجہ محمد اسعدؒ نے بچپن ہی میں آپؒ کو فقر و درویشی کی نعمت سے سرفراز کر دیا تھا مگر یہ نور فقر اپنے مقررہ وقت پر آچکا اور پھر ایک جہاں اس کی روشنی سے مستفیض ہوا۔ آپؒ کے لطف و کرم سے بے شمار لوگ راہ ہدایت پر گامزن ہوئے اور انہوں نے معرفت الہی کے جام پیئے۔ آپؒ سرکارِ آخر میں حالت جذب میں رہنے لگے تھے اس دنیا کی طرف توجہ بہت ہی کم ہو گئی تھی۔ سلسلہ چشتیہ کے بزرگ اپنی زندگی کے آخری دور میں عالم باطن کی طرف محور و از رہتے ہیں اور ذاتِ حق کیساتھ واصل ہو کر ہمیشہ کیلئے زندہ ہو جاتے ہیں اور یوں ان کے باطنی فیوضات کا سلسلہ قیامت تک جاری رہتا ہے۔ آپؒ کا قلب بھی بیدار ہو چکا تھا جسکی ضوفشانیاں پورے عالم میں پھیل رہی تھیں، جیسے مقناطیس لوہے کی بنی ہوئی اشیاء کو اپنی طرف کھینچتا ہے بالکل اسی طرح روحانیت سے فیض یاب ہونے کیلئے بھی بندہ کو تھوڑی بہت محنت کرنا پڑتی ہے تب جا کر ان بزرگوں کے دامن سے کشش و توجہ اور خیرات ملتی ہے اور یہی سنت الہیہ ہے کہ کتاب کے ساتھ ساتھ صاحب کتاب سے قرب و

محبت و معیت والا تعلق پیدا کرنا پڑتا ہے تب جا کر تعلیماتِ قرآن و سنت
فائدہ دیتے ہیں ورنہ بقول مولانا رومؒ

مردہ دل را نفس انجبت یا خبیث

گرچہ خواند بر زبان قرآن وحدیث

یعنی آدمی علمی موشگافیوں کے سمندر بہادے اور سارے
سمندروں کے پانیوں سے اپنے آپ کو پاک بھی کر لے مگر اس کا نفس پلید
ہی رہتا ہے جب تک کسی صاحبِ نظر کی صحبت میں نہ بیٹھے، اسلئے اللہ تعالیٰ
نے اپنی تعلیمات بھیجیں مگر ساتھ ہی صاحبِ تعلیمات و صاحبِ کتاب بھی
ہر دور میں بھیجے، تھیوری کے ساتھ پریکٹیکل بھی عطا کیا۔ انبیاء علیہم السلام
کے بعد اب یہ فریضہ قیامت تک اولیاء اللہ اور صالحین جنہیں از روئے
حدیث پاک علماء باللہ بھی کہتے ہیں انہوں نے نبھانا ہے، باطنی علم و
عرفان کا نور محض علم ظاہری سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ ان صالحین یعنی علماء
باللہ کی محافل میں کامل توجہ کے ساتھ بیٹھنے اور ان کی خدمت و ادب و
احترام سے حاصل ہوتا ہے۔ اس نورِ معرفت کو آگے پھیلانے کیلئے مختلف
سلسل کے بزرگان کام کر رہے ہیں مقصد سب کا ایک ہی ہے مگر مقصد
کے حصول کے طریق کار جدا جدا ہیں، یہی حال حضرت خواجہ نور محمد پیرؒ کا
تھا آپؒ کی ذات نورِ عرفان سے کاملاً بھرپور تھی اور سچے سالکین اور
طالبین کی تلاش میں تھی جو نہی کوئی سالک نشانہ پر آیا فوراً اس کا کام کر دیا اور

یہ فیض کا سلسلہ جس طرح آپؐ کی حیات مبارکہ میں جاری تھا آج بھی ویسے ہی جاری ہے جس طرح اس کے حصول کیلئے آپؐ کی حیات میں چند اصول و قوانین مقرر تھے آج بھی ویسے ہی ہیں، فرق ہے تو طالبین و سالکین کے صدق و توجہ کا ہے ورنہ بقول شاعر:-

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ کسے دکھلائیں کوئی راہر و منزل ہی نہیں

حضرت خواجہ نور محمد پیرؒ جو کہ راقم کے پیر طریقت بھی ہیں اور جو فقر آپؐ سرکارؒ کو حضرت خواجہ محمد اسعدؒ سے عطا ہوا تھا، اس میں سے فقیر کو بھی تھوڑا سا حصہ بقدر استعداد و ظرف عطا فرمایا تھا، کتاب ہذا اُس فقر کا فیض باطنی ہے۔ آپؐ کی پوری زندگی کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ آپؐ سرکارؒ ساری زندگی اخلاقی و روحانی اقدار کے احیاء اور انکی حفاظت کیلئے اس باطل نظام سے نبرد آزما رہے، آپؐ کے عقیدت مندوں میں غریب، فقیر، مسکین سے لیکر وقت کے بڑے بڑے صاحبِ اقتدار لوگ بھی نظر آتے ہیں جو کہ آپؐ کے درِ دولت پر حاضری کو اپنی خوش نصیبی سمجھتے تھے اور اپنا دامن مراد بھی بھر کر جاتے تھے۔

حضرت خواجہ نور محمد پیرؒ پورے خاندان کے اتحاد و محبت کی علامت تھے اور سب کو ساتھ لیکر چلتے تھے، اپنے اکابرین کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے دربار عالیہ حضرت حافظ جمال شریفؒ اور دربار عالیہ خیر پور

شریف ٹامیوالی کے سالانہ اُعراس بڑے اہتمام سے منعقد کرتے تھے، دربارِ عالیہ خانپور قاضیاں شریف کے کسی بزرگ کے فقر کو اگر کوئی جانچنا چاہے تو اسے یہ دیکھنا ہوگا کہ اس بزرگ کو مذکورہ بالا درباروں سے کتنی محبت اور انس ہے، خانپور قاضیاں شریف کے جملہ بزرگانِ کرام حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتائی اور حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوری سرکار کی محبت کو جزوِ ایمان سمجھتے ہیں اور ادب و احترام بھی ان ہستیوں کا اسی لحاظ سے کرتے ہیں، اس کسوٹی پر حضرت خواجہ نور محمد پیر کو دیکھیں تو آپ کا عشق و ادب اپنی انتہاؤں پر نظر آتا ہے جو کہ آپ کو ان مذکورہ ہستیوں سے تھا جو کہ ناقابلِ بیان ہے کیونکہ حال کو قال کی زبان میں بیان نہیں کیا جاسکتا، پس اتنا کہا جاسکتا ہے کہ آپ سرکار ان نفوسِ قدسیہ کی محبت و قرب و انس میں فناء و محو تھے۔ ادھر سے اگر یہ حالت تھی تو ادھر سے بھی بے پایاں لطف و کرم کا سمندر موجزن تھا لہذا حضرت خواجہ نور محمد پیر محبت کے درجہ سے ترقی کر کے ان ہستیوں کے بھی محبوب بن چکے تھے اور پھر کیا تھا ایک عالم کو بھی اس فیض و کرم سے بہرہ ور کیا اور تاحال کر رہے ہیں۔

سلطانِ الاولیاء حضرت خواجہ نور محمد پیر کا نکاح حضرت حافظہ غلام سیکینہ بی بی سے ہوا، جو کہ دستگیرِ ماحضرت خواجہ غلام دستگیر کی صاحبزادی ہیں، آپ اپنے وقت کی عالمہ حافظہ اور عابدہ تھیں جن سے آپ کی چار صاحبزادیاں: حضرت صفیہ بی بی صاحبہ جن کا نکاح عارف ربانی حضرت

خواجہ پیر حاجی عبدالحمیدؒ سے ہوا۔ حضرت عزیز بی بی صاحبہ (راقم فقیر کی والدہ محترمہ) جن کا نکاح عارف حق حضرت خواجہ پیر قاضی محمد شفیعؒ سے ہوا۔ حضرت امیر بی بی صاحبہ کا نکاح دربار عالیہ حضرت حافظ جمال شریف کے سجادہ نشین مخدوم صاحب حضرت خواجہ گل محمد مدظلہؒ سے ہوا جبکہ چوتھی صاحبزادی حضرت جمیلہ بی بی صاحبہ کا نکاح دربار عالیہ خیر پور شریف ٹامیوالی کے بزرگ حضرت خواجہ محمد سلیم جاوید پیرزادہ صاحب مدظلہؒ سے ہوا پیدا ہوئیں، دو صاحبزادے شیخ المشائخ حضرت خواجہ پیر محمد اکبر نظامی مدظلہؒ اور شیخ المشائخ حضرت خواجہ پیر محمد اختر صاحب مدظلہؒ پیدا ہوئے، آپ کے دونوں صاحبزادے نیک، پرہیزگار، عالم باعمل اور فقیر درویش ہیں اور اپنے والد محترم کے نقش قدم پر گامزن ہیں۔

حضرت خواجہ فقیر محمد اکبر نظامی مدظلہؒ :-

سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نور محمد پیرؒ کے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ پیر محمد اکبر نظامی صاحب علم ظاہری و علم باطنی سے مالا مال ہیں، معرفت الہی سے بھرپور ہیں، کان فقر ہیں، مرد قلندر ہیں، حضرت خواجہ خدایار کی ذات میں فناء ہو کر فنا فی الشیخ کا درجہ حاصل کر چکے ہیں، حضرت خواجہ حافظ محمد نظام بخشؒ سرکار کے محبوب خلیفہ ہیں، لہذا آپ کو روحانی فیض دو اقطاب سے حاصل ہوا ہے۔ فی البدیہہ عارفانہ کلام پیش کرنے میں مہارت تامہ رکھتے ہیں، گروہ ملامتیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

حتی الامکان حد تک اپنے آپ کو اخفاء میں رکھا ہوا ہے، الغرض اس زمانہ کے ولی اللہ اور درویش کامل ہیں، سالکین و طالبین طریقت کی ہدایت کیلئے رات دن سرگرم عمل ہیں۔

حضرت خواجہ نور محمد پیرؒ کے فرمودات :-

علم لدنی اولیائے کاملین کا خاصہ رہا ہے حضرت خواجہ نور محمد پیرؒ بھی اس علم سے مالا مال تھے ذیل میں آپؒ کے تصوف کے بارے میں چند فرمودات پیش خدمت ہیں :-

1۔ اہل تصوف کی پہچان :- اہل تصوف کی وجہ تسمیہ یا تو یہ ہے کہ وہ نورِ معرفت و توحید سے اپنے باطن کا تصفیہ کرتے ہیں یا یہ کہ وہ اصحابِ صفہ جیسی فقیرانہ زندگی گزارتے ہیں یا پھر یہ کہ وہ صوف یعنی اُون کا لباس زیب تن کرتے ہیں، مبتدی بھیڑ کی اُون کا لباس پہنتا ہے، متوسط بکری کی اُون اور انتہی پشم کا لباس پہنتا ہے، حسب مراتب اُن کے باطن کی حالت بھی ایسی ہی ہوتی ہے، کھانے پینے میں بھی باہم تفاوت ہوتا ہے۔ تفسیر مجمع البیان کے مصنف لکھتے ہیں اہل زہد کو چاہیے کہ وہ لباس اور کھانے پینے میں سخت چیزوں کا استعمال کریں۔ اہل معرفت کیلئے مناسب یہ ہے کہ وہ نرم چیزیں استعمال میں لائیں، لوگوں کا اپنے مراتب و منازل سے فروتر ہو کر رہنا سنت ہے تاکہ کسی طریقے میں حد سے تجاوز نہ ہو جائے۔ اہل تصوف کی چوتھی وجہ تسمیہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ حضرات

احدیّت میں پہلی صف کے لوگ ہیں۔

2۔ تصوّف کے حروف کے معانی:۔ تصوّف کا لفظ چار

حروف پر مشتمل ہے تاء، صاء، واو، فا۔

لفظ تاء:۔ یہ توبہ کو ظاہر کرتا ہے اسکی دو قسمیں ہیں: ظاہر کی توبہ اور باطن کی توبہ۔ ظاہر کی توبہ یہ ہے کہ انسان اپنے تمام ظاہری اعضاء کے ساتھ گناہوں اور اخلاقِ رذیلہ سے اطاعت و انقیاد کی طرف لوٹ آئے اور قولاً و فعلاً مخالفات کو ترک کر کے موافقات کو اپنالے۔ باطنی توبہ یہ ہے کہ انسان باطن کے تمام اطوار کے ساتھ مخالفات باطنیہ سے موافقات کی طرف آجائے اور دل کو صاف کر لے، جب اخلاقِ ذمیمہ اخلاقِ حسنہ میں تبدیل ہو جائیں تو تاء کا مقام مکمل ہو جاتا ہے اور ایسے شخص کو تائب کہتے ہیں۔

لفظ صا:۔ یہ صفا کو ظاہر کرتا ہے صفا کی دو قسمیں ہیں: صفا قلبی اور صفا سرّی، صفا قلبی تو یہ ہے کہ انسان بشری کدورتوں سے اپنے دل کو صاف کر لے مثلاً کثرتِ اکل و شرب، کثرتِ کلام، کثرتِ نوم جیسی دل سے تعلق رکھنے والی کدورتیں اور اسی طرح ملاحظاتِ دنیوی مثلاً زیادہ کھانے کی فکر، زیادہ جماع، اہل و عیال کی زیادہ محبت اور اسی طرح کی دوسری نفسانی کدورتیں جس سے اللہ نے روک دیا ہے، ان کدورتوں سے دل کو صاف کرنا ذکرِ الہی کے بغیر ناممکن ہے، شروع میں مرشد اپنے

مرید کو ذکر بالجہر کی تلقین کرے تاکہ وہ مقام حقیقت تک پہنچ جائے، ذکر الہی سے دلوں میں خشیت پیدا ہو جاتی ہے، ظاہر ہے خشیت صرف اسی صورت میں پیدا ہو سکتی ہے کہ دل غفلت کی نیند سے بیدار ہو جائے اور ذکر خداوندی سے اس کا رنگ اتر جائے، خشیت کے بعد خیر و شر جو ابھی تک مخفی ہوتا ہے اس کی صورت دل پر نقش ہو جاتی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے عالم نقش بٹھاتا ہے اور عارف اس کو صیقل کرتا ہے، جبکہ صفائے برّی یہ ہے کہ انسان ماسوا اللہ کو دیکھنے سے اجتناب کرے اور اس کو دل میں جگہ نہ دے اور یہ وصف اسمائے توحید کا لسانِ باطن سے مسلسل ورد کرنے سے حاصل ہوتا ہے جب یہ تصفیہ حاصل ہو جائے تو صاد کا مقام پورا ہو جاتا ہے۔

لفظ واؤ:- واؤ ولایت کو ظاہر کرتا ہے اور ولایت تصفیہ پر مرتب ہوتی ہے، ولایت کے نتیجہ میں انسان اخلاقِ خداوندی کے رنگ میں رنگ جاتا ہے جیسا کہ حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: تَخْلُقُوا بِاخْلَاقِ اللَّهِ (حیثی "المجمع" جلد 8 ص 20) ترجمہ: "اخلاقِ خداوندی کو اپنالو۔" یعنی صفاتِ خداوندی سے مُتَّصِت ہو جاؤ۔ ولایت میں انسان صفاتِ بشری کا چوڑا تار پھینکنے کے بعد صفاتِ خداوندی کی خلعت زیب تن کر لیتا ہے حدیثِ قدسی ہے "جب میں کسی بندے کو محبوب بنا لیتا ہوں تو اس کے کان، آنکھ، ہاتھ اور زبان بن جاتا ہوں اس طرح وہ میری سماعت

کے ذریعہ سنتا ہے، میری بصارت کے ذریعہ دیکھتا ہے، میری قوت سے پکڑتا ہے، میری زبان قدرت سے گفتگو کرتا ہے اور میرے پاؤں سے چلتا ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع)۔ جو آدمی اس مقام پر فائز ہو جاتا ہے تو وہ ماسوا اللہ سے کٹ جاتا ہے یہاں پر واؤ کا مقام مکمل ہو جاتا ہے۔

لفظ فاء:- یہ حرف فناء فی اللہ کو ظاہر کرتا ہے یعنی غیر کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ میں فنا ہو جانا، جب بشری صفات فناء ہو جاتی ہیں تو خدائی صفات باقی رہ جاتی ہیں اور خدائی صفات نہ فناء ہوتی ہیں نہ فساد کا شکار اور نہ ہی زائل ہوتی ہیں، پس عبد فانی، رب باقی اور اس کی رضا کے ساتھ باقی بن جاتا ہے اور بندہ فانی کا دل سر ربانی اور اسکی نظر کے ساتھ باقی ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ** (القصاص: 88) ترجمہ: "ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اسکی ذات کے۔" یہاں یہ احتمال بھی باقی ہے کہ اس سے مراد اللہ کی رضا اور خوشنودی لی جائے یعنی ساری چیزیں فانی ہیں سوائے ان اعمالِ صالحہ کے جن کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کیلئے سرانجام دیا جائے پس وہ راضی برضا ہو جاتا ہے اور یہی بقاء ہے، عملِ صالح کا نتیجہ حقیقی انسان کی زندگی ہے جسے طفلِ معانی بھی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ** (فاطر: 10) ترجمہ: "اسی کی

طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور وہی نیک عمل (کے مدارج) کو بلند کرتا ہے۔ "پس ہر وہ کام جو غیر اللہ کے لئے ہو شرک ہے اور شرک کا مرتکب ہلاک ہونے والا ہے، جب انسان فناء فی اللہ کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے تو اسے عالمِ قربت میں بقاء حاصل ہو جاتی ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: **فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ** (القمر: 55) ترجمہ! "بڑی پسندیدہ جگہ میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے پاس بیٹھے ہونگے۔" عالمِ لاہوت میں یہی انبیاء و اولیاء کے ٹھہرنے کی جگہ ہے، جب حادث یعنی انسان قدیم یعنی اللہ سے مل جاتا ہے تو حادث کا اپنا وجود نہیں رہتا صرف ذاتِ حق ہی رہتی ہے ہستیِ مومہ کا وجود ختم ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات اور افعال قدیم ہیں جو زوال پذیر ہونے سے محفوظ ہیں لہذا جب فناء تمام ہو جائے تو صوفی حق کے ساتھ ہمیشہ کیلئے باقی ہو جاتا ہے۔

- 3۔ سنت کی مطابق اخلاق اپنا لینا اور برے اخلاق سے منہ موڑ لینا تصوف ہے۔ ابو حمزہ بغدادیؒ فرماتے ہیں سچے صوفی کی نشانی یہ ہے کہ وہ غناء کے بعد فقر اختیار کر لے، عزت ملنے کے بعد غنی ہونے کا اظہار کرے، ذلت کے بعد گردن اکڑالے اور گمنامی کے بعد شہرت کا طالب ہو۔
- 4۔ تصوف زمین کی مانند ہے جس پر جہاں بھر کی گندگی پھینکی جاتی ہے لیکن اس سے جو کچھ نکلتا ہے وہ ملیح اور خوبصورت ہوتا ہے۔

5- صوفی وہ ہے جو خُلق سے تعلق توڑے اور حق سے واصل ہو جائے۔

6- صوفی اُوراد و وظائف سے نہیں بلکہ وارداتِ قلبی سے صوفی بنتا ہے۔

7- تصوف حُسنِ خُلق کا دوسرا نام ہے جو خُلق میں تجھ سے جتنا آگے ہوگا تصوف میں اتنا ہی آگے ہوگا۔

8- جو شخص کسی چیز سے ڈرتا ہے اس سے دور بھاگتا ہے مگر جو شخص خوفِ خدا رکھتا ہے وہ اُسی کی طرف بھاگتا ہے۔

9- رُوحِ عالمِ بالا اور مَلِکِ اعلیٰ کی مخلوق ہے اور اس کو جسم کے پنجرے میں بند کر دیا گیا ہے اور اس رُوح کے ارد گرد جسمائیت کا ماحول طاری ہے اس طرح رُوح کو جسم میں قید کر کے اس کے ارد گرد دو اندھیرے اکٹھے کر دیئے گئے ہیں، ایک اندھیرا جسم کا اندھیرا ہے اور دوسرا اندھیرا جسمائیت کا اندھیرا ہے۔ عالمِ بالا کی طرف سفر کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ رُوح کو جسمائیت کی قید سے نکالتا ہے نہ کہ جسم کی قید سے، اور اسی لیے نماز مومن کی معراج ہے کیونکہ اس میں مومن کی رُوح جسم و جسمائیت سے نکل کر عالمِ بالا کی سیر میں مشغول ہو جاتی ہے اور "عبد" "عبدہ" بن جاتا ہے یعنی جس کا اللہ تعالیٰ انتظار کرتا ہے کہ اے بندے! کبھی تو کچھ مانگ کہ میں تجھے دوں، کوئی خواہش کر پوری کروں، کچھ طلب کر تیری

جھولی بھر دُوں مگر یہ مقام حاصل کرنے کیلئے سالک کو اپنے آپ کو پہلے بدلنا پڑتا ہے اور یہ مقام مرشدِ کامل کی نگرانی میں طے ہوتا ہے جو کہ دنیوی خواہشات اور ہوائے نفس کو کنٹرول میں رکھتے ہوئے آخرت کی فکر ہی کے ذریعہ جسم سے جسمانیّت کو نکال کر رُوح میں رُوحانیّت پیدا کر دیتا ہے اور باطنی مدارج طے کروا کر رُوحانی معراج نصیب کراتا ہے۔

10۔ خدا اپنی مخلوق سے حضور پاک ﷺ کے واسطے سے کلام فرماتا ہے اور آج کے دور میں بندے، بندے ہو کر رسول اللہ ﷺ کے واسطے کو چھوڑ کر خدا سے براہِ راست تعلق کو کس طرح قائم رکھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خزانہ ہائے الوہیت کا قاسم بنایا اور خیر کثیر آپ ﷺ کو عطیہ میں دی لہذا اللہ کی پہچان کیلئے نسبتِ رسول ﷺ کو اختیار کرنا از حد لازم ہے اور جس نے صاحبِ قرآن کو چھوڑ کر قرآن کو سمجھنا چاہا اور سرورِ دین ﷺ سے اغماض برت کر دین والا بننا چاہا وہ گمراہ ہوا۔

11۔ اگر صفائے باطن حاصل ہو جائے تو معصیت و گناہ اور نافرمانی سے نفس پاک ہو سکتا ہے یعنی تصفیہ باطن سے ان گناہوں سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔ انسانی وجود کے اندر نفس بمنزلہ دوزخ اور شیطان کے ہے، اور رُوح کی مثال جنت اور ملائکہ سی ہے اگر نفس کی اصلاح ہو جائے تو رفتہ رفتہ اس پر رُوح کا رنگ چڑھ جاتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ "اللہ تعالیٰ جس شخص سے اچھائی کا ارادہ رکھتا ہے اُسے اپنے نفس کے عیوب

پر مطلع کر دیتا ہے۔" لہذا جس شخص کو اپنے عیوب سے آگاہی حاصل ہو جائے وہ دوسروں کے عیوب تلاش نہیں کرتا بلکہ اپنی اصلاح میں مگن ہو جاتا ہے، راہ ولایت مجاہدات و ریاضات سے اُٹی ہوئی ہے اور کوئی فرد بھی آج تک بغیر ترکِ خواہش ولایت کی پٹری پر نہیں چڑھا۔

12۔ ایمان ہو تو نسبی رشتہ فائدہ دیتا ہے اور نجات و کامیابی اور درجات میں بلندی کا سبب بنتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا پانی میں غرق ہوا اور حضرت نوح علیہ السلام کی شان و عظمت نے اُسے کوئی فائدہ نہیں دیا تو اسمیں بیٹے کا قصور تھا۔ رشتوں کی دو قسمیں ہیں ایمانی رشتہ اور جسمانی رشتہ، اگر ایمانی رشتہ نہ ہو تو اللہ کے ہاں صرف جسمانی اور نسبی رشتہ کی کوئی اہمیت نہیں، لہذا نسبی رشتہ بھی اُس وقت انسان کے لئے فائدہ مند ہے جب بندہ خود مومن ہو ورنہ ہر تعلق اور قرابت بے کار ہے۔ حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں: "بے شک اللہ تعالیٰ مومن شخص کی اولاد کو بھی جنت میں اس کے ساتھ اُس جیسا درجہ عطا کر دیگا جس کا وہ اپنے عمل کے ساتھ مستحق نہیں ہوگا یہ سب کچھ اس لئے ہوگا تا کہ مومن کی آنکھ ٹھنڈی ہو۔"

13۔ دین اسلام میں ایمان کی اہمیت سے ہم سب بخوبی آگاہ و واقف ہیں مگر ایمان میں مقامِ مصطفیٰ ﷺ روح کا سا ہے جس طرح کسی چیز میں سے روح نکل جائے تو اس کے جسم کی کوئی اہمیت نہیں رہتی بالکل

ایسے ہی جس کے ایمان سے ذاتِ مصطفیٰ ﷺ، مقامِ مصطفیٰ ﷺ اور ادب و تعظیمِ مصطفیٰ ﷺ کے پہلو خارج ہو جائیں تو اس کے ایمان کی حالت بے گور و کفن لاشے کی مانند ہے جس سے تعفن اُٹھ رہا ہے۔

14۔ نیکی وہ ہے جس سے قلبی اطمینان حاصل ہو جبکہ گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور انسان اس کو دوسروں سے چھپانے کو کوشش کرے کہ کہیں لوگ اس سے باخبر نہ ہو جائیں۔ حلال و حرام، حکم اور ممانعت پر مبنی احکامات میں دین کی بقاء ہے جو ان سے ہٹ جائے وہ فاسق ہو کر اللہ سے ملاقات کرے گا کیونکہ یہ چاروں صرف خدا کے اختیار میں ہیں لہذا اگر کوئی شخص صرف نیک کام کرتا ہے اور بُرائی سے نفرت نہیں کرتا تو وہ ادھورا اسلام اپناتا ہے۔

15۔ قربِ خداوندی پر فائز مردانِ حق کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ اہل دنیا کی طرف سے ہر قسم کے نفع یا نقصان کے احساس سے بے نیاز ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ انہیں شاہانِ وقت سے بھی کسی قسم کی غرض، طلب یا حرص نہیں ہوتی، توحیدِ حقیقی کے جام پینے والے ایسے خدا مست مخلوق کی طرف سے تعریف و توصیف سے کلیتاً پاک ہوتے ہیں لیکن اس بے نیازی کے ساتھ ساتھ وہ عجز و انکساری کا پیکر ہوتے ہیں۔

16۔ سلوک کا سفر زندگی کو معمولات کی گرفت سے آزاد کر کے قربتِ حق کی سرمدی کیفیت سے آشنا کرتا ہے اس طرح سالک تو ہر طرح کی

شکستگی سے آزاد ہمہ جہت محیط وحدت کا تجربہ ہوتا ہے، مگر سالک کے اس تجربہ کی بنیاد وہ فکری ترفع ہے جہاں حقیقتِ مطلقہ سے اس کا تعلق مکانی حدود و قیود سے آزاد اور ماوراء ہوتا ہے۔

17۔ مَنْ کی دنیا میں ماضی، حال اور استقبال کی کوئی تقسیم نہیں ہوتی بلکہ یہاں زمان ایک "ساعت" میں سمٹ آتا ہے جو کہ سراسر حال ہے اور اس حال میں زندگی اپنی اصل حالت میں لرزاں و رواں ہے۔
راقم فقیر پر نظر کرم:-

راقم فقیر کو 1982ء میں سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نور محمد پیرؒ نے دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف پر بڑے روضہ کے اندر حضرت قطب الاقطاب خواجہ محمد خدایارؒ کے مرقدِ انور کے پاس بیٹھ کر دست بیعت کیا، سلسلہ چشتیہ کے جملہ وظائف کے ساتھ ساتھ تصورِ شیخ کی پرزور تاکید کی اور نماز تہجد بھی پورے آداب کیساتھ بلا ناغہ ادا کرنے کی نصیحت کی۔ چنانچہ فقیر حکمِ مُرشد پر کمر بستہ ہو گیا اور تصوّرِ شیخ کا ایسا نقش دل میں بٹھایا کہ صرف مرشدِ کامل ہی دل میں رہ گیا باقی تمام خیالات و ہمت ختم ہو گئے۔ وارداتِ قلبی کی رپورٹس بھی مرشد کی خدمت میں پیش کی جاتی رہیں، آخر کار مرشدِ کریمؒ نے سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں خلافت عطا فرمائی، راقم فقیر کو نسبتِ اویسیہ کے ذریعہ قلندرِ زمان حضرت خواجہ رحیم بخش سرکارؒ، حضرت خواجہ خیر محمدؒ، حضرت خواجہ محمد نظام بخش سرکارؒ اور حضرت

خواجہ محمد فضل حقؒ سے اور ظاہری طور پر حضرت خواجہ محمد وارثؒ، حضرت خواجہ پیر قاضی محمد امینؒ، حضرت خواجہ پیر حاجی عبدالحمیدؒ اور اپنے والد گرامی حضرت خواجہ پیر قاضی محمد شفیعؒ اور حضرت خواجہ پیر بخشؒ سے بھی بے پایاں باطنی فیوضات و برکات حاصل ہوئے ہیں۔ راقم فقیر اپنی اس تصنیف ہذا کے بارے میں عرض پرداز ہے کہ جو بھی شخص، سالک، طالب ذاتِ حق جس کا عقیدہ و عمل بھی ٹھیک ہو اور حضور ﷺ کی غلامی کا پٹہ اسکے گلہ میں ہو وہ جتنی بار بھی اس کتاب ہذا کا مطالعہ فرمائے گا ہر بار اس پر نئے اسرارِ معرفت منکشف ہونگے، اسی لئے اس کتاب کا نام اسرارِ معرفت رکھا گیا ہے جو کہ 23 اولیائے کاملین کا باطنی فیض ہے جن کا ذکر خیر اس کتاب میں کیا گیا ہے، آخر میں راقم اپنے مرشدِ کامل حضرت خواجہ محمد خدایار پیرؒ کی بارگاہ میں استدعا کرتا ہے کہ اس کی اس کوشش اور خدمت کو قبول و منظور فرما کر افادہٴ خلق کیلئے عام کر دیں امین ثم امین۔

حضرت خواجہ نور محمد پیرؒ بحیثیت چیئر مین :-

سابقہ صدر پاکستان محترم جناب محمد ایوب خان مرحوم و مغفور کے دور میں بی ڈی الیکشن میں آپ سرکار اہل علاقہ کی بھرپور تائید اور حمایت سے تحصیل شجاعباد کے چیئر مین منتخب ہوئے، بحیثیت چیئر مین آپ سرکار نے خلقِ خدا کی خدمت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا، پوری تحصیل اور اہل علاقہ کے لوگوں کی بھلائی کیلئے جملہ فلاحی پروگرام شروع

کروائے، خود ان کی نگرانی کی اور حق دار کو حق اسکی دہلیز تک پہنچایا، آپؐ کا یہ دور ایک مثالی دور تھا جس میں آپؐ نے مخلوق خدا کی بہتری اور خیر کیلئے دن رات صرف کئے اور ایک بار پھر عوام و خواص اسلام کے حقیقی سیاسی نظام کی برکات و فوائد سے مستفیض ہوئے۔

حضرت خواجہ نور محمد پیر کا روحانی مقام :-

سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نور محمد پیرؒ اپنے وقت کے جملہ اولیاء کے بادشاہ اور رہبر و رہنما تھے، اکابرین مشائخ حضرات کی نگاہ میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ دربار شریف حضرت شیر شاہؒ، دربار شریف پیر مختار حسین گیلانیؒ اور دربار شریف حضرت موسیٰ پاک شہیدؒ کے سجادہ نشین حضرات آپؒ کا بے حد احترام کرتے تھے اور اپنے اکابرین کے اُعراس میں ختم شریف کی محافل میں آپؒ سرکارؒ سے دعا منگواتے تھے اور آپؒ کو خانپور قاضیاں شریف کے حلقہٴ ولایت کا صاحب ولایت مانتے تھے۔

آپؒ ہر وقت حالت جذب میں رہتے تھے، اپنے وقت میں قُطبِ زمان خانپور قاضیاں شریف تھے۔ پوری کائنات یعنی انسانِ کبیر کے وجود میں آنے کے بعد جب تک انسان پیدا نہیں ہوا تھا عالم تن بے جان تھا، جب انسان پیدا ہو گیا تو گویا عالم کے تن میں جان آگئی، اس کائنات میں جو کچھ تفصیلاً موجود ہے وہ حضرت انسان میں اجمالاً موجود ہے، انسان کے باطن میں احدیت، وحدت، واحدیت، رُوحِ قدسی،

عالمِ مکان اور عالمِ لامکان سمیت سب کچھ موجود ہے اور یہی جوہرِ معرفت ہے جسکی معرفت انسان کا مقصودِ اصلی ہے، یہ جوہرِ معرفت ہر انسان میں موجود ہے جو کہ صرف اور صرف ایک مرشدِ کامل کی توجہ اور نظرِ کرم سے ہی انسان پر آشکارا ہوتا ہے۔ سلطانِ الاولیاء حضرت خواجہ نور محمد پیرؒ پر یہ رازِ لطیف سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ منکشف ہو چکا تھا، آپ سرکارِ اس سرِ عظیم کے امین بن چکے تھے اور یہی وہ نعمتِ فقر تھی جو کہ حضور سید الاولیاءؑ نے بچپن میں ہی آپؐ کے باطن میں ودیعت کر دی تھی جو بعد ازاں اپنے وقت پر ظاہر ہوئی۔

آپ سرکارِ ایک درویشِ کامل انسان تھے اور ولایت کے ایک بڑے درجہ پر فائز تھے۔ آپؐ کا قلب معرفتِ الہی کے نور سے پر نور تھا اور پھر اس نور محمدی ﷺ نے پورے عالم کو معمور کر دیا، اولیاء اللہ کے قلوب کے چراغِ چراغِ مصطفوی ﷺ سے روشن ہیں اور پورے عالم میں نورِ مصطفی ﷺ ہی اپنے غلاموں اور دوستوں کے ذریعہ جلوہ گر ہے، یہ ساری جلوہ گری حسنِ اول، تعینِ اول محبوبِ اول بلکہ موجودِ اول یعنی حقیقتِ محمدیہ ﷺ کی ہی ہے اور پورا جہاں آپ ﷺ کے نور سے پُر ہے اور حضرت خواجہ نور محمد پیرؒ اپنی ساری زندگی میں اس نور کو سالکین و طالبینِ ذاتِ حق میں تقسیم فرماتے رہے، یہ نورِ ازل تقسیم ہونے سے مزید بڑھتا ہے اور قلوب کو منور کرتا جاتا ہے۔

ۛ زَنُورِ مُحَمَّد ﷺ جہاں روشن است

وصال اور عرس مبارک :-

سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نور محمد پیر کا وصال 27 شعبان المعظم 1418 ہجری بمطابق 28 دسمبر 1997ء 80 سال کی عمر میں بعد از نماز فجر ہوا۔ راقم فقیر کی وصال کے روز بوقت وصال اچانک آنکھ لگ گئی کہ فقیر نے دیکھا کہ میرے پیر طریقت کا وصال ہو گیا ہے اور ان کی روح عالم بالا کی طرف پرواز کر رہی ہے میری روح بھی ان کے ہمراہ جا رہی ہے مگر ایک حد تک جانے کے بعد واپس ہوئی تو فوراً آواز آئی کہ آج 27 شعبان المعظم ہے اور خانپور قاضیاں شریف کے قطب زمان کا وصال ہو گیا ہے جو نبی آنکھ کھلی والدہ محترمہ نے فرمایا کہ تم سوئے ہوئے ہو اُدھر تمہارے پیر کا وصال ہو گیا ہے۔ بہر حال راقم فوراً وہاں پہنچا تو آپ سرکار کی روح قفسِ غصری سے پرواز کر چکی تھی۔ آپ سرکار کو دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف میں بڑے روضہ مبارک سے متصل مغربی جانب دفنایا گیا۔ اُس وقت کے ولی کامل حضرت علامہ خواجہ خدا بخش اظہر چشتی نظامیؒ باطنی طور پر اشارہ پا کر فوراً خانپور قاضیاں شریف پہنچے اور سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نور محمد پیرؒ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ سرکار کے صاحبزادوں نے آپ اور آپ کے والد گرامی فخر الاولیاء حضرت خواجہ احمد بخشؒ کے اعراس کو سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کے عرس پاک میں شامل کر دیا ہے، لہذا آپ سرکار کا عرس مبارک بھی ہر سال 22، 23، 24

شعبان المعظم کو دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف پر منعقد ہوتا ہے جس میں
 زائرین کی ایک کثیر تعداد شرکت کر کے اپنا دامن آپؐ کے فیض و کرم سے
 بھر کر جاتی ہے۔

ۛ زُنُورِ مُحَمَّد ﷺ جہاں روشن است

باب نمبر 19

میرنشی خواجہ خدایارؒ، کامل فقیر درویش حضرت خواجہ محمد وارثؒ

(1342 ہجری تا 1424 ہجری --- عمر 82 سال --- 1921ء تا 2003ء)

آن میرنشی خواجہ خدایارؒ، محب اہل بیت، کامل بزرگ، صاحب
البدیان، صاحب البرہان، صاحب معرفت، قدوہ اہل طریقت، پیر روشن
ضمیر، کامل فقیر درویش، منزہ از رسوم و قیود، صاحب مشرب قلندری و رندی
حضرت خواجہ محمد وارثؒ مثل خواں خواجہ خدایارؒ حضرت خواجہ عبدالرزاقؒ
کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ سرکار تقریباً 1921ء میں پیدا ہوئے، سید
الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کے بیعت ہوئے اور بچپن میں انہوں نے ہی
آپؒ کی تربیت و پرورش فرمائی، آپ سرکار کا سلسلہ طریقت 38 واسطوں
سے حضور پاک ﷺ تک جا پہنچتا ہے اور 2 واسطوں سے قطب الاقطاب
حضرت خواجہ خدایار پیرؒ اور 3 واسطوں سے فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت
خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ سے جاملتا ہے۔ آپؒ اپنے والد محترم کی طرح
مشرب رندی و قلندری رکھتے تھے، رسوم و قیود سے آزاد رہتے تھے، ہر دم
ذات حق میں مست الست رہتے تھے اور دنیا و مافیہا کی آپؒ کو خبر ہی نہ
ہوتی تھی کہ عالم میں کیا کچھ ہو رہا ہے مگر باطنی لحاظ سے باخبر تھے۔ آپؒ
ہمہ وقت ذات حق میں منہمک رہتے تھے، آپؒ میں غیرت شیخ کریم کوٹ
کوٹ کر بھری ہوئی تھی، آپؒ اپنے شیخ یعنی حضرت خواجہ خدایارؒ کے علاوہ

اور کسی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے، اس غیرتِ شیخ کا نتیجہ یہ نکلا کہ خواجہ خدایاؒ نے آپؐ کو اپنا محبوب و دوست بنا لیا اور اپنی قبایل پوشیدہ رکھ کر زمانہ کی نظروں سے چھپائے رکھا اور آپؐ کے کمالات سے لوگ بے بہرہ رہے ورنہ آپؐ کو خلعتِ دوستی عطا کی گئی تھی اگر چاہتے تو آگے بھی اسے لوگوں کو پہنا سکتے تھے مگر آپؐ نے اخفاء میں رہنا پسند فرمایا اور معرفتِ الہی کے جام پیتے رہے اور باطنی طور پر نسبتِ اویسیہ کے ذریعہ بے شمار لوگوں کو جامِ معرفت پلایا۔

ایک مشہور کرامت:-

ایک مرید کے ہاں تشریف لے گئے، خلیفہ نے آپؐ سرکارؒ کی گھوڑی کو ایک کھڑی فصل میں آزاد چھوڑ دیا، فصل کے مالک فوراً پہنچ گئے کہ آپؐ کی گھوڑی نے ہماری ساری فصل خراب کر دی ہے، آپؐ سرکارؒ نے فرمایا چلو مجھے دکھاؤ کہ تمہارا کتنا نقصان ہوا ہے، میں ابھی پورا کئے دیتا ہوں یہ فرما کر آپؐ لوگوں کے ایک گروہ کے ساتھ جو کہ وہاں جمع ہو گئے تھے مطلوبہ مقام پر پہنچ گئے مگر سب لوگ وہاں پہنچنے کے بعد یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ فصل پہلے سے بھی زیادہ لہلہا رہی تھی اور کہیں سے بھی محسوس نہیں ہوتا تھا کہ اسکا کوئی نقصان ہوا ہے، وہ سب لوگ سخت نادم ہوئے مگر آپؐ نے اپنی کرامت کو چھپانے کی خاطر اور ان کا دل رکھنے کیلئے یہ فرمایا کہ بھئی! آپ کو غلط فہمی ہو گئی تھی پھر بھی میں آپؐ لوگوں سے معذرت

چاہتا ہوں۔

حضرت خواجہ محمد وارثؒ کا عقیدہ اپنے پیر پر کامل نوعیت کا تھا جو سائل بھی آپؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا فوراً ہاتھ اٹھا دیتے اور اس کا معاملہ اپنے پیرؒ کے حضور پیش فرماتے اور اس کا کام بھی فوراً ہو جاتا تھا۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایمان پختہ عقیدہ اور عمل صالح کا نام ہے، آج کل وقت بہت نازک ہے لہذا اپنے ایمان کو بچانے کی فکر کرو۔ زیادہ سے زیادہ صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی تاکید فرماتے تھے بغیر وقت کی قید کے۔ اور فرماتے تھے کہ ایمان کی حفاظت آج کے اس دورِ پُرفتن میں توبہ و استغفار اور درود شریف کو کثرت سے پڑھنے میں ہے، اسکے علاوہ مرشد کامل کے ساتھ کامل عقیدت اور ادب و احترام کا درس دیتے تھے، اور یہ بھی فرماتے کہ انسان کے ظاہر و باطن کی حفاظت و ضمانت مرشد کے ہاتھ میں ہے، لہذا اپنے مرشد کریمؒ سے قرب و معیت والا تعلق پیدا کرنا چاہیے جسکی بنیاد خدمتِ شیخ ہے۔ طریقت کے بارے میں آپؒ کے فرمودات بڑے نادر و الوجود ہیں اور تیغِ برہنہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح ظاہری لباس کے بغیر آدمی ننگا نظر آتا ہے بالکل اسی طرح تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب و باطن بندہ کو حاصل نہ ہو تو وہ ظاہری لباس میں ملبوس ہونے کے باوجود فقراءِ کاملین کو ننگا نظر آتا ہے (نگاہ سے مراد اُسکی باطنی حالت اولیاء اللہ پر عیاں ہوتی ہے) مگر وہ کسی کے عیب نہیں کھولتے۔ راہِ فقر میں

سب سے اہم چیز عیب پوشی ہے سب سے بڑی ذات اللہ کی ہے جو کہ لوگوں کے عیبوں پر پردہ ڈالے ہوئے ہے تو ہم کون ہیں کہ لوگوں کے عیب کھولتے پھریں۔

حضرت خواجہ محمد وارثؒ اور خلوت نشینی:-

حضرت خواجہ محمد وارثؒ گوشہ نشینی و خلوت نشینی کو پسند فرماتے تھے ذیل میں آپؒ کے عزلت نشینی کے بارے میں فرمودات پیش کئے جاتے ہیں:-

1- خلوت و عزلت کی دو قسمیں ہیں ظاہری اور باطنی۔

1- ظاہری خلوت:- ظاہری خلوت یہ ہے کہ کوئی شخص عزلت

نشینی اختیار کر لے اور اپنے آپ کو لوگوں سے الگ کر لے تاکہ دوسرے اس کے اخلاق ذمہ سے محفوظ رہیں، نفس سے اس کی مالوفات چھڑوا کر اور ظاہری حواس کو قابو میں رکھ کر اخلاص مہیت کے ساتھ اپنے ارادہ کو قتل کرے اور اسے درگور کر دے تاکہ باطنی خواص پر فتح حاصل ہو جائے، اس ساری تگ و دو میں پیش نظر اللہ کی رضا اور دوسرے مسلمانوں سے دفع شر ہو۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ** (صحیح بخاری، کتاب الایمان) ترجمہ! مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔" فضول باتوں سے زبان کو روکے جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد

گرا می ہے: سَلَامَةُ الْإِنْسَانِ مِنْ قِبَلِ اللِّسَانِ (ابن ابی الدنیا "الصمت و آداب اللسان)۔ ترجمہ! "انسان کی سلامتی زبان کی طرف سے ہے۔" آنکھوں کی خیانت حرام کی طرف دیکھنے سے روکے اور اسی طرح کانوں، ہاتھوں اور پاؤں کو حرام کے قریب بھی نہ بھٹکنے دے جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرا می ہے: الْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ۔ ترجمہ! "آنکھیں زنا کرتی ہیں۔" (امام احمد "مسند" ج 1 ص 412)۔ جو شخص ہاتھ، پاؤں، کان، زبان اور آنکھ وغیرہ اعضاء سے زنا کرتا ہے قیامت کے روز قبر سے اس کے ساتھ ایک فتیح صورت شخص اٹھے گا یہ شخص زنا کار کے خلاف گواہی دے گا کہ یہ زنا کرتا رہا ہے اور میں اس کے اعمال کی مثالی صورت ہوں اللہ تعالیٰ اس گواہی پر زنا کار کا مواخذہ فرمائیگا اور اسے جہنم رسید کر دیگا، ہاں جو انسان توبہ کر لے اور اپنے آپ کو اس فتیح حرکت سے روک لے تو اس کا ٹھکانہ جنت ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ، فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ۔ (التازعات: 40-41) ترجمہ! "اور اپنے نفس کو روکتا رہا ہوگا ہر بری خواہش سے، یقیناً جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہوگا۔" تو فتیح صورت وہ شخص خوبصورت بے ریش نوجوان کی صورت میں ظاہر ہوگا اور توبہ کرنے والے شخص کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت میں لے جائیگا، اس توبہ کی وجہ سے وہ برے اعمال کے شر سے بچ جائیگا، گویا خلوت نے اسے اپنے حصار میں لئے رکھا اور وہ لوگوں سے کنارہ کشی کی

وجہ سے گناہوں سے بچ گیا، وہ اس کے عمل صالح قرار پائے اور وہ احسان کرنے والوں میں شمار ہونے لگا۔

2۔ باطنی خلوت :- باطنی خلوت یہ ہے کہ انسان نفسانی اور

شیطانی تفکرات کو دل میں جگہ نہ دے مثلاً کھانے پینے کی محبت، اہل و عیال کا پیار، حیوانات سے دل لگی، ریا کاری، ناموری اور شہرت جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: الشُّهْرَةُ أَفْهٌ وَكُلُّ يَتَمَنَّاهَا وَ

الْحُمُولُ رَاحَةٌ وَكُلُّ يَتَوَقَّاهَا۔ (ملا علی قاریؒ) "الاسرار البلاغہ" : 188

یہ کسی شیخ کا کلام ہے) ترجمہ! "شہرت آفت ہے اور ہر آدمی اس کی تمنا

رکھتا ہے گمنامی راحت ہے اور ہر ایک اس سے بچتا ہے۔" اور اپنے دل

میں بالا اختیار تکبر، خود پسندی اور بخل وغیرہ جیسی برائیوں کو در نہ آنے دے،

خلوت نشین کے دل میں ان برائیوں کا خیال تک بھی گزر گیا تو اس کی

عزت گزینی فاسد قرار پائی اور دل برباد ہو گیا اور اعمال صالحہ اور احسان کا

قلع قمع ہوا، ایسا دل بے فائدہ ہے جس شخص میں یہ برائیاں ہوں گی وہ مفسد

ہے اگرچہ اس نے صالحین کا لبادہ کیوں نہ اوڑھ رکھا ہو۔ حضور پاک ﷺ

کا ارشاد پاک ہے: الْغَضَبُ يُفْسِدُ الْإِيمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الْحُلُّ

الْعَسَلُ۔ (امام غزالیؒ) "الاحیاء" ج 3 ص 165) ترجمہ! "غصہ ایمان کو

اس طرح خراب کر دیتا ہے جس طرح سرکہ شہد کو۔" اسی طرح ایک اور

حدیث پاک ہے: الْحَسَدُ يَتَاكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَتَاكُلُ النَّارُ

الْحَطَبَ (سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الحسد) ترجمہ! "حسد نیکیوں کو یوں کھا جاتا ہے جیسے آگ ایندھن کو" ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

الْغَيْبَةُ أَشَدُّ مِنَ الزَّوْنِ (ہیثمی "المجمع" ج 8 ص 91) ترجمہ! "غیبت زنا سے بڑی بُری برائی ہے۔" ایک اور حدیث پاک ہے:

الْفِتْنَةُ نَائِمَةٌ لَعَنَ اللَّهُ مَنْ يَقْظُهَا (امام سیوطی "جامع") یہ سویا ہوا فتنہ ہے اللہ کی اس پر لعنت ہو جو اس کو بیدار کرے "یہاں فتنہ شہوات اور فتنہ شہوات مراد ہے۔ ایک اور حدیث پاک ہے: الْبَخِيلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَلَوْ كَانَ عَابِدًا وَزَاهِدًا (ترمذی "کتاب البر والصلة، باب ما جاء في السخاء") ترجمہ! "بخیل عابد و زاہد ہو تو بھی جنت میں نہیں جائیگا۔"

ایک اور حدیث پاک میں ہے: الرَّيَاسُ شُرْكٌ خَفِيٌّ (ہیثمی "كشف الاستار" ج 4 ص 217) ترجمہ! "دکھاوا شرک خفی ہے۔" اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے: النَّمَامُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ (صحیح مسلم، کتاب الایمان) ترجمہ! "چغتل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔" اسکے علاوہ اور کئی احادیث اخلاقِ ذمیمہ پر پیش کی جاسکتی ہیں ان اخلاق سے بچنا ضروری ہے۔ تعلیماتِ تصوف کا پہلا مقصود تصفیہ قلب ہے، ایک خلوت گزین صوفی چاہتا ہے کہ وہ خلوت، ریاضت خاموشی، مسلسل ذکر، محبت، اخلاص، توبہ، سلف صالحین، صحابہ اور تابعین جیسا اہل سنت کا صحیح اعتقاد اپنا کر ہوئے نفس کو جڑ سے اُکھڑ پھینکے۔ جب توحید پر کامل یقین رکھنے والا مومن توبہ

وَمُتَّقِينَ اور اسکی دوسری تمام شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے خلوت نشین ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے عمل میں خلوص پیدا فرما دیتا ہے اس کے دل میں نور پیدا کر دیتا ہے، اس کی شخصیت نرم و ملائم ہو جاتی ہے زبان میں پاکیزگی آ جاتی ہے، ظاہری و باطنی حواس مجتمع ہو جاتے ہیں، اس کا عمل حضوری والا بن جاتا ہے اور جب وہ دُعا کرتا ہے تو قبول ہوتی ہے جیسا کہ نماز میں کہتا ہے سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ یعنی اللہ نے اس کی دُعا سن لی، اس کی آہ وزاری کو شرف قبولیت بخش دیا اور اسکے عاجزانہ الفاظ کو نظرِ رحمت سے دیکھا اور قربت کی صورت میں اپنے بندہ کو اجر سے نوازا۔

3۔ خلوت نشین کو جب یہ درجہ حاصل ہو جائے تو اس کا دل سمندر کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور وہ لوگوں کی ایذا و رسانی سے گدلا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "سمندر کی صورت اختیار کر لے اس میں کتنی بُری جانیں غرق ہوتی ہیں جیسے فرعون اور اسکے حواری غرق ہوئے لیکن اُس میں تبدیلی رونما نہیں ہوتی، تبھی شریعت کی "ناؤ" صحیح سالم سمندر میں تیرے گی اور روحِ قدسی اس کی اتھاہ گہرائیوں میں غوطہ زن ہو کر حقیقت تک پہنچے گی اور اس سے معرفت کے موتی، لَطَائِفِ مکنونہ کے مرجان برآمد ہوں گے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ۔ (الرحمن: 22) ترجمہ! "نکلتے ہیں ان سے موتی اور مرجان۔" کیونکہ یہ سمندر صرف اسے نصیب ہو سکتا ہے جس نے ظاہر

اور باطن دونوں دریاؤں کو جمع کر رکھا ہو، اس مقام کے حصول کے بعد قلب میں کوئی فساد برپا نہیں ہو سکتا، ایسے شخص کی توبہ خالص توبہ ہے اور اس کا عمل نافع ہے، ایسا شخص جان بوجھ کر گناہوں کی طرف مائل نہیں ہوگا اس کا سہواور نسیان استغفار اور ندامت سے انشاء اللہ معاف ہو جائیگا۔

4۔ مخالفتِ نفس اور خواہشات کو لگام دینا عبادت کی بنیاد ہے، کیونکہ بندے اور مولا کے درمیان سب سے بڑا حجاب یہی ہے، جس شخص کے مصائبِ نفس طلوع ہو جائیں اس کے اُنس کے ستارے ڈوب جاتے ہیں، جو نفس سے راضی ہوتا ہے ہلاک ہو جاتا ہے بھلا عقلمند نفس سے راضی کیسے ہو سکتا ہے، جو دل شہواتِ دنیا میں لگے رہتے ہیں ان کی عقلیں اللہ تعالیٰ سے محبوب رہتی ہیں یعنی اسکا عرفان حاصل نہیں کر سکتیں۔

6۔ اور اِدْخُلُوْا:۔ خلوت نشین کو چاہیے کہ ہو سکے تو روزے رکھے، پانچ وقت کی نماز مسجد میں باجماعت مستحب اوقات پر تمام سنن، شرائط اور ارکان کا لحاظ رکھتے ہوئے ادا کرے اور ناغہ نہ ہونے دے، پچھلی رات کی تہائی میں بارہ رکعت نماز تہجد ادا کرے اور جب سورج طلوع ہو جائے تو اشراق کی نیت سے دو رکعت نماز نفل ادا کرے اور دو رکعتیں نماز استعاذہ کی نیت سے پڑھے، ان دو رکعتوں میں معوذتین کی قرأت کرے، اسکے بعد دو رکعتیں استخارہ کی نیت سے پڑھے، نماز استخارہ کی ہر رکعت میں ایک بار سورۃ فاتحہ، ایک بار آیۃ الکرسی اور سات بار سورہ اخلاص

کی تلاوت کرے۔ ان نوافل کے بعد نماز چاشت کی 6 رکعتیں پڑھے اور اسکے بعد کفارہ پُل کی نیت سے دو رکعتیں ادا کرے ان دو رکعتوں میں ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سات سات مرتبہ سورۃ کوثر کی تلاوت کرے ان دونوں کا فائدہ یہ ہوگا کہ پیشاب میں عدم احتیاط کی وجہ سے جو گناہ سرزد ہو جاتے ہیں یہ دو رکعتیں اس کا کفارہ بن جائیگی اور عذاب قبر سے نجات مل جائیگی۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: استتر هوا من البول فان عامة عذاب القبر منه۔ (دارقطنی "سنن" ج 1 ص 128) ترجمہ! "پیشاب سے دامن بچائے رکھے کیونکہ عام طور پر عذاب قبر اس سبب سے ہوتا ہے۔"

چار رکعت صلوٰۃ التسخیر دن رات میں ایک بار پڑھے۔ 200 آیات قرآن کریم کی تلاوت بھی روزانہ ضروری ہے، پھر اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرے، ذکر بالجہر اور ذکر خفی دونوں کرے کہ دل زندہ ہو جائے اور باطن کو زبان مل جائے۔ سورہ اخلاص 100 مرتبہ پڑھے، درود شریف کثرت سے پڑھے، استغفار کثرت سے کرے، خلوت نشین یا طالب ذات حق کو ان اُوراد کے دوران مرشدِ کامل کی طرف بھی کامل توجہ رکھنا ہوگی، یہ کم سے کم کورس ہے جس پر ایک گوشہ نشین سالک کو عمل پیرا ہونا چاہیے تب جا کر مقصود حقیقی یعنی عرفان ذات حق کی دولت نصیب ہوگی۔

حضرت خواجہ محمد وارث راقم فقیر کے ساتھ بھی بہت راز و نیاز کی

گفتگو فرمایا کرتے تھے اور بہت شفقت و کرم فرماتے تھے، آپ کے بیان کردہ اسرار و معارف ناقابل بیان ہیں کیونکہ وہ حقیقت کے جہاں سے تعلق رکھتے ہیں، اس جہاں کی زبان بے صوت اور بے حرف ہوتی ہے، حال کی بات حال ہی سے معلوم ہو سکتی ہے نہ کہ قال سے جیسا کہ حضرت مولانا رومؒ کا فرمان ہے:

قال را بگذار شو

پیشِ مردِ کاملے پامال شو

یعنی معرفتِ حق چاہتے ہو تو کسی مردِ کامل کے پاؤں کی خاک بن جاؤ اسکے سامنے اپنی زبان بند رکھو اور دامن خالی رکھو تا کہ خیرات مل سکے جس کا دامن خود بھرا ہو یعنی غرور تکبر وغیرہ سے، تو اسے مردِ کامل سے کیا ملیگا، معرفتِ الہی کے میدان میں سب سے پہلے اپنی ذات کی نفی کرنا ہوتی ہے جو کہ مرشدِ کامل کی توجہ اور کرم کے بغیر مشکل ہے، پس جب سالک کا اپنے ہونے کا احساس ختم ہو جاتا ہے تو پھر باقی تو صرف اللہ ہی کی ذات ہے یعنی حقیقت میں وحدت ہے اور مجاز میں کثرت ہے مگر یہ نکتہ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب و باطن حاصل ہونے کے بعد مرشدِ کامل کی توجہ سے حاصل ہوتا ہے۔

نکاح اور اولاد:-

میرنشی خواجہ خدایارؒ حضرت خواجہ محمد وارثؒ کا نکاح موضع جانی والا میں حضرت بی بی گامن صاحبہ سے ہوا، ان سے دو صاحبزادے شیخ المشائخ

حضرت خواجہ پیر محمد نذر حسین چشتی نظامیؒ اور شیخ المشائخ حضرت خواجہ پیر محمد سجاد چشتی نظامی صاحب پیدا ہوئے۔ حضرت خواجہ پیر محمد نذر حسینؒ مرد صالح، فقیر کامل اور رہبر طریقت تھے، آپؒ کا مشرب بھی قلندری و رندی تھا اور ساری زندگی مشرب رندی کے اصولوں پر کار بند رہے اور خلق خدا کی رشد و ہدایت کا فریضہ بھی احسن انداز میں سرانجام دیا، آپؒ کا مرقد انور دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف میں حضرت خواجہ پیر محمد امیر عمرؒ کے پہلو میں ہے، دوسرے صاحبزادے حضرت خواجہ پیر قاضی محمد سجاد حسین قریشی ہاشمی صاحب آجکل اپنے والد گرامی کے سجادہ نشین ہیں اور تبلیغ و اشاعت دین کا کام کر رہے ہیں، نیک صورت اور نیک سیرت ہیں اور اپنے اکابرین کے نقش قدم پر ہیں، چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں جو اپنے وقت کی نیک، عابدہ اور صالحہ ہیں۔

وصال اور عرس مبارک:-

حضرت خواجہ محمد وارثؒ کا وصال 2003ء میں بمطابق 8 محرم الحرام 1424 ہجری میں ہوا۔ آپؒ کا مزار اقدس دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف میں چھوٹا روضہ مبارک (عربی میں جنت کے باغ کو روضہ کہتے ہیں) کیساتھ اپنے والد محترم کے پہلو میں ہے۔ آپؒ سرکار کا سالانہ عرس مبارک ہر سال 8 محرم الحرام کو دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف پر منعقد ہوتا ہے جس میں زائرین کی ایک کثیر تعداد شرکت کر کے آپؒ کے باطنی لطف و کرم سے مستفیض ہوتی ہے۔

باب نمبر 20

شمس الاولیاء، شمس الصالحین حضرت خواجہ پیر قاضی محمد امینؒ

(1353 ہجری تا 1416 ہجری --- عمر 63 سال --- 1932ء تا 1995ء)

آن عُنُقائے لامکان، طائر لاہوتی، فخر الاتقیا، رہبر شریعت و طریقت، واقف اسرار معرفت، صاحب کرامات بزرگ، سید الاصفیاء، سید العرفاء، واقف اسرار فقر فخری، سید الجمیلین، سید الحسینین، محبوب خواجہ محمد اسعدؒ، شمس الصالحین، شمس الاولیاء، قطب زمان حضرت خواجہ پیر قاضی محمد امینؒ حضرت سلطان الاستیاء خواجہ پیر حضور بخشؒ کے فرزند اول ہیں اور خرقہ فقر و ارادت بھی اپنے والد گرامی ہی سے حاصل کیا۔ آپ سرکار تقریباً 1932ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد آپ سرکار گو والد محترمؒ نے فقر و سلوک کی منازل طے کرانے کیلئے مجاہدات و ریاضات کرانا شروع کر دیے اور اپنے فقر سے حضرت خواجہ پیر قاضی محمد امینؒ کو مستفیض کرتے رہے تاکہ آپؒ کی تکمیل کا وقت جب آن پہنچا تو وہ دولت فقر جو کہ سید الاولیاء حضرت خواجہ محمد اسعدؒ نے آپؒ کو عطا فرمائی تھی اپنے پیارے بیٹے حضرت خواجہ پیر قاضی محمد امینؒ کو عطا فرمائی اور مسند ارشاد پر بٹھا دیا پھر ایک جہاں آپؒ کے فیض و کرم سے بہرہ ور ہوا۔ حضرت خواجہ پیر قاضی محمد امینؒ کا سلسلہ ارادت و طریقت 39 واسطوں سے حضور پاک ﷺ تک جا پہنچتا ہے اور 3 واسطوں سے قطب الاقطاب حضرت

خواجہ خدایارؒ اور 4 واسطوں سے حضرت خواجہ خواجگان قاضی الحاجات قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ سے جاملتا ہے، طریقت میں آپ سرکار کا مقام بہت بلند ہے آپ اپنے مشائخ کی متابعت اور اطاعت پر بڑی سختی سے عمل کرتے تھے، آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے مشائخ اطاعت الہی اور اتباع رسول کا کامل نمونہ تھے اس لئے بلا چون و چرا ان کے فرمودات پر سختی سے عمل پیرا ہونا چاہئے اور یہی طریقت کا اصول ہے۔

آپ کا نکاح دربار عالیہ فتح پور کمال شریف کے کامل بزرگ حضرت خواجہ عبدالخالقؒ کی صاحبزادی اور حضرت خواجہ محمد اسعدؒ کی نواسی حضرت بی بی عائشہ صاحبہ سے ہوا۔ جن سے دو صاحبزادے مجذوب سالک حضرت خواجہ پیر بخشؒ اور شیخ المشائخ حضرت خواجہ پیر قاضی محمد صدیق چشتی نظامی مدظلہ پیدا ہوئے، اور پانچ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ پہلی صاحبزادی حضرت سعیدہ بی بی صاحبہ جن کا نکاح حضرت خواجہ پیر قاضی محمد اکبر نظامی مدظلہ سے ہوا، حضرت کبریٰ بی بی صاحبہ کا نکاح حضرت خواجہ پیر قاضی محمد شفیق صاحب سے ہوا مگر شادی کے کچھ عرصہ بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ حضرت ساجدہ بی بی صاحبہ کا نکاح متوکل علی اللہ فقیر کامل حضرت خواجہ پیر قاضی میاں محمد یار صاحب مدظلہ کے صاحبزادے حضرت خواجہ پیر قاضی احمد یار صاحب مدظلہ سے ہوا، حضرت مریم بی بی صاحبہ کا نکاح ایک فقیر درویش صفت انسان حضرت خواجہ پیر قاضی غلام سیف

الدین نظامی صاحب مدظلہ سے ہوا، جبکہ سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت طاہرہ بی بی صاحبہ کا نکاح راقم فقیر کے بھائی جناب حضرت خواجہ پیر قاضی محمد جعفر صاحب سے ہوا۔

آپؒ نے اپنی ساری اولاد کی احسن طریقہ پر ظاہری باطنی تربیت فرمائی جن میں آپؒ کا رنگ ظاہر ہے۔ خصوصاً حضرت خواجہ پیر قاضی غلام صدیق صاحب مدظلہ اپنے وقت کے شیخ المشائخ ہیں، آپکے حلقہ ارادت میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد شامل ہے جن کی اصلاح و تربیت فرماتے رہتے ہیں۔ تبلیغی دوروں کے دوران ہر ممکن حد تک دین اسلام کی تبلیغ احسن انداز میں کرتے ہیں، آپ ایک انتہائی شریف النفس، باحیاء نیک صالح، صاحب کرامت بزرگ اور عالم باعمل ہستی ہیں۔ درس نظامی کی تکمیل مدرسہ انوار العلوم ملتان شریف سے کی اور اسی مدرسہ سے تجوید و قرأت کی بھی سند لی، 1976ء میں مقابلہ قرأت میں ملتان شریف میں اول رہے، اپنے والد گرامیؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ شمس الاولیاء حضرت خواجہ قاضی پیر محمد امینؒ راقم فقیر کے پیر صحبت بھی ہیں راقم ایک عرصہ دراز تک ان کی صحبت اور قرب و معیت میں رہ کر انکے فقر سے مستفیض ہوتا رہا ہے، بچپن میں راقم فقیر حضرت خواجہ پیر محمد امینؒ کے ہمراہ تبلیغی دوروں میں اکثر ساتھ رہتا تھا لہذا انہیں قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ آپ سرکارؒ سے کرامات کا اتنی

کثرت سے ظہور ہوتا تھا کہ ان پر علیحدہ ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے، آپؐ کی سب سے بڑی کرامت تو یہ تھی کہ آپؐ سرکارِ اطاعتِ الہی اور اتباعِ رسول کا کامل نمونہ تھے اور شریعت و طریقت کے اصولوں کی پاسداری پر بڑی سختی سے کار بند رہتے تھے، اور خلافِ شرع امور کو سخت ناپسند رکھتے تھے۔ جو سائل بھی آپؐ کی خدمت میں دُعا کیلئے حاضر ہوتا ہاتھ دُعا کیلئے اٹھاتے ہی تھے کہ اس کا کام ہو جاتا تھا، جس نے جو مانگا اللہ تعالیٰ سے لیکر اسے دے دیا مگر فرماتے تھے کہ طالبِ دنیا تو بہت ہیں مگر طالبِ حق خال خال نظر آتے ہیں اور ہمیں جو نعمتِ فقر ملی ہے اس کا تقاضا ہے کہ حق دار یعنی طالبِ حق کو اسمیں سے ضرور حصہ عطا کیا جائے، لہذا آپؐ سرکار کی محفل میں بڑے بڑے علماء و مشائخ بھی آتے تھے اور اپنا دامن مراد بھر کر جاتے تھے۔ آپؐ سہل پسندی کو اپنے قریب تک نہیں آنے دیتے تھے، آپؐ نے ساری زندگی کٹھن اور صبر آزما حالات میں گزاری۔ آپؐ فرماتے تھے کہ یہ ہمارے مشائخ کی سنت ہے کہ تنگدستی اور مفلسی کو اختیار کیا جائے، ہمارا یہ فقر اختیاری ہے اضطراری نہیں ہے اور یہی سنتِ رسول ﷺ ہے جس پر صرف صوفیاء کرام عمل پیرا ہیں اور کسی کی مجال نہیں ہے۔ آپؐ انتہا درجہ کے عابد، زاہد، متوکل، نیک سیرت و نیک صورت اور ملکی صفات کے حامل انسان تھے، آپؐ کا چہرہ نورانی تھا اور اسمیں سرخی چھلکتی ہوئی نظر آتی تھی اور فرماتے تھے کہ کُسنِ باطن کا اثر کُسنِ صورتِ ظاہری پر بھی پڑتا ہے،

چہرہ انسان کے باطن کا عکاس ہوتا ہے، قلب و باطن کی صفائی کا اثر انسان کے ظاہری اعضاء پر بھی ہوتا ہے، آپ سرکارؐ کے جملہ اعضاء خصوصاً چہرہ مبارک چاند کی طرح روشن اور خوبصورت تھا جو شخص ایک بار دیکھتا وہ آپؐ کا دیوانہ ہو جاتا تھا، آپؐ حد درجہ سخی اور باحیاء انسان تھے، آپؐ کی گفتگو حکمت آمیز ہوتی تھی، مختصر جملوں میں معنی کا ایک دریا موجزن ہوتا تھا، غرضیکہ آپؐ کی ذات جملہ اخلاقِ حسنہ کا مجموعہ تھی۔

مشہور کرامات :-

1- تبلیغی دورہ جات پر جب تشریف لے جاتے تو جس بستی یا علاقہ میں قیام فرماتے وہاں کے رہائشی آپؐ سے دعوت کی استدعا کرتے تو آپؐ سب کی دعوت قبول فرما لیتے تھے اور بارہا دیکھا گیا کہ آپؐ جن جن لوگوں سے وعدہ کر چکے ہوتے تھے اسی روز بیک وقت سب کے ہاں دعوت پر موجود ہوتے تھے۔

2- تھوڑا سا کھانا ایک بہت بڑے مجمع کو کفایت کرتا تھا، ہوتا یوں تھا کہ جب سالکین و زائرین کی تعداد بڑھ جاتی تھی تو آپؐ سرکارؐ خود کھانا تقسیم فرماتے تھے، جس سے چند بندوں کا کھانا کثیر تعداد میں شریک لوگوں کو پورا ہو جاتا تھا، یہ کرامت تو آپؐ کا معمول تھی۔

3- دستگیر ما حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ کی طرح آپؐ سرکارؐ کا وجود بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ذکرِ الہی کرتا تھا، جب ایک مرید نے آپؐ کی یہ

حالت دیکھ لی تو آپؐ نے اس سے وعدہ لیا کہ میرے وصال کے بعد اسے ظاہر کرنا۔

4۔ راقم فقیر آپؐ سے حج پر جانے کی گزارش کرتا تھا تو آپؐ فرماتے تھے کہ بعد از وصال حج کرونگا اور پھر ایسا ہی ہوا کہ وصال کے بعد کئی سال تک آپؐ کو مکۃ المکرمہ حرم شریف میں حج کے دوران طواف کرتے ہوئے دیکھا گیا اور مدینہ شریف کی حاضری دیتے ہوئے بھی دیکھا گیا۔

5۔ آج بھی آپؐ کا کوئی مرید صادق جب آپؐ کو دل سے یاد کرتا ہے تو آپؐ سرکارؐ فوراً اس کی مدد کو پہنچتے ہیں اور اس کا مسئلہ بھی حل فرما دیتے ہیں۔

6۔ آپؐ کے وصال کے بعد جب آپؐ کے صاحبزادے محترم برادرِ جناب قاضی غلام صدیق صاحب تبلیغی دورہ جات پر تشریف لے جاتے تھے تو آپؐ سرکارؐ پہلے ہی سے اس بستی / علاقہ والوں کو خبر کر دیتے تھے کہ میرا بیٹا آ رہا ہے جو شخص مجھے دیکھنا چاہتا ہے یا مجھ سے ملنا چاہتا ہے وہ اُسے دیکھ لے گویا کہ اس نے مجھ سے ملاقات کی ہے، بلکہ آپؐ کی یہ کرامت تا حال جاری و ساری ہے۔

دربارِ عالیہ حاجی پور شریف کی حاضری:-

آپؐ سرکارؐ ہر سال دربارِ عالیہ حاجی پور شریف، فاضلپور، ضلع

راجپوت حضرت خواجہ نور محمد نارووالہؒ کی بارگاہ میں حاضری دیا کرتے تھے اور 10 راتوں کیلئے معتکف بھی ہوتے تھے، کیونکہ حضور قبلہ عالم سرکارؐ کا فرمان تھا کہ میرے بعد میرے اس محبوب خلیفہ کی حاضری کو یقینی بناؤ اور ان سے باطنی فیوضات کی تحصیل کرو، لہذا اس فرمان کی تعمیل میں آپ سرکارؐ ہر سال حضور نارووالہ کریمؐ کی بارگاہ میں 10 روزہ نفلی اعتکاف فرماتے تھے یہ دس روز کی گوشہ نشینی ایک قسم کا طریقت میں چلہ کا قائم مقام ہوتی ہے اس میں سالک کو جمعیت قلبی حاصل ہوتی ہے اور اس کے فقر کی بیڑی چارج ہو کر خلق خدا کے افادہ کا باعث بنتی ہے۔

اکابرین کے اعراس مبارک:-

شمس الاولیاء حضرت خواجہ پیر قاضی محمد امینؒ ہر سال بڑے اہتمام سے شہنشاہ ولایت ملتان حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ اور تاجدار ولایت بہاولپور محبوب اللہ سرکار حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ کے سالانہ اعراس مبارک منعقد کرتے تھے، آپ سرکارؐ کا عشق و محبت ان ہستیوں سے قابل دید ہوتا تھا اور سالکین کو ان ہستیوں کی زیارت کیلئے ادب و احترام کی تاکید کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ذرا سی بے ادبی بیڑا غرق کر سکتی ہے۔

حضرت خواجہ قاضی محمد امینؒ کے فرمودات طریقت:-

1۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ روز قیامت فقراء یعنی صوفیا کرام صفت

اوّل میں کھڑے ہونے والے مردانِ باصفاء ہیں کیونکہ ان کے دل
 ماسوا اللہ سے تصفیہ و تزکیہ کی وجہ سے پاک ہو چکے ہوتے ہیں اور یہ صفتِ
 اوّل عالمِ قرّبت ہے۔

2- عالم چار ہیں: عالمِ مُلک، عالمِ ملکوت، عالمِ جبروت اور عالمِ
 لاہوت اور عالمِ لاہوت ہی عالمِ حقیقت ہے۔

3- علم کی چار قسمیں ہیں: علمِ شریعت، علمِ طریقت، علمِ حقیقت اور
 علمِ معرفت۔

4- ارواح بھی چار ہیں: روحِ جسمانی، روحِ روانی و سیرانی، روحِ
 سلطانی اور روحِ قدسی۔

5- بالکل اسی طرح تجلیات بھی چار ہیں: تجلیِ آثار، تجلیِ افعال، تجلیِ
 صفات اور تجلیِ ذات۔

6- اور عقل بھی چار ہیں: عقلِ مُعاشی، عقلِ معادی، عقلِ زمانی
 اور عقلِ کُل۔

7- لوگ چار عالموں کے مقابلے میں اقسامِ اربعہ کی قید لگاتے
 ہیں: علومِ اربعہ، ارواح، تجلیات اور عقول۔

8- بعض لوگ علمِ اوّل، روحِ اوّل، عقلِ اوّل کو جنتِ اوّل یعنی
 جنتِ الماویٰ کے ساتھ مقید خیال کرتے ہیں، اور بعض دوسری اقسام کو
 جنتِ ثانی کے ساتھ مقید کرتے ہیں، دوسری جنت سے مراد جنتِ التّعمیم

ہے، بعض تیسری اقسام کو جنت ثالثہ یعنی جنت الفردوس کیساتھ مقید کرتے ہیں یہ لوگ حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔

9۔ اہل حق فقراء عارفین صرف قرب خداوندی کے خواہی ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی چیز سے تعلق نہیں رکھتے۔ اس لئے حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: مَحَبَّتِي مَحَبَّةُ الْفُقَرَاءِ (سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد)۔ ترجمہ! "میری محبت فقراء کی محبت میں ہے۔"

10۔ الْفَقْرُ فَخْرِي (ویلمی "الفردوس" حدیث نمبر 2399) ترجمہ! "فقر میرا فخر ہے۔" فقر سے مراد فناء فی اللہ ہے جس کے دل میں ذاتی کوئی خواہش نہ ہو اور نہ ہی اس کے دل میں کوئی غیر یا کسی غیر کی محبت سما سکتی ہو۔

11۔ قلبِ مومن کی وسعت:- حدیث قدسی میں ہے: لَا يَسْعُنِي أَرْضِي وَلَا سَمَائِي وَلَكِنْ يَسْعُنِي قَلْبُ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ۔ (غزالی "الاحیاء" ج 3 ص 15) ترجمہ! "میں اپنی زمین اور اپنے آسمان میں نہیں سما سکتا مگر اپنے بندہ مومن کے دل میں سما جاتا ہوں" یعنی ایسا بندہ مومن جس کا دل صفاتِ بشری سے پاک اور منزہ ہو اور کسی غیر کا خیال بھی اس میں نہ رہے پس ایسے دل میں اللہ تعالیٰ کا نور منعکس ہوتا ہے اور یوں وہ اس دل میں سما جاتا ہے۔

12۔ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ "بندہ مومن کے دل کے

ایک کونے میں اگر عرش اور اسکے مُلکحات کو رکھا جائے تو اسے احساس تک نہ ہو۔ "جو ان اہل محبت سے تعلق خاطر رکھتے ہیں آخرت میں ان کے ساتھ ہونگے، فقیروں سے محبت کی علامت یہ ہے کہ انسان اُن کی صحبت میں بیٹھنا پسند کرے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا مشتاق رہے اور اس کے دل میں وصال کی تمنا کروٹیں لیتی رہے۔

13۔ حدیث قدسی میں ہے: **أَلَا طَالَ شَوْقُ الْأَبْرَارِ إِلَى لِقَائِي وَإِنِّي لَأَشَدُّ شَوْقًا إِلَيْهِمْ۔** (الفتنی، "تذکرۃ الموضوعات" ص 196) ترجمہ! "نیک بندوں نے میری ملاقات کا شوق عرصہ سے دل میں پال رکھا ہے میں ان سے کہیں زیادہ ان کی ملاقات کا مشتاق ہوں۔"

14۔ صوفیاء کا لباس:۔ مُبہدی کیلئے سخت لباس اور سخت کھانا ہوتا ہے اور ان کا لباس بکری کی اون کا ہوتا ہے، جبکہ متوسط کیلئے بھیڑ کی اون کا لباس روا ہے، متوسط میں اچھائی کے مختلف رنگ ہوتے ہیں مثلاً شریعت کا نور، طریقت کا نور اور معرفت کا نور، اس لئے ان کے لباس میں بھی تینوں رنگ ہوتے ہیں یعنی سفید، نیلا اور سبز، جبکہ منتهی کیلئے پشم کا لباس ہوتا ہے جسمیں چار قسم کی اون ملی ہوتی ہے، منتهی کا عمل تمام رنگوں سے خالی ہوتا ہے جس طرح کہ سورج کی روشنی میں کوئی رنگ نہیں اور اس کا نور رنگوں کو قبول نہیں کرتا، اسی طرح منتهی لوگوں کا لباس بھی تاریکی کی مانند کسی رنگ کو قبول نہیں کرتا یہ فناء کی علامت ہے اور ان کی معرفت کے نور کیلئے

نقاب ہے جس طرح رات سورج کی روشنی کیلئے نقاب کا کام دیتی ہے،
اسمیں اہل عقل کیلئے ایک لطیف اشارہ ہے، ایک دوسری وجہ بھی ہے کہ اہل
قربت اس دنیا میں گویا مسافر ہیں ان کیلئے یہ دنیا غم و اندوہ، محنت و مشقت
اور حزن و ملال کی دنیا ہے۔

15۔ حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ**۔
(صحیح مسلم، کتاب الزُّہد حدیث نمبر 2956) ترجمہ! "دنیا مومن کیلئے قید
خانہ ہے۔" اسی لئے اس جہانِ ظلمت میں لباسِ ظلمت ہی زیب دیتا ہے،
صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے سیاہ لباس بھی پہنا اور سیاہ
عمامہ بھی باندھا، سیاہ لباس مصیبت کا لباس ہے یہ ان لوگوں کے جسم پر
بتتا ہے جو مصیبت زدہ ہوں اور حالتِ غم و اندوہ میں ہوں۔ صوفیاء اہل
عزاء ہیں کیونکہ وہ مکاشفہ مشاہدہ اور معائنہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے نور کے
سامنے ہیں اور شوق، عشق اور رُوحِ قدسی، مرتبہ قربت و وصل کی طرح
ابدی موت کی وجہ سے حالتِ غم میں ہیں اس لئے مدتِ العمر انکے جسم پر
اہلِ عزاء کا لباس ہی بتتا ہے کیونکہ وہ منفعتِ اُخروی سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے
ہوتے ہیں۔ "جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ
چار ماہ اور دس دن تک سوگ کے لباس میں رہے۔" (البقرہ: 234)
کیونکہ اس سے دنیوی منفعت چھن گئی ہے پس جس سے اُخروی منفعت
چھن جائے وہ ساری عمر کیوں نہ سوگ منائے۔

16- حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: أَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً النَّبِيُّونَ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَاَلْأَمْثَلُ - (ترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء) ترجمہ! "سب سے زیادہ مصائب کا سامنا انبیاء کو کرنا پڑا پھر ان کے صحابہ پھر ان کے دوست۔"

17- حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: الْمُخْلِصُونَ عَلَى خَطَرٍ عَظِيمٍ (الاحادیث المشکله از اطوٹ) ترجمہ! "مخلصین کو بڑے بڑے خطرات کا سامنا ہے۔" یہ فقر و فناء کی صفت ہے اور اہل فناء کا مقام ہے اور اولیاء اللہ کی صفات ہیں۔

18- حدیث میں ہے: الْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْهِ فِي الدَّارَيْنِ - (صغائیٰ "الموضوعات" ص 80) ترجمہ! "فقر دونوں جہان میں سیاہ رُوئی ہے۔" اس کا مفہوم یہ ہے کہ فقر مختلف رنگوں کو قبول نہیں کرتا وہ صرف نور ذات کو قبول کرتا ہے، سیاہی کی حیثیت خوبصورت چہرے پر تل کی مانند ہے جو حسن و ملاححت میں اضافہ کا سبب بنتا ہے، اہل قربت جب جمالِ خداوندی کا مشاہدہ کرتے ہیں تو پھر ان کی آنکھوں کا نور کسی غیر کو قبول نہیں کرتا اور نہ کسی اور کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، دارین میں ان کا ایک ہی محبوب، ایک ہی مطلوب ہوتا ہے ان کی منزل حریم ذات کی قربت ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی معرفت و وصل کیلئے پیدا فرمایا ہے انسان پر واجب ہے کہ وہ اپنے مقصدِ حیات کو پانے کی کوشش

کرے۔ حضرت خواجہ پیر محمد امینؒ فرماتے ہیں کہ:

اے طالب! اپنی عمر لایعنی کاموں میں مت صرف کر کہ پس
مرگ اپنی عمر عزیز کے ضیاع پر پچھتا تا پھرے پھر اس وقت کچھ نہیں
ہو سکے گا کیونکہ محنت و کاوش کا یہ جہان ہے وہ جہان ثمر و اجر کا جہان ہے،
لفظ حُب دو حرفوں پر مشتمل ہے حاء اور باء اسمیں اشارہ ہے کہ اہل محبت جسم
و روح کی قید سے نکل جاتے ہیں لہذا اس مقام کو پانے کی کوشش کرے
اور اس عمر کو غنیمت سمجھے بلکہ ایک ایک سانس کی قدر کرے اور اسکی محافظت
کرے۔

وصال اور عرس مبارک:-

شمس الاولیاء حضرت خواجہ پیر قاضی محمد امینؒ کا وصال 8 شعبان
المعظم 1416ھ ہجری بمطابق 30 دسمبر 1995ء میں 63 سال کی عمر
میں متابعیت رسول ﷺ میں ہوا، اور دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف میں
اپنے والد محترمؒ کی پابنتی میں دفن ہوئے جہاں پر آپؒ کا مزار اقدس
زیارت گاہ خلّاق ہے۔ آپ سرکارؒ کا عرس مبارک ہر سال 8 شعبان المعظم
خانپور قاضیاں شریف میں ہوتا ہے جس میں خواص زائرین کی ایک کثیر
تعداد شرکت کر کے اپنا دامن آپؒ کے فیض و کرم سے بھر کر جاتی ہے۔

باب نمبر 21

عارف ربّانی، شہیدِ محبت حضرت خواجہ پیر حاجی عبدالحمیدؒ

(1358 ہجری تا 1426 ہجری --- عمر 68 سال --- 1937ء تا 2005ء)

آن عارف ربّانی، الشہید، محب الفقراء والمساكين، سید الغریبین، سید الاخیاء، سید الفقراء، سید الصلّی، سید السعد آء، سید الساکین، سید الواصلین، سید المسعودین، سید المتصافین، سید المتأخرین، سید الکاملین، سید العاشقین، سید الجوادین، قطب زمان حضرت خواجہ پیر حاجی عبدالحمیدؒ سلطان الاخیاء حضرت خواجہ پیر محمد حضور بخشؒ کے فرزند دوم ہیں، آپؒ تقریباً 1937ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم و تربیت اور درس نظامی کی تکمیل حضرت قبلہ والد صاحبؒ نے کرائی بعد ازاں خرقة فقر و ارادت سلطان العارفین حضرت خواجہ محمد نظام بخشؒ سے حاصل کیا جنہوں نے آپؒ کی شادی بھی کرائی اور اپنے ساتھ حج کی سعادت کیلئے بھی لے گئے۔ حضرت خواجہ نظام بخشؒ سرکاری نظر کرم آپؒ پر خصوصی تھی، آپؒ نے دل و جان سے خواجہ حاجی صاحبؒ کی ظاہری باطنی تربیت فرمائی اور درجہء کمال پر پہنچا کر مسند ارشاد پر فائز کر دیا اور پھر ایک جہاں آپؒ سے مستفیض ہوا۔ حضرت خواجہ پیر حاجی عبدالحمیدؒ کا سلسلہ طریقت 39 واسطوں سے حضور پاک ﷺ تک جا پہنچتا ہے اور 3 واسطوں سے قطب الاقطاب حضرت خواجہ پیر خدایارؒ اور 4 واسطوں سے فانی فی اللہ باقی باللہ

حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خان پوریؒ سے جاملتا ہے، طریقت میں آپ سرکارؒ کا مقام بلند ہے، راقم فقیر کے چونکہ آپؒ سر بھی ہیں اور پیر صحبت بھی ہیں، راقم فقیر کا انؒ کے ساتھ ایک طویل عرصہ کا تعلقِ محبت رہا ہے اس لئے آپؒ کی زندگی کے ظاہری باطنی پہلو کافی حد تک مشاہدہ میں آئے، الحاصل کلام آپؒ فقر کے ایک اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور بقول حضرت خواجہ پیر بخشؒ مجذوب سالک: کہ حاجی صاحبؒ کا نام اعلیٰ علیین کے نوشتہ میں درج ہے جسکا انہیں مشاہدہ ہوا۔

حضرت خواجہ حاجی صاحبؒ کا روحانی مقام:-

عارف ربانی حضرت خواجہ پیر حاجی عبدالحمیدؒ کا روحانی مقام بہت بلند ہے، آپؒ اپنے وقت کے کالمین کے پیشوا و رہبر تھے، امام شریعت و امام طریقت تھے، ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم پر بھی دسترس رکھتے تھے، آپؒ کا باطن اس حد تک صاف اور شفاف ہو گیا تھا کہ آپؒ کو لطافت و نفاذ کا ایک اعلیٰ روحانی مقام حاصل ہو گیا تھا۔ راقم جب رات کو آپؒ کے ہاں قیام پذیر ہوتا تھا تو نماز تہجد کے وقت چھپ کر آپؒ کی روحانی کیفیات کا مشاہدہ کرتا تھا، آپؒ اپنی ظاہری حالت سے پرواز کر کے اپنی باطنی حالت و مقام پر چلے جاتے تھے جہاں پر آپؒ کی باطنی صورت ظاہری صورت سے ہٹ کر ایک اور صورت اختیار کر لیتی تھی اور آپؒ اس قدر حالتِ استغراق میں ہوتے تھے کہ آپؒ کو دنیا و مافیہا کی

خبر نہ ہوتی تھی، بارہا آپؐ کی توجہ اپنی طرف راقم فقیر نے اس عالم میں موڑنے کی کوشش کی مگر آپؐ ذاتِ حق میں کامل استغراق کی وجہ سے فقیر کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے بلکہ بعض اوقات صرف آپؐ کے کپڑے ہوتے تھے اور ایسا لگتا تھا کہ آپؐ بیٹھے ہوئے ہیں مگر حقیقتاً غائب ہوتے تھے، ظاہر میں صرف آپؐ کی مثالی صورت ہوتی تھی۔ راقم فقیر بعد ازاں ان مقاماتِ ولایت کے بارے میں آپؐ سے استفسار کرتا تھا تو آپؐ بے حد دقیق اور مشکل اسرار و رموز سے آگاہ فرماتے تھے جو کہ ناقابلِ بیان ہیں اور حال سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپؐ کو فنائے تامہ حاصل تھی اور فناء الفناء کے مقام پر فائز تھے جہاں پر انسان کی ذات بھی فناء ہو جاتی ہے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہ جاتی ہے اس وقت بظاہر کام بندہ کرتا ہے مگر فاعل حقیقی اللہ کی ذات ہوتی ہے اور یہی حال آپؐ کا تھا مگر آپؐ کی حیاتِ ظاہری میں اس راز کو ظاہر کرنے کی اجازت نہ تھی جو کہ حسبِ وعدہ اب ظاہر کر دیا گیا ہے۔ آپؐ سرکارِ تختی الامکان حد تک اپنے آپ کو اخفاء میں رکھتے تھے، آپؐ آخرِ حیات میں حق تعالیٰ سے کلام کرتے رہے لوگ یہ سمجھتے رہے کہ ہم سے باتیں کر رہے ہیں۔ واقعی حضرت خواجہ خدایار پیرؒ کی اولاد جب اپنی ظاہری زندگی کے آخری دور میں داخل ہوتی ہے تو خواجہ خدایارؒ اسے اپنا روحانی مقام عطا کر کے پھر اسی پر اس کا خاتمہ کروا کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنے قرب و معیت میں رکھتے ہیں آپؐ کو بھی یہ مقام آخرِ حیات

میں حاصل ہوا، اس وقت آپؐ کا ملائفانی الشیخ کے درجہ پر فائز تھے۔ آپؐ کی توجہ سے ہزاروں گم گشتگانِ راہ کو راہِ ہدایت نصیب ہوئی اور صراطِ مستقیم کی طرف گامزن ہوئے یعنی ذاتِ حق کی معرفت کیلئے کمر بستہ ہوئے اور بے شمار لوگوں نے آپؐ کے ذریعہ معرفت کے جام پیئے۔

حضرت خواجہ حاجی صاحبؒ کی مشہور کرامات :-

1۔ آپؐ کا ایک مرید میاں رشید ولد عبد المجید ساکن بستی مولوی ہیر موضع خانپور بھانڑین، تحصیل جتوئی، ضلع مظفر گڑھ جو کہ ابھی بھی زندہ حیات ہے ہیر و نین کے کیس میں صوبہ سرحد ضلع پشاور میں جیل کے اندر ہو گیا، فاضل جج عدالت نے اسے حسب ضابطہ سزا تجویز کی مگر جج کے بقول میں نے تین مرتبہ تمہاری سزا لکھی اور تینوں مرتبہ وہ مٹ جاتی تھی اور میں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ وہ کہہ رہے ہیں یہ ہمارا مرید ہے اسے چھوڑ دو، چنانچہ جج نے اسے صبح رہا کر دیا اور کرایہ کیلئے رقم بھی دی۔ ادھر میاں رشید صاحب کے خواب میں بھی قبلہ حاجی صاحبؒ تشریف لے گئے کہ جلد خیر پور شریف عرس پر پہنچو، چنانچہ صبح ہوتے ہی رہا ہو کر موصوف خیر پور شریف عرس پاک کی چراغاں کی محفل میں حاضر ہو گئے۔

2۔ ایک مرید کے موٹر سائیکل کا پٹرول ختم ہو گیا اور وہ پریشان حالت میں آپؐ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا آپؐ نے اس کو فرمایا کہ اسے ابھی اسٹارٹ کرو اور بغیر بریک لگائے اور پیچھے دیکھنے کے سیدھے پٹرول پمپ

تک چلے جاؤ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور ایک طویل سفر بغیر پٹرول کے طے کر لیا۔

3۔ حضرت خواجہ پیر محمد امینؒ کی طرح آپؒ کی بھی یہ معمول کی کرامت تھی کہ چند آدمیوں کا کھانا ایک بڑا مجمع کھا جاتا تھا۔

4۔ آپؒ نے وصال سے ایک سال قبل اندرون ملک اپنے تمام مریدین سے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ بابا! ہمارا یہ آخری سفر ہے پھر ملاقات نہیں ہوگی اگر فقیر کو یاد رکھو گے تو فقیر تمہیں بھی یاد رکھے گا اور تمہاری مدد و حمایت کو آن پہنچے گا۔ ہر بستی، علاقہ، اور قریہ قریہ کے لوگ جب آپؒ کی قل خوانی پر حاضر ہوئے تو ہر شخص نے آپؒ کی یہ بات آکر سنائی۔ یہ صوفیاء کرام کی ہمیشہ سے صفت رہی ہے کہ وہ اپنی ظاہری حیات میں اپنی حقیقت کو ظاہر نہیں ہونے دیتے اور یہی معاملہ حضرت خواجہ پیر حاجی عبدالحمید صاحبؒ کے ساتھ تھا ورنہ آپؒ سرکارِ ولایت کے مراتبِ عالیہ پر فائز تھے مگر بظاہر مزاجاً سخت اور جلالی طبیعت کے حامل تھے اور لوگوں کو اپنے آپ سے متنفر کرتے تھے مگر باطن ذاتِ حق کے ساتھ مشغول رہتے تھے۔

نکاح اور اولاد:-

عارفِ ربّانی حضرت خواجہ پیر حاجی عبدالحمیدؒ کا نکاح سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نور محمد پیرؒ کی دختر نیک اختر حضرت صفیہ بی بی صاحبہ

سے ہوا جن سے چار صاحبزادے شیخ المشائخ حضرت خواجہ پیر قاضی محمد اسلم قریشی ہاشمی چشتی نظامی صاحب، محترم برادرِ جناب صاحبزادہ قاضی محمد رفیق قریشی ہاشمی صاحب، شیخ المشائخ حضرت خواجہ پیر قاضی محمد شفیق چشتی نظامی صاحب اور محترم برادرِ جناب صاحبزادہ قاضی محمد بشیر قریشی ہاشمی صاحب پیدا ہوئے، چاروں صاحبزادے نیک، پارسا، غریبوں، فقیروں کے ساتھ محبت رکھنے والے، ان کے دکھ سکھ میں شریک ہونے والے، مسکینوں و محتاجوں کے فریاد رس، عالم باعمل اور بااخلاق انسان ہیں، خصوصاً برادرِ جناب قاضی محمد اسلم صاحب اور برادرِ جناب قاضی محمد شفیق صاحب اپنے والد محترم کے سجادہ فقر پر بیٹھ کر سالکین اور طالبین کی رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، تبلیغی دورہ جات اکٹھے کرتے ہیں اور شریعت و طریقت کے احکام و اسرار سے لوگوں کو آگاہ کر رہے ہیں، اور سلسلہ چشتیہ کی فقر کی دولت کو حسب استعداد اور ظرف کے مطابق سالکین میں بانٹ رہے ہیں۔ محترم برادرِ قاضی محمد رفیق صاحب پورے خاندان خانپور قاضیاں شریف کے فخر ہیں ہر موقع اور ہر موڑ پر ہر ایک کیلئے اپنی خدمات پیش کرتے ہیں اور پورے خاندان کے اتحاد کی علامت سمجھے جاتے ہیں، انتہائی بااخلاق اور ملنسار ہیں اور غریبوں، فقیروں، مسکینوں، یتیموں، بیواؤں اور محتاجوں کی ہر ممکن مدد کرتے ہیں اور ان کی حاجات پوری فرماتے ہیں جبکہ محترم برادرِ قاضی محمد بشیر صاحب

بھی پورے خاندان کیلئے محبت پیار اور اتحاد کے جذبات رکھتے ہیں اور ہر ایک کا ادب و احترام کرے ہیں خاندان کی نوجوان نسل کی بہتری اور خیر کیلئے مصروف عمل رہتے ہیں۔ تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں: حضرت غلام فاطمہ بی بی صاحبہ جن کا نکاح راقم فقیر کے ساتھ ہوا۔ حضرت خالدہ بی بی صاحبہ کا نکاح پیر طریقت رہبر شریعت شیخ المشائخ حضرت خواجہ پیر قاضی غلام قطب الدین چشتی نظامی صاحب سے ہوا جو کہ حضرت خواجہ نظام بخشؒ کے فقر کا مشن آگے پھیلا رہے ہیں اور اپنے وقت کے شیخ طریقت ہیں ہزاروں لوگوں کی ہدایت کا سامان فراہم کر رہے ہیں ہر سال دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف پر "چلہ کشی" کرتے ہیں اس طرح فقر خواجہ نظام بخشؒ کے امین بن چکے ہیں جبکہ تیسری صاحبزادی حضرت بتول بی بی صاحبہ کا نکاح محترم برادر صابزادہ قاضی محمد طارق شفیع چشتی نظامی صاحب سے ہوا جو کہ پروفیسر آف انگلش ہیں، آپ سرکار کی تمام صاحبزادیاں بھی اپنے وقت کی عابدہ، زاہدہ اور صالحہ ہیں۔

اکابر مشائخ کے اعراس مبارک:-

عارف ربّانی حضرت خواجہ پیر قاضی حاجی عبدالحجیدؒ اپنے اکابرین مشائخ یعنی حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتائیؒ اور محبوب اللہ سرکارؒ حضرت خواجہ خدا بخشؒ خیر پوری کے سالانہ اعراس مبارک بڑی عقیدت و احترام اور اہتمام سے ساری زندگی کرتے رہے جسکے صلہ میں

ان دونوں اقطاب کے باطنی فیوضات سے بھی بہرہ ور ہوتے رہے۔

حضرت خواجہ حاجی صاحبؒ اور غریب پروری:-

عارف ربّانی حضرت خواجہ قاضی پیر حاجی عبدالحمیدؒ انتہا درجہ کے غریب پرور اور غریب نواز انسان تھے، آپؒ ساری زندگی، فقیر، مسکین، غریب، یتیم، بیواؤں، محتاج خواتین و حضرات اور حاجت مندوں کی ضرورتیں پوری کرتے رہے، آپؒ کے در سے کوئی خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا، اگر خانپور قاضیاں شریف کی بستی میں کوئی بھوکا سویا ہوا ہوتا اور آپؒ کے علم میں آتا تو فوراً اسے گھر کھانا اور کھانے کی اشیاء بھجواتے تھے اعراس مبارکہ پر ان حضرات کیلئے لنگر کا علیحدہ انتظام فرماتے تھے، انتہا درجہ کے سخی انسان تھے جو بھی سائل آیا اس کا دامن مراد بھر دیا۔

حضرت خواجہ حاجی صاحبؒ کا طلبِ حاجات کے بارے

میں بیان:-

قُطبِ زمان، عارفِ ربّانی حضرت خواجہ پیر حاجی عبدالحمیدؒ فرماتے تھے کہ جس کی کوئی بھی حاجت ہو وہ دربارِ عالیہ خانپور قاضیاں شریف پر چھوٹا روضہ کے اندر فردِ الحقیقت، سلطانُ المشائخ حضرت خواجہ قاضی محمد سیف الدین چشتی نظامیؒ کے مزارِ اقدس پر حاضر ہو کر آپؒ سرکارؒ کی خدمت میں اپنی حاجت اور مسئلہ پیش کرے اور یہ گزارش بھی کرے کہ میری یہ دعا قبول کروادیں تو آپؒ سرکارؒ اس کا کیس قطب الاقطاب

حضرت خواجہ خدایارؒ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں اور سفارش بھی کرتے ہیں اور سائل کا کام بھی کروا دیتے ہیں۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ حضرت خواجہ خدایارؒ کی بارگاہ کے مثل خواں ہیں اور ہر حاجت مند کی درخواست حضرت صاحبؒ کے حضور پیش فرماتے ہیں لہذا ادب کا تقاضا بھی یہی ہے کی براہ راست خواجہ خدایارؒ کی بارگاہ میں مسئلہ پیش کرنے سے احتراز کیا جائے اور Through proper channel اُن تک پہنچنا چاہئے جو کہ کارگر بھی ہے اور فائدہ مند بھی ہے۔ دیتی اللہ ہی کی ذات ہے یہ صالحین حضرات تقسیم نعم کا ذریعہ ہیں، جس طرح اس عالم ظاہر یعنی عالم شہادت کے اصول و قوانین ہیں بالکل اسی طرح عالم باطن میں بھی ایک مربوط نظام قائم ہے جس پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے اور اولیاء اللہ اس باطنی نظام کے منتظم ہیں انہی کے ذریعہ تمام ظاہری و باطنی امور کائنات پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔

حضرت خواجہ حاجی عبدالحمید صاحبؒ کے فرمودات:-

1۔ راقم فقیر نے آپ سرکارؒ سے خواب کی حقیقت و تعبیرات اور حالت نزع و طہارت کے بارے میں چند سوالات کئے تو آپ سرکارؒ نے فرمایا: کہ نیند میں انسان جو واقعات دیکھتا ہے ان کی کوئی نہ کوئی تعبیر ہوتی ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: لم یبق من النبوة الا المبشرات (صحیح بخاری، کتاب التعلبیر، حدیث نمبر 6589)

ترجمہ! نبوت میں سے صرف سچے خواب باقی رہ گئے ہیں۔ "یہ خواب انسان دیکھتا ہے یا اُسے دکھائے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے: **الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِّنْ سِتِّ وَأَرْبَعِينَ جُزْءً مِّنَ النُّبُوَّةِ** (صحیح مسلم، کتاب الروایہ، حدیث نمبر 2263) ترجمہ! "سچے خواب نبوت کے چھالیس اجزاء میں سے ایک جز ہیں۔" اس سے سچے خواب کی اہمیت واضح ہوتی ہے، ایک اور حدیث پاک میں آیا ہے: **مَنْ رَأَى فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَأَى فِی الْيَقْظَةِ لِأَنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتِمَثَّلُ بِیْ وَبِمَنْ تَبِعَنِی**۔ (صحیح بخاری، کتاب التَّعْبِيرِ) ترجمہ! جس نے خواب میں میری زیارت کی تو اس نے یقیناً بیداری میں میری زیارت کی کیونکہ شیطان میری مثالی صورت میں ظاہر نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ان لوگوں کی مثالی صورت میں جنہوں نے میری اتباع کی۔ "یعنی شریعت، طریقت اور معرفت کے عمل کے نور سے میری فرمانبرداری کی اور حقیقت و بصیرت کی روشنی میں میری اتباع کرتے رہے۔ شیطان ان تمام انوارِ لطیفہ کی مثالی صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ صاحب "مظہر" لکھتے ہیں یہ چیز نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے کیونکہ شیطان رحمت، لطف اور ہدایت کے کسی بھی مظہر کی مثالی شکل اختیار نہیں کر سکتا، مثلاً تمام انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام، کعبۃ اللہ شریف، روضہ رسول شریف، سورج، چاند، سفید بادل، قرآن کریم، اور اس قسم کے دوسرے مظاہر رحمت و لطف و ہدایت، کیونکہ

شیطان صفتِ قہر کا مظہر ہے اس لئے وہ صرف ایسی صورتِ مثالی میں ظاہر ہو سکتا ہے جس پر گمراہ کا لفظ صادق آ سکتا ہو، جو شخص مظہرِ ذاتِ ہادی ہو شیطان بھلا اسکی شکل و صورت کیسے اپنا سکتا ہے ایک چیز اپنی ضد کی صورت میں ظاہر نہیں ہو سکتی کیونکہ تضاد کے درمیان توافر اور بُعد ہوتا ہے، اور یہ اس لئے بھی ہے کہ حق اور باطل کے درمیان فرق قائم رہے۔ رہی یہ بات کہ وہ صفتِ ربوبیت کی مثالی صورت میں ظاہر بھی ہو سکتا ہے اور دعویٰ ربوبیت بھی کرتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفتِ جلال کی ہے اور دوسری جمال کی، شیطان چونکہ صرف قہر کا مظہر ہے اس لئے صفتِ جلال کی مثالی صورت اپنا سکتا ہے لیکن جب وہ ربوبیت کی مثالی صورت اپنا ینگا تو دعویٰ ربوبیت نہیں کر سکے گا بلکہ ایسی صورت میں بھی ایسا دعویٰ کریگا کہ اس پر گمراہ گن کا اسم صادق آ ینگا اور شیطان ایسے اسم کی مثالی صورت بھی نہیں اپنا سکتا جو جامع ہو اور اس میں ہدایت کا معنی بھی پایا جاتا ہو، مرشدِ کامل کی صورت میں بھی نہیں آ سکتا کیونکہ وہ علومِ نبوت کے وارث ہوتے ہیں اور باطنی بصیرت رکھتے ہیں اور باطنی بصیرت سے مراد ولایت کا ملا ہے۔

خواب کی قسمیں :- آفاقی اور نفسی پھر ان میں ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں۔

انفسی خواب :- ایسے خوابوں میں یا تو اخلاقِ حمیدہ کی مثالی صورت

نظر آئیگی یا اخلاقِ ذمیرہ کی۔ اخلاقِ حمیدہ مثلاً جنت، اور اسکی نعمتیں، حور و قصور، غلمان، اور سفید نورانی صحرا، سورج، چاند، ستارے، اور اس قسم کے دل سے تعلق رکھنے والے اخلاق کی مثالی صورتیں۔ جبکہ رہی نفسِ مطمئنہ سے تعلق رکھنے والے اخلاق کی مثالی صورتیں مثلاً حیوانات اور پرندوں سے تیار شدہ غذا تو اسکا تعلق بھی انفسی خواص سے ہے، کیونکہ نفسِ مطمئنہ کو جنت میں اسی قسم کی خوراک دی جائیگی، جیسے بکری اور پرندوں کا بھنا ہوا گوشت وغیرہ۔ گائے بھی جنتی جانور ہے اسے جنت سے دنیا میں اسلئے بھیجا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام اس سے زراعت سے متعلقہ کام سرانجام دے سکیں۔ اونٹ بھی جنتی جانور ہے، اور کعبہ ظاہر و باطن کی طرف سفر کرنے کیلئے بھیجا گیا ہے، گھوڑا بھی جنتی جانور ہے اللہ تعالیٰ نے اسے جہادِ اصغر و اکبر کا آلہ بنایا ہے، یہ تمام چیزیں آخرت سے تعلق رکھتی ہیں۔ حدیث مبارکہ ہے: **ان الغنم خلق من عسل الجنة والبقر من زعفرانها والابل من نورها والخیل من ریحها**۔ ترجمہ: "بے شک بکری جنت کے شہد سے پیدا کی گئی ہے، گائے جنت کے زعفران سے، اونٹ جنتی نور سے اور گھوڑا جنتی ہوا سے۔" رہی بات خچر کی تو خچر نفسِ مطمئنہ کی ادنیٰ صورتِ مثالی ہے جو اسے خواب میں دیکھے تو سمجھ جائے کہ خواب دیکھنے والا عبادت میں کوتاہی کرتا ہے اور قیام و قعود میں بوجھ محسوس کرتا ہے ایسے شخص کی عبادت بے کار ہے تو بہ کرے تو اس

کی کوشش شمر بار ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔ گدھا حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی مصلحت کیلئے ہے، یہ جنت کے پھروں سے پیدا کیا گیا ہے انسان کو اس سے خدمت لیکر دنیا میں آخرت کیلئے توشہ تیار کرنا چاہیے، اگر کوئی شخص خواب میں روح سے تعلق رکھنے والی چیزوں کو دیکھے مثلاً بے ریش نوجوان تو سمجھ لے کہ اس پر انوار خداوندی کی تجلّی پڑ رہی ہے، وجہ یہ ہے کہ اہل جنت تمام کے تمام اس صورت میں ہونگے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **أَهْلُ الْجَنَّةِ جُرُودٌ مُرَوِّدٌ كُحْلٌ**۔ (جامع ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ حدیث نمبر 2535)۔ ترجمہ! "اہل جنت موچھ داڑھی کے بغیر ہوں گے اور ان کی آنکھیں سُر مگلیں ہوں گی" حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **رَأَيْتُ رَبِّي بِصُورَتِ شَابٍ أَمْرَدٍ** ترجمہ! "میں نے اپنے رب کو ایسے نوجوان کی صورت میں دیکھا جس کی مسین نہ بھیگی ہوں" بعض تعبیر دہندہ فرماتے ہیں کہ ایسے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے آئینہ روح پر صفت ربوبیت کی تجلی فرمائی ہے اسے طفلِ معانی کا نام بھی دیتے ہیں کیونکہ وہ جسم کی تربیت کرنے والا ہے اور رب اور بندے کے درمیاں وسیلہ ہے، حضرت مولا علیؑ فرماتے ہیں "اگر میرا مُرَبّی نہ ہوتا تو میں اپنے رب کو نہ پہچانتا۔" اسی مُرَبّی سے مراد باطن کا مُرَبّی ہے اور باطنی مُرَبّی کی تربیت ظاہری مُرَبّی کی تلقین کے ذریعہ ہوتی ہے۔ انبیاء و اولیاء کے جسم بھی تربیت یافتہ ہوتے ہیں اور دل

بھی۔ جو لوگ ان سے تربیت حاصل کرتے ہیں انہیں ایک دوسری روح نصیب ہوتی ہے جس سے دل زندہ ہوتے ہیں۔ مرشد کی تلاش اس لئے ضروری ہے کہ اس کی تربیت میں رہ کر انسان ایسی روح حاصل کر لے جو دل کو زندہ کر دے اور مرید اپنے رب کی معرفت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس تاویل کی بناء پر خواب میں اللہ تعالیٰ کا ایک خوبصورت اخروی صورت میں دیدار جائز ہے کیونکہ خواب میں نظر آنے والی صورت ایک مثالی صورت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دیکھنے والے کی استعداد اور مناسبت سے تخلیق فرمایا ہے یہ صورت حقیقت ذاتیہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ صورت سے پاک ہے یا وہ بذاتہ دنیا میں دکھائی دیگا جس طرح حضور ﷺ کا دیدار ہے، اس قیاس کو بنیاد بنا کر یہ نظریہ رکھنا جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھنے والے کی استعداد اور مناسبت کے مطابق مختلف صورتوں میں نظر آ سکتا ہے۔ حقیقت کو بھی صرف وہی دیکھ سکتا ہے جو عمل، علم، حال اور بصیرت میں ظاہراً باطناً آپ ﷺ کا وارث کامل ہو نہ کہ صرف حال میں، اس قیاس کی بناء پر ہر ایک صفت اسی طرح کی تجلی ڈالتی ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے انگور کے درخت میں آگ کی صورت میں صفتِ خداوندی ظاہر ہوئی اور اسی طرح پھر صفتِ کلام سے تجلی فرمائی۔ یہ آگ دراصل نور تھا لیکن اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گمان اور طلب کے مطابق آگ کہا گیا ہے، درخت کو

انسان سے ذرا سی بھی نسبت نہیں تو کیا عجب کہ صفاتِ خداوندی میں سے کوئی صفت حقیقتِ انسانی میں متجلی ہو جبکہ انسان نے صفاتِ حیوانیہ سے دل کو پاک کر کے صفاتِ انسانیہ سے متصف کر لیا ہو جیسا کہ بعض اولیاء پر صفاتی تجلّی کا ظہور ہوا۔ باطن میں تربیتِ ارواح کی صورت یہ ہے کہ روح جسمانی سب سے پہلے جسم میں تربیت پاتی ہے پھر روحِ روانی قلب میں تربیت حاصل کرتی ہے اس کے بعد روحِ سلطانی جان میں تربیت پاتی ہے پھر روحِ قدسی ہے جو سرّ میں تربیت حاصل کرتی ہے یہ سرّ اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان واسطہ ہے یہی حق اور مخلوق کے درمیان ترجمان ہے کیونکہ یہ اللہ کی حرم اور اس سے خاص تعلق رکھتی ہے۔

اخلاقِ ذمیمہ سے تعلق رکھنے والا خواب :-

رہا خواب جو کہ اخلاقِ ذمیمہ سے تعلق رکھتا ہے یہ صفتِ نفسِ امّارہ کی مثالی صورت ہو یا نفسِ لوامّہ کی یا نفسِ ملّہمہ کی تو یہ درندوں کی صورت میں سامنے آتی ہے مثلاً چیتا، شیر، ریچھ، بھیڑیا، کتا اور خنزیر یا یہ مثالی صورت دوسرے جانوروں کی صورت میں نظر آئے گی مثلاً لومڑی، تیندوا، بلی، سانپ، بچھو، بھڑ وغیرہ، یہ چیزیں خواب میں نظر آئیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ صفتِ ذمیمہ کی مثالی صورت ہے اس سے احتراز ضروری ہے، لازم ہے کہ انسان روح کی راہ سے اسے ہٹائے۔ چیتا: خود پسندی اور اللہ تعالیٰ پر تکبر کرنے کی صفت کی مثالی صورت ہوگا۔ شیر: تکبر اور مخلوق

خدا سے اپنے آپ کو بڑا سمجھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ریچھ کا تعلق صفت غضب اور ماتحتوں پر غلبہ جیسے اخلاقِ ذمیمہ سے ہے۔ بھیڑیا: اکلِ حرام، حُبِ دنیا اور اس کیلئے قہر و غضب کو ظاہر کرتا ہے۔ خنزیر: کینہ، حسد، اور شہوانی خواہشات کی مثالی صورت ہوگی۔ خرگوش: خیانت دنیاوی مکرو فریب کا پتہ دیتا ہے۔ لومڑی: لومڑی بھی کبھی انہی صفات کو ظاہر کرتی ہے لیکن خرگوش زیادہ غفلت کی علامت ہے۔ تیندوا: جاہلی عزت اور حُبِ ریاست کی مثالی صورت ہوتا ہے۔ بلی: بخل اور نفاق کو ظاہر کرتی ہے۔ سانپ: گالی، غیبت اور کذب جیسی صفاتِ ایذاء کی علامت ہے ان دونوں میں کبھی حقیقی معنی بھی ہوتے ہیں جنہیں صرف اہل بصیرت سمجھ سکتے ہیں۔ بچھو: عیب جوئی، غیبت اور چغلی کی علامت ہے۔ بھڑ: چھپ کر مخلوق کو اپنی زبان سے تکلیف دینے کو ظاہر کرتی ہے۔ سانپ کبھی عداوت ظاہری کو ظاہر کرتا ہے، جب سالک خواب میں دیکھے کہ وہ موزی چیز سے لڑ رہا ہے لیکن دیکھ لینے کے باوجود غلبہ نہیں پارہا تو اسے عبادت اور ذکر میں مزید کوشش کرنی چاہئے تاکہ وہ اس پر غالب آجائے اور اسے قتل کر دے یا پھر اسے بشری صورت میں تبدیل کر دے۔ اگر سالک یہ دیکھے کہ وہ کسی موزی چیز پر غالب آ گیا ہے یا اسے قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے تو سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے تمام گناہوں کو معاف فرما دیا ہے۔ اگر سالک یہ دیکھے کہ موزی چیز انسانی شکل میں تبدیل ہو گئی ہے تو یہ

اس بات کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا ہے پس اس مرتبہ تو وہ ان برائیوں سے چھٹکارا پا گیا مگر اس کے بعد ان سے غافل نہ رہے کیونکہ جب نفس نافرمانی اور نسیان جیسی خباثتوں سے تقویت حاصل کر لے گا تو وہ نفس مطمئنہ پر غلبہ پالیگا اور اسکے قابو میں نہیں رہیگا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انسان جب تک دنیا میں ہے ایک ایک لمحہ برائیوں سے اجتناب کرے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نفسِ امارہ کفار کی صورت میں نظر آ جاتا ہے نفسِ لوامہ یہودی کی صورتِ مثالی میں اور نفسِ ملحمہ عیسائی کی صورتِ مثالی میں نظر آتا ہے۔

2۔ حالتِ نزاع:-

ساک کو فطانت اور بصیرت سے کام لینا چاہئے، وہ دیکھے کہ اس کے اعمال کا انجام کیا ہوگا اور اسکے بدلے اس کے ہاتھ کیا آئیگا، اپنے احوال کے ظاہر پر نہ اترائے۔ اہل تصوف کا اتفاق ہے کہ ساک احوال کی تدبیر سے غافل ہو جاتا ہے ایک حدیث قدسی میں ارشادِ خداوندی ہے:

يَا مُحَمَّدُ بَشِّرِ الْمَذْنِبِينَ بَأَنِّي غَفُورٌ وَأَنْذِرِ الصَّادِقِينَ بَأَنِّي غَيُورٌ۔

ترجمہ! "اے محمد ﷺ گناہ گاروں کو یہ مژدہ سنا دو کہ میں بہت بخشنے والا ہوں اور سچوں کو خبردار کیجئے کہ میں بہت غیرت مند ہوں۔"

"اولیاء اللہ کی کرامات اور احوال مکر اور استدراج سے غیر محفوظ نہیں ہیں

ہاں انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں یہ اندیشہ نہیں ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے استدراج سے محفوظ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سُوءِ خاتمہ کا خوف سُوءِ خاتمہ سے نجات کا سبب ہے، کیونکہ اس طرح انسان بشریت کے دھوکہ سے بچ جاتا ہے، بشریت انسان کا راستہ کاٹتی ہے اور انسان کو شعور تک بھی نہیں ہوتا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ صحت میں خوف کی کیفیت غالب ہو اور مرض میں رجاء کی کیفیت ہو۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: لَوْ وَزِنَ خَوْفُ الْمُؤْمِنِ وَرَجَاءُهُ لَا سَتَوَيَا۔ (امام سیوطی "الدرر" ص 349) ترجمہ! "مومن کے خوف اور امید کا اگر موازنہ کیا جائے تو دونوں برابر ہونگے۔"

ہاں حالتِ نزاع میں مومن کو چاہئے کہ اللہ کے فضل و کرم پر زیادہ امید رکھے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللَّهِ (صحیح مسلم، کتاب الحجۃ و صفۃ حدیث نمبر 2877) ترجمہ! "تم میں سے جب کسی کو موت آئے تو ضروری ہے کہ اللہ کے متعلق حسن ظن رکھتا ہو۔" یعنی وہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب سے پہل کرنے والی ہے اور اس کی رحمت اور استعانت کی وسعت کی کوئی حد نہیں ہے، وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، اس کے قہر سے اس کے لطف کی طرف بھاگے، اس سے اس کی طرف دوڑے، عاجزی و انکساری کا اظہار کرے، گناہوں

پر شرمندہ ہو، سراپا بندگی کا اظہار کر رہا ہو، اس کے دروازے پر اپنے گناہوں کا اعتراف کرے اور یقین رکھے کہ اس کے الطاف بے پایاں اور رحمت تمام اس کے گناہوں کو ڈھانپ لے گی وہ بہت کرم فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے اس کے دروازے سے کوئی خالی ہاتھ واپس نہیں آتا وہ داتا ہے سب پر کرم کرنے والا ہے۔

3۔ طہارت کا بیان:-

طہارت کی دو قسمیں ہیں: ظاہری طہارت اور باطنی طہارت، ظاہری طہارت شریعت کے پانی سے حاصل ہوتی ہے جبکہ باطنی طہارت کیلئے توبہ، تلقین، تصفیہ اور سلوک و تصوف کا پانی چاہیئے، شرعی وضو جسم سے نجاست کے خروج سے جب ٹوٹ جاتا ہے تو تجدید وضو ضروری ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے: مَنْ جَدَّدَ الْوُضُوءَ جَدَّدَ اللَّهُ إِيْمَانَهُ۔ (امام غزالیؒ "الاحیاء" ج 1 ص 135) ترجمہ! "جو تازہ وضو کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے ایمان کو تازگی بخش دیتا ہے۔" افعالِ ذمیمہ اور اخلاقِ ردیہ مثلاً تکبر، حسد، کینہ، خود پسندی، غیبت، جھوٹ اور خیانت خواہ خیانت آنکھ کی ہو، ہاتھوں کی ہو، پاؤں کی ہو یا کانوں کی ہو جیسا کہ حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

الْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ وَالْأُذُنَانِ تَزْنِيَانِ (امام احمدؒ "مسند" ج 1 ص 412) ترجمہ! "آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں۔ اور کان بھی۔"

جب ان سے باطنی وضو ٹوٹ جاتا ہے تو ان مفسدات سے خالص توبہ کر کے اور نادم ہو کر رجوع الی اللہ، استغفار اور ان مفسد کو دل سے نکال پھینکنے کے عزم کے ساتھ دوبارہ باطنی طہارت حاصل کرنا ضروری ہو جاتا ہے، عارف کو چاہئے کہ ان آفات سے اپنی توبہ کی حفاظت کرے تبھی اس کی نماز مکمل ہوگی۔ ظاہری وضو اور نماز کیلئے وقت مقرر ہے مگر باطنی وضو اور نماز کا تمام عمر کیلئے مسلسل صبح و شام اہتمام کرنا ضروری ہے۔

4۔ نماز ایک راز ہے جو بندہ اپنے پروردگار سے بیان کرتا ہے، راز کہنے کیلئے کسی کا قرب چاہئے قرب وہی پاسکتا ہے جو اس راز کے لائق اور سزاوار ہو، راز سوائے نماز کے اور کسی طرح سے بیان نہیں کیا جاسکتا۔

5۔ اہل عشق صبح کی نماز ادا کر کے جائے نماز پر سورج نکلنے تک قیام پذیر رہتے ہیں ان کا مقصد اس سے یہ ہوتا ہے کہ دوست کی نظر میں مقبول ہو جائیں اور دم بدم انوار و تجلیات الہی سے مستفیض ہوں۔

6۔ آدمی کے جسم کے ہر بال کے نیچے جنابت ہے پس مرد و عورت کو چاہئے کہ وہ ہر بال کے نیچے جہاں جنابت ہے پانی پہنچائے اور بالوں کو تر کرے کیونکہ اگر ایک بال بھی خشک رہ جائیگا اور اس تک پانی نہیں پہنچے گا تو قیامت کے روز سارا جسم اس کے ساتھ دشمنی کریگا اور جھگڑے گا۔

7۔ بعد ازاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوہ قاف کو پیدا کیا ہے جو اتنا بڑا

ہے کہ تمام دنیا کے گرد پھیلا ہوا ہے اور یہ دنیا و مافیہا اس کے احاطہ میں ہے۔

8۔ سورہ فاتحہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ تمام درودوں، مرضوں اور بیماریوں کیلئے شفا ہے، وہ بیماری جو کسی علاج معالجہ سے ٹھیک نہ ہو اس کی خاطر صبح کی نماز کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان بسم اللہ کے ساتھ اکتالیس بار یہ سورت پڑھی جائے اور دم کیا جائے تو حق تعالیٰ شفاء دیتا ہے اور اس سورت کی برکت سے صحت بخش دیتا ہے۔ مگر اس کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ کی آخری میم کو الحمد کے "ل" کے ساتھ ملائے یعنی ملحمہ للہ سے شروع کرے اور آخر میں امین ۳ بار کہے۔

9۔ آداب سلوک و معرفت کے بارے میں فرمایا کہ بعض مشائخ کرام نے سلوک کے 100 مرتبے مقرر اور معین کئے ہیں ان میں سے 17 واں مرتبہ کشف و کرامات کا ہے پس جو شخص اس 17 ویں مرتبہ اور درجہ میں اپنے آپ کو ظاہر کر دے وہ باقی کے 83 درجے طے نہیں کر سکتا، اسلئے سالک راہ طریقت و معرفت کو چاہئے کہ وہ اس وقت تک اپنے آپ کو ظاہر نہ کرے جب تک وہ 100 ویں مرتبہ اور درجہ تک نہ پہنچ جائے۔ بعد ازاں فرمایا کہ خاندان خواجگانِ چشت میں بعض نے سلوک کے 15 مرتبے اور درجے مقرر کئے ہیں ان میں پانچواں مرتبہ کشف و کرامات

کا ہے۔

10- حق تعالیٰ کی شناخت کی علامت خلقت سے دور بھاگنا اور معرفت میں خاموشی اختیار کرنا ہے اور جب عارف خاموش ہوتا ہے تو مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے ساتھ محو گفتگو ہے۔

11- عارف کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو دوست کے راستے میں جلا ڈالے۔ اہل محبت کی فریاد بسبب ان کے وافر شوق و اشتیاق کے اس وقت تک رہتی ہے جب تک وہ مقام وصال تک نہ پہنچ جائیں اس لئے کہ عاشق کی فریاد اس زمانے تک ہوتی ہے جب تک اسے دوست کا مشاہدہ میسر نہیں آتا جو نہی وہ دوست کے مشاہدہ اور دیدار کی نعمت سے سرفراز و فیض یاب ہو جائے تو پھر گفتگو درمیان سے اٹھ جاتی ہے۔

12- پھر فرمایا کہ ادنیٰ سے ادنیٰ چیز جو عارفوں پر ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ مال اور ملکیت سے بیزار ہو جاتے ہیں۔

13- فرمایا کہ اہل سلوک کے ہاں محبت ایک ایسا علم ہے کہ لاکھوں علماء اس کو جاننے اور سمجھنے کے خواہش مند ہیں مگر ذرہ برابر اس علم کی وہ خبر نہیں رکھتے اور زہد میں بھی ایسی طاعت ہے کہ زاہدوں کو اس کی خبر نہیں اور وہ اس سے غافل ہیں اور وہ ایک ایسا راز ہے جو دونوں جہانوں سے باہر ہے اور جسے اہل محبت اور اہل عشق کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

14- فرمایا کہ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے اگر کوئی برا آدمی نیکیوں کی

صحبت میں بیٹھے تو وہ نیک ہو جائیگا اس لئے کہ جس کسی نے کچھ پایا صحبت وہم نشینی سے پایا اور جو نعمت و سعادت حاصل کی وہ نیکوں اور صالحین سے حاصل کی۔

15۔ پھر فرمایا کہ جہان میں بہت عزیز اور عمدہ بات یہ ہے کہ درویشوں کے ساتھ مل کر بیٹھیں اور جو کچھ دل میں ہو ایک دوسرے سے کہہ دیں اور صاف صاف بیان کریں اور بدترین چیز یہ ہے کہ درویش درویشوں سے جدا رہیں۔

16۔ اہل توکل کو غلباتِ شوق میں ایسے اوقات میسر آتے ہیں کہ اگر اس وقت انہیں ذرہ ذرہ بھی کر دیا جائے یا انہیں کسی اوزار سے زخمی کیا جائے اور یا انہیں کسی اور ذریعہ سے رنج و الم پہنچایا جائے تو اس سب کچھ کی انہیں مطلق خبر نہیں ہوتی۔

17۔ راہِ سلوک میں اللہ تعالیٰ جس کو اپنا دوست بنا لیتا ہے تو پھر آزمائش اور مصیبت کے امتحانوں میں ڈال کر دوستی میں پختہ کر کے پھر خلعتِ دوستی عطا فرماتا ہے۔

18۔ ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں گُوہرِ نفیس ہیں:

اول: وہ درویش جو اپنے آپ کو امیر و دولت مند ظاہر کرے حالانکہ تنگدستی کی زندگی گزارتا ہو

دوم: وہ بھوکا آدمی جو اپنے آپ کو سیر اور پیٹ بھرا گردانے۔

سوم: وہ غم ناک مرد جو اپنے آپ کو خوش و محرم دکھائے۔

چہارم: وہ آدمی جو اپنے دشمن کے ساتھ ہو لیکن اسکے ساتھ دوستی ظاہر کرے یعنی اپنے دشمن کے ساتھ حسن سلوک کا طریقہ اختیار کرے تاکہ اسکی دشمنی دوستی میں بدل جائے۔

19- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جس کسی نے میرے کسی امتی کو خوش کرنے کیلئے اس کی حاجت پوری کی اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا اللہ اسے جنت میں داخل کریگا۔" اور حضرت انسؓ سے ہی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "جس نے کسی مظلوم و بے بس، بے چارے کی فریاد رسی کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے 73 مغفرتیں لکھ دیتا ہے جن میں سے ایک کے عوض اسکے سارے معاملات درست ہو جائیں اور 72 درجات اسے قیامت کے دن ملیں گے (بیہقی فی شعب الایمان بحوالہ مشکوٰۃ ص 425)"

20- حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ کی روایت ہے کہ "جب رسول پاک ﷺ کی خدمت اقدس میں جب کوئی منگتایا یا جہتمند آتا فرماتے اس کی سفارش کرو اور ثواب حاصل کرو اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی زبان پر جو چاہے فیصلہ کرے۔" (متفق علیہ)

21- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "اپنے

بھائی کی مدد کر، ظالم ہو یا مظلوم ایک شخص نے عرض کی مظلوم کی مدد تو کروں گا ظالم کی مدد کس طرح کروں فرمایا اسے ظلم سے منع کر یہی اسکی مدد ہے۔" (متفق علیہ)

22۔ حضرت فراس بن غنمؓ سے روایت ہے۔ " میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ میں کسی سے سوال کروں؟ فرمایا نہیں اگر مانگے بغیر چارہ نہ ہو تو نیک لوگوں سے مانگ۔" (ابوداؤد، نسائی بحوالہ مشکوٰۃ: 163)

وصال اور عرس مبارک:-

عارف ربّانی حضرت خواجہ پیر حاجی عبدالحمیدؒ کا وصال یکم جولائی 2005ء بمطابق 22 جمادی الاول 1426ھ ہجری بعد از نماز عصر ہوا۔ آپ سرکارؒ کو دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف میں بڑے روضہ مبارک کی پابنتی میں اپنے برادرِ مکرم عارف حق حضرت خواجہ پیر قاضی محمد شفیعؒ کے پہلو میں دفن کیا گیا جہاں پر آپؒ کا مزار اقدس زیارت گاہِ خلّاق ہے۔ آپ سرکارؒ کا سالانہ عرس مبارک اس سال سے اور پھر آئندہ کیلئے بھی 22، 23، 24 جمادی الاول کو ہوگا، چونکہ حضرت خواجہ حاجی صاحبؒ کو حضرت خواجہ نظام بخشؒ کی طرح حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ سے شدید محبت اور عقیدت تھی بلکہ ان کی ذات میں فناء تھے جس کا صلہ یہ ملا کہ آپؒ کا عرس بھی حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ شہنشاہِ ولایتِ ملتان کے سالانہ عرس پاک کے مہینہ یعنی جمادی الاول میں منعقد ہوتا ہے۔

باب نمبر 22

فناء فی الشیخ، عارف حق حضرت خواجہ پیر قاضی محمد شفیعؒ

(1362 ہجری تا 1425 ہجری --- عمر 63 سال --- 1942ء تا 2004ء)

آن عاشق رسول، محب اہل بیت، محبوب المشائخ، محبوب الاولیاء، فناء فی الشیخ، سید المشتاقین، سید المتواصلین، سید المکرّمین، سید المصلحین، سید المحبّین، سید المتوکّلین، سید الخاشعین، سید العارفین، سید التّاحّین، سید الصّابّین، سید السّاترین، سید التّاسکین، عارف حق قُطبِ زمان حضرت خواجہ پیر قاضی محمد شفیعؒ سلطانُ الاتّخیاء حضرت خواجہ پیر محمد حضور بخشؒ کے لاڈ لے اور محبوب فرزندِ سوم ہیں، مگر آپ سرکار کی بیعت و خلافت سلطانُ العارفین حضرت خواجہ حافظ محمد نظام بخشؒ سے تھی، سلطان العارفینؒ نے ہی آپ کی ظاہری باطنی تکمیل فرمائی اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں خرقہ فقر و ارادت عطا کیا۔ آپ سرکار کا سلسلہ طریقت 39 واسطوں سے حضور پاک ﷺ تک جا پہنچتا ہے اور 3 واسطوں سے قطب الاقطاب حضرت خواجہ خدایارؒ اور 4 واسطوں سے فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ سے جا ملتا ہے۔

مختصر حالات زندگی :-

عارف حق قُطبِ زمان حضرت خواجہ پیر قاضی محمد شفیعؒ (راقم فقیر کے والدِ گرامی) یکم جنوری 1942ء میں پیدا ہوئے، پرائمری تعلیم

گورنمنٹ پرائمری سکول خانپور قاضیاں شریف سے مکمل کی، ڈل تک تعلیم
گورنمنٹ سکول چک آرائیں تحصیل شجاعباد سے حاصل کی، سینڈری
ایجوکیشن گورنمنٹ ہائی سکول سکندر آباد سے حاصل کی، گریجوایشن
گورنمنٹ کالج ملتان اور لاء ایجوکیشن سندھ مدرسۃ الاسلام لاء کالج کراچی
سے حاصل کی۔ عارف حق حضرت خواجہ پیر قاضی محمد شفیعؒ نے پہلی سروس
1963ء میں

Plant protection, Headquarters, Karachi
میں کی، بعد ازاں اکتوبر 1970ء میں پاکستان اٹاک انرجی کمشن کو
Join کیا۔ پاکستان اٹاک انرجی کمشن میں بحیثیت سپرنٹنڈنٹ،
ایڈمن آفیسر، سینئر ایڈمن آفیسر، سینئر ٹریننگ آفیسر اور ایڈمنسٹریٹر کراچی،
اسلام آباد، لاڑکانہ اور ڈیرہ غازی خان میں اپنے فرائض منصبی پوری امانت
ودیانت اور عدل و انصاف کے ساتھ سرانجام دئے۔ آپ کے توسط سے
بے شمار مستحقین کو ملازمت کے مواقع ملے جن کی تعداد سینکڑوں میں ہے
جن میں آفیسرز اور سٹاف کیڈر میں مختلف Categories کے ملازمین
شامل ہیں، ان مذکورہ ملازمین میں آپ کے ذاتی رشتہ داروں کی تعداد
صرف 3 عدد ہے۔ آپ سرکار 31 دسمبر 2001ء میں بحیثیت پرنسپل
ایڈمن آفیسر BPS-19 میں ریٹائر ہوئے اور جو رقم آپ کو ریٹائرمنٹ
پر ملی اس سے اپنا ایک ذاتی مکان نمبر 2، الجت ہومز، گلگشت کالونی،

ملتان شریف میں بنوایا۔ آپؐ نے ساری زندگی ایمان داری اور دیانت داری سے سرکاری نوکری کی، سرکاری وسائل اور ذرائع کو کبھی ذاتی استعمال کیلئے استعمال نہ فرمایا ورنہ آپؐ کو دورانِ ملازمت ایسی Assignments ملی تھیں اگر چاہتے تو کافی مال بنا سکتے تھے جیسا کہ زمانہ کا دستور ہے مگر آپؐ نے ایک پائی کو بھی حرام سمجھا جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ساری سروس میں یعنی تقریباً 38 سالہ سروس میں اپنا ایک چھوٹا سا ذاتی پلاٹ بھی نہ خرید سکے، اصل میں دنیا سے اس عدم توجہی کی وجہ آپؐ کا مقام فقر تھا جسکی وجہ سے آپؐ ہر وقت حالتِ جذب میں رہتے تھے اور صرف ذاتِ حق کی طرف متوجہ رہتے تھے۔

نکاح اور اولاد:-

جولائی 1963ء میں آپؐ سرکار کا نکاح سلطان الاولیاء قطب زمان حضرت خواجہ پیر قاضی نور محمدؒ کی دختر نیک اختر حضرت عزیز بی بی صاحبہ سے ہوا، جو اپنے وقت کی صالحات میں سے ایک ہیں، متقیہ اور خیر خاتون ہیں جن سے چار صاحبزادے راقم فقیر قاضی محمد ناصر چشتی نظامی، صاحبزادہ قاضی محمد جعفر قریشی ہاشمی صاحب، صاحبزادہ قاضی محمد طارق شفیع قریشی ہاشمی صاحب جو کہ انگلش کے پروفیسر ہیں اور اپنا ذاتی کالج ڈیرہ غازیخان میں چلا رہے ہیں، انکے بے شمار سٹوڈنٹس ایم اے انگلش کر چکے ہیں اور کئی ایک CSS اور PCS کے مقابلہ کے امتحانوں

میں پاس ہو کر سول سروسز میں اپنے فرائض منصبی سرانجام دے رہے ہیں، بذاتِ خود وہ ایک درویش صفت انسان ہیں، اتنا تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود انتہائی سادہ انسان ہیں، چوتھے صاحبزادہ قاضی محمد عارف نظامی قریشی ہاشمی ہیں جو کہ BCS اور MBA ہیں۔ آپ کے فرزند دوم جنات قاضی محمد جعفر صاحب سعودی عرب میں "دام" میں مقیم ہیں اور وہیں آپ کا ذاتی کاروبار ہے۔ فرزندِ اوّل راقم فقیر پاکستان اٹامک انرجی کمشن میں بحیثیت پرنسپل معاون سائنسدان کے ڈیوٹی سرانجام دے رہا ہے، راقم فقیر فیڈرل پبلک سروس کمشن کی طرف سے لیکچرار اسلامیات کیلئے بھی منتخب ہوا مگر بوجہ اسے Join نہ کر سکا، راقم فقیر کے دینی تعلیم کے اساتذہ غزالی زمان، رازی دوران قطب ملتان، فردِ حقیقت حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ (بذریعہ نسبت اویسیہ) اور مجددِ دوران، مجتہدِ وقت شیخ الاسلام حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہمُ العالیہ جو کہ بانی و سرپرست تحریک منہاج القرآن ہیں۔ راقم فقیر نے سلوک و تصوف کی منازل اپنے پیر طریقت حضرت خواجہ پیر نور محمدؒ کی نگرانی میں طے کیں، بعد ازاں اپنے والد گرامیؒ کی صحبت اور قرب و معیت میں رہ کر باطنی اسرار و معارف حاصل کئے جس کا کچھ اظہار کتاب ہذا میں ہوا ہے۔ جبکہ دو صاحبزادیاں حضرت رابعہ بی بی صاحبہ کا نکاح صاحبزادہ قاضی محمد رفیق قریشی ہاشمی صاحب سے ہوا اور حضرت رقیہ بی بی

صاحبہ کا نکاح صاحبزادہ قاضی محمد بشیر قریشی ہاشمی صاحب سے ہوا۔ آپ کی دونوں صاحبزادیاں اعلیٰ تعلیم یافتہ، نیک سیرت، پارسا اور اپنے وقت کی عابدہ زاہدہ ہیں۔

ریٹائرمنٹ کے بعد کی مصروفیات :-

عارف حق حضرت خواجہ پیر قاضی محمد شفیعؒ نے اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد تبلیغ و اشاعتِ دین اور اصلاحِ احوالِ امت کا پروگرام بنایا اور اس مشن کی خاطر مسجد المدینہ ابھایاں والی، ملتان شریف کو مرکز بنایا۔ سب سے پہلے ابھایا قوم کو نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، طلاق، نکاح، نماز جنازہ وغیرہ کے مسائل سکھائے اور بعد ازاں دور دراز علاقوں میں بھی تبلیغی دورہ جات کیلئے تشریف لے گئے۔ مسجد المدینہ ابھایاں والی چونکہ آپ کے مکان کے ساتھ یعنی مکان نمبر 2 الجنت ہومز، گلگشت کالونی ملتان شریف سے متصل ہے لہذا ریٹائرمنٹ کے بعد 3 سال تک وہاں امامت بھی فرماتے رہے اور نماز جمعہ وہاں پہلے نہیں ہوتی تھی اسکا بھی اہتمام کر دیا اور خود نماز جمعہ بھی پڑھانے لگے اور رات دن اپنے تبلیغی مرکز یعنی مسجد المدینہ ابھایاں والی میں علمی و عرفانی درس و تدریس میں مصروف رہنے لگے۔

پورا علاقہ آپ کی آمد پر خوش اور شکرگزار تھا کہ انہیں ایک مرشدِ کامل مفت میں بیٹھے بٹھائے مل گیا ہے، آپ سرکار بھی بلا غرض و غایت ہر ایک کی اصلاح کیلئے ہر وقت کمر بستہ رہتے اور انہیں تعلیماتِ طریقت

سے بھی آگاہ کرنا شروع کر دیا، ذکر بالجہر کا طریقہ اور اسکے فوائد سے انہیں آگاہ کیا۔ کافی تعداد میں لوگ آپؐ کے دست بیعت ہوئے جن میں سب سے مشہور ہستی محترم محمد خدا بخش ابھایا صاحب کی ہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد مختلف تفاسیر، کتب احادیث اور کتب فقہ کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب بھی آپؐ کے زیر مطالعہ تھیں: فصوص الحکم، فتوحات مکیہ، کیمیائے سعادت، احیاء العلوم، مراۃ الاسرار، اقتباس الانوار، اشارات فریدی، تاریخ مشائخ چشت، مثنوی مولانا روم، فیہ مافیہ اور شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کی جملہ کتب وغیرہ۔ آپ سرکارؒ ان کتب کو اپنے دروس تصوف اور احکام شریعت کی تبلیغ میں حوالہ کے طور پر استعمال فرماتے تھے، اور عوام الناس کے سامنے اچھوتے نکات پیش فرماتے۔

حضرت خواجہ پیر قاضی محمد شفیعؒ کے بیان کردہ حقائق و معارف:-

1- آپؐ فرماتے ہیں کوئی شخص ہمیں برائی سے یاد کرتا ہے تو ہمیں اس سے کوئی شکایت نہیں اس لئے کہ ہم اس سے زیادہ برائی کے مستحق ہیں اس نے لطف کیا اور ہمیں کم گالیاں دیں، لہذا عفو و درگزر سے کام لینا چاہئے۔

2- درویشی حقیقت میں لوگوں کی بھاء کے برداشت کرنے کا نام ہے اور اس پر صبر کرنا درویشی ہے ورنہ خرقة تو ہر کس و ناکس پہن سکتا ہے،

اگر حقیقت میں تم ٹھیک ہو تو اس شخص کی برائی تم پر اثر انداز نہ ہوگی بلکہ وہی خود اس برائی میں گرفتار رہیگا، اگر حقیقت میں تم ہی خراب ہو تو تم کو برا کہنا تمہاری فلاح کا باعث ہونا چاہئے۔

3۔ بندگانِ خدا کے دل سے دنیا کی محبت ختم کر دینا چاہئے، اے دوست! دنیا نفس پروری اور تن آسانی کی جگہ نہیں۔

4۔ خلقت کی ہدایت اور اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے آخری سانس تک کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

5۔ تسبیح ہاتھ میں لینا اُس کیلئے بدعت ہے جس کے ہاتھ میں باطن کی تسبیح ہو وہ کیوں ظاہری تسبیح ہاتھ میں پکڑیگا۔

6۔ کسی پر غصہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ غصہ باطن میں جوہر ہے اس کے اظہار سے نور معرفت ختم ہو جاتا ہے۔

7۔ اگر کوئی کسی کی شکایت کرے تو اُس کو خیر کی طرف مائل کرنا چاہئے۔

8۔ شیخ کی صحبت میں عقیدت کے ساتھ حاضر ہونا چاہئے، بے عقیدت صحبت سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔

9۔ پردہ پوشی کرو، عیب جوئی سے بچو اور اپنے ذاتی عُیوب کو تلاش کرو۔

10۔ جو کوئی حرام کھاتا ہے اسکا رزق تنگ ہو جاتا ہے اور وہ عاجز

ہو جاتا ہے چنانچہ چور ہمیشہ خوار ہوتے ہیں۔

11- عورتوں اور لڑکوں سے عشق کرنا ایک بلا ہے اس سے دور رہنا چاہیے۔

12- جو شخص اس زمانہ میں پانچ وقت کی نماز باجماعت پڑھ لیتا ہے وہ ولی اللہ ہے کیونکہ اس زمانہ میں بے دینی بہت ہے۔

13- ہر بلا و مصیبت جو انسان پر نازل ہوتی ہے ان کے اپنے اعمال ناشائستہ کا نتیجہ ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اَعْمَالُكُمْ عُمَالُكُمْ یعنی تمہارے کردار تمہارے حاکم ہیں "اگر تمہارے اعمال نیک ہوں گے تو تمہارے حاکم بھی اہل اسلام میں سے اور عادل ہوں گے۔"

14- سالک کو چاہئے کہ کسی کو رنج نہ پہنچائے بلکہ ساری مخلوق سے صلح رکھے۔

15- اہل دنیا کی صحبت سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

16- تمام موجودات عین معشوق ہیں جو کہ ذاتِ حق ہے، اور عاشق جو کہ تعینات و تشخصات میں پایا جاتا ہے محض ایک پردہ ہے اگر یہ پردہ اٹھ جائے تو یہ عالم نابود ہو جائے، اسی طرح معشوق یعنی ذاتِ حق زندہ جاوید ہے، اور عاشق مثل مردہ ہے کیونکہ عاشق کا وجود اور اسکی حیات و موت خدا ہی کی شان ہے اگر وہ اس شان کے بغیر جلوہ گر ہونا چاہے تو عالم نیست و نابود ہو جائے۔

17- تمام ممکنات عدم کے اندھیرے ہیں، نفس وجود خدا کی ذات

ہے اور وجود نور ہے، جب وہ ذات پاک اعیان و متعینات میں ظاہر ہوئی تو ممکنات اس نور و ظلمت کے درمیان ظاہر ہو گئے پس یہ موجودات خدا کا سایہ ہیں اور سایہ اسی نور کو کہتے ہیں جو ظلمت کی آمیزش رکھتا ہو، یہی حال ان موجوداتِ ممکنہ کا ہے جس میں وجود کے ساتھ عدم کی آمیزش ہے۔

18- تصوف چند رسوم یا علوم کا نام نہیں بلکہ اچھے اخلاق کا نام ہے۔

19- دل ایک جوہر نورانی ہے انسان دراصل اسی کا نام ہے، یہ پارہ گوشت جو صنوبری شکل کا ہے یہ اصل دل نہیں۔

20- آنکھ میں قوتِ باصرہ، ناک میں شامہ، زبان میں گویائی، دل میں شجاعت وغیرہ یہ تمام چیزیں اس قسم کا تعلق رکھتی ہیں ایک دوسرے سے کہ جس کو نہ متصل کہہ سکتے ہیں نہ منفصل، نہ قریب نہ بعید، اسی طرح روح کا تعلق جسم سے اور خدا کا تعلق مخلوقات سے ہے۔

21- شمع کی کو آفتاب کے آگے ہست بھی ہے اور نیست بھی، ہست اس لحاظ سے کہ اگر اس پر روئی رکھ دو تو جل جائیگی اور نیست اس لئے کہ اس کی روشنی نظر نہیں آتی۔ اسی طرح عارفِ کامل جب فناء فی اللہ کے مرتبہ میں ہوتا ہے تو ہست بھی ہوتا ہے اور نیست بھی۔

22- آدمی اوروں کی آنکھ کی پھٹی بھی دیکھتا ہے لیکن اپنی آنکھوں کا شہتیر نہیں دیکھتا۔ ہم لوگ دوسروں میں جو عُیوب دیکھتے ہیں، ہم کو نہایت

بدنما معلوم ہوتے ہیں، ہم کو ان سے سخت نفرت ہوتی ہے، ہم نہایت سختی سے اس کی برائی بیان کرتے ہیں لیکن ہم یہ خیال نہیں کرتے کہ یہی عیب خود ہم میں بھی موجود ہیں اور اس بناء پر ہم خود اپنے آپ کو بُرا کہہ رہے ہیں۔

23- کسی کام کیلئے جب انسان کوشش کرے تو کوشش کے نتیجہ کے متعلق اللہ پر توکل کرے کیونکہ کوشش کا کامیاب ہونا انسان کی اختیاری چیز نہیں بلکہ وہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

24- تصوف صحیح خیال کا نام ہے یعنی جو خیال قائم کیا جائے وہ اصل حالت بن جائے مثلاً اگر توکل کا مقام درپیش ہو تو یہ حالت طاری ہو جائے کہ انسان تمام عالم سے قطعاً بے نیاز ہو جائے اسکو صاف نظر آئے کہ جو کچھ ہوتا ہے پردہ تقدیر سے ہوتا ہے، کٹ پتلیوں کے تماشے میں جس شخص کی نظرتاروں پر ہوتی ہے اس کو نظر آتا ہے جوتاروں کو حرکت دے رہا ہے، اسی طرح اس عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے ایک چھپے بازی گر کے اشاروں پر ہو رہا ہے، جس شخص پر یہ حالت طاری ہوتی ہے وہ درحقیقت تمام عالم سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور بالکل اپنے آپ کو رضائے الہی پر چھوڑ دیتا ہے۔

25- پرائز بانڈز کا مسئلہ:-

حکومت اپنی مختلف پیداواری یا غیر پیداواری ضرورتوں کو پورا

کرنے کیلئے عوام سے پیسہ قرض لیتی ہے، بعض سیکیموں میں متعین منافع دیتی ہے، انعامی بانڈز وہ تمسکات ہیں جن کے ذریعہ حکومت لوگوں سے روپہ وصول کرتی ہے اور پیسہ دینے والوں کو ترغیب کی خاطر اس مال کو تجارتی و صنعتی مقاصد میں لگاتی ہے اور منافع کماتی ہے، کھاتہ داروں کی دلجوئی اور ترغیب کی خاطر حاصل ہونے والے منافع میں سے انتظامی اخراجات منہا کر کے باقی منافع کی کچھ رقم قرعہ اندازی کے ذریعہ کھاتے داروں میں تقسیم کر دیتی ہے، کسی کو ملتا ہے کسی کو نہیں ملتا البتہ اصل زر محفوظ رہتا ہے۔ ہر چند کہ اس صورت میں قباحت ہے کہ بعض کھاتے دار منافع سے محروم اور بعض متمتع ہوتے ہیں جبکہ سرمایہ سب کا لگا ہوا ہے، تاہم اس خرابی کے باوصف چونکہ یہ جو ایسا و نہیں لہذا جائز ہے۔

26۔ قسطوں پر سامان لینا دینا:۔

قسطوں پر سامان لینا دینا جائز ہے، یہ ایک جائز تجارت کی قسم ہے، اس کے ناجائز ہونے کی وجہ شرعی نہیں، اصل میں ایک ہی سودا ہے نقد کی صورت میں کم قیمت پر اور اقساط کی صورت میں قدرے زائد قیمت پر۔ دونوں صورتیں چونکہ الگ الگ ہیں اور ایک میں دوسری صورت بطور شرط یا جزء شامل نہیں لہذا اس طرح جائز ہے، جیسے ایک منڈی کی مختلف دکانوں سے قیمت میں فرق ہو سکتا ہے یونہی منڈی، بازار اور پرچون کی دکان پر قیمت میں فرق ہوتا ہے لیکن کوئی ایک سودا دوسرے

سے منسلک نہیں ہوتا ہے بلکہ ہر سودا مستقل اور الگ الگ ہے لہذا شرعاً جائز ہے۔

27۔ حکومت سے قرض لے کر کاروبار کرنا:-

حکومت قرضِ حسنہ دے منافع نہ لے یا پھر مضاربہ کے اصول پر قرضہ دے جسکے تحت حکومت خود بھی PLS سکیم کے تحت قرض عوام سے لیتی ہے اصولِ مضاربہ کے تحت۔ یعنی رقم حکومت کی ہو اور محنت قرضہ لینے والے کی ہو جبکہ منافع دونوں میں متعین شرح سے تقسیم ہے۔ اس طرح حکومت سے قرض لیکر کاروبار کرنا شرعاً جائز ہے۔ بصورتِ دیگر ہر صورت میں قرض پر متعین شرح سے منافع لینے کی حکومتی شرط عین سود ہے جو کہ حرام ہے۔ ایک تیسری اضطراری حالت بھی ہے کہ رزقِ حلال کی کوئی صورت ممکن نہیں تو اس حالتِ اضطراری میں حکومتی قرضہ لیکر کاروبار شروع کیا جاسکتا ہے مگر جتنا جلد ہو سکے واپس کر کے سود سے جان چھڑائی جائے۔

28۔ کمپنیوں کے حصص خریدنا:-

اگر کوئی بینک اور کمپنی قرضِ حسنہ یا مضاربہ وغیرہ کے اسلامی اصولوں پر کاروبار کرے تو اس کے حصص خرید سکتے ہیں، اس صورت میں نفع و نقصان دونوں کا امکان رہتا ہے، نیز منافع کی رقم میں کمی و بیشی ہوتی رہتی ہے اور یہی صورت جائز ہے، لیکن اگر کوئی بینک یا کمپنی سودی کاروبار

کرتا ہے تو اسمیں سرمایہ کاری اور اس پر متعین منافع حاصل کرنا سود کھانا ہے جو کہ کسی مسلمان کیلئے کسی صورت میں بھی جائز نہیں اس سے بچنا چاہیے۔

29۔ بینکوں کے PLS کھاتے جائز ہیں۔

بینکوں والے PLS کے کھاتے کو نفع و نقصان میں شراکت کہتے ہیں، یہی مفہوم اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے، یہ شرعاً مضاربہ یا مشارکہ ہے اگر اس اعلان کے خلاف اندرون خانہ ایسا نہیں کرتے اور یہ کھاتہ بھی دوسروں کی طرح سود پر چلاتے ہیں تو وہ جائیں ہمارے پاس اسکا کوئی قابل اعتبار ثبوت نہیں اور حکومت کے اعلان شدہ نظام کے خلاف ہمارے پاس کوئی شرعی دلیل نہیں اور جو اعلان کیا گیا ہے وہ شرعاً جائز ہے لہذا اس کھاتہ میں اصولاً رقم جمع کروانا جائز ہے جب تک اسکے سودی ہونے کا ثبوت شرعی نہ مل جائے۔

31۔ بینک میں ملازمت:-

ہمارے ہاں بینکنگ کا سارا نظام اور کاروبار سود پر مبنی ہے اور ایسی ملازمت کو جس میں سود کا عمل دخل ہو حرام ہے، لیکن ایسے ادارے میں ملازمت صرف اس شرط پر جائز ہے کہ آدمی جائز ملازمت کی تلاش جاری رکھے اور جب سود سے پاک ملازمت مل جائے ادھر سے مستعفی ہو جائے اور جب تک متبادل سود سے پاک روزگار نہ ملے اپنے آپکو اپنے

اہل خانہ کو تنگدستی اور بھوک سے بچانے کیلئے اضطراراً یہ ملازمت کر سکتا ہے۔

31۔ قومی بچت سکیم میں رقم جمع کروانا:-

بالفرض اگر کوئی 60 ماہ یعنی 5 سال تک مثلاً -/1000

روپیہ ماہوار دیتا ہے اور پھر 5 سال کے بعد -/1000 روپے ماہوار لیتا ہے تو کیا -/60,000 روپے پر -/1000 روپے ماہوار لینے سے اس شخص کو فائدہ ہوا؟ حالانکہ اگر وہ -/60,000 روپے کا خود کاروبار کرتا یا کسی تجارت پیشہ دوست یا ادارے یا کمپنی کے ساتھ اتنی رقم کی انوسٹمنٹ کرتا تو اسکو کئی ہزار روپے کا ماہوار منافع مل سکتا ہے لہذا قومی بچت سکیم میں سرمایہ کاری قطعاً فائدہ مند نہیں مگر جہاں تک شرعی مسئلہ کا تعلق ہے تو اگر کوئی خسارے کی سرمایہ کاری کرنا چاہے تو خوشی سے کرے شرعاً جائز ہے منع نہیں ہے۔

32۔ بینکوں میں ماہانہ آمدنی سکیم:-

اس وقت تقریباً تمام دنیا یہودی ساہوکاری مالیاتی نظام میں جکڑی ہوئی ہے، مسلمان جن کو سود کے خلاف جہاد کرنا تھا وہ خود سامراج کے ایجنٹ بنے بیٹھے ہیں، سود خور لوگوں کو حرام خوری کے نئے ناموں سے جوا اور سود کے طریقے سکھاتا ہے حالانکہ قومی بینکوں میں PLS کے نام سے نفع و نقصان کی شراکت کے نام سے ایک اسلامی کھاتہ نہایت

کامیابی سے چل رہا ہے، بینکوں کی یہ تمام مروجہ سکیمیں بالکل سود کے زمرے میں آتی ہیں جو کہ قطعی حرام ہے۔

33۔ ملازمین کی گریجوئیٹی کی رقم پر ماہانہ نفع لینا:-

کسی بھی ملازم کو جو گریجوئیٹی کی رقم ملے وہ اسے بینک میں PLS نفع نقصان کی شراکت یعنی مٹھارہ کے کھاتہ میں جمع کروا کر زیادہ منافع لے سکتا ہے بجائے اسکے کہ وہ حرام ماہانہ اسکیموں کے چکر میں پڑا رہے۔

34۔ بولی والی کمیٹی:-

لوگوں سے پوری رقم وصول کرنا اور پھر بولی بولنا کہ جو سب سے زیادہ اپنا حق چھوڑے اسکو کمیٹی مل جائے گی، مثلاً 50 ہزار کی رقم میں سے 40 ہزار یا 35 ہزار یا 30 ہزار کی بولیا لگیں تو کمیٹی والوں نے 30 ہزار بولی والے کو پہلی کمیٹی دے دی جبکہ اس سے وصولی 50 ہزار کی ہوگی بقایا 20 ہزار تمام ممبروں میں تقسیم ہونگے، یہ سراسر ظلم و بددیانتی، سنگدل اور باطل طور پر دوسروں کا مال ہڑپ کرنا ہے لہذا قطعی حرام ہے۔

35۔ بیمہ پالیسی:-

بیمہ یعنی Insurance اور عربی زبان میں تائمن، ان تینوں کے معنی "یقین دہانی" کے ہیں اسکی ابتداء 1400ء میں اٹلی کے تاجروں نے کی، بیمہ کی اقسام:-

1- زندگی کا بیمہ 2- املاک کا بیمہ 3- اعضاء کا بیمہ 4- ذمہ داریوں مثلاً بچوں کی تعلیم و شادی وغیرہ کا بیمہ 5- قیمتی کاغذات اور اسناد کا بیمہ

بیمہ زندگی اصولی طور پر نہایت مفید سکیم ہے، عام علمائے کرام نے اسے جائز قرار دیا ہے حتیٰ کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے (احکام شریعت: 202) لہذا بیمہ پالیسی اپنی جملہ قباحتوں کے باوجود شرعاً جائز ہے۔

36- پراویڈنٹ فنڈ یعنی GPF:-

کوئی سرکاری یا نیم سرکاری یا پرائیویٹ ادارہ اپنے ہر ملازم کی تنخواہ سے کچھ رقم کاٹ کر محفوظ کر لیتا ہے اگر چاہے تو اسکی رقم کروڑوں تک ہو سکتی ہے، کسی صنعت یا تجارت میں انویسٹمنٹ بھی کر سکتا ہے جس سے اصل رقم بھی محفوظ ہو جاتی ہے بلکہ کئی گناہ اضافہ بھی ہو جاتا ہے۔ اب اگر وہ ادارہ کئی سالوں کے بعد ریٹائرمنٹ پر اپنے ملازم کو دو گنی رقم دیتا ہے تو وہ کوئی احسان نہیں کرتا بلکہ اسکی اپنی رقم کا کمایا ہوا کئی گنا زیادہ منافع اپنے پاس رکھ کر صرف دو گنا اس ملازم کو دیتا ہے، اگر دیانتداری سے حساب کیا جائے تو اٹھنے والے سروسز اخراجات کے بعد بھی اس سے کہیں زیادہ رقم اس ملازم کو مل سکتی ہے، اب اگر یہ ادارے صرف دو گنا رقم ادا کرتے ہیں تو نہ ملازم اس پر شرمندہ ہو کہ وہ تو اپنے حق سے بہت کم وصول

کر رہا ہے نہ ادارہ احسان جتائے کیونکہ وہ خود اس کی رقم سے اخراجات نکال کر کئی گنا منافع کماتا ہے لہذا جتنا ملازم کو مل رہا ہے اس کے حقیقی حصے سے بہت کم ہے مگر جو ملے، اس غیر منصفانہ نظام میں وصول کر لے، یہ اسکے کل حق سے بہت کم ہے۔ رہا یہ امکان کہ نہ جانے اس ادارے نے یہ رقم سودی کاروبار سے کمائی ہو؟ تو یہ سب ان کی گورگردن پروہ چاہیں تو صحیح جائزہ دات میں بھی اس سرمائے کو لگا سکتے ہیں جیسے PLS اور مضاربہ و مشارکہ اور چاہیں تو حرام سودی کاروبار میں استعمال کریں، بہر حال ملازم نہ وصولی سے پہلے اس مال کا مالک ہے نہ قابض نہ اسکی مرضی سے اسے استعمال کیا گیا ہے اس جائز و ناجائز کی ذمہ داری ملازم پر نہیں بلکہ متعلقہ ادارہ پر ہے، جب ملازم وصول کر لے پھر وہ اسکے استعمال کا ذمہ دار ہوگا، لہذا شرعاً ہر ملازم کیلئے یہ GPF کی رقم حلال اور طیب ہے

37۔ دم، درود اور تعویذ کی شرعی حیثیت:-

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا پاکیزہ کلام، نیک مقصد کیلئے استعمال کرنا، یہ مسنون ہے، جبکہ کلمات کفریہ، شیطانی کلمات یعنی کالاعلم جادو وغیرہ جو ناجائز مقاصد کیلئے کئے جاتے ہیں یہ حرام ہے۔ قرآن پاک کے حوالہ سے اور صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف کی روایات میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے نظر، بخار، پھوڑا، پھنسی، سانپ یا بچھوکا ڈنک، زخم کا نشان، آنکھوں کی خرابی وغیرہ پر جھاڑ پھونک، دم کرنے کی اجازت دی

ہے۔

38۔ حضور پاک ﷺ کی ذات یعنی ایمان بالرسالت کے چار یہ

تقاضے ہیں، جو شخص یہ چاروں تقاضے پورے کریگا تو اس کا ایمان بالرسالت کامل ہوگا ورنہ ناقص اور ناتمام رہ جائیگا:

- ۱۔ محبت رسول ﷺ ۲۔ تعظیم رسول ﷺ ۳۔ نصرت رسول ﷺ
- ۴۔ اطاعت رسول ﷺ

39۔ بندہ نشہ دولت میں پہلے خودی اور پھر خدا کو بھی فراموش

کر دیتا ہے لہذا فقری ہی وہ راستہ ہے جو سلامتی اور سکون کا ضامن ہے۔

40۔ حدیث شریف میں ہے کہ غریب مسلمان دولت مندوں

سے 400 سال پہلے جنت میں داخل ہونگے اس موقع پر دولت مند کہے گا کہ کاش میں تنگ دست ہوتا۔

41۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف امتوں پر نازل کردہ عذاب،

نعمتوں اور رحمتوں کو یاد کرنا ان کا تصور کرنا اور ان کیفیتوں کو اپنے اوپر طاری کرنا سنتِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔

42۔ حضور ﷺ کے میلاد منانے سے اللہ تعالیٰ کے چاروں حکم یعنی

ذکرِ نعمت، تحدیثِ نعمت، شکرِ نعمت اور اظہارِ فرحت و خوشی پر عمل ہوتا ہے

اور لفظ میلاد آج کل کی اختر نہیں بلکہ یہ لفظ کثرت سے احادیث میں موجود ہے۔ (ترمذی جامع الصحیح 5: 589)

43- پاک ہستیوں یا اہم واقعات سے منسوب ایام کو منانا سنتِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ حضور ﷺ نے خود اپنی حیاتِ مبارکہ میں یومِ موسیٰؑ اور یومِ نوحؑ منایا (صحیح مسلم 2: 796)۔

44- حضور ﷺ کے میلاد کو منانا یہ خود حضور ﷺ کی اپنی سنت ہے، حضور ﷺ نے اپنا میلاد خود منایا اور میلاد کی خوشی میں بکرے ذبح کیے۔ (عسقلانی، فتح الباری، 9: 95) اور (امام سیوطی، الحاوی للفتاویٰ)، ہم میلاد میں حضور ﷺ کا بیان سنتے ہیں، حضور ﷺ کی شان سنتے ہیں، حضور ﷺ کی نعتیں سنتے ہیں، حضور ﷺ کی عظمت کے نغمے گاتے ہیں، حضور ﷺ کی تمکنت و عظمت کا بیان ہوتا ہے، یہ جو کچھ میلاد میں ہوتا ہے یہ صبح و شام حضور پاک ﷺ خود کرتے تھے کیونکہ حضور ﷺ نے خود بارہا اپنی ولادت کے تذکرہ کیلئے صحابہ کرامؓ کے اجتماع کا اہتمام فرمایا۔ (ترمذی الجامع الصحیح 5: 543)

45- حضور پاک ﷺ کا مستعمل پانی یا دھوون صحابہ کرامؓ کیلئے آبِ حیات سے کم نہ تھا، یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ صحابہ جو لعابِ دہن کو بھی متبرکک سمجھتے تھے وہ غسالہ اور دھوون کو چھوڑ دیتے۔

46- اہل ایمان کے مزارات پر پھول چڑھانا اور چراغان کرنا:-

یہ عمل مسنون بھی ہے اور زائرین کیلئے روشنی وغیرہ کا انتظام ان

کی سہولت کیلئے ہے، اس سے زائرین کو آرام اور صاحبِ قبر کی عزت و عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ یونہی غلاف چڑھانا بھی مزارات و صاحبانِ مزارات کی تعظیم و تکریم کا اظہار کرنا ہے مگر بے جا اصراف سے احتراز لازمی ہے (ردالمحتار، شامی ج 6 ص 363)۔

47۔ دینِ اسلام کے حقیقی غلبہ کے نہ ہونیکا سبب ظاہر و باطن، فکر و عمل اور قول و فعل کی ثنویت ہے۔ حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ کا فرمان ہے کہ دینِ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا خواب فکری و علمی اجتہاد اور عملی انقلاب کے ذریعہ شرمندہ تعبیر ہوگا اور اسلام ایک عالمگیر قوت کے طور پر عالم گیر سطح پر ایک عظیم اسلامی انقلاب کے ذریعہ جلوہ گر ہوگا جس کیلئے بنیاد قلعہ اسلام یعنی پاکستان بنے گا۔

حضرت قبلہ قاضی محمد شفیعؒ کا روحانی مقام:-

عارفِ حق حضرت قبلہ خواجہ قاضی محمد شفیعؒ کو سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی فقر کی دولت سلطان العارفین حضرت خواجہ حافظ محمد نظام بخشؒ سے حاصل ہوئی اور انہوں نے ہی آپ سرکارؒ کی ظاہری باطنی تکمیل فرمائی تھی۔ حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ فناء فی الشیخ کے درجہ پر فائز تھے یعنی اپنی ذات کو اپنے مرشد کامل حضرت قطب الاقطاب خواجہ محمد خدایارؒ کی ذات میں فناء کر چکے تھے۔ آپؒ میں غیرتِ شیخ انتہاء درجہ کی تھی اور اپنے شیخ کریمؒ کو کسی سے بھی کم نہیں سمجھتے تھے۔ آپؒ فرماتے تھے کہ خواجہ خدایارؒ خاتم ولایت

ہیں جو کہ زمانہ کے لحاظ سے آخر میں ظاہر ہوئے ہیں مگر ان کو ولایت کا مرتبہ و مقام اکابرینِ سلف صالحین والا حاصل تھا اور آپؐ ولایت کے اتنے اعلیٰ مقامات پر فائز تھے جن تک امت محمدیہ ﷺ کے صرف اکابرین کی رسائی ہوئی ہے، آپؐ سرکارؒ اپنے وقت کے قطب الاقطاب، غوث الاعظم تھے اور پورے عالم کے فریادرس تھے۔ حضرت خواجہ خدایار پیرؒ اپنی اولاد کو بھی انکے آخری دورِ حیات میں انہیں اپنے روحانی مقام پر فائز فرمادیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپؐ کی اولاد میں تاحال قطبِ زماں ہر دور اور پشت میں چلے آرہے ہیں جن کے ذریعہ آپؐ سرکارؒ خود ہی باطنی طور پر متصرف رہتے ہیں۔ حضرت خواجہ پیر قاضی محمد شفیعؒ کی ذات پر حضرت خواجہ خدایار پیرؒ نے آخر میں کرم فرمایا اور انہیں بھی اپنے والا مقامِ ولایت عطا فرمایا، جس سے آپؐ بھی بے مثل و لاثانی ہو گئے تھے اپنے وقت میں۔ حضرت خواجہ قبلہ قاضی صاحبؒ فناء فی الشیخ کے درجہ سے ترقی کر کے فناء فی الرسول کے مقام پر بھی فائز ہوئے۔ ظاہری زندگی کے آخری دور میں آپؐ سرکارؒ پر عشقِ رسول ﷺ اس حد تک غالب تھا کہ آپؐ سرکارؒ دو عالم ﷺ صاحبِ لولاک کی شان میں ذرا سی بھی کمی کو برداشت نہیں کرتے تھے، کیونکہ آج کل بے ادبی رسول ﷺ یعنی اہانتِ رسول کا فتنہ پنپ رہا ہے، حضرت قبلہ قاضی صاحبؒ ایسے لوگوں کو سلام تک نہیں کرتے تھے بلکہ اپنا راستہ ہی بدل لیتے تھے، راقم فقیر عرض کرتا کہ ہر کسی کا اپنا عقیدہ

ہے رہنے دیں تو فرماتے کہ تمہارا ان لوگوں کے ساتھ میل جول وغیرہ جائز ہوگا میرے لئے نہیں، تمہارا ایمان ابھی کمزور اور ناقص ہے، میں سرکار ﷺ کی محفل میں اور انکی خدمت میں اس جہان سے سرخرو ہو کر جانا چاہتا ہوں، آپؐ کے بقول جو اپنے آپ کو حضور ﷺ کی ہستی میں گم نہ کرے اس نے ایمان کی لذت کو چکھا ہی نہیں۔ آپؐ کے بقول اللہ تعالیٰ کی ذات کسی بھی قسم کی مثال سے پاک ہے، عرش تا فرش اور عالم لامکان میں سب جلوہ آرائی حُسن و جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی ہے یعنی ذاتِ حق کے جلوے حضور ﷺ کی ذات کے ذریعہ جلوہ نشاں ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو نظر آ ہی نہیں سکتی ان ظاہری آنکھوں سے، اور یہ جو کچھ نظر آ رہا ہے سب حُسنِ مصطفیٰ ﷺ کی ہی ایک جھلک ہے ورنہ حقیقت محمدیہ ﷺ کچھ اور ہے۔ کاش! کہ حضور ﷺ کی ذات کی حقیقت موجودہ دور کے علماء حضرات پر منکشف ہو جاتی تو ان کے باہمی جھگڑے فساد ہی ختم ہو جاتے، کتنی بد قسمتی کی بات ہے کہ باعثِ تخلیق کائنات، سید الانبیاء، نورِ اول، مخلوقِ اول، تعینِ اول، محبوبِ اول، مطلوبِ اول، مقصودِ اول اور موجودِ اول حضور نبی کریم ﷺ کی ذات کو آج کے علمائے ظاہر بین نے باعثِ نزاع بنادیا ہے اللہ تعالیٰ دین کا صحیح فہم عطا کرے آمین۔

خانقاہِ چشتیہ نظامیہ کا قیام:-

فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ جب

خانپور قاضیاں شریف کے صاحبِ ولایت بن کر آئے جسکی باطنی و روحانی حدود میں جلاپور پیر والا، ضلع لودھراں، مظفر گڑھ اور شیر شاہ ملتان تک کے علاقہ جات شامل تھے تو آپ سرکار نے یہاں آ کر سالکین و طالبین ذات حق کی ظاہری باطنی تربیت کیلئے ایک عملی تربیت گاہ خانقاہ چشتیہ نظامیہ کے نام سے قائم فرمائی۔ بالکل اسی طرز پر عارفِ کامل حضرت خواجہ پیر قاضی محمد شفیع بھی ایک خانقاہ قائم کرنا چاہتے تھے جسکے لئے ابتدائی کام مثلاً نقشہ جات، تعمیری امور اور بعد ازاں سالکین کی تربیت کا پروگرام وغیرہ پر کافی حد تک کام کر چکے تھے اور اس کا رِخیر کیلئے عملی قدم اٹھانے ہی والے تھے کہ اُدھر سے عالمِ بقاء کی طرف جانے کا بلاوا آ گیا اور بظاہر یہ کام رک گیا مگر باطن آپ کا حکم تھا کہ اس کام کو پایہ تکمیل تک ضرور پہنچایا جائے۔ چنانچہ راقم فقیر حضرت قبلہ والد گرامیؒ کے اس عظیم پروگرام پر عمل درآمد کرنا چاہتا ہے مگر اس سلسلہ میں سے سے بڑی رکاوٹ راقم فقیر کی سرکاری ملازمت ہے، بہر حال ہر مسئلہ کا حل ہمیشہ موجود ہوتا ہے، راقم فقیر نے اپنے بزرگان کے جو اسرارِ معرفت اور سلوک و تصوف کے عملی دستور کا جو خاکہ کتاب ہذا میں پیش کیا ہے اس کیلئے ایک عملی تربیت گاہ بصورت خانقاہ چشتیہ نظامیہ قائم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جس میں سالکین و طالبین ذاتِ حق کی معرفتِ الہی کے حصول کیلئے بھرپور کوشش کی جائیگی، انہیں عملی طور پر ایک روحانی ماحول میں رکھا جائیگا اور ایک مخصوص نصابِ تصوف پر

عمل کروایا جائیگا، اس سارے عمل میں مرشد کامل کا ہونا ضروری ہے وہ قطب الاقطاب حضرت خواجہ محمد خدایار پیرؒ کی ذات موجود ہے، اسکے علاوہ ایک ظاہری خادم، نوکر اور سگ خواجہ خدایارؒ کی ضرورت ہے اس کیلئے راقم فقیر بھی حاضر خدمت ہے جس نے اس مقصد کیلئے اپنی اڑھائی کنال زمین کا رقبہ بھی اس مذکورہ خانقاہ کیلئے وقف کر دیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقہ اس عظیم کارِ خیر کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق و استقامت عطا فرمائے اور عالم غائب سے اسکے جملہ انتظام و انصرام کا بھی بندوبست فرمائے بجاہِ خواجہ خدا یار پیرؒ۔ امین ثم امین۔

یہ سب دعویٰ نہیں ہے فقط ایک پُر خلوص انسانی کوشش ہے جسمیں خیر و برکت ڈالنا ذاتِ حق کی طرف سے معین ہے، انشاء اللہ ایک بار پھر سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی اخلاقی و روحانی اقدار اور باطنی نظام کا احیاء ہوگا اور سالکینِ راہِ طریقت اسلام کے اس باطنی نظام کے ثمرات و فیوضات اور برکات سے فیض یاب ہونگے بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

مگر یاد رہے کہ معرفت کسی نہیں بلکہ وہی طور پر حاصل ہوتی ہے، یہ عطیۃ الہیہ ہے اور مشیت ایزدی پر منحصر ہے، تصوف میں جو مجاہدات و ریاضات کروائے جاتے ہیں ان کا مقصد وحید اس ارادۃ الہی، رضائے الہی اور مشیت الہی کا حصول ہے جو کہ معرفت کیلئے علت اور شرط کا درجہ

رکھتے ہیں جبکہ یہ تمام محنتیں اور کوششیں جو کہ معرفتِ حق کے لئے صرف سبب اور ذریعہ ہیں علت یا شرط نہیں، صرف مشیتِ الہی جو کہ علت ہے کو اپنے حق میں کرنے کیلئے ہوتی ہیں۔

۔ گرقبول اُفتد زہے عزو شرف

وصال اور عرس مبارک:-

عارفِ حق حضرت خواجہ پیر قاضی محمد شفیعؒ کا وصال 15 ستمبر 2004ء بمطابق 29 رجب المرجب 1425ھ ہجری تقریباً 63 سال کی عمر میں ہوا۔ آپ کا مزار اقدس دربار عالیہ خانپور شریف قاضیاں والا میں اپنے والدِ محترمؒ کی پابنتی میں بڑے روضہ مبارک کے ساتھ متصل ہے اور زیارت گاہِ خواص و عوام ہے۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک ہر سال 28، 29 رجب المرجب کو بڑی سادگی سے اور تمام شرعی آداب و شرائط کے ساتھ منعقد ہوتا ہے جس میں زائرین کی اور آپ کے مریدین کی ایک کثیر تعداد شرکت کر کے باطنی فیوضات و برکات سے فیض یاب ہوتی ہے۔

۔ ہر کس کہ بہ درگاہِ تو آید بہ نیاز

محروم ز درگاہِ تو گئے گرد دہباز

مفہوم:- جو شخص بھی آپؒ کی بارگاہ میں ادب و احترام اور عقیدت کے ساتھ حاضر ہوتا ہے وہ آپؒ سرکارؒ کے لطف و کرم سے محروم ہو کر کیسے جاسکتا ہے بلکہ وہ اپنا دامن مراد بھر کر جاتا ہے۔

باب نمبر 23

مادرزادولی، سالک مجذوب حضرت خواجہ پیر بخشؒ

(1371 ہجری تا 1411 ہجری --- عمر 40 سال --- 1950ء تا 1990ء)

آن مادرزادولی، سالک، مجذوب سالک، سالک مجذوب، سر
مست، مرد قلندر، صوفی باصفا، صاحب سکر، مظہر سر عظیم، واقف سر
الاسرار، صاحب اسرار معرفت، مستغرق فی ذات حق، محو در شہود ذات حق،
محرم راز اسرار حقیقی حضرت خواجہ پیر بخش شمس الاولیاء حضرت خواجہ پیر محمد
امینؒ کے فرزند اول، محبوب اول اور خلیفہ اول ہیں۔ عارف حق حضرت
خواجہ پیر قاضی محمد شفیعؒ کے محبوب و پیارے بھتیجے اور سلطان الاتخیاء حضرت
خواجہ پیر قاضی محمد حضور بخشؒ کے پوتے اور ان کی زندہ کرامت تھے،
حضرت خواجہ پیر بخشؒ پیدا ہونے کے بعد فوت ہو گئے تھے۔ شمس الاولیاء
کے جو بھی صاحبزادے شروع میں پیدا ہوتے فوراً فوت ہو جاتے تھے
، جب حضرت خواجہ پیر بخشؒ پیدا ہوئے تو آپؒ بھی حسب معمول فوت
ہو گئے مگر اس بار سلطان الاتخیاء قطب زمان حضرت خواجہ حضور بخش سرکارؒ
جلال میں آ گئے اور حضرت خواجہ پیر بخشؒ کو لیکر دربار عالیہ خانپور قاضیاں
شریف میں بڑے روضہ کے اندر حضور خواجہ پیر محمد خدایارؒ کی خدمت میں
پیش کر دیا اور ان کے غلاف کے نیچے لٹا دیا تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ
حضرت خواجہ پیر بخشؒ زندہ جاوید ہو گئے، مگر آپ سرکارؒ یعنی حضرت خواجہ پیر

حضور بخشؒ نے فرمایا کہ اس پر مرنے کے بعد کے سارے اسرارِ منکشف ہو گئے ہیں اور پورا عالمِ باطن اس پر آشکار ہو گیا ہے اور شیرِ خوارگی ہی سے محرمِ راز اسرارِ حقیقت و معرفت بن گیا ہے قدرتِ خداوندی سے اسکے منہ پر مہر لگ گئی ہے اب یہ بول نہیں سکے گا کیونکہ اس کا سینہ اسرار کا گنجینہ بن گیا ہے اور ان اسرار کی کوئی تاب بھی نہ لاسکے گا اور نہ ہی برداشت کر سکے گا۔ چنانچہ بعد ازاں دیکھا گیا تو انکے چہرہ پر، سینہ پر، پشت پر اور ناف پر مہر یں ثبت ہو گئی تھیں جو کہ بظاہر سیاہ رنگ کی صورت میں نظر آتی تھیں۔ حضرت خواجہ پیر بخشؒ تقریباً 40 سال کی عمر تک قدرتِ خداوندی کے سرِ عظیم کا مظہر بنے رہے اور یہ حضرت خواجہ پیر حضور بخشؒ کی زندہ کرامت بھی تھی کیونکہ آپؒ حضرت خواجہ پیر بخشؒ کو عالمِ بقاء سے واپس اس عالمِ شہادت میں لے آئے تھے جس سے آپؒ کی روحانی قوت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ پیر بخشؒ راقمِ فقیر کے محرمِ راز دوست تھے، کتاب ہذا موسوم بہ اسرارِ معرفت کا اختتام بھی اس ولیِ کامل، مجذوبِ وقت، مظہرِ سرِّ الہی کے ذکر پر ہو رہا ہے۔ اولیائے خانپور قاضیاں شریف کا تذکرہ صاحبِ اسرار و معارف فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ کے ذکر سے شروع ہوا اور صاحبِ اسرارِ معرفت حضرت خواجہ پیر بخشؒ کے ذکر پر ختم ہوا، اور انشاء اللہ جو بھی سالکِ حق اس بحرِ اسرارِ معرفت میں غوطہ زن ہوگا وہ بھی صاحبِ اسرار بن جائیگا مگر اس کیلئے شرطِ صحت

عقیدہ و عمل کے بعد عقیدت اور ادب و احترام بھی ضروری ہے کیونکہ شریعت و طریقت میں صرف نسبتِ صالحین کام نہیں آتی، نسبت کے ساتھ ساتھ صحیح عقیدہ و عمل کی شرط بنیادی ہے، ورنہ شمعِ رسالت و شمعِ ہدایت حضور نبی کریم ﷺ کے قریبی رشتہ دار بھی نسبتِ نسبی کے باوجود عقیدہ و عمل کی عدم موجودگی کی وجہ سے راہِ ہدایت سے محروم رہے، اس اصول کو آج کل کی صالحین کی اولادوں کو مدنظر رکھنا ہوگا۔ سنتِ نبوی ﷺ کی پیروی اولین شرط ہے ورنہ اگلے جہان یہ حضرات ہم سے اپنے چہرہ انور کا رخ پھیر لیں گے۔ چونکہ حضرت خواجہ پیر بخشؒ مظہرِ ذاتِ الہی تھے اور ہر وقت ذاتِ حق میں حالتِ استغراق میں رہتے تھے، آپؒ کو دنیا و مافیہا کی خبر تک نہ ہوتی تھی اور ماسوا اللہ کی طرف التفات تک نہ کرتے تھے۔ آپؒ اپنے وقت کے مجذوب تھے بلکہ سالکِ مجذوب تھے، مظہرِ جمال و جلالِ الہی تھے مگر صفتِ جلالی کی تجلیات کا مرکز تھے، ہر وقت ذاتِ حق کی طرف سے جلالی تجلی آپؒ کی ہستی کو محو کر دیتی تھی یعنی فناء کر دیتی تھی بعد ازاں فوراً ہی صفتِ رحمت پھر وجود عطا کر دیتی، آپؒ سرکارِ تقریباً 40 سال تک اس عالمِ حیرت، لطف و کرم اور بحرِ احدیت میں مستغرق رہے۔

مُکُشْتِگانِ خَنْجَرِ تَسْلِیمِ رَا

ہر زمان از غیبِ جانِ دیگر است

مفہوم:- جو مردانِ خدا ذاتِ حق کی طلب و شوق میں تسلیم و رضا کے خنجر سے قتل ہو کر اپنی جانِ راہِ حق میں نذرانہ کے طور پر پیش

کرتے ہیں انہیں ہر لمحہ اور ہر آن عالم غیب سے ایک نئی زندگی ملتی ہے، اور پھر وہ اس عالمِ احدیّت و حیرت میں حالتِ تحیّر میں رہتے ہیں، کیونکہ ذاتِ حق کی کوئی حد ہی نہیں وہ بے حد و بے حساب ہے، وہ ذاتِ حق کے ایک مرتبہ و درجہ کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں تو اُدھر سے مزید ارشاد ہوتا ہے کہ اور جامِ معرفتِ الہی چاہیے؟ مگر اس کیلئے شرط جان کا نذرانہ ہے عاشق جان دینے کیلئے تیار ہو جاتا ہے مگر بمطابق وعدہ الہی اسکو دوبارہ حیات بخشی جاتی ہے تاکہ ذاتِ حق کو ایک نئے انداز اور جلوہ میں مشاہدہ کرے، بس نہ ذات کی حد ہے نہ ہی طالب و عاشق کی طلب کی حد ہے، یہ تو ایسا معاملہ ہے جو کہ صادق عشاق کے سینوں میں ازل سے ابد تک چل رہا ہے، جن کے قلوب بیدار ہو جاتے ہیں اور جو اس مقامِ حیرت اور مقامِ تسلیم و رضا پر فائز ہو جاتے ہیں وہ سدا اس لطف و کرم میں رہتے ہیں۔ فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خانپوریؒ کا وصال بعینہ اسی مقام پر ہوا مگر آپؒ کے اس حال اور وجد میں اس وقت کی حسد کی قوتیں آڑے آگئیں اور اس مرحلہ پر قوالی کو روک دیا گیا، آپؒ سرکارِ ایک ایسے مقام پر سرفراز تھے کہ ایک ہی آہ سے پورے عالم کو خس و خاشاک کی طرح جلا کر رکھ کر دیتے، مگر یہ متلاطمِ عشق کا سمندر باذنِ الہی تھم گیا مگر عالمِ باطن میں آپؒ اسی کیفیت میں رہے، آپؒ نے اپنی اس کیفیت کا مظہر ہمارے دور میں حضرت خواجہ پیر بخشؒ کو بنایا۔ آپؒ بظاہر خاموش و ساکت رہے مگر مست و الست بزرگ تھے، باطن آپؒ بھی حضرت قبلہ

قاضی صاحبؒ کی طرح اس مقام حیرت پر فائز تھے اور ہر لمحہ فناء ہو کر باقی ہو جاتے تھے اور اپنی ساری زندگی اس سرِّ عظیم کی حفاظت میں گزار دی اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہونے دی مگر اہل روحانیت پر آپؒ کا یہ حال پوشیدہ نہیں تھا۔

۔ ولی را ولی می شناسد

ترجمہ! سچ ہے واقعی ولی ہی ولی کو پہچان سکتا ہے، غیر ولی کو اس راہ کی کیا خبر۔

سنتِ رسول ﷺ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے آپؒ نے بہستی ملوک، ملتان شریف میں ایک عقیدت مند مرید خاندان کی نیک پاک صالحہ اور عابدہ زاہدہ خاتون سے نکاح کیا۔ جن سے دو صاحبزادے شیخ المشائخ حضرت خواجہ پیر قاضی محمد شاہد چشتی نظامی صاحب اور صاحبزادہ قاضی غلام محمد عیسیٰ قریشی ہاشمی صاحب اور ایک صاحبزادی حضرت تہمینہ بی بی صاحبہ جن کا نکاح صاحبزادہ قاضی محمد حماد قریشی ہاشمی صاحب سے ہوا پیدا ہوئے۔ فرزندِ اول حضرت خواجہ پیر قاضی محمد شاہد سائیں صاحب اپنے والد گرامیؒ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، ان کے حلقہٴ ارادت میں مریدین اور عقیدت مندوں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے جن کی رشد و ہدایت کا فریضہ دن رات سرانجام دے رہے ہیں، انتہائی نیک، پارسا، مؤدب، بااخلاق اور فقیر دُرویش انسان ہیں، اپنے والد گرامیؒ کے فیض و کرم کی وجہ سے مخلوق کے محبوب بن چکے ہیں اور جو زبان سے نکلتا ہے وہ

پورا ہو کر رہتا ہے، جبکہ دوسرے صاحبزادہ قاضی غلام محمد عیسیٰ سائیں صاحب گورنمنٹ ملازم ہیں انتہائی محنتی اور دیانتدار ہیں، ان کی آنکھوں میں اپنے والد گرامیؒ والی محبت و عشق والی مستی چھلکتی ہوئی نظر آتی ہے، ان کے باطن میں ایک ایسا نورِ فقر ہے جو کہ اپنے وقت پر ظاہر ہوگا، یہ سب ان کے والدِ محترم مجذوب وقت حضرت خواجہ پیر بخش سائیں کا فیض ہے۔

وصال اور عرس مبارک :-

سالک مجذوب حضرت خواجہ پیر بخش سائیںؒ کا وصال 8 شعبان المعظم 1990ء میں تقریباً 40 سال کی عمر میں ہوا۔ آپ سرکارؒ کا مزارِ اقدس دربار عالیہ خانپور قاضیاں شریف میں اپنے دادا محترم حضرت خواجہ پیر حضور بخش سائیںؒ کی پائنتی میں زیارت گاہِ خواص و عوام ہے۔ آپ سرکارؒ کا سالانہ عرس مبارک اپنے والد گرامی محترم شمس الاولیاء حضرت خواجہ پیر قاضی محمد امینؒ کے عرس مبارک کے ساتھ 7، 8 شعبان المعظم کو بڑی سادگی سے منایا جاتا ہے، مگر جو بھی آپؒ کے عرس پاک میں شریک ہوتا ہے اس پر خصوصی روحانی شفقت فرماتے ہیں، بلکہ اگر کسی کی سلوک و تصوف کی منازل میں رکاوٹ پڑ رہی ہو تو وہ حضرت خواجہ پیر بخش سائیںؒ کے عرس پاک میں حاضری دے اسکی منازلِ طریقت آسان ہو جائیگی۔ چونکہ آپؒ کا وصال ولایت کے ایک بہت ہی بلند و بالا مقام پر ہوا تھا، جب آپ سرکارؒ کے وصال کا وقت آیا بظاہر آپؒ کو کوئی خاص تکلیف بھی نہ تھی صرف کھانسی کی تکلیف تھی جو کہ ساری زندگی رہی، اس

کھانسی کی وجہ بھی آپؐ کا باطنی جوش و جذبہ تھا جو کہ کھانسی میں مُبدل ہو گیا تھا۔ بہر حال جب وصال کی گھڑی آن پہنچی تو آپؐ سرکارؒ بار بار کھڑے ہو جاتے تھے پھر بیٹھ جاتے، والدِ محترمؐ ہمراہ تشریف رکھتے تھے اُن کو بار بار اٹھنے کی وجہ بتائی کہ پہلی دفعہ خانپور قاضیاں شریف کے سارے بزرگ میرے پاس تشریف لائے کہ ہم تمہیں لینے کے لئے آئے ہیں، دوسری دفعہ حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ اور حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ حضور قبلہ عالم سرکارؒ کے ہمراہ آخری ملاقات کیلئے تشریف لائے جبکہ تیسری دفعہ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجیری سرکارؒ اور حضرت غوث الاعظم سرکار پیر دستگیر سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تشریف لائے، سب سے آخر میں حضور نبی کریم ﷺ اپنے چار یاروں رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ تشریف لائے اور کہا کہ جلدی آؤ ہمیں تمہاری انتظار ہے، حضرت قبلہ پیر خواجہ محمد امین سائیںؒ بہت خوش ہوئے کہ واقعی میرے بیٹے کی بڑی شان ہے جس کو اتنی بڑی ہستیاں دارِ بقا کی طرف لے جانے کیلئے استقبال کیلئے آئیں۔ راقم فقیر کا بارہا کا تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ جب بھی اپنے محرم راز دوست اور بھائی حضرت خواجہ پیر بخش سائیںؒ کے مزارِ اقدس پر حاضری کا شرف حاصل ہوتا ہے تو راقم آپؐ کے مزار شریف پر سر رکھ کر "در این جادرا آن جا خدا یار باش" کہتا ہے تو آپؐ سرکارؒ بھی جواب میں خیر خوش کرتے ہیں۔

باب نمبر 24

﴿سلوک و تصوف کا عملی دستور﴾

سلسلہ چشتیہ کے اوراد، وظائف، اذکار، اشغال
و مراقبات:-

سلسلہ چشتیہ کے اوراد و وظائف اور اذکار و مراقبات وغیرہ لطیفہ ربانی کی غذا ہیں اور جن سے نفس ناطقہ تقویٰ حاصل کرتا ہے، جو مجازی اسلام کے پیکر میں ایمان حقیقی کی روح پھونک دیتے ہیں، جو مردہ طبیعتوں کو حیات جاودانی سے ہمکنار کرتے ہیں اور ہوائے نفسانی کے مریضوں کو شفاءِ رحمانی کے سرچشمہ تک پہنچاتے ہیں۔ "شہرستان شہود" کے عریاں تن بایوں کی خاطر چند اوراد و وظائف وغیرہ پیش کئے جا رہے ہیں تاکہ وہ اپنے جسموں کو لباسِ تقویٰ سے آراستہ کریں۔

1۔ آدابِ ذکر:-

ذکر سے پہلے کے آداب:-

۱۔ توبہ ۲۔ اپنے قلب کو مطمئن کرنا

۳۔ طہارت ۴۔ اپنے شیخ سے مدد چاہنا

۵۔ یہ دل میں عقیدہ رکھنا کہ شیخ کی مدد رسول اللہ ﷺ کی مدد ہے اور

رسول اللہ ﷺ کی مدد اللہ تعالیٰ کی مدد و استمداد ہے۔

دورانِ ذکر آداب:-

۱۔ مربع یا دو زانو بیٹھنا۔

۲۔ دونوں ہاتھ رانوں پر رکھنا۔

۳۔ مجلس ذکر کو خوشبودار کرنا۔

۴۔ پاک و صاف لباس زیب تن کرنا۔

۵۔ حجرہ یا کمرہ میں تاریکی رکھنا۔

۶۔ دونوں آنکھوں کو ڈھانپنا۔

۷۔ کانوں کے سوراخوں کو اچھی طرح سے بند کرنا۔

۸۔ تصوّرِ شیخ یعنی صورتِ شیخ کو دل میں حاضر کرنا اور یہ سب سے ضروری شرط ہے۔

۹۔ ظاہر و باطن میں صدق رکھنا۔

۱۰۔ اخلاص رکھنا اور ریاء کاری سے پاک رہنا۔

۱۱۔ کلمہ توحید کے معنی کو ہمہ وقت ذہن میں رکھنا کہ ہر موجود وہی اور معدوم ہے اور موجود حقیقی یعنی حق تعالیٰ کی طرف مراقب و متوجہ ہوتے وقت ہر موجود وہی کی نفی ہو۔

ذکر کے بعد کے آداب:-

۱۔ ذکر کے بعد کچھ دیر تک خاموشی اختیار کئے رکھنا۔

۲۔ سانس کو روکے رہنا۔

۳۔ ٹھنڈی اشیاء مثلاً سرد پانی یا ہوا سے پرہیز کرنا کیونکہ اس سے دل کی حرارت سرد ہونے کا اندیشہ ہے۔

ذکر کے فوائد:-

کلمہ توحید کا ذکر حق تعالیٰ میں اُنس کا موجب ہے، جب کوئی شخص کلمہ توحید یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کا ذکر کرتا ہے تو عرشِ عظیم میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کلمہ "جبروت" سے ہے اس کی نسبت مُلک سے ہے، یہ ملکوت کی طرف صعود کرتا ہے اور حقائقِ عالم سے اس کا تعلق نہیں ہے۔

(i)۔ اگر کوئی شخص ہر صبح طہارتِ کاملہ کے ساتھ ایک ہزار مرتبہ اس کلمہ طیبہ کو پڑھے تو اس پر اسبابِ رزق آسان ہو جائیں گے اور یہ رزق روحانی بھی ہو سکتا ہے اور جسمانی بھی۔

(ii)۔ اگر کوئی شخص سوتے وقت یہ کلمہ طیبہ ایک ہزار مرتبہ پڑھے تو اس کی رُوح عرش کے نیچے پہنچ کر اپنی قوت کے مطابق روزی پائیگی۔

(iii)۔ اگر کوئی شخص دوپہر کے وقت یہ کلمہ طیبہ ایک ہزار بار پڑھے تو شیطان شکست خوردہ ہو کر اس کے باطن سے نکل جاتا ہے۔

(iv)۔ جو شخص ہلال یعنی پہلی کا چاند دیکھ کر طہارتِ کاملہ کے ساتھ اس کلمہ طیبہ کو ایک ہزار مرتبہ پڑھے اللہ تعالیٰ اسے تمام بیماریوں سے محفوظ

رکھے گا۔

(v) - شہر میں داخل ہوتے ہوئے یا نکلنے وقت اگر کوئی شخص باطہارت یہ کلمہ طیبہ ایک ہزار مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اُسے تمام خطرناک اور خوفناک چیزوں سے محفوظ رکھے گا۔

(vi) - جو شخص حضورِ قلب کے ساتھ ایک ہزار مرتبہ اسے اس نیت سے پڑھے کہ اس پر غیب کی باتیں ظاہر ہوں تو اللہ تعالیٰ اُس پر ملک و ملکوت کے پردے کھول دیگا۔

(vii) - جو کوئی اس کلمہ تو حید کو 70 ہزار مرتبہ پڑھے اللہ تعالیٰ اُسے بلا حساب بہشت میں داخل فرمائے گا۔ (بحوالہ کتاب منج السالک الی اشرف المسالک)۔

اقسام ذکر:-

(i) - ذکر اسم ذات:-

ذکر اسم ذات سے مراد اسم مبارک اللہ، اللہ کا ورد ہے جس کی ضربیں کثرت سے لطائفِ سیۃ یعنی نفس، قلب، رُوح، سر، خفی اور انہی پر لگائی جاتی ہیں جن کے مقامات بالترتیب ناف، بائیں چھاتی، دائیں چھاتی، بائیں اور دائیں چھاتی کے درمیان یعنی سیدہ، پیشانی اور سر کی چوٹی ہیں۔ ان مذکورہ مقاماتِ لطائفِ سیۃ پر اسم ذات کی ضربیں بذریعہ ذکر لگائی جائیں جس سے نفس کا زور ٹوٹتا ہے، تزکیہ نفس ہوتا ہے اور لطائف

کے اندر ذکر اللہ جاری ہوتا ہے اور انوارِ الہی چمکتے ہیں۔

(ii)۔ ذکر اسم ذات (اللہ) یک ضربی:-

ذکر اسم ذات کی کئی قسمیں ہیں مثلاً ذکر یک ضربی جس سے لطیفہٴ قلب یعنی بانیں چھاتی پر اس کی ضربیں لگائی جاتی ہیں آواز کے زور سے نہ کہ ہاتھ کے زور سے۔ یہ ذکر کم از کم 6 ہزار بار روزانہ کرنا چاہیے۔

(iii)۔ ذکر نفی و اثبات:-

ذکر نفی و اثبات میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ورد کیا جاتا ہے اور اِلَّا اللہ کی ضربیں مختلف لطائف پر لگائی جاتی ہیں، یہ روزانہ 1200 مرتبہ کیا جاتا ہے، اس لئے اس ذکر کو "ذکر بارہ تسبیح" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ چار زانوں یعنی مربع بیٹھ کر کمر سیدھی اور سر کو اونچا رکھے لفظ "لَا" کو ناف سے اس طرح کھینچا جائے جیسا کہ کوئی پھاوڑے سے مٹی ہٹاتا ہے اور لفظ اللہ کہتے ہوئے سر کو دائیں جانب یعنی دائیں کندھے کی طرف حرکت دیکر غیر اللہ کو پیٹھ پیچھے پھینک دے اور پھر سر کو بائیں طرف جھٹکا دے کِرَالَا اللہ کی ضرب لطیفہٴ قلب یعنی بانیں چھاتی پر لگائے اور ہر 7، 9 یا پھر 100 کی تعداد پر پہنچ کر کلمہ طیبہ پورا پڑھے یعنی مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کہے۔

(iv)۔ ذکر اسم ذات دو ضربی:-

اس قسم کے ذکر میں اسم مبارک اللہ کی دو ضربیں لگائی جاتی ہیں

ایک دائیں طرف یعنی لطیفہ رُوح پر اور دوسری بائیں طرف یعنی لطیفہ قلب پر۔

(v)۔ ذکر اسم ذات سہ ضربی:-

اس ذکر میں اسم ذات اللہ کی تین ضربیں لطیفہ رُوح، لطیفہ قلب اور لطیفہ سِرّ پر لگائی جاتی ہیں۔

(vi)۔ ذکر اسم ذات چہار ضربی:-

اس ذکر میں اسم ذات کی چار ضربیں لطیفہ رُوح، لطیفہ قلب، لطیفہ سِرّ اور لطیفہ نفس پر لگائی جاتی ہیں۔

مذکورہ بالا اذکار میں 400 مرتبہ صرف اِلَّا اللّٰہ کی ضربیں لطیفہ قلب پر لگائے اور 200 مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر نفی اثبات کرے تو اس طرح کل 600 مرتبہ ہو گیا۔ اسکے بعد اسم ذات اللّٰہ، اللّٰہ کی ضربیں 600 مرتبہ لطیفہ قلب اور لطیفہ رُوح پر لگائے یہ کل 1200 ہو گئے، جسے سلسلہ چشتیہ میں ذکر بارہ تسبیح کہتے ہیں۔

ذکر نفی و اثبات کی اقسام:

جس طرح مندرجہ بالا ذکر اسم ذات کی چار قسمیں بیان ہوئی ہیں اسی طرح ذکر نفی اثبات کی بھی چار اقسام ہیں۔

(i)۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کو ذکرنا سوتی، ذکر اِلَّا اللّٰہ کو ذکر ملکوتی، اللّٰہ کو ذکر جبروتی اور ھُو ھُو کو ذکر لاہوتی کہتے ہیں۔ ذکر کو چاہئے کہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتے وقت غیر اللہ کی نفی کرے یعنی ہر قسم کے مقاصد کو چھوڑ کر صرف ایک مقصد یعنی حصول قُربِ الہی کو مقصود بالذات سمجھے۔

(ii)۔ سالک مُبتدی کو چاہیے کہ وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتے وقت لَا مَعْبُودَ إِلَّا اللَّهُ کا تصور کرتے ہوئے اس کا ذکر کرے۔

(iii)۔ سالک متوسط الامقصور إِلَّا اللَّهُ کا ذکر کرے۔

(iv)۔ سالک مُنتہی لَا مَوْجُودَ إِلَّا اللَّهُ کا ذکر کرے اور ذاتِ حق

میں جم جائے، اس ذکر سے بہت جلد تزکیہ نفس اور تصفیہ، تخلیہ و تنقیہ قلب و باطن حاصل ہوتا ہے۔

2۔ اسم ذات کا تصور:-

اسم ذات "یا اللہ" کا تصور کرے اور اپنے سینہ پر رات کو سوتے وقت "یا اللہ" کو اپنی انگلیوں کے اشاروں سے لکھے اور سونے سے قبل 2987 مرتبہ "یا اللہ" کا ورد کرے، گھر میں یا اللہ کا نقش بنا کر رکھے اور ہمہ وقت یا اللہ کا تصور دل و دماغ میں جمائے رکھے۔ اس مشق سے دل سے ماسواء اللہ کا قلع قمع ہو جاتا ہے، مگر اس سارے عمل کے دوران تصور شیخ ضروری ہے جسکی مدد سے یا اللہ کا نقش دل میں جم جائیگا۔

3۔ ذکر پاس انفاس:-

یہ ذکر سانس کے اندر جانے اور باہر آنے سے کیا جاتا ہے، جب سانس اندر جائے تو خیال میں اسم مبارک "اللہ" کہے نہ کہ زبان

سے اور سانس باہر آئے تو "ھو" کہے خیال میں نہ کہ زبان میں۔ بعض اوقات سانس اندر جاتے وقت اور باہر آتے وقت دونوں مرتبہ اسم مبارک اللہ کہا جاتا ہے اور بعض اوقات سانس باہر آئے تو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور اندر جاتے تو إِلَّا اللَّهُ دل میں کہا جاتا ہے اس سے بہت جلد تزکیہ نفس ہوتا ہے، عشقِ الہی سے دل لبریز ہوتا ہے اور انوارِ الہی چمکتے ہیں۔

یہ ذکر بغیر وضو بھی ہو سکتا ہے اور چلتے پھرتے، گاڑی میں سفر کرتے، لیٹے ہوئے بلکہ ہر وقت ہو سکتا ہے لیکن منہ بند رکھا جائے اور زبان ساکن ہو ان اذکار سے شیطان کا زور کم ہوتا ہے اور وہ بہت ہی کمزور ہو جاتا ہے اور اس کا مُومن پر بس نہیں چلتا۔

4۔ شیطان کے شر کو مٹانے کا طریقہ:-

جب شیطان دل میں کوئی وسوسہ یا خیالِ فاسد ڈالے تو چاہیے کہ سانس کو ناف سے کھینچ کر دل میں رُو کے یعنی جس کرے اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی بے شمار ضربیں دل پر لگاتے ہوئے یہ خیال جمائے کہ ان ضربوں سے شیطان کا سر کچل رہا ہوں اور اس کا سر پاش پاش ہو گیا ہے اور وہ دل سے بھاگ گیا ہے، اس سے انشاء اللہ شیطان کے شر سے نجات ملتی ہے اور شیطان ہلاک ہو جاتا ہے اور قلب نورِ الہی سے منور اور روشن ہو جاتا ہے، یہ ذکر بغیر سانس رُو کے یعنی جس دم کے بغیر بھی ہو سکتا ہے لیکن جس دم کے ساتھ زیادہ مؤثر ہے کیونکہ دل کی رگوں پر چربی جم جاتی ہے اور اس کی

آڑ میں شیطان شکار کرتا ہے جبکہ جس دم سے یہ چربی پکھل جاتی ہے اور شیطان کو کوئی جائے پناہ نہیں ملتی۔

5۔ مُراقبات :-

جب اوراد و وظائف اور اذکار کے ذریعہ سالکین کا تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب و باطن ہو جائے تو مُراقبات شروع کرائے جاتے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

(i)۔ مُراقبہ یقین :- خلوت میں بیٹھ کر آنکھیں بند کر کے اور چہار زانوں یعنی مربع بیٹھ کر یہ تصوّر کرے کہ اللہ ہے، بس اس خیال میں جم جائے اور خطرات و وساوس اگر دل میں آئیں تو انہیں دُور کرتا رہے، بفضلہ تعالیٰ فلاح کثیر اور فوائد عظیم رُونا ہو سکے اور انوار الہی چمکیں گے۔

(ii)۔ مُراقبہ قُرب :- خلوت میں چار زانوں ہو کر بیٹھ جائے اور دل میں آیہ مبارکہ نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيد۔ "ہم انسان کی شہ رگ سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں۔" کا مفہوم رکھ کر یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ میری شہ رگ سے بھی زیادہ مجھ سے قریب ہے اس سے انوار و تجلیات کی بارش ہوتی ہے۔

(iii)۔ مُراقبہ رُویّت :- خلوت میں چہار زانوں ہو کر

بیٹھے اور دل میں آیہ مبارکہ اَلَمْ يَعْلَمِ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰی " کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے " کا مفہوم رکھ کر یہ خیال جمائے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے اور قریب سے دیکھ رہا ہے اس سے قلب اور دیگر لطائف پر انوار و تجلیات رونما ہونگے لیکن ظاہری آنکھوں سے دیکھنے کی کوشش نہ کرے بلکہ باطنی طور پر رُوح انسانی پر یہ انوار چمکتے ہیں جس کے اثرات مخفی نہیں۔

(iv)۔ مُراقبۂ ذات :- مراقبۂ ذات اس وقت شروع

کیا جاتا ہے جب مذکورہ بالا اذکار و مشاغل کے ذریعہ تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب ہو جاتا ہے اور سیرالی اللہ کیلئے زمین تیار ہو جاتی ہے، کیونکہ سیرالی اللہ نقطۂ آغاز ہے سیر فی اللہ کا جسے فنا فی اللہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، مُراقبۂ ذات کا طریقہ یہ ہے کہ خلوت میں چہار زانو بیٹھ کر آنکھیں بند کرے اور یہ خیال کرے کہ اندر، باہر، اوپر، نیچے، دائیں، بائیں ہر طرف صرف ذاتِ الہی ہی ہے اور کسی چیز کا وجود نہیں حتیٰ کہ میں بھی نہیں ہوں سب جگہ اللہ ہی اللہ ہے، اس مراقبۂ کی مداومت سے بفضلہ تعالیٰ سالک کی پرواز ذاتِ حق میں شروع ہو جاتی ہے اور اس کے بعد جس قدر کثرت سے اس مراقبہ میں مشغولی ہوگی ذاتِ حق یعنی رُوحِ حق میں رُوحِ انسانی کی پرواز تیز تر ہوتی جائیگی اور مقامِ لاتعین میں واصل ہو جائیگا۔ اب چونکہ ذاتِ حق کی کوئی انتہا نہیں لہذا سیر فی اللہ کی بھی کوئی

انتہائیں اور سالک ہمیشہ کیلئے ذاتِ حق میں مُستغرق ہو جاتا ہے بلکہ موت کے بعد عالمِ ارواح میں ذاتِ حق میں اُس کی پرواز جاری رہتی ہے اور بہشت میں یہ پرواز قربِ الہی کی طرف ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جاری رہیگی اس وجہ سے کہ ذاتِ حق کی کوئی انتہا نہیں۔

6۔ اشغال :- جو ذکر باطنی یا ذہنی طور پر لٹا نَفَسِ ستہ میں کیا جاتا ہے اسکو شغل جمع اشغال یا مراقبہ کے نام سے موسوم کا جاتا ہے۔

(i)۔ شغلِ ہوا :- مراقبہ ذات کے بعد شغلِ ہوا کیا جاتا ہے جو سیر فی اللہ میں بہت ہی مؤثر مدد اور معاون ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ تاریک کمرہ میں چہار زانوں بیٹھ کر آنکھیں کھلی رکھیں اور سامنے دیوار پر ایک نقطہ تھوکر کے اُس پر نظر جمائے رکھیں اور آنکھ جھپکنے نہ پائے، اس سے شروع میں آنکھوں سے پانی جاری ہوگا لیکن اس کی فکر نہ کریں اور دل میں یہ خیال جمائے رکھیں کہ :-

(i)۔ كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ شَيْئًا "یعنی اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ کسی چیز کا وجود نہ تھا"

(ii)۔ اَلَا نَ كَمَا كَانَ - "یعنی اب بھی وہی ہے اور اس کے ساتھ کسی چیز کا وجود نہیں ہے۔"

اس سے سیر فی اللہ میں ترقی ہوگی نیز اس شغل کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ سالک سُکر یعنی استغراق سے مغلوب نہیں ہونے پائیگا

بلکہ مزید فیضانِ انوار و تجلیات اور مراتبِ قرب طے ہونگے، سالک مغلوبِ الحال ہونے کی بجائے ابوالحال رہیگا، یاد رہے کہ سُکر و مستی اور محویت یا استغراق میں مُستغرق ہو کر سالک کی پرواز رُک جاتی ہے لیکن اس شُغل کی برکت سے مراتبِ قرب بھی طے ہوتے رہتے ہیں، محویت بھی رہتی ہے لیکن مغلوبِ الحال نہیں ہوتا جو کہ بہت بڑی کامیابی ہے اور جس سے قرب کے آخری مقام بقا باللہ کے حصول میں مدد ملتی ہے۔

(ii) - شُغلِ یَا ظاہرُ و یَا باطنُ:۔ یہ شُغل بھی اذکار و مشاغل کے ذریعہ تزکیہٴ نفس کے بعد کیا جاتا ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ خلوت میں بیٹھ کر آنکھیں کھول کر سامنے دیکھے تو اسمِ الہی یَا ظاہرُ کا تصور کرے اور سر نیچے کر کے آنکھیں بند کر لے اور اسمِ مبارک "یَا باطنُ" کے معانی پر غور کرے، اس پر مداومت کے کچھ عرصہ بعد "یَا ظاہرُ" کے ساتھ "یَا آخِرُ" بھی شامل کر دے اور یَا باطنُ کے ساتھ یَا اَوَّلُ بھی شامل کر دے، اس سے بھی جس قدر محویت اور محبت میں اضافہ ہوگا مغلویت نہیں ہونے پائیگی۔

(iii) - شُغلِ دائرہٴ حق:۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ خلوت میں چہار زانوں بیٹھ جائے اور لطیفہٴ سرّ جو کہ وسطِ سینہ میں ہے کے گردنور کا ایک سفید گول دائرہٴ تصوّر کرے جو لفظ حق کی طرح ہو اور یہ خیال کرے کہ لطیفہٴ سرّ سے ذکر اسمِ پاک حق حق حق جا رہی ہے بلکہ کچھ عرصہ بعد

خیال کرے کہ سارے جسم بلکہ ہر بال سے لفظ حق حق حق جا رہی ہے۔
مذکورہ بالا تمام مراقبات و اشغال کسی مُرشد کامل کی اجازت اور
توجہ و صحبت و قرب کے بغیر نہیں کئے جاسکتے بصورتِ دیگر شیطان اپنی
طرف سالک کو اُچک کر لے جائیگا۔

7۔ دیگر مراقبات:-

(i)۔ لطیفہ قلبی:-

مُرید اپنے شیخ کی صورت کو اپنے خیال میں حاضر کرے یہاں
تک کہ وہ حرارت اور کیفیت جو اہل شغل کیلئے مخصوص ہے اس کے اثرات
مرید کے وجود میں ظاہر ہونے لگیں، اب اس کیفیت کے ساتھ جو مرید کو
صورتِ شیخ کے تصوّر سے حاصل ہوئی ہے وہ اپنی حقیقتِ جامعہ انسانیہ کی
طرف متوجہ ہو یعنی اپنی حقیقتِ جامعہ کو شیخ کی صورت بنا کر اُسے اپنا شیخ
تصوّر کرے، لیکن یہ حقیقتِ جامعہ جسے اصطلاحاً قلب کہتے ہیں چونکہ
اجسام میں حلول نہیں کر سکتی اس لئے اس کا حاضر کرنا ذرا دشوار کام ہے اس
دشواری کا حل یہ ہے کہ مُرید اپنے قلبِ صنوبری کی طرف جسے مُضغہ کہتے
ہیں متوجہ ہو، یہ توجہ ایسی ہونی چاہئے کہ مُرید کے جملہ حواس یکسو ہو جائیں
کیونکہ قلبِ حقیقی کا قلبِ مجازی کے ساتھ ایک ایسا ارتباط ہے جو اعضاء
کے ساتھ نہیں ہے، بلاشبہ اس حالت میں مُرید پر غیبت اور بے خودی
طاری ہوگی، اس غیبت و بے خودی کو ایک ایسی راہِ مُستقیم سمجھنا چاہئے جس

میں ذرا برابر کجی نہ ہو، سالک کو یہ تصور کرنا چاہئے کہ وہ اس راہ پر چلا جا رہا ہے یہ راستہ غیر متناہی ہے۔

(ii)۔ خطرات سے نجات پانا:-

اگر کوئی خطرہ یا وسوسہ سالک کے پیچھے لگ جائے اور وہ اس سے گریزاں ہو تو سالک کو چاہئے کہ حقیقتِ جامعہ جسے مرید نے صورتِ مرشد میں پالیا ہے کہ طرف متوجہ ہو اور کوشش کرے کہ یہ حالت تادیر رہے، اگر اس طریقہ سے خطرہ دور نہ ہو تو پھر دماغ کا تخلیہ کرے یعنی سانس کو رُو کے اور ناک کے راستے خارج کرے اور پھر اس حقیقتِ جامعہ کی طرف متوجہ ہو اب بھی کامیابی نہ ہو تو مندرجہ ذیل استغفار بکثرت کرے:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ. اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ جَمِيعِ مَا كَرِهَ اللّٰهُ قَوْلًا وَفِعْلًا وَحَاضِرًا وَغَائِبًا وَسَامِعًا وَنَاطِرًا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔ استغفار کرے وقت مرید کے دل اور زبان میں پوری موافقت ہونی چاہئے اس سے بات نہ بنے تو اس یَا فَعَّالٌ کا وظیفہ کرے، وظیفہ کرتے وقت اس اسم مبارک کا مفہوم ذہن میں رہے، وسوسہ کو دفع کرنے میں یہ ایک خاصیت رکھتا ہے۔ اگر اب بھی خطرہ دور نہ ہو تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنی میں غور کرے یعنی لَا مَوْجُودَ اِلَّا اللّٰهُ اس سے بھی فائدہ نہ ہو تو نہایت حمد و مد کے ساتھ بآواز بلند "اللہ" کہہ کر اپنے قلبِ صنوبری پر ضرب لگائے۔

(iii)۔ نفی ذاتِ مَوْہُو مہ :-

سالمک کو چاہئے کہ سالمکتِ وخاموش رہے اور یہ مَوْچے کہ میں نہیں ہوں
صرف وہی یعنی اللہ ہے۔

مَنْ نِيَمَ وَاللّٰهُ يَارَانِ مَنْ نِيَمَ

جَانِ جَانِمَ، سِرِّ سِرِّمَ تَنْ نِيَمَ

ترجمہ! "میں نہیں ہوں خُدا کی قسم دوستو! میں نہیں ہوں میں
جان کی جان ہوں، سِرِّ کا سِرِّ ہوں اور میں تَنْ بدن نہیں ہوں۔" جب انہی
معنوں میں فکر کرے گا تو بحکمِ الہی جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ "اَنَا
اَنْتَ" (میں تُو ہوں) کی آواز سنائی دے گی۔ یہ راستہ سب راستوں سے
اقرب ہے قرب و معرفتِ ذاتِ حق کیلئے۔

(iv)۔ آئینہ بنی :-

اکثر آئینہ سالمک کو دیکھنا چاہئے او اپنے خیال میں شیخ کی
صورت کو قائم کرے اور ہمیشہ اسی پر نگاہ رکھے یہاں تک کہ سالمک کی اپنی
شکل حواس سے غائب ہو جائے، اب اس سے ایک قدم اور آگے بڑھو کہ
سارے عالم کو ایک آئینہ فرض کر کے اگر تم اس آئینے میں حق تعالیٰ کو اس
کے تمام اسماء و صفات کے ساتھ دیکھو تو تم اہلِ مُشاہدہ میں سے ہو جاؤ گے
اور یوں سمجھو کہ تمہاری ذات جملہ کائنات کو مُحِیط ہے اور سب کچھ تمہارے
اندر مُرْتَمِمْ ہے لہذا تمہاری ذات ان سب کا آئینہ ہے اور یوں ملاحظہ کرو

کہ ممکنات جیسا کہ وہ ہیں معدوم وغیر موجود ہیں ان کو درمیان میں نہ لاؤ اور سب کو حق تعالیٰ کی تجلیات کی صورتیں سمجھو جو اُسی سے قائم ہیں۔ لہذا یہ سب کمال اور جمال حق تعالیٰ کا ہے اور اس کا مشاہدہ بھی حق تعالیٰ ہی میں کر رہے ہو، اب مزید آگے بڑھو اور اپنے وجود کو درمیان سے ہٹا دو اور اب مشاہدہ اور ادراک کر نیو الا صرف حق تعالیٰ کو جانو پس وہ شاہد اور وہی مشہود ہے۔

(V)۔ ذکرِ قلب:-

طالب کسی گوشہ تنہائی میں پوری طہارت کے ساتھ قبلہ رو ہو کر بیٹھ جائے اور اپنی آنکھوں کو بند کر کے زبان کو اچھی طرح تالو کے ساتھ چپکا لے اب اپنے دل کی طرف متوجہ ہو کر سوچے کہ میرے سینہ میں جو گوشت کا ٹکڑا ہے جسے دل کہتے ہیں لفظ اللہ کہہ رہا ہے لیکن مجھے سنائی نہیں دیتا، اب اسے سننے کی کوشش کرے اور اپنی تمام تر ہمت اس پر مبذول کرے۔ اللہ کی مدد شامل حال رہی تو تھوڑے ہی عرصہ میں اسے ایک حرکت محسوس ہونے لگے گی اور اسے گمان ہوگا کہ یہ حرکت یا قلب کی ہے یا نفس کی یا پھر محض وسوسہ ہے، جب یہاں تک پہنچ جائے تو پہلے سے بھی زیادہ ہمت کے ساتھ کوشش کرے کہ یہ حرکت اور بھی واضح ہوتا کہ حرکت نفس یا وسواس کا شبہ نہ رہے اور طالب بالتحقیق جان لے کہ یہ حرکت دل ہی کی ہے اور وہ اللہ اللہ کہہ رہا ہے، جب یہ سعادت حاصل ہو جائے تو

اب طالب اپنی ہمت اس بات پر مرکوز رکھے کہ اگرچہ اس کی زبان خاموش رہے لیکن وہ خلوت و جلوت میں اپنے دل کی آواز کو سنے یہ ایسی حالت ہے جس میں دل ذکر ہو جاتا ہے۔

حرکتِ قلبی کی نگہداشت :-

لہذا جب یہ حرکتِ قلب معلوم ہونے لگے اور ذکرِ قلب جاری ہو جائے تو اس کی اچھی طرح نگہداشت کرنا چاہے کیونکہ یہ حرکت اتنی ضعیف ہوتی ہے کہ ذرا سی مزاحمت سے جاتی رہے گی۔
ذکر کا جملہ اعضاء میں پھیل جانا :-

جب حرکتِ قلب اس حال کو پہنچ جائے کہ زبانِ دل سے لفظ "اللہ" کا ذکر سن کر ذرا سی تکلیف نہ ہو تو وہ حرکت جو قلبِ صنوبری سے ظاہر ہوئی تھی پورے بدن میں پھیل جائیگی، یعنی پورے اعضاءِ بدن میں سے ظاہر ہوگی، جب اس ذکر کا نور پھیلنے لگے گا تو تھوڑے ہی عرصہ میں پورے بدن کا احاطہ کر لیگا سر سے لیکر پاؤں کے ناخن تک ہر عضو ذکر سے معمور ہو جائیگا۔ اسے اصطلاحِ صوفیہ میں سلطانُ الذکر کہتے ہیں۔
ذکرِ قلب کا سنائی دینا :-

یہ ذکرِ قلب بغیر قوتِ سامعہ کے ہوتا ہے لیکن جب یہ ذکرِ قلب میں قرار پکڑ لیتا ہے تو اکثر لوگوں کو یہ کانوں سے بھی سنائی دینے لگتا ہے مگر سالک کا یہ ذکرِ قلب دوسرا شخص نہیں سن سکتا۔

ذکر کا مقصود اور غلبہ ذکر :-

اس ذکرِ قلب کا مقصد مذکور میں فنا ہونا ہے نہ کہ اسم مذکور میں، اس مرتبہ کے سالکین پر عجیب و غریب حالات و واردات طاری ہوتے ہیں مثلاً مخلوقات جو ذکر کرتے ہیں سالکین کو اس کا علم ہوتا ہے اور انہیں جنگل، صحرا، درود یوار، پتھر، کنکر، یہاں تک کہ اپنے ہاتھ پاؤں اللہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں، جملہ مخلوق کا ذکر "ذکرِ حالی" ہوتا ہے بعض اوقات "ذکرِ مقالی" یعنی زبان سے بھی ہوتا ہے۔

حرکتِ متصل :-

چنانچہ اس عالی مرتبہ ذکر کو پالینے کے بعد دل اور شریانوں کے اندر بھی ایک حرکت محسوس ہوتی ہے جو کہ اپنی کیفیت میں سابقہ حرکت کی مانند نہیں ہوتی کیونکہ پہلی حرکت منفصل ہوتی ہے جب کہ یہ حرکت متصل ہوتی ہے، مثلاً پہلی حرکت کلمہ ھو، ھو کی مسلسل تکرار سے مشابہت رکھتی ہے اور دوسری حرکت کلمہ ھو کو ایک ہی بار طویل مد کے ساتھ ادا کرنے کی مانند ہوتی ہے۔

فناء الفناء :-

جب سالک کا پورا بدن اس حرکتِ متصل سے مشرف ہو جائے تو اسے چاہیے کہ "مذکور" کو اس حرکتِ کل بدن پر منطبق کرے اور "علم" کو اس مذکور پر منطبق کرے، یہ تین چیزوں کا انطباق ہوا۔

۱۔ حرکتِ بدن۔ ۲۔ مذکور یعنی کلمہ اللہ کا معنی۔ ۳۔ مذکور کا علم تو اس مرتبہ پر پہنچ کر سالک پر غیبت و بے خودی کا غلبہ ہوتا ہے اور یہ فناء الفناء کی منزل ہے

علم مذکور بلا واسطہ پارہٴ دل:-

جب مجاہدہ و ریاضت سے سالک اس درجہ تک پہنچ جائے کہ اکثر اوقات میں اس "حرکت" کا علم حاصل رہنے لگے تو اب اسے اپنی ہمت اس بات پر صرف کرنی چاہیے کہ یہ علم گوشت کے ٹکڑا یعنی دل کے واسطہ کے بغیر حاصل ہو اور اس کی توجہ پارہٴ دل کی طرف مطلقاً نہ ہو اور صرف "مذکور" کا علم باقی رہ جائیگا۔

حُضوِ مذکور۔

جب سالک پر عنایتِ الہی اور ریاضت کے نتیجہ میں اکثر اوقات مذکور یعنی حق تعالیٰ کی حضوری اسے حرکتِ کلیہٴ بدنہ کے بغیر ہی حاصل رہنے لگے تو اسے چاہیے کہ ایک لمحہ کیلئے بھی وہ اس دولتِ عظیم سے غافل نہ ہو جائے چاہے اس کی مصروفیت جسمانی ہو یا قلبی بلکہ حالت یہ ہو کہ

دَسْتِ بَہْ گَارِ وَلِ دِلِ بَہْ یَارِ

حقیقی ذکرِ قلبی :-

جب تک یہ "حرکت" درمیان میں موجود ہے ذکرِ قلبی کا حصول ممکن نہیں ہے کیونکہ دل ایک رحمانی لطیفہ ہے نہ وہ جسم ہے نہ جسمانی بلکہ عالمِ امر سے ہے۔
ظہورِ انوار :-

جب سالک کو ذکرِ قلبی حاصل ہو جاتا ہے تو اس پر انوارِ ظاہر ہونے لگتے ہیں، یہ انوار اسے کبھی تو اپنے اندر دکھائی دیتے ہیں تو کبھی اپنے سے خارج ہیں۔

رنگوں یعنی انوار کی پہچان :-

کسی رنگ کا نور اگر داہنے شانے کے برابر ظاہر ہو تو وہ فرشتوں کا نور ہے، اگر سفید رنگ کا نور ہو کر اُما کا تبین کا ہے، اگر سبز پوش خوبصورت آدمی یا کوئی اچھی صورت ظاہر ہو تو وہ فرشتہ ہے جو ذکر کی حفاظت کو آیا ہے، اور اگر داہنے شانے سے ہٹا ہوا یا آنکھ کے برابر ہے تو وہ مرشد کا نور ہے جو کہ راستہ کا رفیق ہے، اور اگر سامنے ہے تو وہ نورِ محمدی ﷺ ہے جو سیدھے راستے کی تعلیم فرماتا ہے، اگر بائیں شانے کے متصل ظاہر ہے تو فرشتوں کا نور ہے، اگر بائیں شانے سے دور ظاہر ہو تو خواہ کسی رنگ کا ہو وہ شیطان کا نور ہے اور بعض کے نزدیک وہ دنیا کا نور ہے، اسی طرح جو صورت یا آواز پیچھے سے یا بائیں طرف سے ہو وہ شیطان کا دھوکہ

ہے لَا حَوْلَ سے دفع کرنا چاہئے اور اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ
الرَّجِيمِ پڑھنا چاہئے اور اس کی طرف توجہ نہ کرے، اور اگر نور اوپر سے
آئے تو وہ ان فرشتوں کا نور ہے جو حفاظت کیلئے مقرر ہیں اگر اس سے دل
میں خوف پیدا ہو اور اس کے نکل جانے کے بعد بھی اور اس کے دفع
ہو جانے کے بعد بھی باطنی حضور نہ رہے تو وہ شیطان کا نور ہے لا حول
پورا پڑھنا چاہئے، اگر دھوئیں یا آگ کے رنگ کا نور سینہ یا ناف کے اوپر
سے ظاہر ہو تو یہ خناس کا نور ہے اَعُوذُ بِاللّٰهِ پوری پڑھنا چاہئے، اگر سینہ
کے اندر یا دل پر ظاہر ہو تو وہ صفائے دل کا نور ہے، اگر سر کی جانب سے
ظاہر ہو تو وہ بھی روح کا نور ہے یا نُورِ ذات ہے تو اگر یہ اوپر سے آیا ہے تو
نورِ ذات ہے اگر سامنے کا ہے تو روح کا ہے اگر چاند جیسا ہے تو دل کا نور
ہے اور بعض کے نزدیک ایک سامنے کا نور محمدی ﷺ ہے وہ بھی نورِ ذات
ہے، سالک کیلئے اس مرتبہ میں رُکنا اور ان انوار پر فریفتہ ہونا فائدہ مند
نہیں ہے بلکہ جس سالک کو اس راہِ حق کے طے کرتے کوئی انوار دکھائی نہ
دیں اس کا سلوک ہر خطرے سے محفوظ ہے اور وہ جلد منزلِ مقصود یعنی
ذاتِ حق تک پہنچ جائے گا۔

8۔ چلتے پھرتے ذکر کرنا:-

اگر جلدی جلدی چلتے تو ہر قدم پر اَللّٰهُ، اَللّٰهُ کہے، اگر
آہستہ چلتے تو داہنا قدم اٹھاتے وقت لا اور بائیں قدم اٹھاتے وقت اَللّٰہ

کہے پھر داہنے پر الّا اور بائیں پر اللہ کہے۔ اگر متوسط رفتار سے چلے تو ہر قدم پر اللہ، اللہ کہتا جائے۔

9۔ نماز کی سنن میں سورتوں کی ترتیب:-

(i) جو شخص فجر کی سنتوں میں سورہ الم نشرح اور سورہ فیل پڑھے بواسیر وغیرہ سے محفوظ رہے جبکہ سورہ کافرون اور سورہ اخلاص پر مداومت کرنا مکروہاتِ خانہ کو دور کرتا ہے۔

(ii) - ظہر کی چار سنتوں میں پہلی دو رکعت میں سورہ کافرون اور سورہ اخلاص اور آخری دو رکعت میں آیۃ الکرسی اور امن الرسول سے آخر تک (سورہ بقرہ کی آخری آیات)۔

(iii) - عصر کی سنتوں میں سورہ زلزال، سورہ العادیات، سورہ القارعہ، سورہ تکوین پڑھے۔

(iv) - مغرب کی سنتوں میں سورہ کافرون اور سورہ اخلاص پڑھے۔

(v) - پہلی چار عشاء کی سنتوں میں سورہ کافرون، سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ ناس پڑھے۔

(vi) - اور وتر میں سورہ اعلیٰ یا سورہ قدر اور سورہ کافرون و سورہ اخلاص پڑھے۔

10۔ نماز اشراق:-

سورج طلوع ہونے کے 20 منٹ بعد دو رکعت نماز اشراق

پڑھے، اوّل رکعت میں آیۃ الکرسی خالصہ تک اور دوسری میں امن الرسول سے آخر تک یعنی سورہ بقرہ کی آخری آیات پڑھے، پھر دو رکعت نماز استعاذہ یعنی پناہ مانگنے کی نیت سے اس طرح پڑھے پہلی رکعت میں سورہ فلق اور دوسری میں سورہ ناس پڑھے۔

11۔ نماز چاشت:-

نماز چاشت کا اعلیٰ درجہ بارہ رکعتیں اور اقل درجہ چار رکعتیں ہیں، اس نماز کا وقت آفتاب نکلنے کے 2 گھنٹے بعد سے زوال تک ہے، اوّل کی چار رکعتوں میں سورہ فتح، سورہ نوح، سورہ قدر اور سورہ کوثر پڑھے اور دوسرے چہارگانے میں سورہ الشمس سورہ والیل سورہ الضحیٰ اور سورہ اَلْعَمّ نِشْرَح پڑھے جبکہ تیسرے چہارگانے میں سورہ کافرون، سورہ نصر، سورۃ تَبَّت اور سورہ اخلاص پڑھے۔ جو شخص اس نماز پر مواصلت یعنی بیہنگی کریگا اللہ تعالیٰ اس کے اسبابِ معیشت بخوبی مہیا کریگا، جسے مذکورہ بالا سورتیں یاد نہ ہوں تو ابتداء میں ہر رکعت میں 3، 3 بار سورہ اخلاص کی تلاوت کرے۔

12۔ ملاقاتِ حضرت خضر علیہ السلام کیلئے نماز:-

نمازِ ظہر سے فارغ ہونے کے بعد 10 رکعت نمازِ ظہر یہ ادا کرے اور ان میں قرآنِ پاک کی آخری 10 سورتیں پڑھے، جو شخص انہیں ہمیشہ پڑھتا رہے گا اس کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگی۔

13۔ نمازِ اوّابین:-

بعد نمازِ مغرب صلوٰۃِ اوّابین کی اعلیٰ درجہ کی 20 رکعتیں اور ادنیٰ درجہ کی 6 رکعتیں ہیں ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص 3 بار پڑھے۔

14۔ نفل نمازِ نیاز سیدنا اولیس قرنی:-

نمازِ اوّابین کے بعد 2 رکعت نمازِ نفل برائے نیاز حضرت سیدنا اولیس قرنی پڑھے اس طرح کہ ہر رکعت میں سورہ اخلاص 3 بار پڑھے، جو شخص ہمیشہ اسے پڑھے گا وہ دانتوں کی تکلیف سے سلامت رہیگا۔

15۔ نمازِ حفظُ الایمان:-

اوّابین اور نمازِ نیاز اولیس قرنی پڑھنے کے بعد 2 رکعت بہ نیت حفظ الایمان پڑھے، اوّل رکعت میں سورہ اخلاص 7 بار یا 10 بار اور ایک دفعہ سورہ فلق پڑھے دوسری رکعت میں سورہ اخلاص 7 بار یا 10 بار اور ایک بار سورہ التّاس پڑھے، یہ نماز پڑھ چکنے کے بعد سجدہ میں چلا جائے اور تین بار یہ پڑھے یا حیُّ یا قیُّوْمُ تَبْتِنِیْ عَلَی الْاِیْمَانُ۔

16۔ نمازِ روشنائی چشم:-

عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت آنکھوں کی روشنی کی نیت سے پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ کوثر 5,5 دفعہ اور بعد نماز تین دفعہ یہ دُعا

پڑھے: اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِسَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَاجْعَلْهُمَا الْوَارِثَ مِنِّيْ اور جس وقت یہ دعا پڑھے انگوٹھوں پر دم کر کے یعنی پھونک مار کر آنکھوں پر پھیرے۔

17۔ نمازِ تہجد:-

اس نماز کی 12 رکعتیں ہیں اور کم از کم دو رکعت، ہر دو گانہ میں پہلی رکعت میں آیۃ الکرسی خالصہ تک ایک بار اور سورۃ اخلاص تین بار، دوسری رکعت میں امن الرسول سے آخر یعنی کفرین تک ایک بار اور سورۃ اخلاص تین بار، جسے یہ سورتیں یاد نہ ہوں وہ اوّل رکعت میں 12 مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے اور پھر ہر رکعت میں ایک ایک کم کرتا جائے، اسکے علاوہ سورۃ یوسف کے 12 رکوع فی رکعت ایک رکوع کے حساب سے بھی پڑھے جاسکتے ہیں۔

نوٹ: نمازِ تہجد شروع کرنے سے پہلے تحیۃ الوضو پڑھیں، پھر حضور نبی کریم ﷺ کی نیاز کا ایک دو گانہ پڑھیں جس میں ہر رکعت میں سورۃ اخلاص تین بار پڑھیں، پھر ایک دو گانہ حضور محبوب الہی سرکار حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی نیاز کا پڑھ کر نمازِ تہجد شروع کریں، نمازِ تہجد کے بعد یہ وظیفہ اوّل و آخر درود شریف کے ساتھ 100 بار اور سورۃ نصر 25 بار پڑھ کر حضور نبی کریم ﷺ کی ذات سے لیکر اپنے مرشد کامل تک ختم شریف پڑھ کر ایصالِ ثواب کریں۔

وَطِيفَهُ: - يَافِتَّاحُ تَفَتَّحَتْ بِالْفَتْحِ وَالْفَتْحُ فِي فَتْحِ

فَتَحَكَ يَافِتَّاحُ افْتَحْنَا أَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ - ہمیشہ اس نماز کی ادائیگی سے انسان میں اخلاص کا نور پیدا ہوتا ہے اور ریاء کاری کا قلع قمع ہو جاتا ہے، نماز تہجد سے فارغ ہونے کے بعد ذکر نفل واثبات بالجہر کرے کم از کم 100 بار، بعد از ذکر خاموشی سے مراقب ہو کر بیٹھے اور توجہ کاملاً اپنے شیخ کریمؒ کی طرف مبذول کرے اور دل میں جو القاء ہو اسے کسی پر ظاہر نہ کرے مگر اس کی روشنی میں اپنی زندگی کے مسائل کے حل اور معرفت حق کے حصول کیلئے کوشاں رہے۔

18- متفرق وظائف:-

(i) - نماز فجر کی سنتیں ادا کر لینے کے بعد اور فرضوں سے پہلے 100

بَارِسُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ
اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ رَبِّي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوبُ اِلَيْهِ پڑھے اور 41 دفعہ سورہ فاتحہ اس طریقہ پر پڑھے بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ یعنی بسم اللہ کی آخری "م" کو الحمد کے "ل" کے ساتھ ملا کر پڑھے اور امین کی وقت تین بار امین کہے آخر میں اس سارے حاضر کلام کا ثواب حضور نبی کریم ﷺ کی روح مبارکہ کیلئے ایصال ثواب کرے۔

سورہ فاتحہ کے فوائد:-

مذکورہ بالا طریقہ سے سورہ فاتحہ پڑھنے کے بیشتر فوائد ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

1- جب کسی کو کوئی اہم یا مشکل کام درپیش ہو اللہ اس کی برکت سے اہم کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیگا۔

2- قیامت کے روز دوزخ کے عذاب اور اس کی ہولناکی سے خلاصی۔

3- سورہ فاتحہ تمام دردوں، مرضوں اور بیماریوں کیلئے شفا ہے وہ بیماری جو کسی علاج معالجہ سے ٹھیک نہ ہو مریض پر اسے دم کریں اللہ تعالیٰ شفا دیگا۔

4- پانچ وقتہ نمازوں کی ادائیگی میں جو کوتاہی ہو جاتی ہے وہ اس سورت کی برکت سے دور ہو جاتی ہیں۔

(ii)- نماز ظہر ادا کر لینے کے بعد 10 بار درود شریف پڑھے پھر سورہ نوح پڑھے اور عصر کی نماز تک ذکر و فکر الہی میں مشغول رہے، 100 بار لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ پڑھے، سورہ فتح ایک بار، سورہ ملک پانچ بار، سورہ عمّ یتساء لون ایک بار اور سورہ والتازعات ایک بار پڑھے لے نماز مغرب تک، جو شخص سورہ والتازعات پڑھے گا حق تعالیٰ اسے قبر میں نہیں چھوڑے گا یعنی مقام علیین پر پہنچا دیگا۔

(iii) - نمازِ مغرب کے بعد تمام نوافل ادا کر لینے کے بعد عشاء کی نماز تک ذکر و فکرِ الہی میں مشغول رہے۔

(iv) - نمازِ عشاء ادا کر لینے کے بعد 4 رکعت صلوٰۃ السّاعات ادا کرے، ہر رکعت میں سوہ فاتحہ کے بعد سورہ قدر یعنی اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ تِیْنًا بَارِوْر سورہ اخلاص 15 بار پڑھے، اس نماز سے فراغت کے بعد سرسجدہ میں رکھ کر یہ کہے: یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ ثَبِّتْنِیْ عَلَی الْاِیْمَانِ یہ 3 بار کہے۔

(v) - ختم خواجگانِ چشت:-

نمازِ ظہر ادا کر لینے کے بعد مشائخ سلسلہ چشتیہ ختم خواجگان سلسلہ چشتیہ اس طرح پڑھتے ہیں:

(i) - طہارتِ کاملہ کے بعد دوزانوں ہو کر بیٹھتے ہیں پھر 3 بار سورہ فاتحہ اور 3 بار سورہ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب حضور ﷺ کی نیاز بخشا جاتا ہے، پھر 363 مرتبہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ لَا مَلْجَا وَلَا مَنَاجَا مِنْهُ اِلَّا اِلَیْهِ پڑھے، پھر 363 مرتبہ سورہ الم نشرح پوری پڑھے، پھر کم از کم ایک بار یا طاق تعداد میں پوری سورہ جمعہ پڑھے، بعد ازاں پھر 363 مرتبہ مذکورہ کلمہ یعنی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ لَا مَلْجَا وَلَا مَنَاجَا مِنْهُ اِلَّا اِلَیْهِ پڑھے، آخر میں یوں کہے کہ ختم شریف پڑھنے کا ثواب حضور نبی کریم ﷺ کے نام مبارکہ سے لیکر پورا سلسلہ چشتیہ کے اہم اور اکابر بزرگان کے نام لیکر آخر میں اپنے

مرشد کریم کا نام لیکر بخش دے اور پھر دعا مانگے۔

(ii)۔ پھر 363 بار درود شریف پڑھ کر دوبارہ پھر ایک سے شروع کر کے 363 بار درود شریف پڑھ کر اس کا ثواب حضور بنی کریم ﷺ کی نیاز بخشے۔ یعنی 363 مرتبہ درود شریف 2 مرتبہ علیحدہ علیحدہ کر کے پڑھنا ہے۔

(iii)۔ اسی طرح سورۃ قریش بھی 363 مرتبہ 2 دفعہ پڑھے یعنی ایک بار 363 مرتبہ پڑھ لے پھر دوسری مرتبہ ایک سے شروع کر کے 363 بار پڑھے اور آخر میں صلوٰۃ وسلام زبان سے ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے۔ ختم خواجگانِ چشت جملہ دینی و دنیوی حاجات و مشکلات اور لا علاج بیماریوں کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتا ہے۔ سید الاولیاء کا فقر حضرت خواجہ محمد اسعد قطبِ زمان سلسلہ چشتیہ فی آخرِ زمان کی اولاد پاک کیلئے قیامت تک ختم خواجگان میں پڑھے جانے والے مذکورہ وظائف کی تعداد 363 کی بجائے صرف 121 مرتبہ پڑھنے کی اجازت ہے جو کہ حضرت خواجہ غریب نواز محمد معین الدین چشتی اجمیری سرکار کا حضرت خواجہ محمد اسعد کیلئے خاص تحفہ و عطیہ تھا۔

(vi)۔ اس درود شریف کو اپنے تمام اوقات کا وظیفہ بنائیں:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ
بَارِكْ وَسَلِّمْ.

(vii)۔ کثرت سے یہ استغفار پڑھیں: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔

(viii)۔ يَا اللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ يَا كَرِيْمُ يَا غَفُوْرُ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اسے روزانہ کسی بھی وقت 100 بار پڑھیں۔

(ix)۔ تلاوتِ قرآن پاک جتنی ہو سکے روزانہ کریں مگر با ترجمہ پڑھیں۔

(x)۔ تصویرِ شیخ:۔ مذکورہ بالا جملہ اذکار، وظائف، مشاغل

اور مراقبات کے دوران تصویرِ شیخ بنیادی اور لازمی شرط ہے جسکی ابتداء یہ ہے کہ سالک ہر وقت اور ہر لمحہ ظاہری صورتِ شیخ کو اپنے قلب و دماغ میں بٹھالے بلکہ مضبوطی سے اس کا نقش جمالے، جب یہ مشق کافی حد تک پختہ ہو جائے تو پھر اگلے مرحلہ میں یہ تصور کرے کہ مجھ میں میرا شیخ سا گیا ہے یعنی اپنی صورت کو سالک، اپنے شیخ کی صورت تصور کرے، جب یہاں تک پہنچ جائے تو پھر اگلے مرحلہ میں جو کہ کامل فنا فی الشیخ کا درجہ ہے، یہ تصور کرے کہ میرے ہاتھ پاؤں یعنی جملہ اعضاء بدن تو میرے ہیں مگر ان کے ذریعہ کام کرنے والی ذات میرے مرشد کامل کی ہے یعنی اپنی نفی ذات کرے اور اپنے مرشد کی ذات کا اثبات کرے۔ حتی الامکان حد تک اپنے وجودِ موہومہ یعنی وہمی وجود اور تعین کو اپنے شیخ کے تعین میں گم کر دے

، جب یہ سعادت کی گھڑی آن پہنچے گی تو سمجھ لو سالک کا کام بن گیا، اب اس کے لئے اگلی منازل سلوک بتوسط مرشد کامل یعنی فناء فی الرسول، فناء فی اللہ اور بقاء باللہ تک رسائی آسان ہو جائیگی۔ طریقت میں تصور شیخ کے بغیر ہر عمل کی حیثیت بت پرستی کی سی ہے اور محض تصور شیخ بھی جو کہ سالک کے اندر روحانی تبدیلیاں پیدا نہ کر دے وہ بھی بت پرستی کے زمرے میں آتا ہے، لہذا یہ راہ بہت نازک ہے یہاں پر سالک کو پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے۔

19۔ نمازِ استخارہ:

جس کام کو شروع کرنا ہو حدیث شریف میں اس کے متعلق استخارہ کرنے کی تاکید آئی ہے۔

استخارہ کا پہلا طریقہ:۔ سلسلہ چشتیہ میں اس کا طریقہ یوں ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد استخارہ کی نیت سے دو رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد 3 بار سورہ اخلاص پڑھے پھر سلام کے بعد اوّل و آخر درود شریف کے ساتھ یہ دعا پڑھے: **يَا سَلَامُ سَلِّمْنِي 360 بار، يَا عَلِيمُ عَلِّمْنِي 100 بار، يَا بَشِيرُ بَشِّرْنِي 100 بار، يَا خَبِيرُ اخْبِرْنِي 100 بار، يَا مُبِينُ بَيِّنْ لِي 100 بار،** اس کے بعد اس طرح سو جائے کہ سر قطب ستارہ کی طرف اور منہ قبلہ کی طرف، گفتگو نہ کرے اور درود شریف پڑھتا ہوا سو جائے، اس عمل کو پیر یا جمہرات کو

شروع کرے، اگر ایک شب معلوم نہ ہو تو تین یا سات رات تک کرے
انشاء اللہ مقصد پورا ہوگا۔

استخارہ کا دوسرا طریقہ:- بفرمانِ سلطانِ العارفين حضرت خواجہ
حافظ محمد نظام بخش:

1- بدھ، خمیس اور جمعۃ المبارک کی راتوں میں یعنی بروز
منگل، بدھ، اور جمعرات بعد از نماز عشاء 2 رکعت نماز بہ نیت استخارہ
پڑھیں، ہر رکعت میں سورہ اخلاص 22 بار بعد از سورہ فاتحہ کے، نماز کے
بعد ایک تسبیح درود شریف اول و آخر اور درمیان میں ایک تسبیح یعنی 100
مرتبہ شَهِتِ الْوُجُوہِ وَعَنْتِ الْوُجُوہِ پڑھیں پھر سو جائیں، نہائے
ہوئے اور خوشبو لگائے ہوئے ہوں۔

2- مذکورہ تینوں راتوں میں پہلے 10 بار درود شریف،
10 بار اَسْتَغْفِرُ اللہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ، 10 بار
سُبْحَانَ اللہِ پڑھیں پھر 2 رکعت نماز نفل بہ نیت استخارہ اس طرح پڑھیں
کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھتے وقت اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ
نَسْتَعِیْنُ 40 بار پڑھیں اور پھر جو مرضی آئے دونوں رکعتوں میں سورتیں
پڑھیں اور سلام پھیرتے ہی سو جائیں اور جس کام کیلئے استخارہ کرنا ہو وہ
دل میں رکھیں۔

20۔ حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت:-

حضرت قبلہ عالم سرکار حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ نے ایک بار محب النبی حضرت مولانا محمد فخر الدین فخر جہان دہلویؒ کی خدمت عالیہ میں ایک خط لکھا کہ میری والدہ صاحبہ کی دلی آرزو ہے ایک درود شریف عطا فرمائیں جس سے وہ مجلس رسول اکرم ﷺ میں داخل ہو جائیں حضور مولانا فخر جہان سرکارؒ نے اس عریضہ کے جواب میں ایک نامہ مبارک میں حضور ﷺ کی زیارت کیلئے ایک درود شریف تحریر فرمایا ہے جسے پڑھنے کا طریقہ اور درود شریف ذیل میں ہے (مناقب الحبیبین ص 79):-

فجر کی نماز اول وقت یعنی ابھی اندھیرا ہو پڑھ لی جائے، نماز فجر کے فوراً بعد مندرجہ ذیل درود شریف ایک ہی جلسہ میں یعنی ایک نشست یا مجلس میں وقت اشراق تک بغیر کسی مقررہ تعداد کے پڑھا جائے، اس طرح کی نشست ایک دن کی جائے اگر مقصد پورا نہ ہو تو دوسرے دن اور ضرورت پڑے تو تیسرے دن بھی ایسی نشست کی جائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ 0

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰی اٰلِهٖ
وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَصْحَابِهٖ كُلِّهٖم بَارِكْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ۔

21- ذکر برائے شفاۓ مریض:-

داہنی طرف یَا أَحَدُ بائیں طرف یَا صَمَدُ آسمان کی طرف
یَا وَتُرُ اور دل میں یَا فَرْدُ کی ایک ہزار مرتبہ ضرب لگائے یعنی 1000
مرتبہ اس عمل کو دُھرائے اور مریض کیلئے دعا کرے بفضلہ تعالیٰ شفا
پائیگا۔

22- مقاصد کے حصول اور آئندہ کے حالات سے واقفیت کیلئے:-

نماز تہجد کے بعد ایک ہزار بار (یعنی یہ سارا عمل ایک ہزار مرتبہ
کرنا ہے) دائیں طرف یَا حَیُّ بائیں طرف یَا قَیُّوْمُ آسمان کی طرف
یَا وَهَّابُ اور دل میں یَا اَللّٰہ کی ضربیں لگائے اور دعا کرے مقصد انشاء
اللہ پورا ہوگا۔

23- کشفِ قبور کیلئے:-

(i) - پہلے 21 بار یَا رَبُّ کہے پھر آسمان کی طرف یَا رُوْحُ 21 مرتبہ
کہے اور جس قبر کا حال معلوم کرنا ہو اسکے پاس بیٹھ کر قبر کی طرف
یَا رُوْحُ اور دل کی طرف یَا رُوْحُ الرُّوْحُ کی بغیر تعداد معین کے ضربیں
لگائے، انشاء اللہ خواب یا بیداری میں صاحبِ قبر کا حال معلوم ہو جائیگا،
مقصود حاصل ہونے تک روزیہ عمل جاری رکھے۔

(ii)۔ پہلے قبر کے پاس بیٹھ کر میت پر فاتحہ پڑھے یعنی ختم شریف پڑھے اور پھر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر "اَكْشِفْ لِيْ يٰنُوْرُ" کہے اور دل پر ضرب لگائے پھر اَكْشِفْ لِيْ يٰنُوْرُ کہہ کر میت کے چہرے کے مقابل میں قبر پر اور دل پر بغیر معین تعداد کے ضربیں لگائے اور یہ بھی کہے عَن حَالِهٖ اور میت کی طرف متوجہ ہو جائے اس کو حصول مقصد تک روزانہ جاری رکھے۔

24۔ حضور ﷺ کی زیارت کیلئے دوسرا وظیفہ:-

حضور نبی کریم ﷺ کی صورت مثالیہ کا تصور کرے یعنی اپنے دل میں حضور ﷺ کی شان کے مطابق ایک خیالی حسن و جمال کے پیکر کا تصور کرے اور پھر دائیں طرف يٰ اَحْمَدُ، بائیں طرف يٰ اَحْمَدُ اور يٰ اَرْسُوْلَ اللّٰہِ ایک ہزار مرتبہ پڑھے انشاء اللہ خواب میں یا بیداری میں زیارت سے مشرف ہوگا۔

25۔ حاجت براری کا ذکر:-

جو مشکل پیش آئے اس کے موافق اسمائے حسنہ میں سے کوئی نام لے کر سہ ضربی یا چہار ضربی ذکر میں مشغول ہو جائے مثلاً کشائش رَزَقْ كَيْلَہٗ يٰ رَزَّاقُ اور مریض کی شفا کیلئے يٰ شَافِیْ اور فتح و نصرت کیلئے يٰ اَصْمَدُ اور دشمن کے دفع کیلئے يٰ مُدِلُّ، مودی جانور سے بچنے کیلئے يٰ اَحْفِیْظُ اور بلا کے دفع کیلئے اور دل کی تسکین اور مضبوطی کیلئے يٰ اَحْيٰی

يَا قَيُّوْمُ اور قلب و باطن کی بیداری و جلا کیلئے يَافَتْحُ پڑھے، علیٰ ہذا القیاس مناسب اسم الہی کا ورد ہر کام کیلئے کیا جاسکتا ہے، روزانہ کم از کم 1000 مرتبہ ورد کرے۔

26۔ مشائخ کے تصرّفات کرنے اور توجہ دینے کا طریقہ:-

شیخِ کامل تمام خیالات سے خالی ہو کر اپنے نفسِ ناطقہ کی طرف سے مرید پر اُس نسبت میں توجہ کرے جس کا القا مرید پر ضروری ہو اور اپنے قلب کی توجہ مرید پر جمائے اور یہ خیال جمائے کہ میری کیفیتِ جذبِ مرید میں اثر کر رہی ہے، مرید کے تمام لطائف میں ذکر جاری کرنے کا طریقہ بھی یہی ہے کہ ہر لطیفہ پر یکے بعد دیگرے توجہ کرے اور انوار، مراقبات اور لطائف کے لقاء میں توجہ کرے۔ اگر مرید موجود نہ ہو تو اس کی صورت کا تصور کر کے غائبانہ توجہ کرے اور اسے فائدہ پہنچائے۔

27۔ زندہ اور مردہ اہل اللہ کی نسبت معلوم کرنے کا طریقہ:-

اگر کوئی ولی اللہ زندہ ہے تو اس کے سامنے بیٹھے اگر مردہ ہے تو اس کی قبر کے سامنے بیٹھے اور اپنے دل کو تمام باتوں سے خالی کر کے اور اپنے آپ کو ہر نسبت سے باہر کے کر علام الغیوب کی بارگاہ میں دعا کرے

کہ یَا عَلِیْمُ، یَا خَبِیْرُ، یَا مُبِیْنُ مجھے آگاہ کر اور اس کی باطنی کیفیت مجھ پر منکشف فرما، پھر اس کی روح کی طرف پوری طرح سے توجہ کرے اور تھوڑی دیر بعد اپنی روح کو اس کی روح کے ساتھ ملا دے اور پھر تھوڑی دیر بعد اپنی طرف متوجہ ہو تو اگر اپنے اندر کچھ کیفیت پائے تو سمجھے یہ نسبت اس شخص کی ہے۔۔

28۔ کسی کے دل کے خطرات معلوم کرنے کا طریقہ:-

اپنے دل کو تمام خیالات اور حدیثِ نفس سے خالی کر کے اس کی طرف کامل طور پر متوجہ ہو جائے، پھر جو کچھ اچھا یا برا خیال دل میں آئے اسی کی طرف سے خیال کرے مگر اس کی شرط یہ ہے کہ اُس وقت دل جملہ خیالات و واہیات سے خالی ہو۔

29۔ آئندہ واقعات معلوم کرنے کا طریقہ:-

دل سے تمام خیالات دور کر کے بارگاہِ الہی میں دعا کرے کہ یَا عَلِیْمُ، یَا خَبِیْرُ، یَا مُبِیْنُ مجھے اس واقعہ کی خبر دیدے اور پھر پوری توجہ ملاءِ اعلیٰ کی طرف جمادے اور کافی دیر تک مراقبہ کرے یعنی خاموش بیٹھا رہے اور اگر ایک بار مسئلہ حل نہ ہو تو بار بار یہ عمل کرے، انشاء اللہ آوازِ نبوی یا مشاہدہ یا خواب کے ذریعہ معلوم ہو جائیگا۔

30۔ مرض سلب کرنے کا طریقہ:-

تمام خیالات سے خالی کر کے دل کو اپنے آپ کو (مرشدِ کامل)

اس مرض میں مبتلاء سمجھے جو کہ مرید کو ہے تو وہ مرض اس کی طرف منتقل ہو جائیگا، اور یہ انسان کی عجیب صفتوں میں سے ہے، اور پھر یہ تصور کرے کہ اس مرض کو اپنے پاؤں کے ذریعہ زمین میں داخل کر رہا ہے انشاء اللہ شفا ہوگی۔

31۔ مرض سلب کرنے اور گناہ گار سے گناہ دور کرنے کا دوسرا طریقہ:-

صاحب نسبت بزرگ، صالح انسان وضو کر کے نفل ادا کرے اور درود و استغفار پڑھ کر نہایت خشوع خضوع کے ساتھ بارگاہ الہی میں التجاء کرے کہ مریض یا گناہ گار سے مرض اور گناہ دور ہو جائے، اس کے بعد مریض یا گناہ گار کے سامنے بیٹھے اور پوری ہمت کے ساتھ سانس لے اور سانس لیتے وقت یہ خیال کرے کہ مریض سے اس کا مرض اور گناہ گار سے اس کا گناہ دور ہو رہا ہے اور ایک لمبی سانس لے کر یہ تصور کرے کہ اس کا مرض یا اس کا گناہ زمین پر گر رہا ہے، انشاء اللہ مریض شفا یاب ہوگا اور گناہ گار گناہ سے توبہ کرے گا۔

32۔ بلا دفع کرنے کا طریقہ:-

جس بلا کو دفع کرنا ہو اپنے دل کو تمام خیالات سے خالی کر کے اس بلا کی صورتِ مثالیہ کا تصور کرے اور پوری ہمت و توجہ سے اس بلا کو دفع کرنے کی طرف مائل ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے انشاء اللہ بلا دفع

ہو جائیگی۔ طریقت میں دل تزکیہ نفس کے ذریعہ اور جمعیت قلبی سے خیالات سے خالی ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا تمام طریقوں میں شیخ کامل کی توجہ اور امداد ضروری ہے تب جا کر کام بنے گا چونکہ یہ راہ بغیر شیخ طریقت کے طے نہیں ہو سکتی۔
33۔ ذکر کشف الروح:-

کوئی بھی روح ہو اور کسی جگہ ہو اس ذکر سے وہ ضرور حاضر ہوگی، پہلے 21 بار یَا رُوحُ الرُّوحُ کہے اور دل پر ضرب لگائے پھر سر اٹھا کر "یَا رُوحُ مَا شَاءَ اللّٰہ" کہے بغیر معین تعداد کے تا حصول مقصد روزانہ کئی بار یہ عمل کرے، جب ذکر سے فارغ ہو تو مطلوب کی طرف متوجہ ہو خواب یا بیداری میں وہ روح ضرور حاضر ہو جائیگی۔

34۔ دعا کی قبولیت کا طریقہ:-

عشاء کی نماز کے بعد 70 بار "یَا وَهَّابُ" کہے اس سے دنیوی حاجات پوری ہونگی، اس کے بعد 2 رکعت نماز نفل پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد 11 مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے، اس کو روزانہ کا معمول بنالے جملہ حاجات دنیوی پوری ہونگی۔

35۔ سالک کا طرز زندگی:-

سالک راہ حق کو چاہیے کہ کم سوئے، کم کھائے، کم بولے، جماع کم کرے، اپنے بال بچوں پر واجبی توجہ دے باقی ان کے تمام امور اللہ پر

چھوڑ دے، متوکل علی اللہ رہے، اخلاقِ حسنہ کا نمونہ بن جائے، جو دشمنی کرے اس سے حُسنِ سلوک اختیار کرے، ہمہ وقت متوجہ الی الحق رہے، دوئی کی راہ و سوچ چھوڑے، اپنے تعینِ موہومہ سے جان چھڑائے، ذاتِ حق میں ہر حال میں اور ہر وقت غرق رہنے کی کوشش کرے، وحدتِ الوجود کا داعی بنے، کیونکہ وحدتِ الوجود کی حقیقت سمجھے بغیر نہ قرآن صحیح معنوں میں سمجھ آ سکتا ہے اور نہ ہی حدیثِ پاک اور نہ ہی رازِ زندگی۔ تنگدستی، مفلسی اور مشکل پسندی میں زندگی بسر کرنا سیکھے، دنیا کو دل سے نکال دے، دنیا سے واجبی تعلق رکھے، مشائخِ عظام کے ادب و احترام کو اپنا وطیرہ بنالے، صبر و تحمل اور برداشت اپنے آپ میں پیدا کرے۔ حسد، بغض، عناد، بخل، کینہ، جھوٹ، غیبت، چغلی، غرور و تکبر، اور ریاء کاری کو جڑ سے اکھاڑ دے۔ لوگوں کے عیبوں کی پردہ پوشی کرے، راہِ صدق اپنالے اپنا ظاہر و باطن درست کر لے، منافقت کو دل سے نکال دے اور انسان ہونے کا حق ادا کر دے تو تب جا کر عالمِ باطن کے اسرار و معارفِ طالبِ ذاتِ حق پر ظاہر ہونگے اور معرفتِ حق نصیب ہوگی جو کہ اولین مقصد ہے۔ چونکہ اگر قلبِ انسان اس دنیا میں بیدار نہ ہو سکا تو پھر آئندہ زندگی یعنی عالمِ آخرت میں بھی بیدار نہیں ہوگا اور اُس لامتناہی زندگی میں ہمیشہ حجاب ہی میں رہیگا لہذا زندگی کی یہ چند سانسیں بہت قیمتی ہیں ان کو ضائع مت کرے اور اپنے قلب و باطن کی صفائی کر لے اور رازِ حقیقت کو پالے

، ورنہ جنت کی نعمتیں تو نصیب ہونگی مگر اصل نعمت یعنی ہمیشہ کیلئے دیدار الہی کا جلوہ نصیب نہیں ہوگا، جس طرح ادھر اندھا ہوگا وہاں بھی ہمیشہ کیلئے اندھا ہی رہیگا۔ سلوک و تصوف کا مقصد انسان کے اندر جو جوہر حقیقت موجود ہے اسے چمکانا ہے۔

36۔ نماز قضاے حاجت:-

(i)۔ قضاے حاجت کیلئے جمعہ کے دن جب صبح آفتاب نکل آئے یعنی 20 منٹ کے بعد دو رکعت پڑھے، اوّل رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ فلق اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ الناس، نماز کے بعد پھر آیۃ الکرسی 7 بار پڑھے، اسکے بعد پھر چار رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ نصر ایک بار اور سورہ اخلاص 25 بار پڑھے، جب فارغ ہو تو 70 بار لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے۔

(ii)۔ 2 رکعت نماز نفل کسی بھی وقت یعنی اوقات مکروہا چھوڑ کر بہ نیت قضاے حاجت پڑھے اور ان میں جو سورہ یاد ہو پڑھے سلام کے بعد قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جائے اور 41 بار سورہ فاتحہ پڑھے اور ہر بار سورہ فاتحہ شروع کرتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ 2 مرتبہ پڑھے، پھر سر سجدہ میں رکھ کر اپنی حاجت طلب کرے روا ہوگی۔

37۔ صلوٰۃ التسبیح:-

اس نماز کا بے انتہا اجر و ثواب ہے اور اس کی چار رکعتیں ہیں۔ مکروہ وقت کے علاوہ جب چاہے پڑھ سکتا ہے، بہتر یہ ہے کہ ظہر سے پہلے پڑھے۔ اس کا طریقہ یہ ہے: کہ تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھے، ثناء کے بعد 15 بار یہ کلمہ پڑھے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ۔ پھر تعوذ، تسمیہ اور سورہ فاتحہ اور کوئی سورہ پڑھ کر 10 بار یہی کلمہ پڑھے، پھر رکوع میں جا کر تسبیح کے بعد 10 بار یہی کلمہ پڑھے، پھر رکوع سے اٹھ کر تسبیح و تحمید کے بعد 10 بار یہی کلمہ پڑھے، پھر سجدہ میں جا کر سجدہ کی تسبیح کے بعد 10 بار یہی کلمہ پڑھے، پھر سجدہ سے اٹھ کر جلسہ میں 10 بار یہی کلمہ پڑھے، پھر دوسرے سجدہ میں تسبیح کے بعد 10 بار یہی پڑھے۔ اور پھر اسی ترتیب سے چار رکعتیں پوری کرے، ہر رکعت میں 75 بار اور چاروں رکعتوں میں 300 بار یہ کلمہ پڑھا جائیگا۔ اگر سالک روزیہ نماز پڑھے تو یہ بہتر ہے کہ اشراق کے بعد پڑھے اور اگر ہفتہ کے بعد پڑھے تو جمعہ کے دن پڑھے۔

38۔ برائے دفع لا علاج بیماری:-

اگر کوئی ایسا مرض پیش آجائے کہ کسی طرح دفع نہ ہو تو جمعہ کے دن نماز عصر پڑھ کر غروب آفتاب تک محض اسمِ یَا اللَّهُ، یَا رَحْمَنُ، یَا رَحِيمُ کے ذکر میں مشغول رہے یعنی زبان سے پڑھتا رہے اور کچھ کام

نہ کرے تین جمعے یہ عمل کرے انشاء اللہ شفا یاب ہوگا۔

39۔ برائے کفایت مہمات:-

جس کسی کو کوئی مشکل کام یا کوئی بہت بڑی مہم پیش آئے تو سورہ فاتحہ 787 مرتبہ اس طرح پڑھے کہ بسم اللہ کی آخری میم کو الحمد کے "ل" سے ملا کر پڑھے اور سورہ فاتحہ میں آیہ کریمہ الرحمن الرحیم کو بھی ہر بار 3 بار پڑھے اور آخر میں امین بھی 3 بار کہے تو مہم فتح ہوگی۔

40۔ برائے حفظ قرآن مجید:-

روزانہ سوتے وقت 100 بار سورہ فاتحہ پڑھے تو اس کی برکت سے قرآن پاک حفظ ہو جائیگا۔

41۔ فراخی رزق:-

جو شخص عشاء کی نماز کے بعد کنگھا کرتے ہوئے ہمیشہ سورہ الم نشرح پڑھے اور جمعرات کو بعد نماز عصر ناخن ٹرسوائے اسکی روزی فراخ ہوگی۔

42۔ گم شدہ چیز کی واپسی:-

جس کی کوئی چیز گم ہو جائے 119 بار یا حَفِیْظُ پڑھے کم و زیادہ نہ کرے، پھر 119 دفعہ یہ آیت پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی گم شدہ چیز کو صحیح و سالم لوٹا دیگا۔

يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي
صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ
لَطِيفٌ خَبِيرٌ۔

43۔ قید سے رہائی کیلئے:-

قید سے رہائی کیلئے سورہ یوسف کا پڑھنا، تارہا ہونے تک بہت
مفید ہے، اگر قیدی ایک ہی نشست میں 1000 بار مَا شَاءَ اللَّهُ وَكَانَ
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ
الْوَكِيلُ پڑھے تو بہت جلد رہائی پائے۔

44۔ سانپ اور بچھو کے ڈنک:-

سانپ اور بچھو کے کاٹے ہوئے ڈنک پر سات مرتبہ سورہ فاتحہ
پڑھ کر دم کر کے اس پر پانی اور نمک ملے تو ڈنک کا اثر جلد زائل ہو جائے
گا۔

45۔ برائے روشنی چشم:-

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ سے منقول ہے کہ ہر روز دونوں
آنکھوں پر فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ
7 بار پڑھ کر دم کرے اول و آخر درود شریف پڑھے اور پھر دونوں آنکھوں
آکھوں سے لگائے تو اس کی آنکھوں کی نظر ٹھیک رہے گی اور کوئی تکلیف
نہ ہوگی۔

46۔ برائے دفع شرّ انس و جن:-

جو جن کسی کے گھر میں رہتا ہو اسکو گھر سے نکالنے کا طریقہ یہ ہے: 10 دفعہ یہ اسماء پڑھیں اور پورے گھر کے ہر کونے میں 10، 10 بار پڑھ کر دم کریں یعنی پڑھ کر پھونک ماریں: سَزَائُولَزْرَعِي زُوشَامَنُوعًا عَالِمًا طَيُّوْهُ مَا سَلِيْخًا مَلِيْخًا مَلْخُوْماً وَيَاقِيُوْماً بِحَقِّ كَهَيْعَصَ بِحَقِّ حَمْعَسَقَ بِحَقِّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ، اس کے علاوہ گھر کے ہر کونے میں 7، 7 بار آیہ الکرسی بھی پڑھ کر دم کریں۔

47۔ برائے فراخی رزق:-

- (i) - سورۃ واقعہ 1000 بار پڑھے یا پھر روزانہ ایک بار پڑھے۔
- (ii) - روزانہ 363 مرتبہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنَاجَاً مِنْهُ إِلَّا إِلَيْهِ۔ پڑھے

48۔ کاروبار و تجارت میں ترقی کیلئے:-

جو کوئی کاروبار اور تجارت میں ترقی اور فوائد کا خواستگار ہو وہ اس درود شریف کو ہر وقت کثرت سے پڑھے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ۔

49۔ ماہ صفر کے آخری بدھ میں خوشی منانا:-

مفتاح الجنان میں شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ

سے منقول ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو ماہِ صفر میں بیماری شروع ہوئی مگر آخری چہار شنبہ یعنی بروز بدھ کسی قدر تخفیف ہوئی تھی جس پر مسلمانوں نے خوشی منائی اور آج بھی ماہِ صفر کے آخری بدھ کے روز مشائخِ عظام اُس دن کی یاد میں خوشی مناتے ہیں۔

50۔ بروز بدھ سفر کرنا منع ہے:-

سلسلہ چشتیہ میں بروز بدھ سفر، لین دین اور گھر میں جھاڑو دینا منع ہے اگر سفر ضروری ہو تو ایک روز پہلے اپنا سامان بمعہ تھوڑا سا نمک اور آٹا کسی ہمسایہ کے گھر پر رکھے پھر بروز بدھ سفر کرتے وقت وہاں سے اٹھا لے اور نمک و آٹا صدقہ کر دے۔

51۔ مخالف و دشمن پر غلبہ پانے کا طریقہ:-

جس پر غلبہ حاصل کرنا مقصود ہو ہر نماز کے بعد 71 مرتبہ "یا عزیزُ" اوّل و آخر درود شریف کے ساتھ پڑھ کر مطلوبہ شخص کی سمت میں دم کرے یعنی پھونک مارے تو وہ مُطیع و فرمانبردار ہوگا اور اُس کا دل سائل کیلئے نرم ہو جائیگا اور جو بھی مسئلہ ہوگا حل ہو جائیگا۔

52۔ برائے محبت:-

جس سے کوئی محبت نہ کرے، وہ یہ آیت کریمہ پڑھے اور مطلوبہ شخص کی سمت میں دم کرے، 7 بار اسے پڑھ کر اوّل و آخر درود شریف کے ساتھ تو وہ شخص وغیرہ طالب سے محبت کرنے لگے گا۔ يُحِبُّوْهُم

كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ.

53۔ برائے دفع نظر بد:-

اگر کسی کو مثلاً بچہ وغیرہ کو نظر لگ جائے تو ایک بار سورہ فاتحہ اور تین بار سورہ کوثر پڑھ کر مطلوبہ شخص یا بچہ پر دم کرے، روزانہ یہ عمل کئی بار دہرانا چاہیئے۔

مذکورہ جملہ اذکار و وظائف اور اشغال و مراقبات وغیرہ میں تاثیر کیلئے بنیادی شرط صحت عقیدہ اور صحت عمل کے ساتھ درد و عشق کی قوت بھی ضروری ہے جس میں جس قدر یہ صفات ہوں گی اتنا ہی اسکے عمل میں تاثیر پیدا ہوگی۔

54۔ دلائل الخیرات کا وظیفہ:-

حضرت امام جزوئی کی مرتب کردہ دلائل الخیرات عرصہ دراز سے صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کا معمول رہی ہے، جسے آپؐ نے ہفتہ کے دنوں کے حساب سے سات منزلوں میں تقسیم کیا ہے، دلائل الخیرات کے وظیفہ سے سالک کو حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت اور نسبت نصیب ہوگی قلب و روح میں آپؐ کا ادب اور تعظیم پیدا ہوگی اور اس وظیفہ کا معمول رکھنے سے حضور پاک ﷺ کی زیارت نصیب ہوگی۔



کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مُصنّف
1	القرآن الکریم	مُنزل من اللہ
2	صحیح البخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ
3	الصحیح لمسلم	امام مُسلم بن الحجاج القشیریؒ
4	جامع الترمذی	امام محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ
5	سُنن النسائی	امام احمد بن شعیب النسائیؒ
6	سُنن ابی داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعثؒ
7	سُنن ابن ماجہ	امام محمد بن یزید القزوینیؒ
8	مِکْلُوٰۃُ المصنّیح	شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزیؒ
9	مُسند امام احمد بن حنبل	حضرت امام احمد بن حنبلؒ
10	عوارف المعارف	حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ
11	احیاء العلوم	امام محمد بن محمد غزالیؒ
12	کیسائے سعادت	امام محمد بن محمد غزالیؒ
13	دلیل العارفین	حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی چشتیؒ
14	تاریخ مشائخ چشت	حضرت پروفیسر خلیق احمد نظامیؒ
15	سیر الاقطاب	حضرت خواجہ الہدیہ ابن شیخ عبدالرحیم چشتی صابریؒ
16	مرآۃ الاسرار	حضرت شیخ عبدالرحمن چشتی صابریؒ
17	اقتباس الانوار	حضرت شیخ محمد اکرم قدوسی چشتی صابریؒ

18	مقائیس المجالس (ملفوظات حضرت خواجہ غلام فریدؒ)	حضرت علامہ واحد بخش سیال چشتی صابریؒ
19	کشف المحجوب	حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ
20	فوائد القواد	حضرت خواجہ محمد حسن دہلویؒ
21	مناقب المحبوبین	حضرت خواجہ حاجی محمد نجم الدین چشتی سلیمانیؒ
22	سر الاسرار	حضرت خواجہ شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانیؒ
23	جواہر سلطانی جلد اول	حضرت خواجہ سلطان باہوسرکارؒ
24	الاسرار المرفوعہ	حضرت ملا علی قاریؒ
25	الرسالہ القشیریہ	حضرت امام قشیریؒ
26	المجمع الزوائد	حضرت امام علی بن ابی بکر البہیمیؒ
27	الدر المنثور	حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ
28	الترغیب والترہیب	حضرت امام زکی الدین المیزریؒ
29	مثنوی مولانا رومؒ	حضرت جلال الدین محمد رومیؒ
30	فیہ مافیہ	حضرت جلال الدین محمد رومیؒ
31	فحوصات مکہ	حضرت شیخ اکبری محی الدین ابن عربیؒ
32	فصوص الحکم	حضرت شیخ اکبری محی الدین ابن عربیؒ
33	نور الابصار فی ذکر قاضی محمد عیسیٰؒ وخواجہ خدایاؒ	حضرت علامہ محمد خدابخش انظہرؒ
34	رُقعَات مُرشدی	حضرت خواجہ میاں شاہ محمد عبد الصمد چشتی فخری دہلویؒ
35	گلشن ابرار	حضرت خواجہ امام بخش مہارویؒ
36	سر دلبر آل	حضرت خواجہ محمد عبید اللہ ملتانی چشتی جمالیؒ
37	انوار جمالیہ	حضرت خواجہ منشی غلام حسن شہیدؒ

38	برّ دلبر آں	حضرت خواجہ سید محمد ذوقی شاہ چشتی صابریؒ
39	روحانیتِ اسلام	حضرت علامہ واحد بخش سیال چشتی صابریؒ
40	مشاہدہ حق	حضرت علامہ واحد بخش سیال چشتی صابریؒ
41	کشکولِ کلیسی	حضرت شاہ کلیم اللہ شاہ جہان آبادیؒ
42	مُرقعِ کلیسی	حضرت شاہ کلیم اللہ شاہ جہان آبادیؒ
43	مکتوباتِ مہاروی	حضرت خواجہ امام بخش مہارویؒ
44	منہاج الفتاویٰ	حضرت علامہ مفتی زمان عبد القیوم خان ہزاروی صاحب
45	قُرْآنِ فلسفۂ انقلاب	حضرت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ
46	شہنشاہِ ولایتِ ملتان	فقیر قاضی محمد ناصر چشتی نظامی
47	ذکرِ اویسؓ	حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب
48	عینُ الفقر	حضرت سلطان باہو سرکارؒ
49	سلوک و تصوّف کا عملی دستور	حضرت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ
50	تذکرۃ الاولیاء	حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ
51	عرفان القرآن	حضرت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ
52	تذکرۃ جمال	حضرت علامہ مہا اللہ بخش رضا صاحب
53	مدارج النّبوت	حضرت شیخ عبد الحق محدّث دہلویؒ
54	دلائلُ البرکات	حضرت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ